وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ (الاحزاب:58)

اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوْا عَنْ مَسَاوِيْهِمْ ۔ (ابوداود رقم 4900؛ ترمذی رقم 1019)

الموسوعۃ (انسائیکلوپیڈیا) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (9)

امام الائمہ، سراج الامۃ، تابعی جلیل، امام المحدثین والفقہاء

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اعتراضات کا علمی جائزہ

تالیف

حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی حفظہ اللہ

فاضل جامعہ اشرفیہ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اعتراضات کا علمی جائزہ
مصنف	مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی حفظہ اللہ
صفحات	676
طبع اول	ربیع الاول 1446ھ/ستمبر 2024ء
باہتمام	اعجاز احمد اشرفی حفظہ اللہ

نوٹ ملک اور بیرونِ ملک میری کتابوں کی طباعت کی عام اجازت ہے۔

اعجاز احمد اشرفی حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، امامِ اہل سنت، مُحیِ السُّنَّۃِ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا

محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۴۳۰ھ)

کے نام

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے بلندیٔ درجات کا باعث بنائے۔ آمین!

اعجاز احمد اشرفی

سلسلۂ تَعۡلِیۡمُ السُّنَّۃِ

نمبر		
1	ایمان وعقائد:	توحید وعقائدِ اہل السنت والجماعت
2	عبادات(1):	طہارت کے احکام
3	عبادات(2):	مسنون طریقۂ نماز
4	عبادات(3):	جنازہ کے احکام
5	عبادات(4):	زکوۃ کے احکام
6	عبادات(5):	روزہ کے احکام
7	عبادات(6):	حج کے احکام
8	معاشرت(1):	نکاح کے احکام
9	معاشرت(2):	طلاق کے احکام
10	معاشرت(3):	وراثت کے احکام
11	معاملات(1):	اسلامی تجارت کے احکام
12	معاملات(2):	حکمرانی اور عدلیہ کے احکام
13	معاملات(3):	جہاد کے احکام
14	حقوق(1):	حقوق رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم
15	حقوق(2):	حقوق العباد
16	حقوق وآداب(1):	آداب معاشرت
17	حقوق وآداب(2):	کھانے پینے کے احکام وآداب
18	حقوق وآداب(3):	لباس کے احکام وآداب
19	تصوف وسلوک(1):	تزکیہ واحسان
20	تصوف وسلوک(2):	تہذیب اخلاق وتزکیۂ نفس
21	تصوف وسلوک(3):	تصوف
22	تصوف وسلوک(4):	روحِ تصوف
23	تصوف وسلوک(5):	وحدت الوجود اور وحدت الشہود
24	تصوف وسلوک(6):	مسئلۂ وحدت الوجود
25	تصوف وسلوک(7):	تصوف پر اشکالات کے جوابات
26	تصوف وسلوک(8):	اصطلاحاتِ تصوف
27	تصوف وسلوک(9):	شطحیاتِ صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم
28	تصوف وسلوک(10):	مقبول مسنون دعائیں
29	تصوف وسلوک(11):	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں اور وصیتیں

فہرست

پیشِ لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا○ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُہْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا○ (الاحزاب:58)۔اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ، وَکُفُّوْا عَنْ مَسَاوِیْھِمْ ۔(ابوداؤد رقم4900؛ترمذی رقم1019) صدق اللہ العظیم

1 غیر مسلمانوں کی ریشہ دوانیاں

بیدار مغز مسلمان پر مخفی نہیں کہ جرائم پیشہ صیہونیت مسلمانوں کو کچلنے اور ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے پوشیدہ اور کھلے بندوں پے در پے ضربیں لگانے پر توجہ مرکوز کیے ہوئے ہیں۔ اسی طرح اشتراکیت اسلامی ممالک پر تسلط جمانے، ان کے جوانوں کو اپنی فاسد آراء اور باطل نظریات کی طرف مائل کرنے پر لگی ہے۔ اور اسی طرح پُرفریب سیکولرازم اور اسلام کو بعض عبادات اور رہبانہ طریقوں میں محدود و محصور کرنا چاہتا ہے، اور میدانِ زندگی سے اسلام و دین کو دور کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور ہم ایسی غفلت میں ہیں کہ اپنا اختلاف پھیلنے کے بعد بھی نصیحت حاصل نہیں کی اور محتاط نہیں ہوئے تاکہ ہمارے دشمن بھی پھیل جائیں اور امتِ مسلمہ کو شر اور باطل کے دعوے دار بہت زیادہ ناموں کے نیچے لڑاتے رہتے ہیں اور علمائے ربانیین اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلانے کی ذمہ داری اٹھائے ہوئے ہیں، اور لوگوں کو دینِ حق سمجھا رہے ہیں، دن رات ان سخت حملوں کو روکتے ہیں اور گمراہ کن شبہات کو دور کرتے ہیں

اور باطل کے پردوں کو کھولتے ہیں، لوگوں کو حق دکھاتے ہیں، جس منہج پر اہلِ سنت و جماعت کے ائمہ چلے، اسی منہج پر اسلام کی حقیقت کو ظاہر و واضح کرتے ہیں، جس پر اسلام کی تاریخ گواہ ہے، اور یہی وہ لوگ ہیں جو اسلام کے دشمنوں کو ڈراتے ہیں، اور یہ دشمن جانتے ہیں کہ لوگوں کا اپنے دینِ اسلام کو چھوڑنا مشکل اور محال ہے، تو ان دشمنانِ اسلام نے ایک منصوبہ ساز کو ایجاد کیا جو باطل دین کو ایجاد کرنے اور خلافِ قیاس آراء اور ضعیف اقوال کو پھیلانے میں کام کرے گا، اور مختلف مناہج کو ایجاد کرے گا اور جدا جدا آراء کو اکٹھا کر کے کبھی "دین کی تجدید" کا نام دے گا اور کبھی "دین کی اصلاح" کا نام، اور "سلف کے منہج کی طرف لوٹنے" کا نام، اور کبھی "کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی طرف صحیح لوٹنے" کا نام دے گا۔ اس کے علاوہ دیگر نام آپ یہاں وہاں سنتے ہیں اور اسلام کے دشمنوں نے اس منصوبہ ساز کو پھیلانے پر لانچ کرتے ہوئے علماء کی ہم شکل اور ان کی امداد کو ایجاد کیا۔ پس سب جگہ ان کے مجموعات وجود میں آگئے، اور ان لوگوں نے علماء کی ہم شکل لباس پہن لیا، اور واعظین کی قمیصیں پہن لیں، اور مجددِ دین، مصلحین کی طرح اپنے سروں پر جبہ و دستار سجالی، اور انہوں نے اعلانات شروع کر دیئے کہ "سلف کے منہج اور کتاب وسنت کی طرف واپس آؤ" اور "عقائد کی اصلاح کرو" اور "بدعتیوں سے جنگ کرو"، ان کے علاوہ دیگر نعرے بھی مشہور ہیں، جن کا ظاہر رحمت اور باطن عذاب ہے۔ اور یہی لوگ ہیں جو دشمنانِ اسلام کے پروٹوکول، وظائف وغیرہ کو سمجھتے نہیں ہیں، اور اُمت کے افکار میں پھوٹ ڈالتے ہیں اور امت کو چار مراکز و بنیادوں میں شکوک وشبہات اور گمراہیت کی طرف گامزن کرتے ہیں، وہ چار اساس یہ ہیں:

1 امت کے عقائد
2 اخلاقیات
3 فقہی معاملات وعبادات
4 دعوئ

2 عقائد کا معاملہ

ہر شخص عقائد کی اہمیت وعظمت سے واقف ہے اور اس وجہ سے بھی کہ عقائد ایمان کی جان اور اصل الاصول ہیں، اور عقائدِ اسلامیہ اللہ تعالیٰ کو ایسے افعال سے منزہ ثابت کرتے ہیں جو اس کی شان کے لائق نہیں اور اللہ تعالیٰ سے تشبیہ وتجسیم کی نفی کو مزید پختہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے مخالفت کو ثابت کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

آیت 1:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ○ (الشوریٰ:11)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اور مخلوق سے اللہ تعالیٰ کا استغناء بھی ثابت ہے کہ وہ پاک ہے، بلند و بالا ہے، کسی شی کا محتاج نہیں جبکہ ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس پر اہلِ حق، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لے کر اب تک سلفاً خلفاً اعتقاد رکھے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ بدعات ظاہر ہوئیں، اور خواہشاتِ نفس کے پیروکاروں نے عقائد کے مسائل میں گفتگو شروع کر دی۔ ان کا رد امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اہلِ حق کے عقائد پر اٹھنے والے شکوک وشبہات کا رد کرنے میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے عقائد کا دفاع کیا، اور لوگ ان کے طریقے پر چلے یہاں تک کہ "اشاعرہ" اور "ماتریدیہ" کے نام سے پہچانے گئے اور اہلِ سنت و جماعت کا عقائد میں یہی لقب مشہور ہو گیا جب بھی مطلقاً بولا جاتا ہے، ذہن اسی کی طرف منتقل ہوتا ہے، اور ہمیشہ مسلمان اپنی اولاد کو اہلِ حق یعنی ماتریدیہ، اشاعرہ کے (بتائے ہوئے) عقائد سکھاتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر عظیم رحمتیں نازل ہوں، اور لوگ نسل در نسل ان عقائد کو سیکھتے تھے اور اخلاف اپنے اسلاف سے انہی عقائد کو لیتے تھے، اور طلباء اپنے شیوخ سے لیتے تھے۔ ان میں سے دو بندوں کا بھی اختلاف نہیں ہوا، اور دو بکریوں نے بھی ماتریدیہ

اور اشاعرہ کے طریقے پر سینگ نہیں لڑائے، اور یہ اہلِ حق کا طریقہ ہے اور اشاعرہ، ماتریدیہ اہل سنت و جماعت ہیں۔ یہاں تک کہ یہ فرقے آ گئے اور "عقائد کی اصلاح" کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ پس یہ اصلاح کیا تھی؟

یہ اس قول کی طرف بلاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت اور مکان ثابت ہے، اور تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ بغیر جہت و مکان کے موجود ہے۔ اور انہوں نے صفاتِ خبریہ میں سے متشابہات کو پھیلانا شروع کر دیا، اور ان کو ظاہری اور لغوی حقیقت پر محمول کیا، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ اور مثل بنایا، کچھ جانا یا نہیں، اور اہلِ حق ماتریدیہ، اشاعرہ پر گمراہی اور حق سے انحراف کا حکم لگایا، اور انہوں نے لوگوں کو اہلِ حق سے دور کر دیا، اور لوگوں کے لیے ایک بدعتی فرقے کو ظاہر کر دیا اور انہوں نے تاریخ کی مسخ شدہ کتابوں کو رائج کر دیا، جن کتب کو زمانہ بھلا چکا تھا اور انہوں نے ان کتابوں کی نشر و اشاعت اور اکثر ممالک میں پھیلانے پر اپنی توانائیاں صرف کر دیں، باوجود اس کے کہ ان کتب میں باطل اقوال ہیں:

مثلاً: "کتاب السنۃ" جو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے اور ہروی رحمۃ اللہ علیہ کی "کتاب الاربعین"، اور ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کی "کتاب التوحید" ہے، جس سے ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع کیا اور ندامت کا اظہار بھی کیا تھا، اور ان کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں ہیں جن کو سمندروں میں ڈالا جاتا ہے، اور ان میں سے اور بھی بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق کلام کیا جو اس کی شان کے لائق کے نہیں ہے، اور انہوں نے بذاتِ خود مسلمانوں کی تکفیر کرنی شروع کر دی، حالانکہ تکفیر کا کوئی سبب نہیں ہے، اور کفر و شرک کو انہوں نے اپنے مخالفین پر بہت زیادہ آسان سمجھا، تو اہلِ علم نے ان کا راستہ بند کیا، اور ردّ میں بہت زیادہ کتابیں لکھیں جن سے اہلِ باطل کا حق سے انحراف وضلال واضح ہو گیا۔

3 اخلاقی معاملہ

سب لوگ جانتے ہیں کہ اخلاق کی بدولت امت کی بقاء وسلامتی ہے اور اجتماع کی درستگی ہے، اس چیز کو ہمارے دشمنوں نے جان لیا۔ پھر انہوں نے ہمیں شہوات میں مستغرق ہونے کی وجہ سے روحانی بلندیوں سے گرانے کا منصوبہ بنایا، چنانچہ انہوں نے لوگوں میں سے ایک گروہ کو تیار کیا جو اصفیاء کے منہج سے جنگ کرے، اور اتقیاء کی کتابوں کو پڑھنے سے ڈرائے، اور یہ دلیل دے کہ ان کتب کے لکھنے والے صرف صوفی لوگ ہیں۔ اس بات کو کافی بار دہرایا اور انہوں نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "احیاء علوم الدین" کو عیب لگایا، حالانکہ اخلاقیات کا سب سے بڑا انسائیکلو پیڈیا یہی ہے بلکہ انہوں نے اس کا نام: "إماتة علوم الدين" رکھا (دین کے علوم کو مردہ بنانے والی کتاب ہے۔ معاذ اللہ) حتی کہ انہوں نے لوگوں کو علماء سے روحانی تربیت اور تزکیۂ نفس حاصل کرنے سے روکنے کے لیے بہت زیادہ مغالطے اور حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کی اور بدعت اور تصوف کو دلیل بنایا بلکہ انہوں نے اولیاء اللہ پر بہت بڑا حملہ کیا (الزامات عائد کیے)، یہاں تک کہ تو ان کے سامنے اقطاب، صوفیاء میں سے کسی بزرگ کا ذکر کرے گا، تو گویا کہ تو نے کسی دشمن ملعون اور شیطان مردود کا ذکر کیا (معاذ اللہ)، اور رب العالمین مجھے اس لا علاج بیماری اور بانجھ فہم و فراست سے کافی ہے۔ میں اولیاء اللہ اور صالحین کی ذوات پر حملے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ پس لوگوں نے ظلم اور بے ادبی سیکھی، لوگ فتنوں میں پڑ گئے، اخلاق ضائع ہو گئے اور روح کمزور ہو گئی، دل سخت ہو گئے اور درس و تدریس، عدمِ اشتغال، کتابوں کا مطالعہ نہ کرنے کے باعث لوگ اللہ تعالیٰ سے بھی دور ہو گئے۔ پس پہلے اور بعد کے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے اس پردے سے پناہ مانگتا ہوں جو دلوں کے نور کو چھپا دیتا ہے۔

4 فقہی جانب

امتِ مسلمہ کے لیے فقۂ اسلامی کو بہت بڑی فکری، شرعی دولت مانا گیا ہے، اسلام کی عظمت وشرافت کے دنوں میں ہر زمانے اور ہر جگہ کے لیے فقۂ اسلامی صلاحیت رکھتی تھی اور اس زمانے کے لیے بھی صلاحیت رکھتی ہے جس میں مغربی قوانین کا عمل دخل اور ایسے قوانین جو شریعتِ اسلامیہ کی روح سے دور ہیں، ظاہر ہوئے ہیں اور جو عربی نظم وضبط اور باقی اسلامی ممالک میں فساد مترتب ہوا ہے، اور اس مغربی قوانین کے بگاڑ سے چھٹکارا اور علاج کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ یہ ممالک شریعت اسلامیہ کی طرف لوٹ آئیں اور فقۂ اسلامی سب سے بڑا شرعی سرمایہ ہے، امت کے لیے آسان ہے کہ وہ اس ذخیرے سے فائدہ حاصل کرے، اور اس کے قوانین پر عمل کرے کیونکہ فقۂ اسلامی قرآن وسنت سے ماخوذ ہے، بلکہ یہ کتاب وسنت کی صحیح فہم کا خلاصہ اور نچوڑ ہے، اور دشمنانِ اسلام ان تمام باتوں یعنی ارتقاء، صفاء اور سلامتی (کے کمالات) کو جانتے ہیں، جو فقۂ اسلامی امت کے سامنے لاتی ہے، مگر وہ نہیں چاہتے کہ امت اس سے وابستہ ہو، اس کا اہتمام کرے، یا اس کی طرف توجہ دے، یا اس کے احکام اور اس میں پوشیدہ وسعت ورحمت اور آسانی کو سمجھے کیونکہ یہ فقہ ہر زمانے اور ہر جگہ کارآمد ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ پس اس فقہ کے خلاف محاذ آراء ہو گئے اور اس سے بے تعلقی پیدا کرنے کے لیے سرگرم عمل ہو گئے۔ (طریقہ کار یوں تھا کہ) فقۂ اسلامی مَردوں کے اقوال کا نام ہے، اور ہم کتاب وسنت کو لازم پکڑنے والے ہیں، نہ کہ مَردوں کی آراء پر عمل کے پابند۔ اس کے علاوہ دیگر کمزور شبہات اور باطل پرستوں کے شعار جن کو ان لوگوں کے گروہ وقفے وقفے سے پیش کرتے رہتے ہیں، جن کے ذریعے وہ دشمنانِ اسلام کی خدمت کرتے ہیں، خواہ وہ ان کو جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے! فقہ اسلامی سے بے تعلقی پیدا کرنا یا چھوڑ دینا کیسے ممکن ہے؟ حالانکہ یہ وہ قیمتی سرچشمہ ہے جس سے مسلمان حکمران اور

قاضی ہمیشہ مستفید ہوتے رہے ہیں، اور تمام زمانوں میں احکامِ شریعت کے نفاذ میں اسی یعنی سرمایۂ فقہ پر اعتماد کرتے رہے ہیں۔ یہ فقہ بیزار گروہ گمان کرتا ہے کہ وہ ترکِ فقہ اور احادیث کی چند کتب لینے اور مصحفِ قراءت خریدنے اور پڑھنے سے قاری کو مجتہد بنا دے گا، خواہ کسی فقیہ عالم سے نہ پڑھی ہوں، جو اسے کتاب وسنت کی فہمِ صحیح کی مشق کرائے اور اہلیت وآگاہی سے اس میں فہم وشعور کی صلاحیت پیدا کر دے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ان کا پرانا اور باطل گمان ہے۔ جیسا کہ شعراء نے کہا۔ شعر

ما العلم مخزون كُتُبٍ
لديك منها الكثيرُ
لا تحسبنّك بهذا
يوما فقيها تصيرُ
فللدجاجة ريش
لكنها لا تطيرُ

(الشيخ مازن السرساوی)

ترجمہ: علم کیا ہے؟ تیرے پاس کتابوں کا خزانہ اس سے زیادہ ہے، تو یہ گمان نہ کر کہ تو ان کی وجہ سے ایک دن فقیہ بن جائے گا۔ پس مرغی کے پر ہوتے ہیں لیکن وہ اڑ نہیں سکتی۔

اور جب فقۂ حنفی تمام معتبر فقہی مذاہب سے بڑا مذہب ہے، اور حکم میں تجربہ کے اعتبار سے تفریعات میں زیادہ وسیع ہے، اور اس کے بانی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو فقہاء کے سردار اور امام ہیں۔ پس تمام لوگ فقہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال ہیں، اور فقہ کی تمام باریکیاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے مسلم ہیں۔ اسی وجہ سے طعن کرنے والوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے طعن وتشنیع میں وافر حصہ پایا، اور یہ لوگ اپنے قبیح افعال کی بدولت یہ گمان کرتے ہیں کہ عنقریب لوگ فقہ کو چھوڑ دیں گے، اور عنقریب ان کا تعلق فقہ سے ختم ہو جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا فرمانے والا ہے، اگرچہ ناپسند کرنے والوں کو ناگوار گزرے۔ عنقریب فقۂ اسلامی ایک اہم مرجع کی حیثیت سے باقی رہ

جائے گی۔ امتِ مسلمہ اس سے کبھی بے نیاز نہیں ہوگی، اور عنقریب اربابِ علم وفضل
دائمہ باقی رہیں گے جن کی پیروی کی جائے گی، اور عنقریب یہ باطل گروہ اور باطل
آراء ختم ہو جائیں گے اور ان کے باطل شِعار جن کے ذریعے دشمنانِ اسلام نے
دانستہ یا نادانستہ دھوکہ دیا، ختم ہو جائیں گے، اور تاریخ میں ایک بدنما داغ رہ جائیں
گے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف التجاء ہے اور وہی مددگار ہے اور گناہ سے بچنے کی طاقت اور
نیکی کرنے کی توفیق صرف رب العالمین کی طرف سے ہے۔

5 جانبِ دعویٰ

یقیناً دشمنانِ اسلام نے منہاجِ ربانی پر قائم ہونے والی دعوت کو جان لیا کہ یہ ایسی
کامل دعوت ہے کہ لوگ دین کے احکام کو بصیرت سے دیکھتے ہیں، اور یہ دعوت لوگوں
کو زندگی کے تمام معاملات میں واجبات پر عمل کی طرف بلاتی ہے، تو ان دشمنانِ
اسلام نے صاحبانِ دعوت اور دعوت سے تمام وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے جھگڑا
کرنے کی ناپاک کوشش کی، اور ان کے وسائل میں سے اہم ترین ذریعہ لوگوں میں
سے چند جماعتوں کو مسلط کرنا ہے، وہ لوگ دعوت اور تجدیدِ دین کے لبادے اوڑھ
لیتے ہیں، اور بدعات وغیرہ کے ان نعروں سے جن کا ظاہر رحمت ہے اور باطن عذاب
ہے، دشمنانِ اسلام نے ان جماعتوں کو علماء ربانین اور علماء معتبرین اور امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر کرنے والے اقطاب وابدال اور اربابِ فتویٰ سے دعوت الی اللہ لینے
کے لیے مسلط کر دیا۔ پس وہ افراد جو دعوت اور دعوت دینے والوں پر مسلط ہیں وہ
صرف دعوت اور دعوت دینے والوں کو سب وشتم کرتے ہیں، خواہ وہ تنہا ہوں یا
جماعت میں ہوں اور ان کے سب وشتم سے نہ زندوں میں سے کوئی محفوظ رہا، اور نہ
وفات یافتہ میں سے کوئی محفوظ رہا۔ ان کا سامانِ تجارت بدعتی، فاسق، گمراہ کہنا اور
شکوک وشبہات میں مبتلا کرنا، اور ان کے عزائم ومقاصد لالچ وفتنہ اور اختلاف کے متہم
ہیں، اور یہ اپنے فیصلوں سے لوگوں کو ادھر اُدھر مشغول رکھتے ہیں، اور مسائلِ فقہیہ اور

اعتقادیہ کو ملا دیتے ہیں کہ فقہی مسئلہ اختلاف کو قبول کرتا ہے، تو اعتقادی بھی قبول کرتا
ہے اس کے علاوہ دیگر مسائل میں الجھا کے رکھتے ہیں اور انہوں نے اپنے لیے جرح و
تعدیل کے قوانین وضع کر لیے ہیں، حالانکہ کہاں یہ لوگ اور کہاں جرح وتعدیل کا علم،
اس کی شرائط، حدود اور اس کے احکام اور اہلیت وغیرہ۔ لیکن ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ
کے راستے کی طرف دعوت دینے والوں کی عزت وآبرو کو مباح بنانے کے لیے ایک
ذریعہ بنالیا، تو ان کی تکالیف سے کوئی ایک بھی محفوظ نہیں رہا۔

یہ وہ چار اہم ترین مرکز ہیں جن پر دشمنانِ اسلام نے اپنی ناپاک نظریں گاڑ دیں اور
ہمیں ان مقامات میں شکست دینے کے لیے منصوبہ بندی کی، اور کچھ لوگوں نے
دانستہ یا نادانستہ ان کی پیروی کی۔ پس ہمیں چاہیے کہ دشمنانِ اسلام کے منصوبوں
سے بچیں اور ان کے ناپاک اہداف وعزائم کی تحقیق کریں، اور اسلام کو سمجھنے میں اہلِ
حق اہلِ سنت وجماعت کے طریقے کو لازم پکڑیں تاکہ جہالت کے گڑھوں اور پاؤں
کے پھسلنے سے محفوظ رہیں، ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے عافیت وسلامتی کا سوال کرتے
ہیں۔

6 امام اعظم پر تحقیقات کا علمی جائزہ

حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطا بن مرزبان رحمۃ اللہ علیہ (پیدائش: 5 ستمبر
699ء- وفات: 14 جون 767ء) کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سنی حنفی فقہ
(اسلامی فقہ) کے بانی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک تابعی، مسلمان عالمِ دین، مجتہد، فقیہ اور
اسلامی قانون کے اولین تدوین کرنے والوں میں شامل تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ماننے
والوں کو حنفی کہا جاتا ہے۔ زیدی شیعہ کی طرف سے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک معروف
اسلامی عالمِ دین اور شخصیت تصور کیا جاتا ہے۔ انھیں عام طور پر "امام اعظم" کہا جاتا
ہے۔

یحییٰ بن ضریس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر تھا۔ ایک شخص آیا اور

اس نے کہا: "آپ کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کیا اعتراض ہے"۔ انھوں نے فرمایا: "اعتراض کیا ہوتا؟ میں نے خود انھیں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "میں سب سے پہلے قرآن کو لیتا ہوں، اگر کوئی مسئلہ اس میں نہیں ملتا، تو پھر سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تلاش کرتا ہوں۔ اگر کتاب اللہ اور حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں میں نہیں ملتا، تو میں پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال تلاش کرتا ہوں، اور ان میں جو زیادہ پسند آتا ہے، اسے اختیار کرلیتا ہوں، مگر ان کے اقوال سے باہر نہیں جاتا، ہاں جب تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا نمبر آتا ہے، تو پھر ان کا اتباع کرنا لازم نہیں سمجھتا جیسا انھوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرلیتا ہوں"۔

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "خراسان میں دو قسم کے لوگ سب سے بدتر ہیں: جہمیہ اور مشبہہ"۔ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری جگہ اس طرح منقول ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہم بن صفوان کی مذمت کیا کرتے تھے، اور اس کی باتوں پر نکتہ چینی فرماتے تھے۔ عبدالرحمٰن حمانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "میں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جہم بن صفوان کافر ہے"۔ (تاریخ بغداد:13/368)

یحییٰ بن نصر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ شیخین رضی اللہ عنہما کو دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت دیتے تھے، ختنین رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتے تھے، تقدیر کے قائل تھے اور اس میں کوئی مین میخ نہیں نکالتے تھے، مسح علی الخفین کرتے تھے، اور اپنے زمانہ کے سب سے بڑے اور متقی عالم تھے"۔

ابوسلیمان جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ اور معطی بن منصور رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ میں کسی نے قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالا، ہاں بشر مریسی اور ابن ابی داؤد نے اس مسئلہ میں بحث شروع کی اور انہوں ہی نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کو بدنام کیا"۔

یہ بات ذہن نشین کرلو کہ جرح وتعدیل کی بیشتر کتب میں ہمارے ساداتِ ائمۂ فقہ کے بارے میں اوٹ پٹانگ قیاس آرائیاں اور خواہشاتِ نفس پر مبنی کثیر کلام ہے،

اور ان کتب میں کس قدر تعصب ہے۔ فی الحقیقت ہمارے ائمہ کے خلاف زیادتی کرنے والا یا تو جامد راوی ہے جو فقہ میں ہمارے ائمہ کے دقتِ مدارک پر آگاہ نہیں، اس لیے ان پر مخالفتِ حدیث کا الزام وطعن رکھتا ہے، حالانکہ وہ خود حدیث کا مخالف ہے، ائمۂ فقہ نہیں، یا طعن کرنے والا کج فکر بدعتی ہے جو ائمۂ فقہاء پر گمراہی کا گمان کرتا ہے، حالانکہ خود گمراہ ہے، یا طعن کرنے والا سخت تعصب کا شکار متعصب ہے۔ اس طرح کہ ایک شخص پر اس اعتبار سے طعن کرتا ہے کہ وہ اس کے شہر کے علاقے کا نہیں، یا اس کی قوم سے تعلق نہیں رکھتا، یا اس کے مذہب پر نہیں۔ پس یہ طعن کی ایسی صورتیں ہیں جنہیں اہلِ دین تسلیم نہیں کرتے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الام" میں فرماتے ہیں:

أبغضه لأنه من بني فلان فهذه العصبية المحضة التي ترد بها الشهادة۔

(الأم، ج6 ص223۔ المؤلف: أبو عبد الله محمد بن إدريس الشافعي (150-204 ھ)۔ الناشر: دار الفكر - بيروت۔ الطبعة: الثانية 1403 ھ-1983 م۔ عدد الأجزاء: 8)

ترجمہ: جو شخص کسی سے اس بناء پر بغض رکھے کہ وہ فلاں کی اولاد میں سے ہے، تو یہ خالص عصبیت ہے، جس سے وہ مردود الشہادۃ ہے۔

امام ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ "قوت القلوب" میں کہتے ہیں:

وقد يتكلم بعض الحفاظ بالإقدام والجراءة فيجاوز الحدّ في الجرح ويتعدّى في اللفظ ويكون المتكلم فيه أفضل منه، وعند العلماء بالله تعالى: أعلى درجة فيعود الجرح على الجارح۔

(قوت القلوب في معاملة المحبوب ووصف طريق المريد إلى مقام التوحيد، ج1 ص300۔ المؤلف: محمد بن علي بن عطية الحارثي، أبو طالب المكي (ت 386ھ)۔ الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان۔ الطبعة: الثانية، 1426ھ-2005

م. عدد الأجزاء:2)

ترجمہ: بعض حفاظِ حدیث کبھی جراءت و جسارت سے کلام کرتے ہیں اور جرح میں حد سے بڑھ جاتے ہیں اور کلام میں زیادتی کرتے ہیں، حالانکہ متکلم فیہ جس کے بارے میں کلام ونقد ہو، ایسے حافظِ حدیث سے افضل ہوتا ہے، اور علمائے ربانی کے نزدیک اعلیٰ درجہ پر فائز ہوتا ہے اس طرح جرح جارح پر الٹ پڑتی ہے۔

اور"الاختلاف"میں ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:

[ذكر مسألة اللفظ]

ثم انتهى بنا القول إلى ذكر غرضنا من هذا الكتاب وغايتنا من اختلاف أهل الحديث فى اللفظ بالقرآن وتشانئهم وإكفار بعضهم بعضاً وليس ما اختلفوا فيه مما يقطع الألفة، ولا مما يوجب الوحشة لأنهم مجمعون على أصل واحد وهو (القرآن كلام الله غير مخلوق) فى كل موضع، وبكل جهة، وعلى كل حال، وإنما اختلفوا فى فرع لم يفهموه لغموضه ولطف معناه، فتعلق كل فريق منهم بشعبة منه، ولم يكن معهم آلة التمييز، ولا فحص النظارين، ولا علم أهل اللغة، فإذا فكر أحدهم فى القراءة وجدها قد تكون قرآناً لأن السامع يسمع القراءة، وسامع القراءة سامع القرآن. وقال الله عز وجل: {فاستمعوا له} وقال: {حتى يسمع كلام الله} ووجدوا العرب تسمى القراءة قرآناً. قال الشاعر فى عثمان بن عفان رضى الله عنه:

ضحوا بأشمط عنوان السجود به ... يقطع الليل تسبيحاً وقرآناً

أى تسبيحاً وقراءة.

وقال أبو عبيد: يقال قرأت قراءة وقرآناً بمعنى واحد، فجعلهما مصدرين لقرأت.

وقال الله تعالى: {وقرآن الفجر إن قرآن الفجر كان مشهوداً} أى قراءة

الفجر.

فيعتقد من هذه الجهات أن القراءة هى القرآن غير مخلوق، ويفكر آخر فى القراءة فيجدها عملاً لأن الثواب يقع على عمل لا على أن قرآناً فى الأرض.

ويجد الناس يقولون قرأت اليوم كذا وكذا سورة، وقرأت فى تقدير فعلت كما تقول ضربت، وأكلت، وشربت، وتجدهم يقولون: قراءة فلان أحسن من قراءة فلان. إنما يزيدون أداء فلان للقرآن أحسن من أداء فلان، وقراءة فلان أصوب من قراءة فلان. وإنما يراد فى جميع هذا: العمل. لأنه لا يكون قرآن أحسن من قرآن فيعتقد من هذه الجهة أن القراءة عمل وأنها غير القرآن، وأن من قال (القراءة غير مخلوقة) فقد قال أن أعمال العباد غير مخلوقة.

فلما وقعت هذه الحيرة، ونزلت هذه البلية فزع الناس إلى علمائهم، وذوى رأيهم فاختلفوا عليهم.

فقال فريق منهم: القراءة فعل محض وهى مخلوقة كسائر أفعال العباد والقرآن غيرها. وشبهوها والقرآن بالضرب والمضروب والأكل والمأكول فاتبعهم فى ذلك فريق.

وقالت فرقة: هى القرآن بعينه، ومن قال أن القراءة مخلوقة فقد قال بخلق القرآن واتبعهم قوم.

وقالت فرقة: هذه بدعة لم يتكلم الناس فيها ولم يتكلفوها ولا تعاطوها.

واختلفت عن أبى عبد الله أحمد بن حنبل الروايات، ورأينا كل فريق منهم يدعيه ويحكى عنه قولاً. فإذا كثر الاختلاف فى شىء ووقع التهاتر فى الشهادات به أرجأناه مثل أن ألغيناه.

ومن عجيب ما حكى عنه مما لا يشك أنه كذب عليه إذ كان موفقاً بحمد الله رشيداً أنه قال (ومن زعم أن القراءة مخلوقة فهو جهمي، والجهمي كافر، ومن زعم أنها غير مخلوقة فهو مبتدع وكل بدعة ضلالة) فكيف يتوهم على أبي عبد الله مثل هذا القول، وأنت تعلم أن الحق لا يخلو من أن يكون فى أحد الأمرين، وإذ لم يخل من ذلك صار الحق فى كفر أو ضلال.

ولم أر فى هذه الفرق أقل عذراً ممن أمر بالسكوت والتجاهل بعد هذه الفتنة، وإنما يجوز أن يؤمر بهذا قبل تفاقم الأمر ووقوع الشحناء وليس فى غرائز الناس احتمال الإمساك عن أمر فى الدين قد انتشر هذا الانتشار وظهر هذا الظهور ولو أمسك عقلاؤهم ما أمسك جهلاؤهم، ولو أمسكت الألسنة ما أمسكت القلوب، وقد كان لهؤلاء أسوة فيمن تقدم من العلماء حين تكلم جهم وأبو حنيفة فى القرآن ولم يكن دار بين الناس قبل ذلك ولا عرف ولا كان مما تكلم الناس فيه فلما فزع الناس إلى علمائهم لم يقولوا هذه بدعة لم يتكلم الناس فيها ولم يتكلفوها، ولكنهم أزالوا الشك باليقين وجلوا الحيرة و كشفوا الغمة وأجمع رأيهم على أنه غير مخلوق فأفتوهم بذلك وأدلوا بالحجج والبراهين، وناظروا وقاسوا واستنبطوا الشواهد من كتاب الله عز وجل كقوله: {ألا له الخلق والأمر} وقوله: {إنني أنا الله لا إله إلا أنا فاعبدني}.

وأما قولهم: هذه بدعة لم يتكلم الناس فيها فلا تتكلفوها فإنما يفزع الناس إلى العالم فى البدعة لا فيما جرت به السنة وتكلم فيه الأوائل ولو كان هذا مما تكلم فيه لاستغنى عنهم.

الكلام لا يعارض بالسكوت، والشك لا يداوى بالوقوف، والبدعة لا

تدفع بالسنة وإنما يقوى الباطل أن تبصره وتمسك عنه.

وإن كان الوقوف فى اللفظ بالقرآن حتى لا يقال فيه مخلوق أو غير مخلوق هو الصواب فما حجتنا على الواقفة فى القرآن ولم جعلناهم شكاكاً وجعلناهم ضلالاً، وأكفرهم بعض أهل السنة، وأكفر من شك فى كفرهم، هل الأمر فى ذلك وفى هذا إلا واحد.

فإن قيل إن الثورى وابن عيينة وابن المبارك وأشباههم لم يقفوا قلنا: لكل زمان رجال، فأنت ثورى زماننا وابن عيينتنا فقل كما قالوا ونحن راضون منك أن تقول ومعقول أن نقول لك من أين قلت.

وكل من ادعى شيئاً أو انتحل نحلة فهو يزعم أن الحق فيما ادعى وفيما انتحل خلا الواقف الشاك فإنه يقر على نفسه بالخطأ، لأنه يعلم أن الحق فى أحد الأمرين اللذين وقف بينهما، وأنه ليس على واحد منهما، وقد بلى بالفريقين المستبصر المسترشد وبإعناتهم ومحنتهم وإغلاظهم لمن خالفهم وإكفاره وإكفار من شك فى كفره، فإنه ربما ورد الشيخ المصر فقعد للحديث وهو من الأدب غفل، ومن التمييز ليس له من معانى العلم إلا تقادم سنه، وأنه قد سمع ابن عيينة وأبا معاوية ويزيد بن هارون، وأشباههم فيبدأونه قبل الكتاب بالمحنة، فالويل له إن تلعثم أو تمكث أو سعل أو تنحنح قبل أن يعطيهم ما يريدون فيحمله الخوف فى قدحهم فيه، وإسقاطهم له على أن يعطيهم الرضا فيتكلم بغير علم ويقول بغير فهم فيتباعد من الله فى المجلس الذى أمل أن يتقرب منه فيه. وإن كان ممن يعقد على مخالفتهم سام نفسه إظهار ما يحبون ليكتبوا عنه.

وإن رأوا حدثاً مسترشداً أو كهلاً متعلماً سألوه فإن قال لهم: أنا أطلب حقيقة هذا الأمر، وأسأل عنه ولم يصح لى شىء بعد، وإنما

صدقهم عن نفسه، واعتذر بعذره، الله يعلم صدقه، وهم يعلمون أنه لم يكلفه إذا لم يعلم إلا أن يسأل ويبحث ليعلم، كذبوه وآذوه وقالوا: خبيث فاهجروه ولا تقاعدوه.

(الاختلاف في اللفظ والرد على الجهمية والمشبهة، ص57-62۔ المؤلف: أبو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري (ت 276ھ)۔ الناشر: دار الراية۔ الطبعة: الأولى 1412ھ-1991م۔ عدد الصفحات: 68)

ترجمہ: پھر یہ قول ہمیں اس کتاب کی غرض و غایت کا ذکر یعنی اللفظ بالقرآن کے بارے حدیث کے اختلاف تک لے جاتا ہے۔ نیز اہلِ حدیث کی باہمی دشمنی اور ایک دوسرے کی تکفیر تک پہنچا دیتا ہے۔ حالانکہ ان کا نکتۂ اختلاف ایسا نہیں جو قطعِ الفت کا سبب بنے، اور ایک دوسرے سے دوری اور وحشت کا موجب ہو، کیوں کہ وہ ایک بنیادی مسئلے یعنی "قرآن حکیم غیر مخلوق ہے" پر متحد و متفق ہیں۔ ان کا اختلاف تو فقط فرع میں ہے جس کی پیچیدگی اور لطفِ معنیٰ کو وہ نہ سمجھ سکے۔ اس لیے ہر فریق ان میں سے ایک شعبہ کے ساتھ وابستہ ہو گیا، حالانکہ ان کے پاس پہچان اور فرق کا کوئی پیمانہ نہ تھا، اور نہ ہی اہل تفحص و تحقیق کی گہری نظر اور اہلِ لغت کا علم تھا۔ اور ہر شخص جو کسی چیز کا دعویٰ کرتا ہے، یا کسی گروہ، عقیدے سے منسوب ہوتا ہے، تو وہ گمان کرتا ہے کہ حق اس کے دعویٰ اور مذہب میں محدود ہے، سوائے اس شخص کے جو شک کی وجہ سے توقف کرے۔ کیونکہ وہ اپنی ذات پر خطا کا اقرار کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ حق ان دو کاموں میں سے ایک میں ہے، جن دو کاموں کے درمیان اس نے توقف کیا اور یہ کہ وہ ان میں سے کسی ایک پر نہیں۔ کبھی ایک طالبِ بصیرت و ہدایت شخص دونوں گروہوں کے بارے میں ان کی اعانت سے آزمائش میں پڑتا ہے۔ نیز ان کی مخالفت کرنے والے شخص کے ساتھ ان کی سختی، اس مخالف کی تکفیر اور اس کفر میں شک کرنے والے کی تکفیر میں مبتلا ہوتا ہے، کیوں کہ کبھی ایسا شیخ آجاتا ہے جو ان باتوں پر اصرار کرتا ہے۔ پھر وہ مسندِ حدیث پر بیانِ حدیث کے لیے بیٹھ جاتا ہے، حالانکہ وہ

ادب و تمیز سے بے خبر ہوتا ہے۔ جب کہ وہ علمِ حدیث کے مطالب سے نابلد اور محروم ہوتا ہے، اور سوائے کبر سنی کے اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ اور بے شک اس نے ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، ابو معاویہ رحمۃ اللہ علیہ، یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ اور ان جیسے ائمہ سے سنا۔ پس یہ کتابت سے پہلے سختی و مصیبت کے ذریعے آغاز کرتے ہیں۔۔ پس اس کے لیے ہلاکت ہے کہ اگر اس نے توقف کیا، یا ٹھہرا رہا، یا اس نے کھانسی کی، ان کو وہ دینے سے پہلے جو وہ چاہتے ہیں، تو ان کی طرف سے عیب جوئی کا خوف اس پر سوار ہو جائے گا، اور ان کا اس کو نازیبا الفاظ سے مخاطب کرنا کہ ان کو اپنی رضا سے عطا کرے، تو وہ بغیر علم کے کلام کرے گا، اور بغیر فہم کے بات کرے گا، تو وہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دور ہو جائے گا، اس مجلس میں جس میں اس نے یہ امید رکھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جائے، اگرچہ وہ ان میں سے ہے، جو ان کی مخالفت پر پابند ہیں، جس کے نفس نے اس کے اظہار سے روکا، جسے وہ پسند کرتے ہیں تاکہ وہ اس سے لکھیں۔ اور اگر انہوں نے مسترشد جوان کو دیکھا، یا عمر رسیدہ متعلم کو دیکھا، تو اس سے پوچھا۔ پس اگر اس نے ان کو کہا: میں اس معاملے کی حقیقت کو طلب کرتا ہوں، اور اس کے بعد میرے لیے کوئی چیز درست نہیں ہے (اور بے شک اس نے ان سے اپنی ذات کے متعلق سچ بولا، اور عذر پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے سچ کو جانتا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ اس نے اس کو مکلف نہیں بنایا۔ جب وہ نہیں جانتا مگر یہ کہ وہ سوال کرے اور بحث کرے تاکہ جان لے)۔ انہوں نے اس کی تکذیب کی اور اسے اذیت پہنچائی اور انہوں نے کہا: "خبیث ہے پس اسے چھوڑ دو اور اس کے پاس نہ بیٹھو"۔ (مختصراً)

علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ تعلیقاً کہتے ہیں:

مصنف (یعنی: ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ) اس باب میں جو بھی حکایت کرتا ہے اس نے کھلم کھلا مشاہدہ کیا ہے، اور یہ اس کی کتاب میں سب سے اہم بحث ہے۔ وہ مُتَبَصِّر کو کتبِ جرح و تعدیل میں مروی جروحات میں تَثَبُّت کی طرف بلاتا ہے۔

(فقہ اہل العراق، ص139، مطبوعۃ دار الکتب العلمیہ)

اور "تلبیس ابلیس" میں ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی اچھی بات کہی ہے:

ومن تلبيس إبليس على أصحاب الحديث قدح بعضهم في بعض طلبا للتشفي ويخرجون ذلك مخرج الجرح والتعديل الذي استعمله قدماء هذه الأمة للذب عن الشرع والله أعلم بالمقاصد ودليل مقصد خبث هؤلاء سكوتهم عمن أخذوا عنه۔

(تلبيس إبليس، ص105۔ المؤلف: جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (ت 597ھ)۔ الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت، لبنان۔ الطبعة: الطبعة الأولى، 1421ھ/2001م۔ عدد الصفحات: 256)

ترجمہ: ابلیس کی تلبیس اصحاب الحدیث پر یہ ہے کہ وہ حصولِ تشفی کے لیے ایک دوسرے کی عیب جوئی کرتے ہیں، اور اس عیب جوئی اور قدح کو اس جرح وتعدیل کے قائم مقام ظاہر کرتے ہیں۔ جسے اس امت کے متقدمین نے شریعت میں حفاظت کے لیے استعمال کیا، اور اللہ تعالیٰ اُن کے مقاصد کو بہتر جانتا ہے اور ان کے خبث کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے جس سے یہ قدح لی اس کے بارے سکوت اختیار کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جرح وتعدیل کی بہت سی کتب میں کسی کو نہیں چھوڑا جس پر اس نے طعن نہ کیا ہو۔ خواہ وہ حفاظِ حدیث ہوں یا ائمۂ فقہاء۔ اس طرح کہ یہ پاگل اس قسم کی بہت سی کتابوں میں کبار حفاظ یا ائمۂ فقہاء کے بارے میں مردود مطاعن اور غیر مقبول جروح ڈھونڈ لیتا ہے، پس وہ ان کتب سے وہی چیزیں نقل کرتا ہے جو آلودہ اور خراب ہوتی ہیں۔ تاکہ اس کی تخریج کسی کتاب میں کرے جس کے ذریعے کسی عالم کی عزت داغدار کرے اور کسی حافظ الحدیث پر لوگوں کے وثوق کو متزلزل کرے۔ اور یہ فعل حرام ہے اور منکر ہے۔ پس چاہیے کہ انسان اس کام سے بچ جائے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تمام جروجات کبار ائمہ کے نزدیک ساقط الاعتبار ہیں۔ پس تو غفلت نہ کر اور اس کے باوجود معترض کے لیے ان کا نقل کرنا خوشی کی بنا پر ہے حالانکہ یہ ساقط ہیں یہ صرف خواہشاتِ نفسانی کے باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے حساب لینے والا

ہے۔

7 ائمہ کا دفاع واجب ہے

اُمت کے سلفِ صالحین میں ناحق طعن کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اور جن ائمۂ دین کی بزرگی اور عدالت پر اجماع ہے، ان کی ذواتِ قدسیہ میں عیب جوئی کرنا کبیرہ گناہ ہے، اور ان کا دفاع کرنا شرعاً واجب ہے اور یہی کام احناف نے کیا اور دینِ متین کی مدد اور ائمۂ مسلمین کا دفاع کرنا ان کا عام طریقہ ہے۔

علامہ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

وَأَذْكُرُ فِي هٰذَا الْجُزْءِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بَعْضَ مَا حَضَرَنِي ذِكْرُهُ مِنْ أَخْبَارِ أَبِي حَنِيفَةَ وَفَضَائِلِهِ وَذِكْرِ بَعْضِ من أثنى عَلَيْهِ وحمده ونبدأ بِمَا طُعِنَ فِيهِ عَلَيْهِ لِرَدِّهِ بِمَا أَصَّلَهُ لِنَفْسِهِ في الْفِقْهِ ورد بذلك أَخْبَارِ الآحَادِ الثِّقَاتِ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي كتاب الله وَمَا أَجْمَعَتِ الأُمَّةُ عَلَيْهِ دَلِيلٌ عَلَى ذٰلِكَ الْخَبَرِ وَسَمَّاهُ الْخَبَرَ الشَّاذَّ وَطَرَحَهُ وَكَانَ مَعَ ذٰلِكَ أَيْضًا لَا يَرَى الطَّاعَاتِ وَأَعْمَالَ الْبِرِّ مِنَ الإِيمَانِ فَعَابَهُ بِذٰلِكَ أَهْلُ الْحَدِيثِ. فَهٰذَا الْقَوْلُ يستوعب معنى ماليح بِهِ مَنْ طَعَنَ عَلَيْهِ مِنْ أَهْلِ الأَثَرِ۔

وَقد اثنى عَلَيْهِ قوم كثير لفهمه ويقظته وَحُسْنِ قِيَاسِهِ وَوَرَعِهِ وَمُجَانَبَتِهِ السَّلاطِينِ. فَنَذْكُرُ فِي هٰذَا الْكتاب عيونا من المعينين جَمِيعًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔

(الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ابن عبد البر) ص121)

ترجمہ: إِنْ شَاءَ اللّٰهُ میں اس کتاب کے اس حصہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ فضائل و مناقب کا تذکرہ کروں گا، جو میری یادداشت میں ہیں، اور کچھ ان بزرگوں کے احوال بھی جنھوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف وتوصیف بیان کی ہے، ساتھ ہی کچھ ان طعن و تشنیع کا بھی ذکر ہوگا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کیا گیا ہے۔ ان طعن و تشنیع کا سبب و

موجب یہ بیان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے رائے اور قیاس کو آثار پر ترجیح دی ہے۔ اس وجہ سے انھوں نے بہت سی ایسی ثقہ اخبارِ احاد کو ترک کر دیا ہے، جس پر کتاب اللہ اور اجماعِ اُمت میں کوئی دلیل نہیں تھی۔ اس وجہ سے انھوں نے ایسی اخبار کو شاذ خبروں کے چاہ میں ڈال کر چھوڑ دیا ہے۔ مزید برآں یہ کہ اطاعتِ الٰہی اور اعمالِ صالحہ کو بھی وہ ایمان کا جز نہیں مانتے، جس کی وجہ سے بعض محدثین نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر زبانِ طعن دراز کیا ہے۔ جب کہ ایک جماعت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فہم وفراست، ذہانت و فطانت، حسنِ قیاس، تقویٰ وطہارت اور امراء وسلاطین سے کنارہ کشی کی تعریف کی ہے تو إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ہم اس کتاب میں طعن وتشنیع اور تعریف وتوصیف میں سے ہر ایک پہلو پر روشنی ڈالیں گے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت کے مختلف جہتوں کو نمایاں کرنے کے لیے یہ کتب کا سلسلہ مرتب کیا گیا ہے۔ الحمدللہ! یہ کتاب بارہ (12) جلدوں میں مرتب کی گئی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (1): حیات وخدمات
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (2): شرفِ تابعیت اور وحدانی روایات
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (3): حدیث میں مقام ومرتبہ
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (4): مرویاتِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (5): فقہ میں مقام ومرتبہ
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (6): فقہ اکبر اور وصایا
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (7): فضائل ومناقب
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (8): ناقدین کے مؤقف کا تحقیقی جائزہ
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (9): اعتراضات کا علمی جائزہ
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (10): امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (11): امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (12): تقلید

اس کتاب ''امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (9): اعتراضات کا علمی جائزہ'' میں سولہ (16) ابواب ہیں:

باب 1 اصولِ جرح وتعدیل اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت وثقاہت
باب 2 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان پر نقد
باب 3 کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ارجاء کی نسبت درست ہے؟
باب 4 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہرگز مرجئہ مذمومہ میں سے نہ تھے
باب 5 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ
باب 6 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت وثقاہت شک وشبہ سے بالاتر ہے
باب 7 امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے عدمِ روایت کی وجوہات پر بحث وتحقیق
باب 8 کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں ''ضعیف'' تھے؟
باب 9 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر قلتِ حدیث اور قلتِ روایت کا الزام
باب 10 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مخالفتِ حدیث کا الزام
باب 11 الزامِ قلتِ حدیث اور تنقیصِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مشتمل اقوال کی حقیقت اور اعتراضات کے جوابات
باب 12 کیا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر قلتِ عربیت کا الزام درست ہے؟
باب 13 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور رائے محمود
باب 14 اسلام میں قیاس کی حیثیت
باب 15 کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متدلات ضعیف ہیں؟
باب 16 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مخالفت وگستاخی کا انجام

مشنو سخنِ دشمنِ بد گوئے خدا را
با حافظِ مسکینِ خود اے دوست! وفا کن

ترجمہ: خدا کے لئے، بدگو دشمن کی بات نہ سن۔ اے دوست! اپنے مسکین، حافظ کے ساتھ وفا کر۔

افسانۂ یارانِ کہن خواندم و رفتم
دُر یاب کہ لعل و گہر افشاندم و رفتم

ترجمہ میں نے قدیم دوستوں کی داستان بیان کر کے جا رہا ہوں۔تم موتیوں کی تلاش کرتے رہو، کہ میں نے لعل اور گہر بکھیر دیئے ہیں اور میں جا رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم اور لطف وعنایت سے اس خدمت کوشرفِ قبولیت سے نوازے۔اور باقی حصوں کی تکمیل کی خاص توفیق عطا فرمائے۔اخلاص، قبولیت اور استقامت سے نوازے۔ مجھے، میرے والدین، بہن بھائیوں، گھر والوں، اساتذۂ کرام اور احباب و متعلقین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔آمین، ثم آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝(البقرۃ:127)

اعجاز احمد اشرفی عفی عنہ

بدھ 13 / ربیع الاوّل 1446ھ 18 / ستمبر 2024ء

باب 1

اصولِ جرح وتعدیل

1 علمِ جرح وتعدیل

علمِ جرح وتعدیل میں راویانِ حدیث کی عدالت وثقاہت اور ان کے مراتب پر بحث کی جاتی ہے

علمِ اسماء الرجال: راویان حدیث کے حالات ان کے رہن سہن ،ان کا نام نسب، اساتذہ وتلامذہ، عدالت وصداقت، سنت وبدعت اور ان کے درجات کا پتہ چلانے کے علم کو ”علم جرح وتعدیل“ اور ”علم اسماء رجال“ کہتے ہیں

اسماءالرجال اور جرح وتعدیل میں فرق

علمِ اسماء رجال میں راویانِ حدیث کے عام حالات پر گفتگو کی جاتی ہے اور علم جرح وتعدیل میں رواۃِ حدیث کی عدالت وثقاہت اور ان کے مراتب پر بحث کی جاتی ہے

یہ دونوں علم ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم ہیں۔اس موضوع پر ائمہ حدیث اور اصولِ حدیث کے ماہرین نے کئی کتب تصنیف کی ہیں لیکن یہ کتب زیادہ تر عربی زبان میں ہیں

علمِ جرح: علمِ جرح سے مراد روایانِ حدیث کے وہ عیوب بیان کرنا جن کی وجہ سے ان کی عدالت ساقط ہوجاتی ہے اوان کی روایت کردہ حدیث رد کردی جاتی ہے۔

الفاظِ جرح: علم جرح میں استعمال ہونے والے حروف اور ان کا مفہوم

دجال سخت دھوکے باز ہے، دجل: حق اور باطل کے ملانے کو کہتے ہیں۔

کذاب بہت جھوٹا ہے (یا غلط بات کہنے والا ہے)

وضاع حدیثیں گھڑنے والا ہے۔

یضع الحدیث: حدیث گھڑتا ہے۔

متہم بالکذب: غلط بیانی سے متہم ہے۔

متروک: لائق ترک سمجھا گیا ہے۔

لیس بثقة: قابل بھروسہ نہیں ہے۔

سکتوا عنہ: اس کے بارے میں خاموش ہیں۔

ذاہب الحدیث: حدیث ضائع کرنے والا ہے۔

فیہ نظر: اس میں غور کی ضرورت ہے۔

ضعیف جدا: بہت ہی کمزور ہے۔

ضعفوا: اس کو کمزور ٹھہرایا ہے۔

واہ: فضول ہے، کمزور ہے۔

لیس بالقوی: روایت میں پختہ نہیں۔

ضعیف: روایت میں کمزور ہے۔

لیس بحجة: حجت کے درجہ میں نہیں۔

لیس بذاک: ٹھیک نہیں ہے۔

لین: یاداشت میں نرم ہے۔

سئی الحفظ: یاداشت اچھی نہیں۔

لا یحتج بہ: لائق حجت نہیں۔

علمِ تعدیل

علمِ تعدیل سے مراد روائ حدیث کے عادل ہونے کے بارے میں بتلانا اور حکم لگانا ہے کہ وہ عادل یا ضابط ہے۔

الفاظِ تعدیل

علمِ تعدیل میں استعمال ہونے والے حروف اور ان کا مفہوم

ثبت حجت: اُونچے درجہ پر فائز ہے؛ یہاں تک کہ دوسروں کے لیے سند ہے۔

ثبت حافظ: اونچے درجہ پر فائز ہے، خوب یاد رکھنے والا ہے۔

ثبت متقن: اونچے درجہ پر فائز ہے اور بہت مضبوط ہے۔

ثقہ ثقہ: اونچے درجہ پر فائز ہے؛ یہاں بہت ہی قابل اعتماد ہے۔

ثقہ: قابل وثوق اور قابل اعتماد ہے۔

ثبت: اکھڑنے والا نہیں اونچے مقام پر فائز ہے۔

صدوق: بہت سچا ہے۔

لا باس بہ: اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

محلہ الصدق: سچائی والا ہے۔

جید الحدیث: حدیث روایت کرنے میں بہت اچھا ہے۔

صالح الحدیث: روایت میں اچھا ہے۔

(الجرح والتعدیل ابو حاتم الرازی الناشر: دار إحیاء التراث العربی-بیروت)

2 اصولِ جرح وتعدیل

جرح وتعدیل کے کچھ قواعد ہیں، جن کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے، ورنہ کسی بڑے سے بڑے محدث کی ثقاہت وعدالت ثابت نہ ہو سکے گی، کیونکہ ہر ایک پر کسی نہ کسی کی جرح ہے۔ مثلاً: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پر امام کرابیسی رحمۃ اللہ علیہ نے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ نے، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جرح کی ہے، حتیٰ کہ ابنِ حزم رحمۃ اللہ علیہ نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابنِ ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کو مجہول کہا۔ خود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ پر تشیع کا الزام ہے۔ اسی بنا پر ان کو مجروح کیا گیا۔

1 پہلا اصول

جو جرح مفسر نہ ہو یعنی اس میں سببِ جرح تفصیل سے بیان نہ کیا گیا ہو، تو تعدیل اس پر مقدم رہتی ہے (یعنی قائم رہتی ہے)۔

(مقدمہ اعلا السنن:3/23؛ فتاویٰ علماء حدیث:7/72)

اور وہ سبب (جرح کے لئے معقول اور) متفق علیہ ہو۔

اسی طرح موجودہ اہلِ حدیث کے محقق زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

صرف ضعیف یا متروک یا منکر کہنے سے جرح مفسر نہیں ہے۔

(رکعتِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ: ص65)

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ امیر المؤمنین فی الحدیث مانے جاتے ہیں؛ لیکن قبولِ روایت میں اُن کی سختی دیکھئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ تم فلاں راوی کی روایت کیوں نہیں لیتے؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "رَأَيْتُهٗ يَرْكُضُ عَلٰى بِرْذَوْنٍ"۔

ترجمہ: میں نے اسے ترکی گھوڑے دوڑاتے ہوئے دیکھا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ منہال بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں گئے۔ وہاں سے کوئی ساز کی آواز سنی، وہیں سے واپس آ گئے اور صورتِ واقعہ کی کوئی تفصیل نہ پوچھی۔

حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ تم زاذان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیوں نہیں لیتے؟

تو انہوں نے کہا: "کان کثیر الکلام"۔

ترجمہ: وہ باتیں بہت کرتے تھے۔

حافظ جریر بن عبدالحمید الضبی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ نے سماک بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا، تو اس سے روایت چھوڑ دی۔

(دیکھئے: الکفایہ فی علوم الروایہ، للخطیب البغدادی:101-114)

اب سوچئے اور غور کیجئے کیا یہ وجوہِ جرح ہیں؟ جن کے باعث اتنے بڑے بڑے اماموں نے ان راویوں (سے علمِ حدیث لینے اور سیکھنے) کو چھوڑ دیا۔ اگر اس قسم کی

جروح سے راوی چھوڑے جا سکتے ہیں، تو پھر آخر بچے گا کون؟ یہ سختی سب کے ہاں نہ تھی۔ اس لیے محض جرح دیکھ کر ہی نہ اچھل پڑیں، سمجھنے کی کوشش کریں کہ جرح کی وجہ کوئی شرعی پہلو ہے یا صرف شدتِ احتیاط ہے اور پھر یاد رکھیں کہ متشدد کی جرح اکیلے کافی نہیں ہے۔

2 دوسرا اصول

جارح ناصح ہو، نہ متشدد ہو، نہ متعنت ہو، نہ ہی متعصب ہو۔

3 تیسرا اصول

جس شخص کی امامت و عدالت حدِ تواتر کو پہنچی ہو تو اس کے بارے میں چند افراد کی جرح معتبر نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت و امامت بھی حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام ابواسحاق شیرازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ 393-476ھ) اپنی کتاب "اللمع فی اصول الفقه" میں رقم طراز ہیں:

جرح و تعدیل کے باب میں خلاصۂ کلام یہ ہے کہ راوی کی یا تو عدالت معلوم و مشہور یا اس کا فاسق ہونا معلوم ہو گا یا وہ مجہول الحال ہو گا (یعنی اس کی عدالت یا فسق معلوم نہیں)، تو اگر اس کی عدالت معلوم ہے جیسے کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اور افضل تابعین رحمۃ اللہ علیہم کی جیسے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ، عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، یا بزرگ ترین ائمہ رحمۃ اللہ علیہم جیسے: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور جو ان کے ہم درجہ ہیں، تو ان کی خبر ضرور قبول کی جائے گی، اور ان کی عدالت و توثیق کی تحقیق ضروری نہ ہو گی۔

(اللمع فی اصول الفقه: ص41۔ مطبوعه مصطفیٰ البابی الحلبی بمصر ۱۳۵۸ھ؛ اللمع فی اصول الفقه: ص163-164۔ 47-باب القول فی الجراح والتعدیل، فصل 207۔

مطبوعہ: دار ابن کثیر-دمشق، بیروت)

حافظ ابن عبد البر المالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جن ائمہ کو امت نے اپنا امام بنایا ہو، ان پر کسی کی تنقید معتبر نہ ہوگی۔

(فن اسماء الرجال: صفحہ ٦٦، از ڈاکٹر تقی الدین ندوی، بحوالہ جامع بیان العلم: ١/ ١٩٥)

علامہ تاج الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الجرح مقدم علی التعدیل" کا ضابطہ ہر جگہ استعمال نہیں کیا جائے گا، بلکہ جس راوی کی عدالت وثقاہت ثابت ہو چکی ہو، اس کے بارے میں مدح وتوثیق کرنے والوں کی کثرت ہو، اس کے ناقدین قلیل ہوں اور کوئی ایسا قوی قرینہ موجود ہو جس سے اندازہ ہوتا ہے یہ جرح مذہبی تعصب کی بناء پر کی گئی ہے تو یہ جرح غیر معتبر ہے۔۔۔۔کسی ناقد کی جرح اس شخص کے حق میں مقبول نہ ہوگی جس کی طاعت (نیکی) معصیت (گناہ) پر غالب ہو، اور مذمت کرنے والوں کے مقابلہ میں مدح کرنیوالوں کی کثرت ہو، اس کی توثیق کرنے والے ناقدین سے زائد ہوں، اور کوئی مذہبی تعصب یا دنیاوی تنفس کا کوئی ایسا قوی قرینہ بھی موجود ہو جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہی اس جرح کا باعث بنا، جیسا کہ ہمعصر علماء میں ہوا کرتا ہے، چنانچہ سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر، اور ابن ذئب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر، اور ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر، اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا امام احمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ پر، اسی طرح ہے۔ اگر ہر جگہ "الجرح مقدم علی التعدیل" کا ضابطہ برتا جائے، تو کوئی بھی ایسا نہیں جو تنقید سے محفوظ رہ سکے۔

(طبقات الشافعية الكبرى للسبكي (تاج الدين ابن السبكي): ج2ص9،10)

یہی بات اپنے الفاظ میں حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے اصولِ حدیث پر اپنی مشہور و معروف کتاب علوم الحدیث میں تحریر کی ہے:

فَمَنِ اشْتَهَرَتْ عَدَالَتُهُ بَيْنَ أَهْلِ النَّقْلِ أَوْ نَحْوِهِمْ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَشَاعَ الثَّنَاءُ عَلَيْهِ بِالثِّقَةِ وَالْأَمَانَةِ، اسْتُغْنِيَ فِيهِ بِذٰلِكَ عَنْ بَيِّنَةٍ شَاهِدَةٍ

بِعَدَالَتِهِ تَنْصِيصًا۔

(معرفة أنواع علوم الحديث، ويُعرف بمقدمة ابن الصلاح، ص 105. المؤلف: عثمان بن عبد الرحمن، أبو عمرو، تقي الدين المعروف بابن الصلاح (ت 643هـ). الناشر: دار الفكر- سوريا، دار الفكر المعاصر - بيروت. سنة النشر: 1406هـ- 1986م)

ترجمہ: علمائے اہلِ نقل میں جس کی عدالت مشہور ہو، اور ثقاہت وامانت میں جس کی تعریف عام ہو، اس شہرت کی بنا پر اس کے بارے میں صراحتاً انفرادی تعدیل کی حاجت نہیں۔

3 مزید اصولِ جرح وتعدیل

1 مبہم تعدیل بھی مقبول ہے

1 محدث عثمان بن عبد الرحمن، أبو عمرو، تقي الدين المعروف بابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ (ت643هـ) فرماتے ہیں:

التَّعْدِيلُ مَقْبُولٌ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ سَبَبِهِ عَلَى الْمَذْهَبِ الصَّحِيحِ الْمَشْهُورِ۔

(مقدمة ابن الصلاح=معرفة أنواع علوم الحديث-ت عتر (ابن الصلاح) ص106)

2 علامہ أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي رحمۃ اللہ علیہ (ت 676هـ) فرماتے ہیں:

يقبل التعديل من غير ذكر سببه على الصحيح المشهور، ولا يقبل الجرح إلا مبين السبب۔

(التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير النذير في أصول الحديث ص49؛ مقدمہ مسلم للنووی، ص25)

3 علامہ حافظ أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي رحمۃ اللہ علیہ (ت 774هـ) فرماتے ہیں:

والتعديل مقبول، ذكر السبب أو لم يذكر لأن تعداده يطول، فقبل إطلاقه. بخلاف الجرح، فإنه لا يقبل إلا مفسراً۔

(الباعث الحثيث إلى اختصار علوم الحديث ص94)

4 علامہ عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي رحمہ اللہ (ت 911ھ) فرماتے ہیں:

يُقْبَلُ التَّعْدِيلُ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ سَبَبِهِ عَلَى الصَّحِيحِ الْمَشْهُورِ، لِأَنَّ أَسْبَابَهُ كَثِيرَةٌ فَيَثْقُلُ۔ (تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي ج1 ص359)

5 علامہ محمد عبد الحی بن محمد عبد الحليم الأنصاري اللكنوي الهندي، أبو الحسنات رحمہ اللہ (ت 1304ھ) فرماتے ہیں:

يقبل التَّعْدِيل من غير ذكر سَببه لِأَن أَسبَابه كَثِيرَة فيثقل ذكرهَا فان ذَلِك حوج الْمعدل إِلَى أَن يَقُول لَيْسَ يفعل كَذَا وَلَا كَذَا........

......اكثر الْحفاظ على قبُول التَّعْدِيل بِلَا سَبَب وَعدم قبُول الْجرْح إِلَّا بِذكر السَّبَب۔ (الرفع والتكميل في الجرح والتعديل ص79، 97)

6 الحافظ المحدث الناقد مولانا ظفر احمد عثمانی (ولادت: 4 اکتوبر 1892ء – وفات: 8 دسمبر 1974ء) فرماتے ہیں:

التَّعْدِيلُ يُقْبَلُ مُبْهَمًا بِدُوْنِ السَّبَبِ لِأَنَّ أَسْبَابَهُ كَثِيرَةٌ فَيَثْقُلُ ذِكْرُهَا۔ (قواعد في علوم الحديث)

7 علامہ أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي (ت 463ھ) مشہور تابعی حضرت امام ابراہیم نخعی کوفی (المتوفی 96ھ) کا قول نقل کرتے ہیں:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: "الْعَدْلُ فِي الْمُسْلِمِينَ مَنْ لَمْ يُظَنَّ بِهِ رِيبَةٌ"۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: كَانَ يُقَالُ: "الْعَدْلُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ لَمْ تَظْهَرْ مِنْهُ رِيبَةٌ"۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: "الْعَدْلُ فِي الشَّهَادَةِ الَّذِي لَمْ تَظْهَرْ مِنْهُ رِيبَةٌ"۔ (الكفاية في علم الرواية ص78، 79)

8 علامہ أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي (ت 463ھ) فرماتے ہیں:

وَقَالَ قَوْمٌ: "لَا يَجِبُ ذِكْرُ سَبَبِ الْعَدَالَةِ، بَلْ يُقْبَلُ عَلَى الْجُمْلَةِ تَعْدِيلُ الْمُخْبِرِ وَالشَّاهِدِ"۔ وَهٰذَا الْقَوْلُ أَوْلَى بِالصَّوَابِ عِنْدَنَا۔

(الكفاية في علم الرواية ص99)

9 يقبل التعديل من غير ذكر سببه، لأن أسبابه كثيرة، فيثقل ذكرها۔

(جواب الحافظ المنذري عن أسئلة في الجرح والتعديل (عبد العظيم المنذري) ص72)

10 يقبل التَّعْدِيل من غير ذكر سَببه على الْمَذْهَب الصَّحِيح الْمَشْهُور لِأَن أَسبَابه كَثِيرَة يصعب ذكرهَا وَلَا يقبل الْجرْح إِلَّا مُبين السَّبَب لينْظر فِيهِ أهوَ جرح أم لَا فقد يظنّ مَا لَيْسَ بجارح جارحا۔

(المقنع في علوم الحديث۔ المؤلف: ابن الملقن سراج الدين أبو حفص عمر بن علي بن أحمد الشافعي المصري (ت804ھ) ج1 ص248)

11 فيقبلُ التعديلُ من غيرِ ذكرِ سببِهِ؛ لأنَّ أسبابَهُ كثيرةٌ، فتثقلُ ويشقُّ ذكرُها؛ لأنَّ ذلكَ يُحوِجُ المُعدِّلَ إلى أنْ يقولَ ليسَ يفعلُ كذا ولا كذا، وَيَعُدُّ ما يجبُ عليه تركُهُ. ويفعلُ كذا و كذا، فيعدُّ ما يجبُ عليه فِعْلُهُ. فيشقُّ ذلك، ويطُولُ تفصيلُهُ. وأما الجرحُ فإنَّهُ لا يُقبلُ إلا مفسَّراً مُبيَّنَ السببِ؛ لأنَّ الجرحَ يحصلُ بأمرٍ واحدٍ، فلا يشقُّ ذِكْرُهُ۔

(شرح (التبصرة والتذكرة = ألفية العراقي)۔ المؤلف: أبو الفضل زين الدين عبد الرحيم بن الحسين بن عبد الرحمن بن أبي بكر بن إبراهيم العراقي (ت 806ھ) ج1 ص336)

12 فهم يقبلون التعديل من غير ذكر سببه على الصحيح المشهور، أما

الجرح فيردونه إذا لم يُبَيِّن سببه بيانًا شافيًا۔

(علوم الحديث ومصطلحه - عرضٌ ودراسة۔ المؤلف: د. صبحي إبراهيم الصالح (ت 1407ھ) ص133)

13 (وَصَحَّحُوا) أَيِ: الْجُمْهُورُ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَغَيْرِهِمْ كَمَا هُوَ الْمَشْهُورُ. (قَبُولَ تَعْدِيلٍ بِلَا ذِكْرٍ لِأَسْبَابٍ لَهُ) خَشْيَةَ (أَنْ تَثْقُلَا) لِأَنَّهَا كَثِيرَةٌ۔

(فتح المغيث بشرح الفية الحديث للعراقی۔ المؤلف: شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أبي بكر بن عثمان بن محمد السخاوی (ت 902ھ) ج 2 ص23)

2 ثناء ومدح تعدیل وتوثیق ہے

1 قال يوسف بن ريحان سمعت محمد بن إسماعيل يقول كان على بن المدينی يسألنی عن شيوخ خراسان إلى أن قال كل من أثنيت عليه فهو عندنا الرضى۔ وفی نسخة: عند الرضاء۔

(تهذيب التهذيب-ط الهندية (ابن حجر العسقلانی) ج9 ص50)

2 حافظ محدث ناقد شیخ ابوغدہ الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (1336-1417ھ) فرماتے ہیں:

تكفی لتحديد مرتبة قولهم فی الراوی (رضا) فانه عندهم بمعنی أو عدل۔ (تعلیق علی الرفع والتكميل فی الجرح والتعديل ص137)

3 علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو عُمَرَ رحمه الله: "الَّذِينَ رَوَوْا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَوَثَّقُوهُ وَأَثْنَوْا عَلَيْهِ أَكْثَرُ مِنَ الَّذِينَ تَكَلَّمُوا فِيهِ"۔

(جامع بيان العلم وفضله۔ المؤلف: أبو عمر يوسف بن عبد البر (ت 463ھ)، (ج2 ص1082 تحت رقم 2114)

4 وَمِمَّنِ انْتَهى الينا ثَنَاؤُهُ على أبي حنيفة ومدحه لَهُ عبد الحميد بن يَحْيَى

الْحِمَّانِيُّ وَمَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ وَالنَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَيُونُس بن أَبى اسحاق واسرائيل ابْن يُونُس وَزفر بن الْهُذَيْل وَعُثْمَان البتى وَجَرِير بن عبد الحميد وابو مقَاتل حَفْص بن مُسلم وَأَبُو يُوسُفَ الْقَاضِي وَسَلْمُ بْنُ سَالِمٍ وَيَحْيَى بن آدم وَيزِيد ابْن هرون وَابْنُ أَبِي رِزْمَةَ وَسَعِيدُ بْنُ سَالِمٍ الْقَدَّاحُ وَشَدَّاد بن حَكِيم وخارجة ابْن مُصعب وَخلف بن ايوب وَأَبُو عبد الرحمن المقرى وَمُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ الْكَلْبِيُّ وَالْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ وَأَبُو نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ وَالْحَكَمُ بْنُ هِشَامٍ وَيزِيد ابْن زُرَيْع وعبد الله بن دَاوُد الحربى وَمُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ وَزَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ وَابْنُهُ يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ بن وزائدة قدامة وَيحيى بن معِين وَمَالك ابْن مغول وَأَبُو بكر بن عَيَّاش وابو خلد الْأَحْمَرُ وَقَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ وَأَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ وعبد الله بن مُوسَى وَمُحَمّد بن جَابر الاصمعى وشقيق البلخى وَعلى ابْن عَاصِمٍ وَيَحْيَى بْنُ نَصْرٍ كُلُّ هَؤُلَاءِ أَثْنَوْا عَلَيْهِ وَمَدَحُوهُ بِأَلْفَاظٍ مُخْتَلِفَةٍ ذَكَرَ ذَلِكَ كُلَّهُ أَبُو يَعْقُوبَ يُوسُفُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ يُوسُفَ الْمَكِّيُّ فِي كِتَابِهِ الَّذِي جَمَعَهُ فِي فَضَائِلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَخْبَارِهِ حَدَّثَنَا بِهِ حَكَمُ بْنُ مُنْذِر رحمه الله

(الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ابن عبد البر) ص137)

5 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

ثنا حَبِيبٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي ثَابِتٍ، أَنَّ عُمَرَ، سَأَلَ عَنْ رَجُلٍ، فَقَالَ رَجُلٌ: "لَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا"۔ قَالَ: "حَسْبُكَ"۔ (الكفاية فی علم الرواية ص85)

6 امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہیں:

قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ رضی الله عنه:

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَ مَنْ عَلَيْهَا
إِمَامُ الْمُسْلِمِينَ أَبُو حَنِيفَةَ
بِأَحْكَامٍ وَ آثَارٍ وَ فِقْهٍ

كَآيَاتِ الزَّبُورِ عَلٰى صَحِيفَةٍ

(أخبار أبي حنيفة وأصحابه (الصيمرى) ص90؛مناقب موفق للمكى، ج 2 ص 190؛ الفهرست- ط المعرفة (ابن النديم) ص351؛منازل الأئمة الأربعة أبي حنيفة و مالك والشافعي وأحمد (يحيى بن إبراهيم السلماسى) ص 175؛مرآة الزمان فى تواريخ الأعيان (سبط ابن الجوزى) ج12 ص 226 ؛آثار البلاد وأخبار العباد (القزوينى، زكريا) ص252؛النجوم الزاهرة فى ملوك مصر والقاهرة (ابن تغرى بردى) ج2 ص15؛الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار،(علاء الدين الحصكفى) ص14؛حاشية ابن عابدين = رد المحتار ط الحلبى (ابن عابدين) ج 1 ص61)

7 امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ، وَهُوَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ ، وَسُئِلَ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ رَاهَوَيْهِ ، فَقَالَ: "مِثْلُ إِسْحَاقَ يُسْأَلُ عَنْهُ إِسْحَاقُ عِنْدَنَا إِمَامٌ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ"۔

(الكفاية فى علم الرواية للخطيب البغدادى (الخطيب البغدادى) ص87)

8 امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ رَجُلٍ عِنْدَهُ رِضًى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ رضى الله عنها الخ۔

مرادہ رِضًى بالتعديل والتوثيق۔ (سنن نسائی رقم 1784)

9 حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِرَاقِ: إِذَا قَالَ: لَا أَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا ، كَانَ ذَلِكَ تَعْدِيلًا ۔

(الكفاية فى علم الرواية۔المؤلف: أبو بكر أحمد بن على بن ثابت بن أحمد بن مهدى الخطيب البغدادى (ت463ھ) ص84)

10 علامہ قیروانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال الامام الحافظ المحدث خالد بن سعد سمعت محمد بن ابراهيم

بن حيون يثنى على عبيد الله بن يحيىٰ و يوثقه، يعنى هذا ثناء و مدحه هو التعديل والتوثيق۔ (اخبار الفقہاء والمحدثین للقیروانی: ص172۔طبع بیروت)

3 جرح غیر مفسر، غیر مبیّن السبب مردود ہے

1 الْقَاضِيَ أَبَا الطَّيِّبِ طَاهِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاهِرٍ الطَّبَرِيَّ يَقُولُ: لَا يُقْبَلُ الْجَرْحُ إِلَّا مُفَسَّرًا ۔۔۔۔قَالَ الْخَطِيبُ: وَهٰذَا الْقَوْلُ هُوَ الصَّوَابُ عِنْدَنَا، وَإِلَيْهِ ذَهَبَ الْأَئِمَّةُ مِنْ حُفَّاظِ الْحَدِيثِ وَنُقَّادِهِ. مِثْلِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ النَّيْسَابُورِيِّ وَغَيْرِهِمَا ۔

(الكفاية فى علم الرواية للخطيب البغدادى (الخطيب البغدادى) ص108)

2 محدث عثمان بن عبد الرحمن، أبو عمرو، تقى الدين المعروف بابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ (ت643ھ) فرماتے ہیں:

وَأَمَّا الْجَرْحُ فَإِنَّهُ لَا يُقْبَلُ إِلَّا مُفَسَّرًا مُبَيَّنَ السَّبَبِ، لِأَنَّ النَّاسَ يَخْتَلِفُونَ فِيمَا يَجْرَحُ وَمَا لَا يَجْرَحُ۔

(مقدمة ابن الصلاح=معرفة أنواع علوم الحديث-ت عتر (ابن الصلاح) ص106)

3 علامہ أبو زكريا محيى الدين يحيى بن شرف النووى رحمۃ اللہ علیہ (ت676ھ) فرماتے ہیں:

ولا يقبل الجرح إلا مبين السبب۔

(التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير النذير فى أصول الحديث ص49؛ مقدمہ مسلم للنووی، ص25)

4 حضرت امام أبو بكر محمد بن أحمد بن أبى سهل السرخسى رحمۃ اللہ علیہ (ت 483 ھ) فرماتے ہیں:

فَأَما الطعْن الْمُبْهم فَهُوَ عِنْد الْفُقَهَاء لَا يكون جرحا لِأَن الْعَدَالَة بِاعْتِبَار ظَاهر الدّين ثَابت لكل مُسلم خُصُوصا من كَانَ من الْقُرُون

الثَّلَاثَة فَلَا يُترك ذٰلِك بطعن مُبْهَم۔

(أصول السرخسي: تمهيد الفصول في الأصول (شمس الأئمة السرخسي) ج2 ص9)

5 علامہ حافظ أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي رحمۃ اللہ علیہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

الجرح، فإنه لا يقبل إلا مفسراً۔

(الباعث الحثيث إلى اختصار علوم الحديث ص94)

6 علامہ عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي رحمۃ اللہ علیہ (ت 911ھ) فرماتے ہیں:

(وَلَا يُقْبَلُ الْجَرْحُ إِلَّا مُبَيَّنَ السَّبَبِ)، لِأَنَّهُ يَحْصُلُ بِأَمْرٍ وَاحِدٍ، وَلَا يَشُقُّ ذِكْرُهُ، وَلِأَنَّ النَّاسَ مُخْتَلِفُونَ فِي أَسْبَابِ الْجَرْحِ۔

(تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي (الجلال السيوطي) ج1 ص359)

7 الامام، الحافظ، المحدث، الفقیہ، الاصولی، حافظ الدین النسفی رحمۃ اللہ علیہ (ت: 710ھ) فرماتے ہیں:

وَفِي الْمنَار وَشرحه فتح الْغفار: الطعْن الْمُبْهم من ائمة الحَدِيث بِاَن يَقُول: هٰذَا الحَدِيث غير ثَابت اَوْ مُنكر اَوْ مَجْرُوح اَوْ راوية مَتْرُوك الحَدِيث اَوْ غير الْعدْل لايجرح الرَّاوِي فَلَا يقبل الا اذا وَقع مُفَسرًا بِمَا هُوَ الْجرْح مُتَّفق عَلَيْهِ انْتهى۔

(الرفع والتكميل (أبو الحسنات اللكنوي) ص100؛ المنار ص192)

8 علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

وَفِي تَحْرِير الاصول لِابْنِ همام اكثر الْفُقَهَاء وَمِنْهُم الْحَنَفِيَّة والمحدثين على انه لايقبل الْجرْح الا مُبينًا۔

(الرفع والتكميل (أبو الحسنات اللكنوي) ص100)

9 الحافظ المحدث الناقد مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت: 4 اکتوبر 1892ء-

وفات: 8 دسمبر 1974ء) فرماتے ہیں:

وأما الجرح فانه لَا يُقْبَلُ إِلَّا مفسرا مُبَيَّنًا سَبَب الجرح ......وَلِأَنَّ النَّاسَ مُخْتَلِفُونَ فِي أَسْبَابِ الْجَرْحِ۔ (قواعد في علوم الحديث ص16)

4 حسد، غضب، معاصرت، منافرت، عداوت، ذاتی رنجش اور مذہبی تعصب پر مبنی جرح مردود ہے

1 حضرت ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ (194-256ھ) فرماتے ہیں:

وَلَمْ يَنْجُ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ مِنْ كَلَامِ بَعْضِ النَّاسِ فِيهِمْ نَحْوَ مَا يُذْكَرُ... ... وَفِيمَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ، وَتَأْوِيلُ بَعْضِهِمْ فِي الْعِرْضِ وَالنَّفْسِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هٰذَا النَّحْوِ إِلَّا بِبَيَانٍ وَحُجَّةٍ وَلَمْ يُسْقِطْ عَدَالَتَهُمْ إِلَّا بِبُرْهَانٍ ثَابِتٍ وَحُجَّةٍ، وَالْكَلَامُ فِي هٰذَا كَثِيرٌ۔

(القراءة خلف الإمام للبخاري (البخاري)، ص38)

2 حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ السَّلَفَ رضی اللہ عنہم قَدْ سَبَقَ مِنْ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ كَلَامٌ كَثِيرٌ، مِنْهُ فِي حَالِ الْغَضَبِ وَمِنْهُ مَا حُمِلَ عَلَيْهِ الْحَسَدُ، كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَمَالِكُ بْنُ دِينَارٍ، وَأَبُو حَازِمٍ، وَمِنْهُ عَلَى جِهَةِ التَّأْوِيلِ مِمَّا لَا يَلْزَمُ الْمَقُولُ فِيهِ مَا قَالَهُ الْقَائِلُ فِيهِ، وَقَدْ حَمَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ بِالسَّيْفِ تَأْوِيلًا وَاجْتِهَادًا لَا يَلْزَمُ تَقْلِيدُهُمْ فِي شَيْءٍ مِنْهُ دُونَ بُرْهَانٍ وَحُجَّةٍ تُوجِبُهُ۔ (جامع بيان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج2 ص1093 تحت رقم 2128)

3 قَالَ أَبُو عُمَرَ: "وَاللهِ! لَقَدْ تَجَاوَزَ النَّاسُ الْحَدَّ فِي الْغِيبَةِ وَالذَّمِّ فَلَمْ يَقْنَعُوا بِذَمِّ الْعَامَّةِ دُونَ الْخَاصَّةِ وَلَا بِذَمِّ الْجُهَّالِ دُونَ الْعُلَمَاءِ، وَهٰذَا كُلُّهُ يَحْمِلُ عَلَيْهِ الْجَهْلُ وَالْحَسَدُ......

وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْ مِنْ أَخْبَارِهِمْ إِلَّا مَا نَدَرَ مِنْ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ عَلَى الْحَسَدِ وَالْهَفَوَاتِ وَالْغَضَبِ وَالشَّهَوَاتِ دُونَ أَنْ يَعْنِيَ بِفَضَائِلِهِمْ وَيَرْوِي مَنَاقِبَهُمْ حُرِمَ التَّوْفِيقَ وَدَخَلَ فِي الْغِيبَةِ وَحَادَ عَنِ الطَّرِيقِ".

(جامع بيان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج 2 ص 1113 تحت رقم 2190، ج 2 ص1118 تحت رقم 2195)

4 وَقَدْ أَكْثَرَ النَّاسُ مِنَ الْقَوْلِ فِي الْحَسَدِ نَظْمًا وَنَثْرًا. وَقَدْ بَيَّنَّا مَا يَجِبُ بَيَانُهُ مِنْ ذٰلِكَ وَأَوْضَحْتُهُ فِي كِتَابِ التَّمْهِيدِ عِنْدَ قَوْلِهِ صلى الله عليه وسلم: "لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَقَاطَعُوا".

(جامع بيان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج2 ص1118 تحت رقم 2195)

5 حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (748ھ) فرماتے ہیں:

قلت: كلام الأقران بعضهم فی بعض لا يعبأ به، لا سيما إذا لاح لك أنه لعداوة أو لمذهب أو لحسد، ما ينجو منه إلا من عصم الله، وما علمت أن عصرا من الأعصار سلم أهله من ذلك، سوى الأنبياء والصديقين، ولو شئت لسردت من ذلك كراريس، اللّٰهم! فلا تجعل فی قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا إنك رؤف رحيم.

(ميزان الاعتدال (شمس الدين الذهبی) ج1 ص111)

6 وكلام النظير والاقران ينبغی أن يتأمل ويتأنی فيه.

(ميزان الاعتدال (شمس الدين الذهبی) ج3 ص81)

7 فإن كلام العلماء بعضهم فی بعض ينبغی أن يتأنی فيه.

(ميزان الاعتدال (شمس الدين الذهبی) ج3 ص499)

8 ثم لا يسمع قول الاعداء بعضهم فی بعض.

(ميزان الاعتدال (شمس الدين الذهبی) ج2 ص433)

9 قلت: لا يسمع قول ربيعة فيه، فإنه كان بينهما عداوة ظاهرة، وقد

أكثر عنه مالك. (ميزان الاعتدال (شمس الدين الذهبی) ج2 ص418)

10 أقذع الحافظ أبو نعيم فی جرحه لما بينهما من الوحشة، ونال منه، واتهمه، فلم يلتفت إليه لما بينهما من العظائم، نسأل الله العفو، فلقد نال ابن مندة من أبی نعيم، وأسرف أيضا.

(ميزان الاعتدال (شمس الدين الذهبی) ج3 ص479)

11 وما زال العلماء الاقران يتكلم بعضهم فی بعض بحسب اجتهادهم، وكل أحد يؤخذ من قوله ويترك إلا رسول الله صلى الله عليه وسلم

(ميزان الاعتدال (شمس الدين الذهبی) ج4 ص304)

12 حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (852ھ) فرماتے ہیں:

قال (ابن وهب): لا يقبل قول بعضهم فی بعض.

(تهذيب التهذيب-ط الهندية (ابن حجر العسقلانی) ج5 ص220)

13 وأعلم أنه قد وقع من جماعة الطعن فی جماعة بسبب اختلافهم فی العقائد فينبغی التنبه لذلك، وعدم الاعتداد به إلا بحق و كذا عاب جماعة من الورعين جماعة دخلوا فی أمر الدنيا فضعفوهم لذلك ولا أثر لذلك التضعيف مع الصدق والضبط والله الموفق وأبعد ذلك كله من الاعتبار تضعيف من ضعف بعض الرواة بأمر يكون الحمل فيه على غيره أو للتحامل بين الأقران وأشد من ذلك تضعيف من ضعف من هو أوثق منه أو أعلى قدرا أو أعرف بالحديث فكل هذا لا يعتبر به.

(فتح الباری بشرح البخاری-ط السلفية (ابن حجر العسقلانی) ج1 ص385؛ ہدی الساری لابن حجر ص550)

14 حضرت علامہ تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ (ت 771ھ) فرماتے ہیں:

فإياك ثمّ إياك والحذر كل الحذر! من هٰذا الحسبان بل الصّواب عندنا

أن من ثبتَتْ إمَامَته وعدالته وَكثر مادحوه ومزكوه وندر جارحه وَكَانَت هُنَاكَ قرينَة دَالَّة عَلى سَبَب جرحه من تعصب مذهبي أَو غَيره فَإنَّا لَا نلتفت إِلَى الْجرْح فِيهِ ونعمل فِيهِ بِالْعَدَالَةِ.

(طبقات الشافعية الكبرى ج2 ص9؛ قاعدة فى الجرح والتعديل (تاج الدين ابن السبكى) ص19؛ الخيرات الحسان لابن حجر مكى، ص155)

15 حافظ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (973ھ) فرماتے ہیں:

أن قول الأقران بعضهم فى بعض غير مقبول، و قد صرح الحافظان الذهبي وابن حجر بذلك، قالا: و لا سيما اذا لاح أنه لعداوة أو لمذهب، اذا الحسد لا ينجو منه الا من عصمه الله تعالى. قال الذهبي: و ما علمت عصرا سلم أهله من ذلك الا عصر النبيين والصديقين.

(الخيرات الحسان ص161؛ عقود الجمان ص405-406)

16 حضرت امام محمد عبد الحی بن محمد عبد الحليم الأنصاری اللكنوی الهندی، أبو الحسنات رحمۃ اللہ علیہ (ت 1304ھ) فرماتے ہیں:

الْجرْح غير اذا صدر من تعصب أَوْ عَدَاوَة ام منافرة أَوْ نَحْو ذَٰلِك فَهُوَ جرح مَرْدُود وَلَا يُؤمن بِهِ الا المطرود.

(الرفع والتكميل فى الجرح والتعديل ص409)

17 الحافظ المحدث الناقد مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت: 4 اکتوبر 1892ء - وفات: 8 دسمبر 1974ء) فرماتے ہیں:

اذا صدر الجرح من تعصب أو عداوة أو منافرة أو نحو ذلك فهو جرح مردود. و كذا جرح الأقران يكن هذا، ولا ذاك فهو مقبول. فافهم.

(قواعد فى علوم الحديث ص197)

5 اہل السنت والجماعت حنفیہ کے مخالفین، یعنی مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ وغیرہ کی جرح مذہبی تعصب وعداوت پر مبنی غیر مقبول ومردود ہے

1 حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ (158ھ) فرماتے ہیں:

ويقول زفر تلميذ أبي حنيفة: "لا تلتفتوا إلى كلام المخالفين، فإن أبا حنيفة وأصحابنا لم يقولوا فى مسألة إلا من الكتاب والسنة والأقاويل الصحيحة، ثم قاسوا بعد عليها".

اسناده صحيح عند الفقهاء والمحدثين الحنفية.

(كشف الآثار الشريفة فى مناقب الامام ابى حنيفة للحارثى البخارى؛ مناقب أبي حنيفة للمكى ج1 ص83؛ مناقب كردرى ج1 ص145؛ تاريخ التشريع الإسلامى (مناع القطان) ص339؛ أصول الدين عند الإمام أبي حنيفة (محمد بن عبد الرحمن الخميس) ص151)

2 علامہ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَٰنِ بْنُ يَحْيَى، ثنا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ، ثنا أَبُو سَعِيدِ بْنُ الْأَعْرَابِيِّ، ثنا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ يَقُولُ: "أَصْحَابُنَا يُفْرِطُونَ فِي أَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِ". فَقِيلَ لَهُ: "أَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَكْذِبُ؟". فَقَالَ: "كَانَ أَنْبَلَ مِنْ ذَٰلِكَ".

(جامع بيان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج2 ص1081 رقم 2106)

3 قَالَ أَبُو عُمَرَ: "وَأَفْرَطَ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ فِي ذَمِّ أَبِي حَنِيفَةَ رحمه الله وَتَجَاوَزُوا الْحَدَّ فِي ذَٰلِكَ".

(جامع بيان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج2 ص1079 رقم 2104)

4 قَالَ أَبُو عُمَرَ رحمہ اللہ: "الَّذِينَ رَوَوْا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَوَثَّقُوهُ وَأَثْنَوْا عَلَيْهِ أَكْثَرُ مِنَ الَّذِينَ تَكَلَّمُوا فِيهِ".

(جامع بیان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج2 ص1082 رقم 2114)

5 قَالَ أَبُو عُمَرَ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ اسْتَجَازُوا الطَّعْنَ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ لِرَدِّهِ كَثِيرًا مِنْ أَخْبَارِ الآحَادِ الْعُدُولِ........وَكَانَ مَعَ ذٰلِكَ مَحْسُودًا لِفَهْمِهِ وَفِطْنَتِهِ.

(الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ابن عبد البر) ص149)

6 قَالَ أَبُو عُمَرَ كَانَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ يُثْنِي عَلَيْهِ وَيُوَثِّقُهُ وَأَمَّا سَائِرُ أَهْلِ الْحَدِيثِ فَهُمْ كَالأَعْدَاءِ لأَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِ.

(الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ابن عبد البر) ص173)

7 حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدثنا عبد الرحمن أنا عبد الله بن أحمد فيما كتب إلى قال سألت أبي عن أسد بن عمرو فقال: "كان صدوقا ولكن كان من أصحاب أبي حنيفة لا ينبغي أن يروى عنه شئ".

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم ج2 ص238؛ معجم الصحابة للبغوی ج1 ص404)

قلت: هذا الجرح من أحمد بن حنبل ممن له تعصب و أقر و تعنت ظاهر بأبي حنيفة و مقلديه، بل أسد بن عمرو ثقة صدوق مقبول، و وثقه يحيى بن معين و ابن عماد الموصلي والنسائی و ابن سعد و ابن عدی و أبي داؤد والدار قطني و ابن شاهين وغيره.

8 أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيد مُحَمَّد بن موسى الصيرفي قَالَ: سمعت أبا العباس محمد بن يعقوب الأصم يقول: سمعت عبد الله بن حنبل يَقُولُ: قَالَ أَبي: أَبُو يوسف صدوق، ولكن أصحاب أبي حنيفة لا ينبغي أن يُروى عنهم شيء.

(تاریخ بغداد وذیوله ط العلمية (الخطيب البغدادی) ج14 ص261؛ الجامع لعلوم الإمام أحمد-الرجال (أحمد بن حنبل) ج19 ص560 رقم 2950)

قلت هذا الجرح مبنى على تعصب مذهبي، بل أبو يوسف القاضي ثقة، صدوق، و وثقه اسماعيل بن حماد، و طلحة بن محمد و المزني وابن كرامة و ابراهيم الحربي و عمرو الناقد و ابن معين و علي المديني و عمرو بن علي الفلاس والدارقطني والذهبي والصيمري و الموفق المكي.

9 قال أبو داود في سننه: كان أحمد لا يروى عن معلى، لانه كان ينظر في الرأي. (ميزان الاعتدال (شمس الدين الذهبی) ج4 ص150 رقم 8676)

قلت هذا الجرح مردود و هو على تعصب مذهبي، و معلى بن منصور الحنفي ثقة، متقن، صدوق، ثبت، سني. وقد احتج به الجماعة.

(تہذیب الکمال ج10 ص15-18؛ تذکرۃ الحفاظ ج1 ص276، 277؛ تهذيب التهذيب-ط الهندية (ابن حجر العسقلانی) ج10 ص238-240 رقم 436؛ تقريب التهذيب (ابن حجر العسقلانی) ص541 رقم 6806)

10 امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

لَمْ يُسْنِدْهُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ غَيْرُ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَالْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ وَهُمَا ضَعِيفَانِ. (سنن دارقطنی ج2 ص107 رقم 1233)

قلت هذا الجرح مبنى على التعصب، و أبوحنيفة تابعي كوفي ثقة، حافظ، صدوق، لا بأس به.

(تہذیب الکمال ج29 ص417-445 رقم 6439؛ تهذيب التهذيب-ط الهندية (ابن حجر العسقلانی) ج10 ص449-452 رقم 817؛ تقريب التهذيب رقم 7153)

6 جس امام کی امامت وعدالت متواتر ومشہور ہو، اس پر جرح مفسر بھی مقبول نہیں، نہ ہی جارح کی جرح سے اُن کی عدالت ساقط ہوتی ہے

1 وقال أبو جعفر بن جرير... ومن ثبتت عدالته لم يقبل فيه الجرح وما تسقط العدالة بالظن۔

(ھدی الساری مع فتح الباری بشرح البخاری-ط السلفیة (ابن حجر العسقلانی) ص 429؛ سیر أعلام النبلاء - ط الرسالة (شمس الدین الذھبی) ج 5 ص 34؛ العواصم والقواصم فی الذب عن سنة أبی القاسم (ابن الوزیر) ج9 ص 251؛ النکت علی صحیح البخاری (ابن حجر العسقلانی) ج 2 ص 180؛ الرفع والتکمیل (أبو الحسنات اللکنوی) ص 118، 429؛ فتح المغیث للعراقی ص 152، 153؛ تعلیق علی الرفع والتکمیل لابی غدة ص 429؛ قواعد فی علوم الحدیث لظفر احمد عثمانی ص 397)

2 علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بَابُ: حُكْمِ قَوْلِ الْعُلَمَاءِ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ.... قَالَ أَبُو عُمَرَ رحمه الله: "قَدْ غَلَطَ فِيهِ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَضَلَّتْ فِيهِ نَابِتَةٌ جَاهِلَةٌ لَا تَدْرِي مَا عَلَيْهَا فِي ذَلِكَ، وَالصَّحِيحُ فِي هَذَا الْبَابِ أَنَّ مَنْ صَحَّتْ عَدَالَتُهُ وَثَبَتَتْ فِي الْعِلْمِ إِمَامَتُهُ وَبَانَتْ ثِقَتُهُ وَبِالْعِلْمِ عِنَايَتُهُ لَمْ يُلْتَفَتْ فِيهِ إِلَى قَوْلِ أَحَدٍ...

(جامع بیان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج2 ص 1087، 1093، تحت رقم 2128)

3 أَنْ لَا يَقْبَلَ فِيمَنْ صَحَّتْ عَدَالَتُهُ وَعَلِمَتْ بِالْعِلْمِ عِنَايَتُهُ، وَسَلِمَ مِنَ الْكَبَائِرِ وَلَزِمَ الْمُرُوءَةَ وَالتَّصَاوُنَ وَكَانَ خَيْرُهُ غَالِبًا وَشَرُّهُ أَقَلَّ عَمَلِهِ. فَهَذَا لَا يُقْبَلُ فِيهِ قَوْلُ قَائِلٍ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ، وَهَذَا هُوَ الْحَقُّ الَّذِي لَا

يَصِحُّ غَيْرُهُ إِنْ شَاءَ اللهُ.

(جامع بیان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج2 ص 1113 تحت رقم 2193)

4 خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بَابٌ فِي أَنَّ الْمُحَدِّثَ الْمَشْهُورَ بِالْعَدَالَةِ وَالثِّقَةِ وَالْأَمَانَةِ لَا يَحْتَاجُ إِلَى تَزْكِيَةِ الْمُعَدِّلِ مِثَالُ ذَلِكَ أَنَّ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ وَسُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ وَسُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ وَشُعْبَةَ بْنَ الْحَجَّاجِ وَأَبَا عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيَّ وَاللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ وَحَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ الْمُبَارَكِ وَيَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ مَهْدِيٍّ وَوَكِيعَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَيَزِيدَ بْنَ هَارُونَ وَعَفَّانَ بْنَ مُسْلِمٍ وَأَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ وَعَلِيَّ بْنَ الْمَدِينِيِّ وَيَحْيَى بْنَ مَعِينٍ وَمَنْ جَرَى مَجْرَاهُمْ فِي نَبَاهَةِ الذِّكْرِ وَاسْتِقَامَةِ الْأَمْرِ وَالِاشْتِهَارِ بِالصِّدْقِ وَالْبَصِيرَةِ وَالْفَهْمِ، لَا يُسْأَلُ عَنْ عَدَالَتِهِمْ، وَإِنَّمَا يُسْأَلُ عَنْ عَدَالَةِ مَنْ كَانَ فِي عِدَادِ الْمَجْهُولِينَ، أَوْ أَشْكَلَ أَمْرُهُ عَلَى الطَّالِبِينَ.

(الکفایة فی علم الروایة للخطیب البغدادی ص86، 87)

5 حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال أبو عبد الله (أحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ): ... قال: "وكل رجل ثبتت عدالته لم يقبل فيه تجريح أحد حتى يبين ذلك عليه بأمر لا يحتمل غير جرحه"۔ (تھذیب التھذیب-ط الھندیة (ابن حجر العسقلانی) ج7 ص273)

4 ثبوتِ جرح وتعدیل کے طریقے اور جارح ومعدّل کی شرائط واوصاف

۱ کسی راوی کی عدالت کے ثبوت میں کچھ امور جمہور محدثین کے نزدیک متفقہ ہیں، جب کہ کچھ امور میں بعض محدثین اور فقہاء منفرد ہیں۔

دو طریقوں سے عدالت کا ثبوت متفق علیہ ہے:

(۱) شہرت، وامامت: یعنی کوئی راوی علم اور دیانت داری میں اتنا مشہور ہو جائے کہ اس کی امامت وثقاہت پر عام وخاص سب متفق ہو جائیں، جیسے ائمہ اربعہ، شعبہ، سفیان ثوری اور ابن عیینہ، یحییٰ بن معین اور ابن مدینی وغیرہ۔

(۲) کسی راوی کی عدالت پر کم از کم ایک یا دو ائمۂ جرح وتعدیل صراحتاً گواہی دے دیں۔

(الكفاية فى علم الرواية، باب فى أن المحدث المشهور بالعدالة والثقة والأمانة لا يحتاج إلى تزكية المعدل، ص: 86، المكتبة العلمية، ومقدمةابن الصلاح، "معرفة من تقبل رواته، ومن ترد روايته "، ص: 213، 220، دار الكتب العلميةبيروت، ط:2)

1 توثیقِ ضمنی اور تعدیلِ ضمنی

جب کہ بعض محدثین اور فقہاء نے عدالت کو ثابت کرنے کے لیے کچھ اور امور کا بھی ذکر کیا ہے، جیسے:

(۱) کوئی شخص روایت کرنے میں معروف ہو جائے، لیکن استفاضہ اور شہرت کی حد تک نہ ہو۔

(۲) کسی سے روایت کرنے والے کثیر تعداد میں ہوں۔

(۳) عادل قاضی کا کسی کی شہادت قبول کرنا۔

(۴) کسی عادل آدمی کا کسی سے روایت لینا، اس کی عدالت کی دلیل ہے، بشرطیکہ وہ عادل ہی سے روایت کرنے میں مشہور ہو۔

(۵) فقیہ کا کسی راوی کی روایت کے مطابق فتویٰ دینا۔

(۶) فقیہ کا کسی راوی کی روایت پر عمل کرنا، اس کی عدالت کو ثابت کرتا ہے۔

لیکن یہ آراء یا تو ایک دو محدثین کی ہیں، یا ایک خاص طبقہ کی جن سے بوقتِ ضرورت استفادہ کیا جاتا ہے، جمہور کے نزدیک انہیں توثیقِ ضمنی اور تعدیلِ ضمنی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔(دیکھیے: الكفاية فى علم الرواية: 80، فتح المغيث للسخاوى، 9/2)

2 ثبوتِ ضبط

ضبط کی دو قسمیں ہیں:

(1) ضبطِ صدر، (2) ضبطِ کتابت۔

ضبطِ صدر کی معرفت کے لیے پہلے مختلف طریقے رائج تھے، مثلاً: سندیں بدل کر محدث سے امتحان لینا، اور وقتاً فوقتاً محدث سے ایک ہی روایت کے متعلق پوچھنا وغیرہ۔

ضبطِ کتابت کے لیے محدث کے نسخہ کا اصلی نسخوں سے تقابل کرنا، اور اس کے شیوخ کی کتب کی طرف مراجعت کرنا، وغیرہ۔

لیکن ضبط کی معرفت کے لیے سب سے بنیادی اور اہم طریقہ "سبرِ روایات" ہے۔ یعنی راوی کی تمام مرویات پر نگاہ ڈال کر ان میں غور کرنا، جن روایات میں وہ راوی، ثقات کی موافقت یا مخالفت ہو، انہیں الگ الگ کرنا، اور جن میں وہ متفرد ہو انہیں جمع کرنا، اور پھر ان کی بنیاد پر اس کے ضبط کا درجہ متعین کرنا ہے۔

متقدمین ومتاخرین محدثین کے نزدیک ضبط کی پرکھ کے لیے سب سے قوی طریقہ یہی رہا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

وعلامة المنكر فى حديث المحدث، إذا ما عرضت روايته للحديث على رواية غيره من أهل الحفظ والرضا، خالفت روايته روايتهم، أو لم تكد توافقها، فإذا كان الأغلب من حديثه كذلك كان مهجور الحديث.(مقدمہ صحیح مسلم، ص:6، دار احیاء التراث العربی)

اس عبارت میں ضبط کی پرکھ کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ راوی کی روایات، حفاظ ومتقنین کی روایات پر پیش کی جائیں، اس کی روایات اگر حفاظ کی روایات کے مخالف ہوں یا بہت کم موافقت ہو، تو وہ راوی قابلِ ترک ہوگا، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اگر روایات موافق ہوں تو روایت قبول ہوگی اور قوتِ ضبط کی دلیل ہوگی۔

3 جارح اور معدل کی صفات وشرائط

اصولِ حدیث کی مختلف کتب میں متفرق طور پر جارح ومعدّل کی مختلف صفات ذکر کی گئی ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

جارح اور معدل کا بنیادی طور پر چار صفات کا حامل ہونا ضروری ہے:

(۱) وہ خود عادل ہو۔

(۲) تعصب وتشدد، اور تعنت سے پاک ہو، یعنی کسی مذہبی، شخصی، یا فرقہ کے تعصب میں مبتلا ہوکر جرح وتعدیل کے فیصلے نہ کرتا ہو۔

(۳) بیدار مغز اور ہوشیار ہو، مغفل نہ ہو کہ راوی کی ظاہری حالت سے دھوکہ کھا جائے۔

(۴) جرح وتعدیل کے اسباب سے واقف ہو، تاکہ کسی عادل کی تجریح، اور مجروح کی تعدیل نہ کرسکے۔

(الموقظة فی علم مصطلح الحدیث للذهبی، ص: 82، مکتب المطبوعات الإسلامیة، ط: الثامنة، 1425. نزهة النظر فی شرح نخبة الفكر لابن حجر، الخاتمة، ص: 138، مكتبة البشرى، 1438)

5 ایک اعتراض اور اس کا جواب

ہمارے زمانے کے بعض جہلاء یہ اعتراض کرتے ہیں کہ محدثین کا معروف قاعدہ ہے کہ ''الجرح مقدم علی التعدیل'' یعنی جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ لہٰذا جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جرح وتعدیل دونوں منقول ہیں تو جرح راجح ہوگی۔ لیکن یہ اعتراض جرح وتعدیل کے اصول سے ناواقفیت پر مبنی ہے کیونکہ ائمہ حدیث نے اِس بات کی تصریح کی ہے کہ ''الجرح مقدم علی التعدیل'' کا قاعدہ مطلق نہیں، بلکہ چند شرائط کے ساتھ مقید ہے۔

6 الجرح مقدم علی التعدیل کا قاعدہ مطلق نہیں، چند شرائط کے ساتھ مقید ہے

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی راوی کے بارے میں جرح اور تعدیل کے اقوال متعارض ہوں، ان میں ترجیح کے لئے علماء نے اوّلاً دو طریقے اختیار کئے ہیں:

1 پہلا طریقہ جو کہ جرح وتعدیل کے دوسرے اصول کی حیثیت رکھتا ہے، اُسے خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الكفاية في اصول الحديث والرواية'' میں یہ بیان کیا ہے:

''ایسے مواقع پر یہ دیکھا جائے گا کہ جارحین کی تعداد زیادہ ہے یا معدلین کی، جس کی طرف تعداد زیادہ ہوگی، اُسی جانب کو اختیار کیا جائے گا''۔

شافعیہ میں سے علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

اسی طرح علمِ جرح وتعدیل کے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اسد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

صرف ابوسعید بن یونس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک قول میں انہیں غریب الحدیث اور علامہ بن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے منکر الحدیث کہا ہے، لیکن بقول حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ یہ تضعیف چنداں لائقِ اعتناء نہیں کیونکہ ائمہ کی اکثریت ان کی ثقاہت پر متفق ہے۔ اگر ان کی بعض روایات میں کوئی سقم نظر آتا ہے، تو وہ بعد کے رواۃ کے ضعف کی بنا پر ہے۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان الاعتدال میں اس کی تصریح کی ہے۔ (میزان الاعتدال: ۱/ ۹۷)

اگر یہ طریقِ کار اختیار کیا جائے تب بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعدیل میں کوئی شبہ نہیں رہتا، کیونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کرنے والے صرف معدودے چند افراد ہیں، جن میں ایک نام حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، اور یہ تحریر کیا جاچکا کہ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بننے کے بعد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کے قائل ہوچکے تھے۔

اور دوسری طرف امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مادّحین اتنی بڑی تعداد میں ہیں کہ اُن کو گنا بھی نہیں جاسکتا، نمونہ کے طور پر ہم چند اقوال پیش کرتے ہیں،

علمِ جرح وتعدیل کے سب سے پہلے عالم، جنہوں نے سب سے پہلے رجال پر باقاعدہ کلام کیا، وہ امام شعبہ ابن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے مشہور ہیں، وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"کان واللہ! ثقة ثقة"

ترجمہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ وہ ثقہ تھے۔

جرح وتعدیل کے دوسرے بڑے امام یحییٰ بن سعید القطّان رحمۃ اللہ علیہ ہیں، یہ خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذکرۃ الحفاظ" میں اور حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے "الانتقاء" میں نقل کیا ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

اور جیسا کہ تاریخ بغداد، ج13، ص252 میں اُن کا مقولہ ہے،

"جالسنا واللہ! أبا حنیفة و سمعنا منه فكنت كلما نظرت الیه عرفت وجهه انه یتقی اللہ عزوجل"۔

ترجمہ اللہ کی قسم! ہم نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس اختیار کی، اور اُن سے سماع کیا، اور میں نے جب بھی ان کی جانب نظر کی، تو اُن کے چہرہ کو اس طرح پایا کہ بلاشبہ وہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

امام یحییٰ بن سعید القطّان رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا مقولہ علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی "کتاب التعلیم" کے مقدمہ میں منقول ہے:

"انه لأعلم هذه الامة بما جاء عن اللہ و رسوله صلی اللہ علیه و سلم"

ترجمہ بلاشبہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے آنے والے احکام کو اس امت میں سب سے بہتر جاننے والے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

جرح وتعدیل کے تیسرے بڑے امام یحییٰ بن سعید القطّان رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ہیں، وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"کان ثقة حافظاً، لا یحدث الا بما یحفظ ما سمعت احداً یجرحه"۔

ترجمہ وہ معتمد علیہ اور حافظ تھے، اور وہی حدیث بیان کرتے تھے، جو انہیں حفظ ہوتی تھی، میں نے کسی کو نہیں سنا، جو اُن کی جرح کررہا ہو۔

جرح وتعدیل کے چوتھے بڑے امام حضرت علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ، جو کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ اور نقدِ رجال کے بارے میں بہت متشدد ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری کے مقدمہ میں اس کی صراحت کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: "أَبُو حَنِيفَةَ رَوَىٰ عَنْهُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَهُشَيْمٌ، وَوَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، وَعَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، وَجَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، وَهُوَ ثِقَةٌ لَا بَأْسَ بِهِ"۔

(جامع بیان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج 2 ص 1082 رقم 2112؛ الرفع والتکمیل (أبو الحسنات اللکنوی) ص127؛ التعلیق الممجد علی موطأ محمد (أبو الحسنات اللکنوی - محمد بن الحسن الشیبانی) ج1 ص122؛ مکانة الإمام أبي حنیفة فی الحدیث (محمد عبد الرشید النعمانی) ص132؛ البدور المضیة فی تراجم الحنفیة (محمد حفظ الرحمن الکملائی) ج1 ص443)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، ہشام رحمۃ اللہ علیہ، وکیع رحمۃ اللہ علیہ، عباد بن عوام رحمۃ اللہ علیہ اور جعفر بن عون رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے، وہ ثقہ ہیں، ان سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

نیز حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لولا اعاننی اللہ بابی حنیفة وسفیان لکنت کسائر الناس"۔

ترجمہ اگر اللہ عزوجل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ میری اعانت نہ فرماتے، تو میں بھی عام لوگوں کی طرح ہوتا۔

اور مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ مقولہ یہ ہے:

"کان اعلم اهل زمانه"۔

ترجمہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔

ان کے علاوہ یزید بن ھارون ؒ، سفیان ثوری ؒ، سفیان بن عیینہ ؒ، اسرائیل بن یونس ؒ، یحیٰی بن آدم ؒ، وکیع بن الجراح ؒ، امام شافعی ؒ اور فضل بن دکین ؒ جیسے ائمۂ حدیث سے بھی امام ابوحنیفہ ؒ کی توثیق منقول ہے۔ علم حدیث کے ان بڑے بڑے اساطین کے اقوال کے مقابلہ میں دو تین افراد کی جرح کس طرح قابلِ قبول ہوسکتی ہے؟ لہٰذا اگر فیصلہ کثرتِ تعداد کی بنیاد ہو، تب بھی امام صاحب ؒ کی تعدیل بھاری رہے گی۔

2 جرح وتعدیل کے تعارض کو رفع کرنے کا دوسرا طریقہ جو کہ جرح وتعدیل کے تیسرے اصول کی حیثیت رکھتا ہے، وہ حافظ ابن الصلاح ؒ نے مقدمہ میں بیان کیا ہے اور اسے جمہور محدثین کا مذہب قرار دیا ہے:

''وہ یہ کہ اگر جرح مفسَّر نہ ہو، یعنی اس میں سببِ جرح بیان نہ کیا گیا ہو، تو تعدیل اس میں ہمیشہ راجح ہوگی، خواہ تعدیل مفسَّر ہو یا مبہم''۔

اس اصول پر دیکھا جائے تو امام ابوحنیفہ ؒ کے خلاف جتنی جرحیں کی گئی ہیں، وہ سب مبہم ہیں، اور ایک بھی مفسَّر نہیں۔ لہٰذا ان کا اعتبار نہیں اور تعدیلات تمام مفسَّر ہیں، کیونکہ اس میں ورع اور تقوی اور حافظہ تمام چیزوں کا اثبات کیا گیا ہے، خاص طور سے اگر تعدیل میں اسبابِ جرح کی تردید کردی گئی ہو، تو وہ سب سے زیادہ مقدم ہوتی ہے اور امام صاحب ؒ کے بارے میں ایسی تعدیلات بھی موجود ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ''الجرح مقدم علی التعدیل'' کا قاعدہ اُس وقت معتبر ہوتا ہے جبکہ جرحِ مفسَّر ہو، اور اس کا سبب بھی معقول ہو اور بعض علماء کے نزدیک یہ شرط بھی ہے کہ معدلین کی تعداد جارحین سے زیادہ نہ ہو۔

7 جرح وتعدیل کے قواعد کی مزید تفصیل

جرح وتعدیل کے حوالے سے یہ بات ذہن نشین رہے کہ جس طرح جرح وتعدیل میں تین طبقات: متشدد، معتدل ومتوسط اور متساہل (نرم) ہیں۔ اسی طرح جرح وتعدیل

کے درج ذیل کچھ اصول وضوابط اور قواعد ہیں، جنھیں پیشِ نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے:

1 کسی سند کی جرح وتعدیل کے وقت دیکھا جائے گا کہ جارح کا تعلق کس طبقے سے ہے؟ متشدد جارح کی جرح کا حکم اور ہوگا اور معتدل یا متساہل جارح کا حکم اور ہوگا۔ مثلاً: ابن ابی حاتم ؒ، امام نسائی ؒ اور علامہ ذہبی ؒ متشدد جارح ہیں، جب کہ امام حاکم ؒ متساہل ومتسامح جارح ہیں، اور امام بخاری ؒ اور امام مسلم ؒ معتدل جارح ہیں۔

2 دوسرا قاعدہ یہ ہے دیکھا جائے گا کہ جرح مبہم ہے یا مفسر؟ جب یہ پردہ اٹھے گا تو اُس جرح کے پیچھے بہت سارے مخفی حقائق سامنے آئیں گے، تب جا کر محدث، مجتہد یا عالم کسی نتیجے پر پہنچتا ہے کہ روایت کو قبول کرنا ہے یا نہیں؟

بعض اوقات جرح کا سبب مذہبی اختلاف، تعصب اور معاصرت (ہم زمانہ) بھی ہوتی ہے۔ علماء، محدثین، فقہاء، جرح وتعدیل کے سب امام بشر اور انسان تھے۔ ان علماء میں سے کوئی پیغمبر نہیں تھا۔ خطا سے معصوم صرف پیغمبر کی ذات ہوتی ہے۔ اس لیے یہ امر ذہن نشین رہے کہ جرح کرنے والے کی جرح میں بھی خطا ہوسکتی ہے اور تعدیل کرنے والے کی تعدیل میں بھی خطا ہوسکتی ہے۔ اُس کے اسباب میں مذہبی تعصب اور عناد بھی ہوتا ہے۔ ذاتی اختلاف بھی ہوتا ہے کہ جب کسی حدیث، فقہی مسئلہ یا کسی معاملے پر اختلاف ہوگیا، تو طبیعت ایک دوسرے کے خلاف ہوگئی۔ اِس لیے جب جرح دیکھیں تو دیکھنا ہے کہ جرح کرنے والا کون ہے؟ اور جرح مفسر ہے یا غیر مفسر ہے؟

3 جرح کا تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جس پر جرح کی گئی ہے۔ جارح کا درجہ اس سے اونچا ہو، اس لیے کہ چھوٹا بڑے پر کیا جرح کرے گا۔

امام احمد بن حنبل ؒ کا قول حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے تہذیب التہذیب میں روایت کیا ہے:

كل رجل ثبتت عدالته لم يقبل فيه تجريح أحد، حتى يتبين ذلك

علیه بأمر لا یحتمل غیر جرحه. (عسقلانی: تہذیب التہذیب، 7:241)

ترجمہ: ہر وہ ہستی جس کی عدالت (دوسرے مقام پر کہتے ہیں جس کی امامت، جلالت اور ثقاہت) ثابت ہوگئی ہو، اُس پر کسی شخص کی جرح کو قبول نہیں کیا جاتا، حتیٰ کہ جرح غیر محتمل ہو جائے، اُس میں کوئی احتمال نہ رہے۔

8 جرح کے قابلِ قبول ہونے کا معیار

جرح کے اس تیسرے قاعدے کے حوالے سے درج ذیل اقوال پر غور فرمائیں، جن سے ایک طرف جرح و تعدیل کا اصول سمجھ میں آتا ہے تو دوسری طرف یہ امر واضح ہوتا ہے کہ کبار ائمہ سے بھی حسد و عداوت کا اظہار کیا گیا اور اسی عداوت کے پیشِ نظر اس دور کے دیگر علماء نے ائمہ پر فتوے لگائے مگر ان کے فتاوٰی کو ان کی عداوت، حسد اور معاصرت کے پیشِ نظر قبول نہیں کیا جائے گا:

1 حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"اسْتَمِعُوا عِلْمَ الْعُلَمَاءِ وَلَا تُصَدِّقُوا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ". الخ

(جامع بیان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج 2 ص 1090 رقم 2123؛ طبقات الشافعیة الکبری للسبکی (تاج الدین ابن السبکی) ج 2 ص 9؛ کنوز الذهب فی تاریخ حلب (سبط ابن العجمی) ج 2 ص 100؛ جواهر الدرر فی حل ألفاظ المختصر (التتائی) ج 7 ص 285؛ الیواقیت والدرر شرح شرح نخبة الفکر (عبد الرؤوف المناوی) ج 2 ص 369؛ البحور الزاخرة فی علوم الآخرة (السفارینی) ج 1 ص 9)

ترجمہ: علماء سے علم لیا کرو، لیکن اگر ایک عالم دوسرے عالم کے خلاف بول رہا ہو تو کبھی تصدیق نہ کرو۔

یعنی علماء؛ علماء کے خلاف جب بات کریں تو اُسے رد کر دیں۔ علماء سے علم لیں مگر غیبت اور تہمت نہ لیں۔ اگر وہ ایک دوسرے کے خلاف اپنی تقریر، تحریر، خطاب اور جلسوں میں بات کر رہے ہوں تو اُن کی تصدیق نہ کرو۔

2 حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"يُؤْخَذُ بِقَوْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْقُرَّاءِ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا قَوْلَ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ". الخ

(جامع بیان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج 2 ص 1092 رقم 2126؛ طبقات الشافعیة الکبری للسبکی (تاج الدین ابن السبکی) ج 2 ص 9؛ قاعدة فی الجرح والتعدیل (تاج الدین ابن السبکی) ص 20؛ کنوز الذهب فی تاریخ حلب (سبط ابن العجمی) ج 2 ص 100؛ جواهر الدرر فی حل ألفاظ المختصر (التتائی) ج 7 ص 285؛ الیواقیت والدرر شرح شرح نخبة الفکر (عبد الرؤوف المناوی) ج 2 ص 369؛ جلاء العینین فی محاکمة الأحمدین (ابن الألوسی) ص 66)

ترجمہ: دین کے بارے میں علماء کی ہر بات قبول کر لو مگر کوئی عالم اگر دوسرے عالم کے بارے میں کوئی منفی بات کرے تو کبھی قبول نہ کرنا۔

کیوں؟ اس لیے کہ اُس کے پیچھے حسد، عداوت، عناد، معاصرت اور مسلکی و مذہبی اختلاف ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ غیبت کرنے والا یا تہمت لگانے والا یہ سوچتا ہو کہ ''فلاں عالم اتنے اونچے مقام پر پہنچ گیا جبکہ میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ ہم ایک ہی زمانہ، شہر، ملک اور ایک ہی عمر کے ہیں مگر میری بات کوئی نہیں سنتا جبکہ اسے لوگ آسمان پر بٹھاتے ہیں؟''۔ یہ معاصرت بندے کو غیبت، تہمت اور مخالفت پر اکساتی ہے، اِس لیے ائمہ نے فرمایا: ''علماء کی ایک دوسرے کے خلاف بات کی تصدیق نہ کرو''۔ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ یہ بات اولیاء کی فرمائی ہوئی نہیں ہے، وہ تو حسنِ ظن کا پیکر ہوتے ہیں بلکہ یہ قول محدثین اور جرح کرنے والوں کا ہے۔

3 حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

وَفِي "مُعِينِ الْحُكَّامِ" لِابْنِ عبد الرفيع الرفيع الْمَالِكِي: "لَا تجوز شَهَادَة الْعَالم على مثله لأنهم أشد النَّاس تحاسدا وتباغضا وتباغيا".

(الیواقیت والدرر شرح شرح نخبة الفکر (عبد الرؤوف المناوی) ج 2 ص 369)

ترجمہ: علماء کی گواہی علماء کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی۔

یعنی علماء کی گواہی غیر علماء کے خلاف قبول ہے مگر علماء کی گواہی علماء کے خلاف قبول نہیں ہوگی۔

9 کبار ائمہ کی مقبولیت کے پیشِ نظر اُن سے حسد کیا جانا

علماء کی گواہی دوسرے علماء کے خلاف اس لیے قبول نہیں کہ:

لأنهم أشد الناس تحاسدا وتباغضا، وقاله سفيان الثوری ومالك بن دينار.

(قاعدة في الجرح والتعديل (تاج الدين ابن السبكي) ص 22؛التوضيح في شرح مختصر ابن الحاجب (خليل بن إسحاق الجندي) ج 7 ص 511؛تحبير المختصر وهو الشرح الوسط لبهرام على مختصر خليل (بهرام الدميري ج5 ص133؛التلخيص الحبير-ط العلمية (ابن حجر العسقلاني) ج 1 ص 31؛ كنوز الذهب في تاريخ حلب (سبط ابن العجمي) ج2 ص100؛اليواقيت والدرر شرح شرح نخبة الفكر (عبد الرؤوف المناوي) ج2 ص369)

ترجمہ اُن میں ایک دوسرے کے بارے میں بے پناہ حسد اور بغض ہوگا۔

یہ حسد اُن پر غلبہ پالیتا ہے کہ جو چیز کسی دوسرے کو مل گئی، وہ مجھے کیوں میسر نہیں آئی۔ تاریخ گواہ ہے کہ کبار ائمہ سے حسد کیا گیا، حتیٰ کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حسد کیا گیا۔ ذیل میں اس سلسلہ میں چند واقعات درج کیے جاتے ہیں:

(1) الفاظِ قرآن کے مخلوق یا غیرِ مخلوق ہونے کے حوالے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کی بناء پر ائمہ کا روایات لینے سے انکار

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ محمد بن یحییٰ الذھلی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے نیشاپور گئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں امام الذھلی رحمۃ اللہ علیہ سے دو درجن سے زائد احادیث روایت کی ہیں۔ امام ذھلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں کو جن میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے، بلایا اور فرمایا: ”محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ، نیشاپور آرہا ہے، میں اُن کے استقبال کے لیے جاؤں گا۔ آپ میں سے بھی جو جانا چاہے، اسے اجازت ہے، جائے مگر ایک بات سن لیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے درسِ حدیث سنیں مگر کوئی اُن سے قرآن کے الفاظ کے مخلوق یا غیرِ مخلوق ہونے کے بارے میں سوال نہ کرے“۔ اُس زمانے یہ بحث عام تھی کہ قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں یا غیرِ مخلوق ہیں؟ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس مسئلہ پر کوڑے لگے۔

اس لیے کہ اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہماری رائے سے مختلف جواب دے دیا اور اُنہوں نے وہ کہا جو میرے فتویٰ سے مختلف ہے، تو پھر ہماری آپس میں ٹھن جائے گی۔ پھر یہ محبت کا رشتہ نہیں رہے گا اور ہم ٹکرا جائیں گے۔ اس لیے یہ بہتر ہے کہ علمِ حدیث سنیں مگر اُن سے یہ مسئلہ نہ پوچھیں۔

پہلے دن درسِ حدیث ہوا، لوگوں کے ایک ہجوم نے درسِ حدیث سماعت کیا۔ دوسرے یا تیسرے دن کسی ایک شخص نے قرآن کے الفاظ کے بارے میں سوال کر دیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحقیق کے مطابق اس کا جواب دے دیا۔ بس جواب سنتے ہی وہاں لڑائی شروع ہوگئی، بحث ومباحثہ شروع ہوگیا اور بعد ازاں نوبت ہنگامہ و فساد تک جا پہنچی۔ شیخ محمد بن یحییٰ الذھلی رحمۃ اللہ علیہ کو خبر ملی تو اُنہوں نے اعلان کر دیا: ”آج کے بعد ہمارے تلامذہ میں سے کوئی اُدھر نہ جائے۔ جو اُدھر جائے گا، وہ ہماری مجلس میں نہیں آسکتا“۔

شیخ محمد بن یحییٰ الذھلی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی روک دیا کہ آج کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نہیں جانا۔ یہ دونوں حضرات امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ تھے۔ امام ذھلی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے بعد امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ پھر دوبارہ کبھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نہیں گئے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے جو روایات ہیں، وہ اس واقعہ سے پہلے کی ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ دیا تو دوسری طرف امام محمد بن یحییٰ الذھلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانا بھی چھوڑ دیا اور کہا: ”وہ اب شیخ محمد بن یحییٰ ذھلی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دونوں کی روایات نہیں لیں گے“۔

امام ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (التمھید)، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (تھذیب التھذیب)، علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (میزان الاعتدال)، علامہ مزی رحمۃ اللہ علیہ (الکمال) اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ بغداد)، الغرض اسماء الرجال کے ائمہ نے اپنی کتب میں اس طرح کے بے شمار واقعات درج کیے ہیں۔

(2) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نیشاپور سے بخارا واپسی

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قرآن کے الفاظ کے بارے میں مؤقف چونکہ ایک دقیق بحث تھی اور ہر ایک کی سمجھ میں آنے والی نہ تھی۔ لہٰذا جس نے اسے آگے بیان کیا، وہ اسے اس انداز کے مطابق بیان نہ کر سکا جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے تھی۔ اس نے کچھ اور ہی بات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر دی۔ نتیجتاً فتنے پیدا ہو گئے اور بالآخر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اِتنی مخالفت ہوئی کہ اُن کو نیشاپور سے نکال دیا گیا اور وہ پلٹ کر واپس بخارا آ گئے۔

جن علماء نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو نکالا، وہ بھی اُس دور کے علماء، محدثین اور اہلِ علم تھے، جو اپنے فتویٰ کے مخالف جانے والوں کو گمراہ کہتے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے لوگ اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کریں، تو کیا ان کی جرح قبول کر لیں گے؟ نہیں، اس لیے کہ وہ مذکورہ مسئلہ پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کے باعث ہر مسئلہ پر کہہ دیں گے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایسا ہے، کتابوں میں یہ یہ لکھا ہے، فلاں فلاں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ترک کر دیا۔ مثلاً: ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے کہتے ہیں میرے والد نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ترک کر دیا، ابوزرعۃ رحمۃ اللہ علیہ نے ترک کر دیا۔ تو کیا ان ائمہ کے کہنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث متروک ہو جائے گی؟ نہیں، بلکہ دیکھا جائے گا کہ جس نے ترک کیا ہے اُس کا اپنا درجہ کیا ہے؟ اس نے کیوں ترک کیا؟ کب ترک کیا؟ ترک کا سبب کیا بنا؟ پس اِس طرح تحقیق کی جاتی ہے کہ کیا قبول کرنا ہے اور کیا قبول نہیں کرنا ہے؟

(3) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بخارا سے جلاوطنی

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک اور بات جو بہت ہی کم علماء کو معلوم ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخارا میں اپنی نوجوانی کے ایام میں ابتدائی سولہ سال کی عمر تک امام ابو حفص الکبیر رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ جامع سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں، امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ حنفی کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحفص الکبیر رحمۃ اللہ علیہ سے ہی پڑھا تھا۔ آپ یہ جان کر حیران ہو جائیں گے کہ امام ابوحفص الکبیر رحمۃ اللہ علیہ براہِ راست امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ یعنی امام ابوحفص الکبیر رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے شاگرد تھے جن سے فقہ کی کتابیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نوجوانی میں پڑھیں۔

امام ابوحفص الکبیر رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے جنہیں ابوحفص الصغیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، یہ بھی بخارا سے نیشاپور جاتے ہوئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اُس سفر میں تھے۔ جب قرآن مجید کے الفاظ کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وجہ سے جو جھگڑا ہوا، آپ رحمۃ اللہ علیہ پر فتویٰ لگا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نیشاپور سے نکالا گیا، تو امام ابوحفص الصغیر رحمۃ اللہ علیہ نے ہی واپس آ کر بخارا کے علماء کو بتایا کہ یہ واقعہ ہوا۔ اس واقعہ کو سن کر بخارا کے علماء بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف ہو گئے۔

اس لیے کہ فتویٰ جب آگے چلتا ہے تو کچھ کا کچھ بن جاتا ہے۔ قائل نے کچھ کہا تھا مگر سننے والے نے کچھ اور سمجھا اور اُس نے جس کو بیان کیا، اُس نے کچھ اور سمجھا۔ اس طرح اصل قول کے برخلاف کوئی نئی کہانی بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سند کی ضرورت پڑتی ہے کہ کوئی راوی ضعیف تو نہیں ہے، اُس نے حافظے کی کمزوری کی وجہ سے کوئی لفظ اوپر نیچے تو نہیں کر دیا، اُس نے اپنی سمجھ اور فہم کی کمزوری کی وجہ سے مفہوم اور معنی تو نہیں بدل دیا۔ حدیث لفظاً روایت کی گئی ہے یا معناً کی گئی ہے؟ گویا ایک

ایک بات کو باریکی کے ساتھ پرکھا جاتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہی کچھ ہوا کہ جب نیشاپور سے بات بخارا پہنچی، تو کچھ کی کچھ بن چکی تھی۔ نیتجتاً وہاں کے علماء نے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بخارا سے نکال دیا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ بخارا سے باہر کئی میلوں کے فاصلے پر موجود ایک گاؤں میں مقیم ہوئے اور آخری عمر تک وہیں مقیم رہے، وہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ لوگ بعد ازاں وہیں آتے اور کسبِ فیض کرتے تھے۔

الفاظِ قرآن کے حوالے سے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ایک عجیب سی علمی تعصب کی فضا بن گئی کہ جو عالم حدیث کسی شہر میں پڑھانے آتا جو سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ، عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ سے پڑھا ہوتا تو علماء اس کی آمد کا سُن کر جمع ہوتے اور بجائے اِس کے کہ وہ اُن سے حدیث پوچھیں، وہ سب سے پہلے پوچھتے تھے کہ بتاؤ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں یا غیر مخلوق؟ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ یعنی ایسا ماحول بن جاتا کہ سارا علم پیچھے رہ جاتا ہے اور ایک فتویٰ کے پیچھے دنیا چل پڑتی۔ اگر کوئی محدث یہ کہہ دیتا کہ الفاظِ قرآن غیر مخلوق ہیں۔ تو اُس سے حدیث سنتے تھے اور اگر کوئی محدث علماء کے اس سوال کے جواب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کے مطابق مؤقف اختیار کرتا، تو اس پر بھی فتویٰ لگا دیتے۔ اس طرح اگر کوئی ان کے سوال کے جواب میں خاموش رہتا اور سکوت اختیار کرتا تو وہ اِس سے حدیث ہی نہ سنتے اور کہتے کہ اپنی زبان سے کہو کہ جو الفاظِ قرآن کو غیر مخلوق نہیں کہتا، وہ کافر ہے۔ اگر وہ کافر کہنے میں تامل کرتا تو لوگ کھڑے ہو جاتے اور کہتے:

من شك في كفره فقد كفر.

ترجمہ اگر کافر کہنے میں تمہیں شک ہے تو تم بھی کافر ہو۔ یعنی اِس انتہاء تک چلے جاتے۔

باب 2

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان پر نقد

1 مُردوں کو گالی دینا اور بُرا کہنا جائز نہیں ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت 1: ۔ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ (البقرة:134)

ترجمہ وہ کچھ لوگ تھے، جو گزر گئے۔ جو کچھ انہوں نے کمایا، وہ اُن کے لیے ہے اور جو کچھ تم کماؤ گے وہ تمہارے لیے ہے۔ تم سے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے۔

ارشا نبوی ہے:

حدیث 1: ۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم: "لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا"۔

(بخاری رقم 1393، 6516؛ سنن نسائی رقم 1936؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 2074؛ مسند احمد رقم 25470؛ مسند ابن الجعد رقم 746؛ الدعاء۔ الطبرانی رقم 2064؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 7187)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مُردوں کو گالی نہ دو، اس لئے کہ جو کچھ اچھے برے اعمال انھوں نے آگے بھیجے ہیں، اس تک پہنچ گئے"۔

☆ بلکہ ہمیں حکم یہ ہے کہ مُردوں کے عیبوں کو ظاہر کرنے سے بچیں اور ان کی خوبیوں کو

واضح کریں۔

ارشادنبوی ہے:

حدیث 2:۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ، وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ"۔

(سنن ابی داؤد رقم 4900؛ ترمذی رقم 1019؛ ابن حبان رقم 2385؛ معجم صغیر طبرانی رقم 461؛ معجم کبیر طبرانی رقم 13599؛ معجم اوسط طبرانی رقم 3601؛ مستدرک حاکم رقم 1421؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 7189)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اپنے مردوں کی خوبیوں کا ذکر کرو، اوران کے عیوب کو نہ چھیڑو"۔

ذرا اس قصہ پر بھی غور کریں:

حدیث 3:۔عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: "مَا فَعَلَ يَزِيدُ بْنُ قَيْسٍ، عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ؟" قَالُوا: "قَدْ مَاتَ". قَالَتْ: "فَأَسْتَغْفِرُ اللهَ". فَقَالُوا لَهَا: "مَا لَكِ لَعَنْتِيهِ، ثُمَّ قُلْتِ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ؟". قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ، فَإِنَّهُمْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا"۔

(صحیح ابن حبان رقم 2386؛ الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان (الأمیر ابن بلبان الفارسی) رقم 3021؛ صحیح الترغیب والترهیب (الألبانی) رقم 3518)

ترجمہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مجلس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: "یزید بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کا، اس پر اللہ کی لعنت ہو، کیا حال ہے؟"۔ (واضح رہے کہ یہ یزید رحمۃ اللہ علیہ وہی شخص ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنے والوں کا سردار تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کھلے عام برا بھلا کہتا تھا)۔ لوگوں نے جواب دیا: "وہ تو مرگیا"۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا استغفار پڑھنے لگیں۔ لوگوں نے کہا: "ابھی تک تو آپ رضی اللہ عنہا اسے گالیاں دے رہی تھیں اور اب استغفار پڑھ رہی ہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "مردوں کو برا بھلا نہ کہو، اس لئے کہ وہ اپنے کئے کو پہنچ گئے ہیں"۔

سنن ابوداود میں یہ حدیث مختصر ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

حدیث 4:۔عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "إِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ، وَلَا تَقَعُوا فِيهِ"۔

(سنن ابی داؤد رقم 4899؛ الزهد لهناد بن السری ج 2 ص 559، 560؛ الآداب للبیهقی رقم 44)

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "جب تمہارا ساتھی مر جائے تو اس کو چھوڑ دو اور اس کی عیب جوئی کے پیچھے نہ پڑو"۔

خاص کر اگر کسی مردے کو برا بھلا کہنے سے زندوں کو تکلیف پہنچ رہی ہو، تو اس کی قباحت اور بڑھ جاتی ہے۔

ارشادنبوی ہے:

حدیث 5:۔عَنْ زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ، فَتُؤْذُوا الْأَحْيَاءَ"۔

(مسند احمد رقم 18209، 18210؛ ترمذی رقم 1982؛ معجم کبیر طبرانی 20/(1013)؛ صحیح ابن حبان رقم 2387؛ الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان (الأمیر ابن بلبان الفارسی) رقم 3022؛ من حدیث سفیان الثوری - ت عامر صبری رقم 54؛ مساوئ الأخلاق للخرائطی رقم 91؛ معجم کبیر طبرانی 20/(1013)؛؛)

ترجمہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مردوں کو گالی نہ دو کہ اس سے زندوں کو تکلیف پہنچے"۔

ان احادیث کے پیشِ نظر اگر کوئی مصلحتِ راجحہ نہ ہو، تو کسی مردہ کو برا بھلا کہنا جائز نہیں ہے بلکہ بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر کسی مردہ کافر کو برا بھلا کہنے سے زندوں کو تکلیف ہوتی ہو، تو اسے بھی برا بھلا نہ کہا جائے گا۔ (دیکھئے: فتح الباری: 3/258-259)

2 فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کو تکلیف دینا حرام ہے

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ "المجموع شرح المھذب" (ج1 ص24) کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

یہ فصل سخت نہی اور سخت وعید کے بارے میں ہے اُس شخص کے لیے جو فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اور علمائے عظام کو تکلیف دیتا ہے، یا ان کی شان میں تنقیص کرتا ہے، اور یہ فصل ان فقہائے کرام و علمائے عظام کی عظمتِ شان اور احترام کرنے پر ابھارنے کے بیان میں بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

آیت 2:- ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ○ (الحج:32)

ترجمہ: یہ ہے اصل معاملہ (اسے سمجھ لو)، اور جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے، تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

آیت 3:- ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (الحج:30)

ترجمہ: حق بات یہی ہے، اور جو کوئی اللہ کی قائم کردہ حرمتوں کا احترام کرے، تو یہ اس کے رب کے نزدیک خود اسی کے لیے بہتر ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

آیت 4:- لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الحجر:88)

ترجمہ: تم اُس متاعِ دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھو جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے، اور نہ ان کے حال پر اپنا دل کڑھاؤ۔ انہیں چھوڑ کر ایمان لانے والوں کی طرف جھکو۔

سورت احزاب میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

آیت 5:- وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا

بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ○ (الاحزاب:58)

ترجمہ: اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیّت دیتے ہیں اُنھوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے۔

حدیث 6:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وسلم: إِنَّ اللهَ قَالَ: "مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ. (بخاری رقم 6502)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی، اسے میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے، اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے (یعنی فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ) اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں، تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں۔ اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ مانگتا ہے، تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں اور میں جو کام کرنا چاہتا ہوں، اس میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔ وہ تو موت کو بوجہ تکلیفِ جسمانی کے پسند نہیں کرتا اور مجھ کو بھی اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے"۔

3 ولی اللہ کون ہے؟

اس کے متعلق خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ دونوں حضرات نے فرمایا:

إِنْ لَمْ يَكُنِ الْفُقَهَاءُ أَوْلِيَاءَ اللهِ فِي الْآخِرَةِ فَمَا لِلّٰهِ وَلِيٌّ۔

(الفقيه والمتفقه - الخطيب البغدادي ج1 ص150، 151؛التبيان في آداب حملة القرآن (النووي) ص 29؛المجموع شرح المهذب - ط المنيرية (النووي) ج 1 ص24؛المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة - ت الخشت (السخاوي) ص218 رقم 264؛الجد الحثيث في بيان ما ليس بحديث (أحمد العامري) ص69 رقم 81؛ كشف الخفاء ط القدسي (العجلوني) ج1 ص223 رقم 684)

ترجمہ اگر فقہاء اللہ تعالیٰ کے اولیاء نہیں، تو پھر اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے الفاظ یہ ہیں:

قَالَ الشَّافِعِيُّ رضی الله عنه: "إِنْ لَمْ تَكُنِ الْفُقَهَاءُ الْعَامِلُونَ أَوْلِيَاءَ لِلّٰهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ وَلِيٌّ"۔

(الغرر البهية في شرح البهجة الوردية (زكريا الأنصاري) ج1 ص8)

ترجمہ اگر فقہاء، فقہاء احکامِ شرائع پر عمل کرنے والے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء نہیں، تو پھر اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

من آذى فقيها فقد آذى رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن آذى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقد آذى الله تعالى عز وجل۔

(المجموع شرح المہذب، ج1 ص24)

ترجمہ جس نے کسی فقیہ کو تکلیف پہنچائی، تو اس نے درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچائی، اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچائی، تو تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو

تکلیف پہنچائی۔

صحیح حدیث شریف میں ہے:

حدیث 7:۔ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ، فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ فَيُدْرِكَهُ، فَيَكُبَّهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔

(مسلم رقم 261-657؛ ابن ماجہ رقم 3945، 3946؛ ترمذی رقم 222، 2164)

ترجمہ "جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی، وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری (امان) میں ہے۔ تو ایسا نہ ہو کہ (ایسے شخص کو کسی طرح نقصان پہنچانے کی بنا پر) اللہ تعالیٰ تم (میں سے کسی شخص) سے اپنے ذمے کے بارے میں کسی چیز کا مطالبہ کرے، پھر وہ اسے پکڑ لے، پھر اسے اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے"۔

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

حدیث 8:۔ مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الْغَدَاةِ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ، فَلَا تُخْفِرُوا اللهَ فِي ذِمَّتِهِ۔

(مسند احمد رقم 20113؛ ابن ماجہ رقم 3946؛ معجم کبیر طبرانی رقم 6917)

ترجمہ جو شخص فجر کی نماز پڑھ لے، وہ اللہ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری کو ہلکا مت سمجھو۔

حافظ ابوالقاسم ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم يا أخي وفقني الله وإياك لمرضاته وجعلنا ممن يخشاه ويتقيه حق تقاته أن لحوم العلماء مسمومة، وعادة الله في هتك أستار منتقصيهم معلومة، وأن من أطلق لسانه في العلماء بالثلب، بلاه الله قبل موته بموت القلب (فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب أليم)۔

(التبيان في آداب حملة القرآن (النووي) ص 29؛نشر طي التعريف في فضل حملة العلم الشريف والرد على ماقتهم السخيف (الوصابي) ص 46؛مصاعد النظر للإشراف على مقاصد السور (برهان الدين البقاعي) ج1 ص242؛مواهب الجليل

فی شرح مختصر خلیل (الحطاب) ج1 ص4)

ترجمہ اے میرے بھائی! جان لے۔ اللہ تجھے اور مجھے اپنی رضا حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔ ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمائے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔ بے شک علمائے کرام کے گوشت زہر آلود ہوتے ہیں (یعنی ان کی غیبت، عیب جوئی یا تنقیص زہر آلود گوشت کھانے کے مترادف ہے۔

ان کی تنقیص کر کے عزت کے پردے پھاڑنے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی عادت معلوم ومشہور ہے۔ جس نے علماء پر طعنہ زنی کے معاملے میں اپنی زبان کو بے لگام کر دیا، تو اللہ تعالیٰ اس کے مرنے سے پہلے اس کے دل کو مردہ فرما دے گا۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

آیت 6:۔ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (التوبۃ:63)

ترجمہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔

(المجموع شرح المهذب، ج 1 ص 24۔ المؤلف: أبو زكريا محيي الدين بن شرف النووي (ت 676 ه)۔ الناشر: (إدارة الطباعة المنيرية، مطبعة التضامن الأخوي)- القاهرة۔ عام النشر: 1344-1347ھ۔ عدد الأجزاء:9)

علامہ وہبی سلیمان غاوجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سلفِ صالحین رحمۃ اللہ علیہم کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ان علماء پر ظنون واوہام کی وجہ سے تعرض نہیں کرتے تھے جن کی بھلائی، نیکی اور تقویٰ کی شہادت دی گئی ہے (بلکہ اگر کوئی ان کے متعلق غلط باتیں پھیلاتا یا کہتا، تو توجہ نہیں دیتے تھے)۔ کیونکہ علمائے کرام کے گوشت زہر آلود ہیں۔ وہ ان علماء کی بدگوئی وغیرہ سے ڈرتے تھے، جیسا کہ کہا گیا ہے کہ خاتمہ بُرا ہوتا ہے۔ اللہ کی قسم! بے شک امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ائمۂ مذہبِ معتبرہ، ان سلفِ صالحین رحمۃ اللہ علیہم میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رہ جانے والے ذکرِ جمیل کے

لیے منتخب فرمایا، اور یہ کہ ان ائمہ کے مذاہب کو پوری اُمت کے لیے عبادات اور باقی طاعات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے قرب کا راستہ بنایا"۔

(ابوحنیفہ النعمان، للغاوجی، ص167۔ مطبوعہ: دار القلم، دمشق)

4 علمائے کرام کی تنقیص کرنا زہر آلود گوشت ہے

علامہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ "تبیین کذب المفتری" میں فرماتے ہیں:

"اے بھائی! تُو جان لے! اللہ تجھے اور مجھے اپنی رضا حاصل کرنے کی توفیق بخشے، اور ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمائے جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں، اور اس طرح ڈرتے ہیں جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔ بے شک علمائے کرام کے گوشت زہر آلود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عادتِ کریمہ مشہور ومعروف ہے ان لوگوں کے بارے میں جو علمائے کرام کی تنقیصِ شان کر کے ان کی عزت وآبرو کا پردہ پھاڑتے ہیں کیونکہ ان کی غیبت وعیب جوئی کرنا باوجود اس کے کہ وہ بُری ہیں، یہ بہت بڑا معاملہ ہے۔ جھوٹ اور بہتان کے ذریعے ان کی عزتوں کو زیرِ بحث لانا غیبت اور ناکامی ہے۔

ان لوگوں پر جھوٹ گھڑ کرنا جن کو اللہ تعالیٰ نے علم دے کر چُن لیا ہے، بہت بُری عادت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان سابقین کی مدح فرمائی ہے، اس کی اقتداء کرنا بہت اچھی عادت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان سابقین کی مدح وتعریف فرمائی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اچھے اور بُرے اخلاق کو جانتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

آیت 7:۔ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (الحشر:10)

ترجمہ (اور وہ ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو اِن اگلوں کے بعد آئے ہیں، جو کہتے ہیں: "اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے اُن سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہلِ ایمان کے لیے کوئی بُغض نہ رکھ، اے

ہمارے رب! تو بڑا مہربان اور رحیم ہے"۔

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے غیبت اور فوت شدہ لوگوں کو گالی دینے کی ممانعت کے باوجود اس کا ارتکاب کرنا جراءت کرنے کے مترادف ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

آیت 8:۔فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (التوبۃ:63)

ترجمہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں روایت ہے جو اپنے علم کو اس وقت چھپائے جب یہ اُمت اپنے پہلے لوگوں پر لعنت کرنا شروع کر دے، باوجود یکہ یہ جھوٹ اور گناہ ہے۔اسی بارے میں روایت ہے:

حدیث 9:۔عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: "إِذَا لَعَنَتْ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا، فَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ عِلْمٌ فَلْيُظْهِرْهُ، فَإِنَّ كَاتِمَ الْعِلْمِ كَكَاتِمِ مَا أَنْزَلَ اللهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم"۔

(السنة لابن أبي عاصم رقم 994؛ الضعفاء الكبير للعقيلي ج2 ص264، ج5 ص354، 355؛ ذخيرة الحفاظ (ابن القيسرانی) رقم 410؛ تاریخ دمشق لابن عساکر ج 17 ص 5؛ تبيين كذب المفترى فيما نسب إلى الأشعرى (أبو القاسم ابن عساكر) ص30، 31؛ نهاية المراد من كلام خير العباد (عبد الغنى المقدسى) رقم 106)

ترجمہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب اس اُمت کا پچھلا حصہ پہلے لوگوں پر لعنت بھیجے، تو جس کے پاس علم ہو، تو وہ اپنے علم کو ظاہر کرے (اس کو لعنت سے روکے)۔ پس بے شک اس وقت علم کا چھپانا ایسا ہے جیسے مجھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کردہ (قرآن) کو چھپانا ہے"۔

پھر اس کے بعد اس حدیث کی مختلف سندوں اور الفاظ کا ذکر کیا ہے۔اس کے بعد یہ

حدیث ذکر کی ہے:

حدیث 10:۔عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: "مَنْ كَتَمَ علما أُلْجِمَهُ اللہ عزوجل بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ"۔

(تبيين كذب المفترى فيما نسب إلى الأشعرى (أبو القاسم ابن عساكر) ص 31، 32؛ الضعفاء الكبير للعقيلى (العقيلى) ج 3 ص 426؛ علل الدارقطنى = العلل الواردة فى الأحاديث النبوية (الدارقطنى) رقم 3277؛ عن ابی ہریرۃ: مسند ابی یعلیٰ رقم 6383؛ عن عبداللہ بن عمرو: الإحسان فى تقريب صحيح ابن حبان (الأمير ابن بلبان الفارسى) رقم 96؛ مستدرک حاکم رقم 346؛ المسند المستخرج على صحيح مسلم لأبى نعيم رقم 14؛ المدخل إلى السنن الكبرى - البيهقى - ت الأعظمى رقم 575، 1680؛ جامع بيان العلم وفضله (ابن عبد البر) رقم 7، 8؛ الأربعون فى دلائل التوحيد (أبو إسماعيل الهروى) رقم 3؛ صحیح الترغیب والترہیب رقم 121)

ترجمہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے علم کو چھپایا، اللہ تعالیٰ اسے آگ کی لگام پہنا دے گا"۔

دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

حدیث 11:۔عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: "إِذَا فَعَلَتْ أُمَّتِي خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً، حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ"۔ فَقِيلَ: "وَمَا هُنَّ، يَا رَسُولَ اللهِ؟"۔ قَالَ: "إِذَا كَانَ الْمَغْنَمُ دُوَلًا، وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا، وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهٗ وَعَقَّ أُمَّهٗ، وَبَرَّ صَدِيقَهٗ، وَجَفَا أَبَاهُ، وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ، وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ، وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ، وَلُبِسَ الْحَرِيرُ، وَاتُّخِذَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ، وَلَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا، فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذٰلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ أَوْ خَسْفًا وَمَسْخًا"۔

(ترمذی رقم 2210؛ مصابیح السنۃ رقم 4209؛ مشکوٰۃ رقم 5451؛ جامع الاحادیث للسیوطی رقم 2407؛ البيان والتبيين (الجاحظ) ج2 ص180؛ نثر الدر فى المحاضرات (الآبى) ج1 ص

114؛أمالی ابن بشران-الجزء الثانی (ابن بشران، أبو القاسم)رقم1248)

ترجمہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب میری امت پندرہ چیزیں کرنے لگے تو اس پر مصیبت نازل ہوگی"۔ عرض کیا گیا: "اللہ کے رسول! وہ کون کون سی چیزیں ہیں؟"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب مالِ غنیمت کو اپنی دولت، امانت کو غنیمت اور زکوۃ کو تاوان سمجھا جائے، آدمی اپنی بیوی کی فرمانبرداری کرے، اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا، اپنے دوست پر احسان کرے اور اپنے باپ پر ظلم کرے، مساجد میں آوازیں بلند ہونے لگیں، رذیل آدمی قوم کا لیڈر بن جائے گا، شر کے خوف سے آدمی کی عزت کی جائے، شراب پی جائے، ریشم پہنا جائے، (گھروں میں) گانے والی لونڈیاں اور باجے رکھے جائیں اور اس امت کے آخر میں آنے والے پہلے والوں پر لعنت بھیجیں، تو اس وقت تم سرخ آندھی یا زمین دھنسنے اور صورت تبدیل ہونے کا انتظار کرو"۔

حدیث 12:۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم: "مَا آتَى اللهُ عَالِمًا عِلْمًا إِلَّا أَخَذَ عَلَيْهِ الْمِيثَاقَ أَلَّا يَكْتُمَهُ"۔

(تبيين كذب المفتري فيما نسب إلى الأشعري (أبو القاسم ابن عساكر) ص 32؛ فوائد أبي عبد الله الفراء (أبو عبد الله الفراء) رقم9؛الفوائد المنتقاة الحسان للخلعي (الخلعيات) رواية السعدي (الخلعي) رقم484؛الفوائد الحسان الصحاح والغرائب (الخلعي) رقم 42؛ أطراف الغرائب والأفراد (ابن القيسراني) رقم 2802؛الفردوس بمأثور الخطاب (الديلمي) رقم 6263؛زهر الفردوس = الغرائب الملتقطة من مسند الفردوس (ابن حجر العسقلاني) رقم2307؛ جامع الاحادیث للسیوطی رقم 19656)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جس عالم کو بھی علم دیا، اس سے وعدہ لیا کہ وہ اس علم کو کبھی نہیں چھپائے گا"۔

☆ غیبت کی حرمت کا علم ہونے کے باوجود پیٹھ پیچھے برائی کرنا بہت بڑی جراءت ہے، جب کہ غیبت کرنے اور فوت شدہ لوگوں کو سب وشتم سے منع کی جو روایات آئی ہیں،

وہ بہت زیادہ ہیں۔ تمام روایات واسانید کا احاطہ کرنا بہت دشوار ہے۔ نیک بخت وہ ہے جو اس سب وشتم سے باز رہے۔ ان روایات میں سے چند روایات کا ذکر ہی کافی ہے۔

حدیث 13:۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم: "مَنْ أَكَلَ مِنْ لَحْمِ أَخِيهِ فِي الدُّنْيَا قُرِّبَ لَهُ لَحْمُهُ فِي الْآخِرَةِ، فَيُقَالُ لَهُ كُلْهُ مَيِّتًا كَمَا أَكَلْتَهُ حَيًّا. قَالَ: فَيَأْكُلُهُ وَيَكْلَحُ وَيَصِيحُ"۔

(تبيين كذب المفتري فيما نسب إلى الأشعري (أبو القاسم ابن عساكر) ص 33؛ تفسير ابن كثير - ت السلامة (ابن كثير) ج 7ص 484؛في السلوك الإسلامي القويم (ابن الشوكاني) ص 26؛أنيس الساري (تخريج أحاديث فتح الباري) (نبيل البصارة) ج7ص1927)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے دنیا میں اپنے کسی مسلمان بھائی کا (غیبت کر کے) گوشت کھایا، تو آخرت میں اس کا گوشت غیبت کرنے والے قریب کر دیا جائے گا، پھر اسے کہا جائے گا: "اس مُردہ کا گوشت کھاؤ، جس طرح تُو نے زندہ کا گوشت کھایا جائے تھا"۔ پھر فرمایا: پس وہ گوشت کھائے گا، اور ترشی کی وجہ سے منہ بسورے گا (تیوری چڑھائے گا)، اور وہ چیخے گا، چلائے گا"۔

حدیث 14:۔عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم: "يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ قَلْبَهُ! لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ يَتَّبِعْ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ"۔

(مسند احمد رقم19776، 19801؛ ابوداؤد رقم4880؛مسند أبي يعلى - ت السناري (أبو يعلى الموصلي) رقم 1675، 7423؛مسند الروياني (محمد بن هارون الروياني) رقم305، 1312؛ سنن کبریٰ بیہقی رقم 21164؛ شعب الایمان رقم 6704؛ الآداب بیہقی رقم 117؛

ذم الغيبة والنميمة لابن أبي الدنيا رقم 30؛ الصمت وآداب اللسان (ابن أبي الدنيا) رقم 168؛ تبيين كذب المفتري فيما نسب إلى الأشعري (ابن عساكر) ص 33؛ تخريج أحاديث إحياء علوم الدين (مرتضى الزبيدي) ج4 ص1738)

ترجمہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو، اور ایمان ابھی ان کے دلوں میں نہیں اترا ہے! مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو، اور ان کے چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے نہ پڑا کرو (یعنی ان کی چھپی ہوئی کمزوریوں کی ٹوہ لگانے اور ان کی تشہیر کرنے میں دلچسپی نہ لیا کرو) کیوں کہ جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی ہوگا، اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ معاملہ ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گھر میں ذلیل کر دے گا"۔

حدیث 15:۔ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا"۔

(مسند احمد رقم 25470؛ مسند ابن الجعد رقم مسند ابن الجعد رقم 746؛ مسند اسحاق بن راہویہ رقم 1199؛ مسند دارمی رقم 2529؛ بخاری رقم 1393، 6516؛ سنن نسائی رقم 1936؛ مستدرک حاکم رقم 1419)

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "مردوں کو برا بھلا نہ کہو، اس لئے کہ وہ اپنے کئے کو پہنچ گئے ہیں"۔

یہ مقدار اس معنیٰ میں کافی ہے، اور جس کو اس سے نفع اُٹھانے کی توفیق ملی، تو اس کے لیے یہ حصہ کافی ہے۔

(تبيين كذب المفتري فيما نسب إلى الإمام أبي الحسن الأشعري، ص 29 - 34. المؤلف: ثقة الدين، أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (ت 571ھ). الناشر: دار الكتاب العربي-بيروت. الطبعة: الثالثة، 1404ھ-عدد الصفحات: 432)

5 محدثین کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے وجہِ نکارت

تاریخ کا یہ بھی ایک تعجب خیز ورق ہے کہ وہ ایک طرف تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف وتوصیف میں بکھری جاتی ہے، وہ جلی حروف میں یہ لکھی جاتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں پیدا ہوئے۔ ورع وتقویٰ، جود وسخا، علم وفیض، خرد وعقل کے تمام کمالات آپ رحمۃ اللہ علیہ میں جمع تھے۔ ائمہ میں امام اعظمؒ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لقب تھا۔ محدثین وعلماء کا ایک جمِ غفیر ہمیشہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمرۂ مقلدین میں شامل رہا، اور امتِ مرحومہ کا نصف سے زیادہ حصہ اب بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے۔ اسی کے ساتھ وہ دوسرے ہی ورق پر دیانت وعقل کا کوئی عیب ایسا اٹھا کر نہیں رکھتی جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں لگا نہیں دیتی۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے پورے سو (100) صفحات پر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ لکھا ہے۔ پہلے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں صفحہ کے صفحہ رنگ دیئے ہیں۔ اس کے بعد پورے 54 صفحات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں وہ نکتہ چینیاں نقل کی ہیں جو دنیا کے پردہ پر کبھی کسی بدتر سے بدتر کافر پر بھی نہیں کی جا سکتیں۔ ایک متوسط عقل کا انسان ان متناقض بیانات کو پڑھ کر یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ کوئی انسان بھی ایسے دو متضاد صفات کا حامل نہیں ہوسکتا، یا اس کے مناقب کی یہ تمام داستان فرضی ہے، یا پھر عیوب کی یہ طویل فہرست صرف مخترع حکایات اور صریح بہتان ہے۔ مورخ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے خطیب رحمۃ اللہ علیہ کے اس غلط طرز پر حسبِ ذیل الفاظ میں تنقید کی ہے:

وقد ذكر الخطيب في تاريخه منها شيئاً كثيراً، ثم أعقب ذلك بذكر ما كان الأليق في تركه والإضراب عنه، فمثل هذا الإمام لا يشك في دينه، ولا في روعه وتحفظه، ولم يكن يعاب بشيء سوى قلة العربية۔

(وفيات الأعيان (ابن خلكان) ج5 ص413)

ترجمہ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب کا بہت سا حصہ ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد ایسی ناگفتنی باتیں لکھی ہیں جن کا ذکر نہ کرنا اور ان سے اعراض کرنا مناسب تھا؛ کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص کے متعلق نہ دیانت میں شبہ کیا جا سکتا ہے، نہ حفظ وورع میں آپ رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی نکتہ چینی، بجز قلتِ عربیت کے اور نہیں کی گئی۔

حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام یہاں نہایت منصفانہ ہے کیونکہ تنقید کا یہ شاخسانہ صرف ایک امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہی تک محدود نہیں رہتا؛ بلکہ اور ائمہ تک بھی پھیلتا چلا گیا ہے۔ اگر ذرا نظر کو اور وسیع کیجیے تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کا استثناء بھی مشکل نظر آتا ہے۔ غصہ اور مسرت انسانی فطرت ہے۔ ان دونوں حالتوں میں انسان کے الفاظ کا صحیح توازن قائم نہیں رہا کرتا۔ اسی لیے غصہ کے حال میں فیصلہ کرنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ یہ صرف ایک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہے جس کے منہ سے غضب ورضا کے دونوں حالوں میں جچے تلے الفاظ ہی نکلتے ہیں۔ اب اگر انسانوں کے صرف ان جذباتی پہلوؤں سے تاریخ مرتب کر لی جائے، تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے الفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق اور ائمہ کے ائمہ کے متعلق بھی ایسے مل سکتے ہیں جن کے بعد امت کا یہ مقدس گروہ بھی زیرِ تنقید آ سکتا ہے۔ حافظ محمد ابراہیم وزیر رحمۃ اللہ علیہ نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا کیسا بصیرت افروز مقولہ نقل کیا ہے:

وقد قال الشّعبيّ: حدثناهم بغضب أصحاب محمد ﷺ فاتخذوه دينا۔

(الروض الباسم في الذب عن سنة أبي القاسم ﷺ (ابن الوزير) ج1 ص290)

ترجمہ: شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہم نے تو لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے باہمی غصہ کی حکایات نقل کی تھیں۔ انھوں نے اٹھا کر انھیں عقائد کی فہرست میں داخل کر لیا ہے"۔

اس کے سوا دوسری مشکل یہ ہے کہ محدثین کے جو مبہم الفاظ آج کتب میں مدون نظر آتے ہیں، کسے فرصت ہے کہ ان کے اصل معنی سمجھنے کی کوشش کرے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ کیجیے، ایک مرتبہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعمش رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کے لیے گئے۔ اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ روکھا پن دکھلایا، اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ غصہ کے الفاظ

کہے۔ اس اخلاق پر اعمش رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رویہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ناگوار گذرا، اور گذرنا چاہیے تھا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لائے، تو فرمایا: "اعمش رحمۃ اللہ علیہ نہ تو رمضان کے روزے رکھتا ہے اور نہ کبھی جنابت سے غسل کرتا ہے"۔ واقعہ یہ ہے کہ کسی امامِ دین پر ان الفاظ کو کتنا ہی چسپاں کیجیے مگر چسپاں نہیں ہو سکتے۔ اگر کہیں ان الفاظ کی تشریح ہمارے سامنے نہ ہوتی، تو معلوم نہیں کہ اس مقولہ سے ہمارے خیالات کتنا کچھ پریشان ہو جاتے؛ لیکن جب ان الفاظ کی مراد ہاتھ آ گئی، تو آنکھیں کھل گئیں، اور معلوم ہوا کہ ائمہ غصہ کے حال میں بھی ایک دوسرے کے متعلق عوام کی طرح بے سروپا کلمات منہ سے نہیں نکالا کرتے۔ چنانچہ اس واقعہ میں جب فضل بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا مطلب دریافت کیا گیا (اس واقعہ میں وہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ تھے)۔ تو انھوں نے فرمایا: "اعمش رحمۃ اللہ علیہ "التقاء ختانین" سے غسل کے قائل نہ تھے؛ بلکہ جمہور کے خلاف اس مسئلہ پر عمل کرتے تھے جس پر کبھی ابتدائے اسلام میں عمل کیا گیا تھا، یعنی انزال کے بغیر غسل واجب نہیں ہوتا۔ اسی طرح بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ تھا کہ طلوعِ فجر کے بعد روشنی پھیلنے تک سحری کھانا درست ہے۔ ان دو مسئلوں کے لحاظ سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دونوں باتیں بھی درست تھیں، اور اعمش رحمۃ اللہ علیہ کا عمل بھی اپنے مختار کے مطابق درست تھا۔

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، نا مَسْلَمَةُ بْنُ الْقَاسِمِ، نا أَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى، نا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ فَيْرُوزَ، نا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْفَضْلَ بْنَ مُوسٰى يَقُولُ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ عَلَى الْأَعْمَشِ نَعُودُهُ. فَقَالَ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ: "يَا أَبَا مُحَمَّدٍ! لَوْلَا التَّثْقِيلُ عَلَيْكَ لَتَرَدَّدْتُ فِي عِيَادَتِكَ أَوْ قَالَ: لَعُدْتُكَ أَكْثَرَ مِمَّا أَعُودُكَ". فَقَالَ لَهُ الْأَعْمَشُ: "وَاللهِ! إِنَّكَ لَثَقِيلٌ وَأَنْتَ فِي بَيْتِكَ فَكَيْفَ إِذَا دَخَلْتَ عَلَيَّ؟". قَالَ الْفَضْلُ: فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: "إِنَّ الْأَعْمَشَ لَمْ يَصُمْ رَمَضَانَ قَطُّ وَلَمْ يَغْتَسِلْ مِنْ جَنَابَةٍ". فَقُلْتُ لِلْفَضْلِ: "مَا يَعْنِي بِذٰلِكَ؟". قَالَ: "كَانَ الْأَعْمَشُ يَرَى

الْمَاءِ مِنَ الْمَاءِ وَيَتَسَحَّرُ عَلَى حَدِيثِ حُذَيْفَةَ“۔

(جامع بيان العلم وفضله، ج 2 ص 1106، 1107 رقم 2164۔ المؤلف: أبو عمر يوسف بن عبد البر (ت 463هـ)۔ المحقق: أبو الأشبال الزهيري۔ الناشر: دار ابن الجوزي- السعودية۔ الطبعة: الأولى، 1414هـ - 1994م۔ عدد الأجزاء: 2)

اگر اسی طرح امام رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بھی بہت سے مشہور مقولوں کی مرادیں تلاش کی جائیں، تو ہاتھ آسکتی ہیں۔ اس کے بعد اصل بات بھی اتنی قابلِ اعتراض نہیں رہتی جیسا کہ الفاظ کی سطح سے معلوم ہوتی تھی۔

☆ کتبِ تذکرہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے محدثین کی ناراضی کا بڑا سبب صرف اختلافِ مذاق تھا نہ کہ اختلافِ مسائل۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور تک عام مذاق یہ تھا کہ مسائل کے متعلق بہت ہی محدود پیمانہ پر غور وخوض کیا جاتا تھا۔ صرف پیش آمدہ واقعات کا شرعی حکم وہ بھی بڑی احتیاط کے ساتھ معلوم کرلیا جاتا۔ اس کے بعد مسئلہ کی فرضی صورتوں سے بحث کرنا ایک لایعنی مشغلہ سمجھا جاتا تھا۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک بہت دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے۔ نضر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ آئے، اور ابو بردہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر اترے۔ ایک دن باہر نکلے، تو لوگوں کی بھیڑ ان کے ارد گرد جمع ہوگئی۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے قسم کھا کر کہا: ”آج جو شخص بھی حلال وحرام کا کوئی مسئلہ مجھ سے دریافت کرے گا، میں اس کا ضرور جواب دوں گا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوگئے اور سوال کیا: ”اے ابوالخطاب! (ان کی کنیت ہے) آپ اس عورت کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس کا شوہر چند سال غائب رہا۔ اس نے یہ یقین کرکے کہ اس کا انتقال ہوگیا ہو، اپنا دوسرا نکاح کرلیا۔ اس کے بعد اس کا پہلا شوہر بھی آگیا۔ اب آپ اس کے مہر کے متعلق فرمائیے، کیا فرماتے ہیں؟“۔ اور جو بھیڑ ان کو گھیرے کھڑی تھی ان سے مخاطب ہوکر کہا: ”اگر اس مسئلہ کے جواب میں یہ کوئی حدیث روایت کریں گے، تو وہ غلط روایت کریں گے اور اگر اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے، تو وہ بھی غلط ہوگا“۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بولے: ”کیا خوب! کیا یہ

واقعہ پیش آچکا ہے؟“۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”نہیں“۔ انھوں نے کہا: ”پھر جو مسئلہ ابھی تک پیش نہیں آیا اس کا جواب مجھ سے کیوں دریافت کرتے ہو؟“۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”ہم حادثہ پیش آنے سے قبل اس کے لیے تیاری کرتے ہیں تاکہ جب پیش آجائے، تو اس سے نجات کی راہ معلوم رہے“۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہوکر بولے: ”خدا کی قسم! میں حلال وحرام کا کوئی مسئلہ اب میں تم سے بیان نہیں کروں گا، ہاں کچھ تفسیر کے متعلق پوچھنا ہو، تو پوچھو“۔ اس پر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تفسیری سوال کیا۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس پر بھی لاجواب ہوئے اور ناراض ہوگئے۔ آخر کار غصہ ہوکر اندر تشریف لے گئے۔ (تاریخ بغداد: 13/ 347، 348)

ابوعمرو رحمۃ اللہ علیہ نے سلف کے اس مذاق کی شہادت پر بہت سے واقعات لکھے ہیں، اور بے شبہ علم وتقویٰ کے اس دور میں مناسب بھی یہی تھا لیکن جب مقدر یہ ہوا کہ علم کا بازار سرد پڑ جائے، ورع وتقویٰ کی جگہ جہل وفریب لے لے۔ ادھر روزمرہ نئے سے نئے واقعات پیش آنے لگیں، تو اس سے پہلے کہ جہلاء شریعت میں دست اندازی شروع کردیں، یہ بھی مقدر ہوگیا کہ شریعت کی ترتیب وتہذیب ایسے ائمہ کے ہاتھوں ہوجائے جنھوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے دور میں پرورش پائی ہو۔ انصاف کیجیے اگر قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کی یہ احتیاط اسی طرح آئندہ بھی چلی جاتی، تو کیا شرعی مسائل اسی ضبط وصحت کے ساتھ جمع ہوجاتے، جیسا کہ اب جمع ہوئے۔ درحقیقت یہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی انجام بینی اور امت کی بروقت دستگیری تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے سامنے شریعت کو ایک مرتب آئین بنا کر رکھ دیا۔ اسی لیے عبداللہ بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ”امت پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حق ہے کہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے نمازوں کے بعد دعائیں کیا کریں“۔ یہ خدمت اپنی جگہ خواہ کتنی ہی ضروری اور بروقت سہی مگر واقعہ یہ ہے کہ محدثین کے مذاق کے خلاف جس دور میں آثار ومرفوعات کو علاحدہ علاحدہ ضبط کرنا بھی عام دستور نہ ہو۔ اس دور میں صرف ابواب فقہیہ کی اونچی اونچی تعمیریں کھڑا کردینا کب قابلِ برداشت ہوسکتا تھا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب

مسائلِ منصوصہ سے آپ ذرا قدم ادھر اُدھر ہٹائیں گے، تو آپ کو اجتہاد سے کام لینا ہوگا۔ ایسے دور میں جہاں خاموشی کے ساتھ عمل کرنے کے علاوہ ایک قدم ادھر ادھر اٹھانا بھی قابلِ اعتراض نظر آتا ہو، احادیث وآیات کے اشارات، دلالات اور اقتضاء سے ہزاروں مسائل اخذ کرکے ان کو احادیث سے ایک علیحدہ شکل دیدینا کب گوارا کیا جاسکتا تھا؟ آخر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دور گذر گیا، تو بعد کے علماء کے سامنے صرف پہلے علماء کی ان ناگواریوں کی نقل باقی رہ گئی۔ پھر استادی وشاگردی کے تعلقات نے حقائق کو ایسا پوشیدہ کردیا جس نے جہمی کو کافر کہا تھا اسے خود جہمی اور کافر کہا گیا۔ جس نے کتاب وسنت کے مقابلہ میں اپنی رائے ترک کرنے کی وصیت کی تھی اسی پر کتاب وسنت کی مخالفت کرنے کی تہمت رکھی گئی۔ ہاں اگر خوش قسمتی سے ماحول کے تاثرات سے نکل کر کسی اللہ کے بندہ نے تحقیق کی نظر ڈالی۔ تو بہت جلد اس کی آنکھوں سے یہ حجاب اُٹھ گیا اور اس نے اپنے خیال سے رجوع کرلیا، ورنہ تاریخ اُن ہی افواہوں پر چلتی رہی جو استادی وشاگردی کے منسلک ہونے سے علماء کے حلقوں میں گشت لگا رہی تھیں۔

واقعہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کی زندگی میں اس کے متعلق مختلف خیالات قائم ہوسکتے ہیں اور فیصلہ کی راہ آسانی سے نہیں نکل سکتی۔ بہت سی زبانیں اس کی موافقت اور بہت سی اس کی مخالفت میں بولی ہیں، تو اس کی وفات کے بعد جبکہ اس کی شخصیت بھی سامنے نہیں رہتی، فیصلہ کرنا کتنا مشکل ہوگا۔ اسماء الرجال کے فن میں تاریخ کی اس تاریکی کو دور کرنے کی سعی کی گئی ہے اور ایک معتدل مزاج انسان کے لیے کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنا مشکل بھی نہیں رہا۔ لیکن تاریخ کی جو نقول اوراق میں درج ہو چکی ہیں، اُس سے ہر خیال کا انسان اگر مزاجی اعتدال نہیں رکھتا، تو اپنے خیال کے موافق فائدہ اٹھانا اپنا فرض سمجھتا ہے، اور اس لیے اسماء الرجال کی پیدا کردہ روشنی تاریخ کی پھیلائی ہوئی تاریکی کے دور کرنے میں بسا اوقات ناکام ہوکر رہ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کرنے والوں کی صف پر نظر ڈالیں گے، تو ان میں

زیادہ تر آپ کو وہی افراد نظر آئیں گے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عہدِ حیات کے بعد پیدا ہوئے ہیں، یا نرے محدث ہیں، فقاہت سے زیادہ بہرہ ور نہیں۔ صرف سنی ہوئی خبریں اُن تک پہنچتی ہے، لیکن ان میں اکثر شاگرد بسلسلہ فقہ تھے۔ کاش آپ رحمۃ اللہ علیہ کا درسِ حدیث کا حلقہ بھی اسی پیمانہ پر قائم ہوجاتا، تو شاید امام رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ کا نقشہ آج آپ کو کچھ دوسرا نظر آتا۔ چنانچہ جس حنفی نے بھی اس شغل کو قائم رکھا ہے، اس کے ساتھ تاریخ زیادہ بے دردی کا سلوک نہیں کرسکی۔

ذیل کے ایک ہی واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ افواہ کیا ہوتی ہے اور جب حقیقت سامنے آجاتی ہے۔ تو پھر اس کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔ عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں شام میں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: "اے خراسانی! کوفہ میں یہ کون بدعتی شخص پیدا ہوا ہے جس کی کنیت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہے؟"۔ یہ سُن کر میں گھر واپس آیا اور تین دن لگ کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عمدہ عمدہ مسائل انتخاب کیے۔ تیسرے دن اپنے ہاتھ میں کتاب لے کر آیا۔ یہ اپنی مسجد کے امام ومؤذن تھے۔ انھوں نے دریافت کیا: "یہ کیا کتاب ہے؟"۔ میں نے اُن کے حوالہ کردی۔ اس میں وہ مسئلے بھی ان کی نظر سے گذرے جن کے شروع میں میں نے یہ لکھ دیا تھا: "اور نعمان رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق یہ فرماتے ہیں"۔ اذان دے کر جب کھڑے کھڑے وہ کتاب کا ابتدائی حصہ دیکھ چکے، تو کتاب اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لی اور اقامت کہہ کر نماز پڑھی۔ پھر نکالی اور پڑھنا شروع کی یہاں تک کہ ختم کردی۔ پھر مجھ سے پوچھا: "اے خراسانی! یہ نعمان رحمۃ اللہ علیہ کون شخص ہیں؟"۔ میں نے عرض کیا: "ایک شیخ ہیں، اُن سے عراق میں میری ملاقات ہوئی تھی"۔ فرمایا: "یہ تو بڑے پایہ کے شیخ ہیں، جاؤ ان سے اور علم سیکھو"۔ اب میں نے کہا: "جی یہ تو وہی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے پاس جانے سے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے منع کیا تھا"۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق انھوں نے سُن کیا رکھا تھا اور جب حقیقت سامنے آئی تو بات کیا نکلی۔ اس لیے خارجی شہادت اور واقعات سے

آنکھیں بند کر کے صرف کالے کالے حروف سے تاریخ مرتب کرنا کوئی صحیح عمل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ انسان میں حسد، تنافس کا بھی ایک کمزور پہلو موجود ہے۔ اس کی بدولت بہت سے تاریخی حقائق پوشیدہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ سوءِ اتفاق سے یہاں یہ سب باتیں جمع ہو گئی ہیں۔

عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حسن بن عمارہ رحمہ اللہ کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے دیکھا۔ وہ امام صاحب رحمہ اللہ کی توصیف کرتے ہوئے یہ بھی کہہ رہے تھے: "لوگ آپ رحمہ اللہ کے متعلق صرف از راہِ حسد چہ میگوئیاں کرتے ہیں"۔ حافظ ابن ابی داود رحمہ اللہ کہتے ہیں: "ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق چہ میگوئیاں کرنے والے دو ہی قسم کے لوگ ہیں: یا حاسد یا ان کی شان سے ناواقف۔ میرے نزدیک ان دونوں میں ناواقف شخص پھر غنیمت ہے"۔ وکیع رحمہ اللہ کہتے ہیں: "میں امام صاحب رحمہ اللہ کے پاس آیا دیکھا، تو سر جھکائے کچھ فکرمند سے بیٹھے ہیں۔ مجھ سے پوچھا: "کدھر سے آ رہے ہو؟"۔ میں نے کہا: "قاضی شریک رحمہ اللہ کے پاس سے"۔ آپ رحمہ اللہ نے سر اٹھا کر یہ اشعار پڑھے:

إن يحسدوني فإني غير لائمهم
قبلي من الناس أهل الفضل قد حسدوا
فدام لي ولهم ما بي وما بهم
ومات أكثرهم غيظاً بما يجد

ترجمہ: اگر لوگ مجھ پر حسد کرتے ہیں تو کریں میں تو انھیں کچھ ملامت نہیں کروں گا، کیونکہ اہلِ فضل پر مجھ سے پہلے بھی لوگ حسد کرتے آئے ہیں۔ میرا اور اُن کا ہمیشہ یہی شیوہ رہے گا۔ اور ہم میں اکثر لوگ حسد کر کر کے مر گئے ہیں۔

وکیع رحمہ اللہ کہتے ہیں: "شاید امام صاحب رحمہ اللہ کو ان کی طرف سے کوئی بات پہنچی ہوگی، اس لیے انھوں نے یہ اشعار پڑھے۔

☆ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ الْقَاسِمِ، ثنا يَحْيَى بْنُ الرَّبِيعِ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ حَمَّادٍ

الْمِصِّيصِيُّ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ وَاقِدٍ، ثنا الْمُطَّلِبُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ الْحَسَنِ إِمَامُنَا قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا حَنِيفَةَ فِي النَّوْمِ. فَقُلْتُ: "مَا فَعَلَ اللهُ بِكَ، يَا أَبَا حَنِيفَةَ!؟"۔ قَالَ: "غَفَرَ لِي"۔ فَقُلْتُ لَهُ: "بِالْعِلْمِ؟"۔ قَالَ: "مَا أَضَرَّ الْفُتْيَا عَلَى أَهْلِهَا"۔ فَقُلْتُ: "فَبِمَ؟"۔ قَالَ: "بِقَوْلِ النَّاسِ فِيَّ مَا لَمْ يَعْلَمِ اللهُ مِنِّي"۔

(جامع بيان العلم وفضله (ابن عبدالبر) ج2 ص1127 رقم 2219)

ترجمہ: جعفر بن الحسن رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا، تو اُن سے دریافت کیا: "اللہ تعالیٰ نے آپ رحمہ اللہ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟"۔ فرمایا: "بخش دیا"۔ میں نے کہا: "علم و فضل کے طفیل میں"۔ کہا: "بھئی، فتوی تو مفتی کے لیے بڑی ذمہ داری کی چیز ہے"۔ میں نے کہا: "پھر"۔ فرمایا: "لوگوں کی اُن ناحق نکتہ چینیوں کے طفیل میں جو لوگ مجھ پر کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ وہ مجھ میں نہ تھیں"۔

☆ ابوعمر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو عُمَرَ: "وَأَفْرَطَ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ فِي ذَمِّ أَبِي حَنِيفَةَ رحمه الله وَتَجَاوَزُوا الْحَدَّ فِي ذٰلِكَ. وَالسَّبَبُ الْمُوجِبُ لِذٰلِكَ عِنْدَهُمْ إِدْخَالُهُ الرَّأْيَ وَالْقِيَاسَ عَلَى الْآثَارِ وَاعْتِبَارُهُمَا، وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ يَقُولُونَ: إِذَا صَحَّ الْأَثَرُ مِنْ جِهَةِ الْإِسْنَادِ بَطَلَ الْقِيَاسُ وَالنَّظَرُ، وَكَانَ رَدُّهُ لِمَا رَدَّ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِتَأْوِيلٍ مُحْتَمَلٍ، وَكَثِيرٌ مِنْهُ قَدْ تَقَدَّمَهُ إِلَيْهِ غَيْرُهُ وَتَابَعَهُ عَلَيْهِ مِثْلُهُ مِمَّنْ قَالَ بِالرَّأْيِ، وَجُلُّ مَا يُوجَدُ لَهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا كَانَ مِنْهُ اتِّبَاعًا لِأَهْلِ بَلَدِهِ كَإِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ وَأَصْحَابِ ابْنِ مَسْعُودٍ إِلَّا أَنَّهُ أَغْرَقَ وَأَفْرَطَ فِي تَنْزِيلِ النَّوَازِلِ هُوَ وَأَصْحَابُهُ وَالْجَوَابِ فِيهَا بِرَأْيِهِمْ وَاسْتِحْسَانِهِمْ، فَيَأْتِي مِنْهُمْ مِنْ ذٰلِكَ خِلَافٌ كَثِيرٌ لِلسَّلَفِ وَشُنَعٌ هِيَ عِنْدَ مُخَالِفِيهِمْ بِدَعٌ وَمَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَّا وَلَهُ تَأْوِيلٌ فِي آيَةٍ أَوْ مَذْهَبٌ فِي سُنَّةٍ رَدَّ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ الْمَذْهَبِ بِسُنَّةٍ أُخْرَى بِتَأْوِيلٍ سَائِغٍ

أَوِ ادِّعَاءِ نَسْخٍ، إِلَّا أَنَّ لِأَبِي حَنِيفَةَ مِنْ ذٰلِكَ كَثِيرًا وَهُوَ يُوجَدُ لِغَيْرِهِ قَلِيلًا"۔ (جامع بیان العلم وفضلہ (ابن عبد البر) ج2ص1080 تحت رقم2104)

ترجمہ: اصحاب حدیث نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بڑی زیادتی کی ہے، اور حد سے بہت تجاوز کیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر جو زیادہ سے زیادہ نکتہ چینی کی گئی ہے، وہ صرف ان دو باتوں پر: ایک آثار کے مقابلہ میں رائے اور قیاس کا اعتبار کرنا، دوسری ارجاء کی نسبت، حالانکہ جس جگہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی اثر کو ترک کیا ہے کسی نہ کسی موزوں تاویل سے کیا ہے۔ اس کی نوبت بھی ان کو اس لیے آتی ہے کہ انھوں نے مسائل میں بیشتر اپنے اہلِ بلد کا اعتبار کیا ہے جیسے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ۔ اس سلسلہ میں مسائل کی صورتیں فرض کرنے، پھر اپنی رائے سے ان کے جوابات دینے، اس پر اس کو مستحسن سمجھنے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ نے بھی افراط سے کام لیا ہے۔ ان وجوہ سے سلف میں اُن سے مخالفت پیدا ہوگئی، ورنہ میرے نزدیک اہلِ علم میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جسے کسی حدیث کے اختیار کرنے کے بعد کسی نہ کسی حدیث کا ترک یا تاویل یا دعویٰ نسخ کرنا لازم نہ آیا ہو۔ فرق صرف یہ ہے کہ دوسروں کو ایسا موقع کم پیش آیا ہے، اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو زیادہ۔

☆ اس پر ان کے ساتھ حسد اور بہتان کی مصیبت مزید براں ہے۔

☆ لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ستر مسئلے مجھے ایسے معلوم ہیں جو سنت کے خلاف ہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اپنی رائے سے نکالے ہیں۔ اس بارے میں اُن سے خط وکتابت بھی کر چکا ہوں"۔

(جامع بیان العلم ج2ص1080 رقم2105)

ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: علمائے امت میں یہ حق تو کسی کو حاصل نہیں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث صحت کو پہنچ جائے، تو وہ اس کی سند میں طعن یا اسی درجہ کی حدیث سے دعویٰ نسخ یا اس کے مقابلہ میں امت کا اجماع پیش کیے بغیر اس کو ترک کر دے، اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے، تو اس کی عدالت ہی ساقط ہوجاتی ہے چہ

جائیکہ اس کو دین کا امام مانا جائے۔

(جامع بیان العلم ج2ص1080،1081 تحت رقم2105)

اس کے بعد لکھتے ہیں: "امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والوں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ثقہ کہنے والوں کی تعداد اُن سے زیادہ ہے جنھوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر نکتہ چینی کی ہو۔ پھر جنھوں نے نکتہ چینی کی بھی ہے، تو وہ صرف اُن ہی دو باتوں پر کی ہے جو ابھی مذکور ہوئیں۔ (جامع بیان العلم ج2ص1080،1081 تحت رقم2105)

☆ پھر تحریر فرماتے ہیں: ہمارے زمانہ میں یہ مشہور تھا کہ بزرگی وبرتری کا یہ بھی ایک معیار ہے کہ اس کے متعلق لوگ افراط وتفریط کی دو(2) راہوں پر نکل جائیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ یہاں بھی ایک جماعت افراط اور دوسری تفریط میں مبتلا نظر آتی ہے۔

قَالَ أَبُو عُمَرَ رحمه الله: "الَّذِينَ رَوَوْا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَوَثَّقُوهُ وَأَثْنَوْا عَلَيْهِ أَكْثَرُ مِنَ الَّذِينَ تَكَلَّمُوا فِيهِ. وَالَّذِينَ تَكَلَّمُوا فِيهِ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ، أَكْثَرُ مَا عَابُوا عَلَيْهِ الْإِغْرَاقَ فِي الرَّأْيِ وَالْقِيَاسِ وَالْإِرْجَاءَ. وَكَانَ يُقَالُ: يُسْتَدَلُّ عَلَى نَبَاهَةِ الرَّجُلِ مِنَ الْمَاضِينَ بِتَبَايُنِ النَّاسِ فِيهِ قَالُوا: "أَلَا تَرَى إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عليه السلام، أَنَّهُ قَدْ هَلَكَ فِيهِ فَتَيَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ وَمُبْغِضٌ مُفَرِّطٌ۔

وَقَدْ جَاءَ فِي الْحَدِيثِ أَنَّهُ يَهْلِكُ فِيهِ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُطْرٍ وَمُبْغِضٌ مُفْتَرٍ، وَهٰذِهِ صِفَةُ أَهْلِ النَّبَاهَةِ وَمَنْ بَلَغَ فِي الدِّينِ وَالْفَضْلِ الْغَايَةَ. وَاللهُ أَعْلَمُ۔ (جامع بیان العلم: ج2ص1082 تحت رقم2114،2115)

آخر میں حافظ ابو عمر بطور قاعدہ تحریر فرماتے ہیں (اس قاعدہ کی پوری تفصیل کے لیے طبقات الشافعیہ میں احمد بن صالح مصری اور حاکم کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے انھوں نے اس کے ہر گوشہ پر تفصیلی بحث کر دی ہے اور اس مجمل ضابطہ میں جن جن قید وشرط کی ضرورت تھی سب ذکر کر دی ہیں): جس شخص کی عدالت صحت کے درجہ کو پہنچ چکی ہو، علم کے ساتھ اس کا مشغلہ ثابت ہو چکا ہو، کبائر سے وہ احتراز کرتا ہو، مروت

اور ہمدردی اس کا شعار ہو، اس کی بھلائیاں زیادہ ہوں اور برائیاں کم ہوں تو ایسے شخص کے بارے میں بے سروپا الزامات ہرگز قابلِ قبول نہیں ہوں گے۔

(جامع بیان العلم ج2 ص1093 ت رقم 2128)

سچ تو یہ ہے کہ مخلوق نے جب اپنی زبان خالق سے بند نہیں کی تو اب ہمہ وشما سے اس کی توقع فضول ہے۔

وَقَدْ رُوِيَ أَنَّ مُوسٰى عليه السلام قَالَ: "يَا رَبِّ! اقْطَعْ عَنِّي أَلْسُنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَأَوْحَى اللهُ تَعَالَى إِلَيْهِ: "يَا مُوسٰى! لَمْ أَقْطَعْهَا عَنْ نَفْسِي فَكَيْفَ أَقْطَعُهَا عَنْكَ؟"۔

قَالَ أَبُو عُمَرَ: "وَاللهِ! لَقَدْ تَجَاوَزَ النَّاسُ الْحَدَّ فِي الْغِيبَةِ وَالذَّمِّ فَلَمْ يَقْنَعُوا بِذَمِّ الْعَامَّةِ دُونَ الْخَاصَّةِ وَلَا بِذَمِّ الْجُهَّالِ دُونَ الْعُلَمَاءِ، وَهٰذَا كُلُّهُ يَحْمِلُ عَلَيْهِ الْجَهْلُ وَالْحَسَدُ۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج2 ص1113 رقم 2190)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار دعا کی: "اے پروردگار! بنی اسرائیل کی زبان سے میرا پیچھا چھڑا دے"۔ وحی آئی: جب میں نے مخلوق کی زبان سے اپنے نفس کو بند نہیں کیا، تو تم سے کیسے بند کردوں"۔

علامہ ابوعمر یوسف بن عبد مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں: "اللہ کی قسم! لوگوں نے غیبت کرنے اور دوسروں کی مذمت بیان کرنے میں ساری حدوں کو پھلانگ دی ہیں۔ لوگوں نے عام وخاص اور جاہل اور علماء کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہیں کی ہے۔ اس کا سبب جہالت اور حسد ہی ہے۔

6 حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف یہ سب کچھ کیوں منسوب کیا گیا؟

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم ہیں، اللہ تعالیٰ نے فقہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ پر عظیم الشان کامیابی کو کھولا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کو قبولیت عطا فرمائی، تو لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ

کی پیروی کی۔ پس ائمۂ اربعہ میں سے زیادہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار ہیں۔ پس مؤمنوں میں سے دوتہائی لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اہلِ السنت والجماعت کے عقائد بیان کرنے میں یدِطولیٰ حاصل ہے، اور مجسمہ ومشبہہ فرقوں کے رد پر بھی مکمل گرفت حاصل ہے، اور مذہبِ حنفی باقی مذاہب میں فروع کے اعتبار سے وسعت والا ہے اور باقی مذاہب سے زیادہ حکم والا ہے اور مذہبِ حنفی عمل، تخریج، استنباط اور مضبوط بنیاد کے اعتبار سے زیادہ قریب ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے زمانے کے غیرمقلدین مذہبِ حنفی میں سے کسی چیز سے راضی نہیں ہیں۔ تو انہوں نے عظیم اسلامی شرعی سرمایہ کے خلاف تخریب کاری کرنے اور مؤمنوں میں سے بہت بڑی تعداد کو تکلیف دینے کے لیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور مذہبِ حنفی کے ساتھ دشمنی کرنی شروع کردی۔ اس لیے کہ علمائے اُمت کی غیرت ومذمت کرنا اور مخالفین کو سبّ وشتم کرنا ہمارے زمانے کے غیرمقلدین کی صفات میں سے ہے، اور ان سب وجوہات کی وجہ سے انھوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف یہ مہم چلائی اللہ تعالیٰ کے نُور کو بجھانے کے لیے، جب کہ اللہ تعالیٰ انکار فرماتا ہے مگر یہ کہ وہ اپنا نور مکمل فرمائے گا، اور گناہ سے بچنے کی توفیق اور نیکی کرنے کی طاقت بلند عظمت والے رب کی طرف سے ہے۔

7 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف مہم چلانے کے اسباب

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان کے خلاف بُرا کلام کرنے اور اس پر بعض لوگوں کی مہم کا خلاصہ یہ ہے:

1 جہالت

وہ لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے درمیان مسافت کی دوری اور ملاقات کے اسباب نہ ہونے، یا پھر درمیان میں پاکیزہ امانت دار واسطہ نہ ہونے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حال کی حقیقت کو سمجھنے سے جاہل ہیں۔ امامِ شام حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا امامِ عراق

حضرت امام ابوحنیفہ ؒ پر کچھ اعتراضات کرنا کُتُبِ سِیَر میں مشہور ہے، یہاں تک کہ ابن مبارک ؒ نے امام اوزاعی ؒ کو امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے بعض مسائل کے بارے میں مطلع فرمایا۔ پس جب امام اوزاعی ؒ نے یہ جان لیا کہ آپ ؒ کے مسائل یہ ہیں۔ تو جو آپ ؒ کی طرف سے اعتراضات تھے، اس سے رجوع فرما لیا۔ ابن مبارک ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ کی مجلس کی طرف رغبت دلائی۔ پھر جب ملاقات ہوئی، تو امام اوازعی ؒ کی حیرت بڑھ گئی، اور آپ ؒ نے امام صاحب ؒ سے استفادہ کیا۔

2 معاصرت

امام ابوحنیفہ ؒ کے بعض معاصرین بھی ان اسباب کے موجب ہیں۔ آپ ؒ کے معاصرین کے بعض شاگردوں نے اپنے اساتذہ کا کلام بغیر کسی تحقیق و تفتیش کے نقل کیا۔ یہ بات بھی معلوم ہے کہ معاصرت ہم پلہ لوگوں میں بُرے کلام کی طرف لے جاتی ہے، مگر جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ علامہ ذہبی ؒ اپنی کتاب "میزان الاعتدال" میں ابونعیم ؒ کے تذکرہ میں کہتے ہیں:

وکلام ابن مندۃ فی أبی نعیم فظیع، لا أحب حکایته، ولا أقبل قول کل منهما فی الآخر، بل هما عندی مقبولان.....

قلت: کلام الأقران بعضهم فی بعض لا یعبأ به، لا سیما إذا لاح لك أنه لعداوۃ أو لمذهب أو لحسد، ما ینجو منه إلا من عصم الله، وما علمت أن عصرا من الأعصار سلم أهله من ذلك، سوی الأنبیاء والصدیقین، ولو شئت لسردت من ذلك کراریس. اللّٰهم! فلا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا إنك رؤف رحیم.

(میزان الاعتدال (شمس الدین الذهبی) ج1 ص111 رقم438)

ترجمہ ابونعیم ؒ کے بارے میں ابن مندہ ؒ کا کلام بہت قبیح ہے۔ میں اس کی حکایت

پسند نہیں کرتا، اور نہ ہی ان دونوں میں سے ہر ایک کا قول دوسرے کے خلاف قبول کرتا ہوں بلکہ وہ دونوں میرے نزدیک مقبول ہیں۔۔۔۔

ہمعصر و ہم پلہ لوگوں کا کلام ایک دوسرے کے بارے میں کسی کو عیب دار نہیں بناتا خصوصاً جب تجھ پر یہ چیز واضح ہو جائے کہ وہ (سخت کلام) کسی عداوت یا مذہب یا حسد کی وجہ سے ہے۔ اس سے کوئی نجات نہیں پاتا مگر جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ میں جانتا ہوں کہ کسی بھی زمانے میں سوائے انبیائے کرام علیہم السلام اور صدیقین کے کوئی محفوظ نہیں رہا۔ اگر میں چاہوں تو اس مسئلہ پر شواہد و دلائل کے ساتھ کافی حصے لکھ دوں۔

3 حسد

حسد وہ بیماری ہے جو دین کو تباہ کر دیتی ہے اور یقینی گواہی کو زبان کے ذریعے حسد ہٹا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حسن بن عمارہ ؒ پر رحم فرمائے جو عابد و زاہد تھے۔

امام عبداللہ بن مبارک ؒ فرماتے ہیں: میں نے قاضی حسن بن عمارہ ؒ کو اس حال میں دیکھا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ ؒ کے گھوڑے کی لگام پکڑی تھی اور کہہ رہے تھے: ''اللہ کی قسم! میں نے فقہ میں ان سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا اور نہ صابر اور حاضر جواب۔ یہ اپنے وقت کے سید الفقہاء ہیں۔ آپ ؒ کی موجودگی میں آپ ؒ پر کلام کیا گیا، اور آپ ؒ نے جواب نہیں دیا۔ ان کی شان میں سوائے حاسدوں کے کوئی بکواس نہیں کرتا''۔

(مناقب الامام ابی حنیفہ للموفق مکی، ج2 ص90؛ امام ابوحنیفہ کی محدثانہ جلالت شان ص:۲۲۰)

یحییٰ بن معین ؒ کے سامنے اگر کوئی شخص امام صاحب ؒ کے خلاف کوئی نازیبا بات کہتا تو وہ یہ اشعار پڑھتے:

حَسَدُوا الفَتٰی إِذْ لَمْ یَنَالُوا سَعْیَهٗ
فَالنَاسُ أَعْدَاءٌ لَهٗ وَ خُصُومٗ
کَضَرَائِرِ الحَسْنَاءِ قُلْنَ لِوَجْهِهَا

حسدًا و بغيًا أنّها لدميم

(مناقب الإمام الأعظم [أبي حنيفة النعمان] ج 2 ص 498- المؤلف: علی بن سلطان محمد القاری۔ مطبوع بذيل: "الجواهر المضية فی طبقات الحنفية". الناشر: مطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية - حيدر آباد الدكن - الهند. الطبعة: الأولى، 1332ھ؛ أخبار أبي حنيفة وأصحابه (الصيمری) ص 65؛ موفق: ''مناقب ابی حنیفہ'' ۱۵/۲)

ترجمہ: لوگوں نے اس نوجوان سے حسد کیا جب اس کے رتبہ کو نہ پہنچ سکے، سو قوم ان کی مخالف اور دشمن بنی ہوئی ہے، جس طرح خوبرو عورت کی سوکنیں حسد اور زیادتی کرتے ہوئے اس کے خاوند سے یہ کہتی ہیں کہ وہ تو بدصورت ہے۔

4 رائے میں اختلاف کرنا

یہ بہت زیادہ ہے اور اس کے آثار میں سے ہم مردود تہمتیں اور مفروضہ احکام پاتے ہیں۔ جب ہم نے ان کی حقیقتوں کی طرف غور کیا، تو ہم نے ان کو بے بنیاد خیالات دیکھا جو خواہشات کے قواعد پر مبنی ہیں، اور وہ خیالات جو کم عقل لوگوں کے اصول پر قائم کیے گئے ہیں۔ مثلاً: نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا دھوکہ دیتے ہوئے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قدر و منزلت گرائے، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ سے گرانے کی ناکام کوشش کرے، تو اپنے خیالات کو بُن کر قصے گھڑ لیے، تو اس کی مثال اس میں اس کی طرح ہے جو اس شعر میں بیان کی گئی ہے:

كَناطِحٍ صَخرَةً يَوماً لِيُوهِنَها
فَلَمْ يَضِرْها وَأَوْهَى قَرْنَهُ الوَعِلُ

(جامع بيان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج2 ص تحت 1115 رقم 2184)

ترجمہ: پہاڑی بکرے نے چٹان توڑنے کے لئے ٹکر ماری، مگر چٹان کا کچھ نہ بگڑا۔ خود بکرے نے اپنا سینگ توڑ لیا۔

5 انحراف کرنا

بعض قائلین کا راہِ اعتدال سے انحراف کرنا، مثلاً: بغیر سوچے سمجھے اور بغیر غور و فکر کے نصوص کے ظاہر کو لینے والے یا پھر عقیدہ میں انحراف کرنے والے، جیسے معتزلہ اور غالی خوارج، روافض اور ان جیسے دیگر فِرَقِ باطلہ۔

علامہ شیخ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "قَاعِدَة فِي الْجَرْح وَالتَّعْدِيل" میں فرماتے ہیں، جس کو محقق ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الکبریٰ سے الگ شائع کیا ہے۔

وَمِمَّا يَنْبَغِي أَن يتفقد عِنْد الْجرْح حَال العقائد واختلافها بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْجَارِح والمجروح. فَرُبمَا خَالف الْجَارِح الْمَجْرُوح فِي العقيدة فجرحه لذَلِك.....

قلت: وَمن أَمْثِلَة مَا قدمنَا قَول بَعضهم فِي البُخَارِيّ تَركه أَبُو زرْعَة وَأَبُو حَاتِم من أجل مَسْأَلَة اللَّفْظ فيالله وَالْمُسْلِمين أيجوز لأحد أَن يَقُول البُخَارِيّ مَتْرُوك وَهُوَ حَامِل لِوَاء الصِّنَاعَة ومقدم أهل السّنة وَالْجَمَاعَة. ثمَّ يالله وَالْمُسْلِمين أتجعل ممادحه مذام فَإِن الْحق فِي مَسْأَلَة اللَّفْظ مَعَه إِذْ لَا يستريب عَاقل من المخلوقين فِي أَن تلفظه من أَفعاله الْحَادِثَة الَّتِي هِيَ مخلوقة لله تَعَالَى. وَإِنَّمَا أنكرها الإِمَام أَحْمد رَضِي الله عَنهُ لبشاعة لَفظهَا.

وَمن ذَلِك قَول بعض المجسمة فِي أبي حَاتِم ابْن حبَان لم يكن لَهُ كَبِير دين نَحن أخرجناه من سجستان لِأَنَّهُ أنكر الْحَد لله. فياليت شعري من أَحَق بِالْإِخْرَاجِ من يَجْعَل ربه محدودا أَو من ينزهه عَن الجسمية.......

وَقد تزايد الْحَال بالخطابية وهم المجسمة فِي زَمَاننَا هَذَا فصاروا يرَوْنَ الْكَذِب على مخالفيهم فِي العقيدة لَا سِيمَا الْقَائِم عَلَيْهِم بِكُل مَا يسوءه فِي نَفسه وَمَاله.

وَبَلغنِي أَن كَبِيرهمْ استفتى فِي شَافِعِيّ أيشهد عَلَيْهِ بِالْكَذِبِ. فَقَالَ: "أَلَسْت تعتقد أَن دَمه حَلَال؟". قَالَ: "نعم". قَالَ: فَمَا دون ذٰلِك دون دَمه فاشهد وادفع فَسَاده عَن الْمُسلمين

فَهٰذِهِ عقيدتهم ويرون أَنهم الْمُسلمُونَ وَأَنَّهُمْ أهل السّنة وَلَو عدوا عددا لما بلغ علماؤهم وَلَا عَالم فيهم عَلَى الْحَقِيقَة مبلغا يعْتَبر ويكفرون غَالب عُلَمَاء الْأمة. ثمَّ يعتزون إِلَى الإِمَام أَحْمد بن حَنْبَل رضي الله عنه وَهُوَ مِنْهُم بريء وَلكنه كَمَا قَالَ بعض العارفين. ورأيته بِخَط الشَّيْخ تقي الدّين ابْن الصّلاح إمامان ابتلاهما الله بأصحابهما وهما بريان مِنْهُم أَحْمد ابْن حَنْبَل ابْتُلِيَ بالمُجَسِّمَة وجعفر الصَّادِق ابْتُلِيَ بالرافضة.

(طبقات الشافعية الكبرى، ج 2 ص 12- 17 ملخصاً. المؤلف: تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين السبكي (ت 771هـ). الناشر: هجر للطباعة والنشر والتوزيع. الطبعة: الثانية، 1413هـ. عدد الأجزاء: 10)

ترجمہ: یہ مناسب بات ہے کہ جرح کے وقت عقائد کی حالت اور ان کا اختلاف جارح اور مجروح کی طرف نسبت کے اعتبار سے مفقود ہوجاتا ہے۔ پس بعض اوقات (یا اکثر) جارح مجروح کے مخالف ہوتا ہے۔ تو وہ اسی وجہ سے جرح کرتا ہے۔

اس کی مثالوں میں سے یہ ہیں: بعض کا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ایک لفظ کے مسئلہ کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے متروک کہا۔ پس اللہ تعالیٰ کی شان اور مسلمانوں کی حیرت! کیا کسی کے لیے جائز ہے کہ وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو متروک کہے، حالانکہ وہ اسی فن کے جھنڈے کو اُٹھانے والے ہیں، اور اہل السنت والجماعت میں سب سے مقدم ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کی شان اور مسلمانوں کا مقامِ حیرت! کیا تُو ان کی مدحتوں کو مذمت بتائے گا کیونکہ لفظ کے مسئلہ میں حق ان کے ساتھ ہے۔ اس لیے کہ مخلوقات میں سے کوئی

عاقل بھی شک نہیں کرتا اس مسئلہ میں کہ اس کا تلفظ اس کے حادث افعال میں سے ہے جو اللہ کی مخلوق ہیں۔ بے شک اس کے فساد کی وجہ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا انکار کردیا۔

اسی سے بعض مجسمہ کا قول ہے جس سے وہ ابواسماعیل عبداللہ بن محمد الھروی کو ابوحاتم ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ مراد لیتے ہیں کہ وہ کچھ زیادہ دین دار نہ تھا۔ ہم نے اس کو سجستان سے نکال دیا۔ اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حد کا انکار کیا۔ کاش! میں جان لیتا کہ وہاں سے نکال دیئے جانے کا کون زیادہ حق دار تھا۔ جو اپنے رب العزت کو محدود بناتا تھا ہے، یا اس کو جو اللہ تعالیٰ کو جسم و مکان سے منزہ کہتا ہے۔

تحقیق خطابیہ یعنی مجسمہ کا حال ہمارے زمانے میں بہت بڑھ گیا۔ پس مجسمہ عقیدے میں اپنی مخالفت کرنے والے کو جھوٹا کہتے ہیں، خصوصاً اپنی جان و مال میں ہر تکلیف کے ساتھ جو ان پر قائم ہے۔ مجھے یہ خبر پہنچی کہ اہلِ مجسمہ کے بڑے مفتی سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا: "کیا ان کے جھوٹا ہونے کی گواہی دی جائے گی؟"۔ تو اس نے جواب دیا: "کیا تم عقیدہ نہیں رکھتے کہ ان کا یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا خون حلال ہے"۔ پوچھنے والے نے کہا: "ہاں (ہمارا عقیدہ ہے)"۔ پوچھا: "یہ گواہی دینا تو مباح الدم ہونے سے بھی کم ہے۔ پس مسلمانوں سے اس فساد کو دور کرنے کے لیے گواہی دو"۔ یہ ہے ان (مجسمہ) کا عقیدہ۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ صرف "اہل السنۃ" ہیں۔ اگر ان کی تعداد شمار کی جائے، تو ان کے علماء اس حد کو نہیں پہنچیں گے جن پر اعتبار کیا جائے حالانکہ حقیقت میں ان میں کوئی عالم نہیں ہے۔ یہ اُمت کے اکثر علماء کی تکفیر کرتے ہیں۔ پھر وہ اس کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کرتے ہیں حالانکہ وہ اس سے بری الذمہ ہیں۔ لیکن اہلِ معرفت میں سے کسی نے کہا: میں نے شیخ تقی الدین بن صلاح رحمۃ اللہ علیہ کے خط سے لکھا ہوا دیکھا ہے: "اللہ تعالیٰ نے دو اماموں کو ان کے اصحاب سے آزمایا ہے حالانکہ وہ دونوں ان سے بری ہیں: ایک امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنھیں مجسمہ سے آزمایا گیا، اور دوسرے امام جعفر

صادق ؒ ہیں جنھیں روافض سے آزمایا گیا“۔

6 تعصب

ابوزرعہ ؒ اور خطیب بغدادی ؒ نے اپنی سند سے لکھا ہے:

حدثنا أبو زرعة قَالَ: فَأَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مُسْهِرٍ يَقُولُ: قَالَ سَلَمَةُ بْنُ عَمْرٍو الْقَاضِيُّ عَلَى الْمِنْبَرِ: «لَا رَحِمَ اللهُ أَبَا حَنِيفَةَ، فَإِنَّهُ أَوَّلُ مَنْ زعم أن القرآن مخلوق»۔

(تاريخ أبي زرعة الدمشقي (أبو زرعة الدمشقي) ص506؛تاريخ بغداد-ط العلمية (الخطيب البغدادي) ج13 ص375)

ترجمہ: سلمہ بن عمرو قاضی ؒ نے منبر پر کہا:”اللہ امام ابوحنیفہ ؒ پر رحم نہ فرمائے، کیونکہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے گمان کیا کہ قرآن مخلوق ہے“۔

علامہ محقق کوثری ؒ فرماتے ہیں: ابن عساکر ؒ کے الفاظ اس کی تاریخ میں اس طرح ہیں:

نا أبو زرعة، أخبرني محمد بن الوليد، قال سمعت أبا مسهر يقول قال سلمة بن عمرو القاضي على المنبر: «لا رحم الله أبا فلان! فإنه أول من زعم أن القرآن مخلوق»۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ج22 ص108؛مختصر تاریخ دمشق ج10 ص90؛تاریخ الإسلام-ت تدمري (شمس الدين الذهبي) ج11 ص143؛؛؛)

پس اس خبر میں ”ابوفلاں“ کو تبدیل کر کے ابوحنیفہ ؒ بنا دیا گیا ہے۔ انھوں نے کہاں سے جان لیا کہ ”ابوفلاں“ سے مراد امام ”ابوحنیفہ“ ؒ ہیں۔ باوجود اس کے کہ روایات مختلف ہیں۔ مثلاً: یہ کہ پہلا شخص جس نے یہ دعویٰ کیا، وہ جعد بن درہم ہے۔ ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کے ساتھ تبدیل کرنا اُن کے نزدیک آسان ہے۔ اس کے مخالف اہلِ علم سے جو چیز ہو، ان کی نظر میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

(قواعد فی علوم الحدیث ص305-307۔ مطبوعہ: دار السلام، قاہرہ)

(الموسوعة الميسرة في تراجم أئمة التفسير والإقراء والنحو واللغة «من القرن الأول إلى المعاصرين مع دراسة لعقائدهم وشيء من طرائفهم»۔ ج3 ص2789۔ جمع وإعداد: وليد بن أحمد الحسين الزبيري، إياد بن عبد اللطيف القيسي، مصطفى بن قحطان الحبيب، بشير بن جواد القيسي، عماد بن محمد البغدادي۔ الناشر: مجلة الحكمة، مانشستر-بريطانيا۔ الطبعة: الأولى، 1424ھ-2003م۔ الأجزاء: 3)

7 عقیدہ میں اختلاف

یہ بہت زیادہ ظاہر ہے۔ پس امام ابوحنیفہ ؒ اللہ تعالیٰ سے حدود کی نفی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے مکان و جہت کا قول نہیں کرتے، جب کہ مجسمہ اس کو ثابت کرتے ہیں۔ اس مقام پر دوسرے مسائل مثلاً: مرجیہ کا مسئلہ، ایمان کی زیادتی و کمی کا مسئلہ وغیرہ بھی ہیں۔

8 امام ابوحنیفہ ؒ اور معتبر، قابلِ اعتماد ناقدینِ فن

امام ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں عادلانہ رائے یہ ہے کہ وہ اہل السنت والجماعت کے اماموں میں سے ایک بہت بڑے امام، کتاب وسنت کے پابند اور دینِ اسلام کے ایک بہت بڑے خادم اور اس کی طرف سے دفاع کرنے والے عالم ہیں، نہ غلطیوں سے مبرا ہیں اور نہ ہی فسق وفجور اور کفر وبدعت کے داعی ہیں۔

(دیکھئے: معیارِ حق کا مقدمہ از شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی ؒ)

کتبِ تراجم وتاریخ وسیر کے عصرِ تدوین وتمحیص میں اہل سنت وجماعت کے معتبر اور قابلِ اعتماد علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ چھٹی وساتویں صدی ہجری اور اس کے بعد لکھی جانے والی معتبر تاریخی کتابوں کا جس شخص نے بھی مطالعہ کیا ہوگا، وہ اس حقیقت کا اعتراف کرے گا۔

میں یہاں چند حوالے نقل کرتا ہوں:

1 امام ذہبی ؒ اپنی کتاب ”تذکرۃ الحفاظ“ میں لکھتے ہیں:

وكان إماما، ورعا، عالما، عاملا، متعبدا، كبير الشأن، لا يقبل جوائز السلطان، بل يتجر ويتكسب۔

(تذكرة الحفاظ=طبقات الحفاظ للذهبي (شمس الدين الذهبي) ج1 ص127)

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک پرہیزگار، باعمل عالم، عبادت گزار اور بڑے عظیم شان والے امام ہیں۔ بادشاہوں کے انعامات قبول نہ کرتے بلکہ خود تجارت اور اپنی روزی کماتے۔

یہی امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "سیر اعلام النبلاء" کے تقریباً پندرہ صفحات پر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ خیر کیا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذم میں ایک حرف بھی نقل نہیں کیا بلکہ ذم کی طرف اشارہ تک نہیں کیا کہ امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ پر لوگوں نے کچھ کلام کیا ہے، پھر آخر میں لکھتے ہیں:

وقال الشافعي: "الناس في الفقه عيال على أبي حنيفة". قلت: "الإمامة في الفقه ودقائقه مسلمة إلى هذا الإمام، وهذا أمر لا شك فيه".

وليس يصح في الأذهان شيء
إذا احتاج النهار إلى دليل

وسيرته تحتمل أن تفرد في مجلدين رضي الله عنه، ورحمه.

توفي: شهيدا، مسقيا، في سنة خمسين ومائة، وله سبعون سنة.

(سير أعلام النبلاء-ط الرسالة (شمس الدين الذهبي) ج6 ص403)

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خوشہ چیں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ فقہ اور فقہ کے دقیق مسائل کا استنباط اس امام رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امرِ مسلم ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ (پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ عربی کا ایک شعر لکھتے ہیں جس کا ترجمہ ہے)

اگر دن کو وجود بھی دلیل پیش کرنے کا محتاج ہو، تو ایسے ذہن رکھنے والوں کے نزدیک کوئی چیز صحیح نہیں ہوسکتی۔

امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت ایسی ہے کہ اسے دو جلدوں میں مرتب کیا جائے۔ اللہ

تعالیٰ ان سے راضی ہو، اور ان پر رحم کرے۔ سن 150ھ میں زہر دے کر انہیں شہید کر دیا گیا، اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی۔

2 امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ایک اور امام جو تفسیر وحدیث اور تاریخ میں معروف خاص و عام ہیں۔ میری مراد حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ وہ اپنی مشہور کتاب البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں:

فَقِيهُ الْعِرَاقِ، وَأَحَدُ أَئِمَّةِ الْإِسْلَامِ، وَالسَّادَةِ الْأَعْلَامِ، وَأَحَدُ أَرْكَانِ الْعُلَمَاءِ، وَأَحَدُ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ أَصْحَابِ الْمَذَاهِبِ الْمُتَّبَعَةِ۔

(البداية والنهاية-ت التركي (ابن كثير) (ج13 ص416)

ترجمہ: عراق کے فقیہ، ائمۂ اسلام میں سے ایک، اسلام کے سرداروں اور جوئی کے لوگوں میں سے ایک، علماء میں سے ایک اہم بڑی شخصیت، چار متبوعہ مذاہب سے ایک کے امام۔

پھر تقریباً ایک صفحہ پر امام موصوف کی تعریف میں اہل علم کے اقوال نقل کئے ہیں۔

3 حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب التہذیب کے تقریباً چار صفحات پر امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ خیر کیا ہے اور ان کے ذم میں ایک لفظ بھی نقل نہیں کیا بلکہ آخر میں لکھتے ہیں:

"ومناقب الامام ابو حنيفه كثيرة جدا فرضى الله عنه و أسكنه الفردوس" ۔ آمین! (تہذیب التہذیب:10/102)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے راضی ہو اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔

واضح رہے کہ یہ تینوں بزرگ جن کا ذکر کیا گیا ان میں سے کوئی بھی حنفی نہیں ہے، اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان کے سامنے وہ تمام اقوال تفصیل کے ساتھ تھے جن سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص و توہین ثابت ہوتی ہے، لیکن ان بزرگوں کا ان اقوال کی طرف اشارہ تک نہ کرنا بلکہ ان تمام باتوں کو بالکل ہی گول کر جانا اس بات کی دلیل

ہے کہ ان محققین کے نزدیک وہ اقوال امام صاحب ؒ، ان کے علم، ورع اور تقویٰ کے شایانِ شان نہیں ہیں۔

4 حافظ سیوطی ؒ نے بھی امام ابوحنیفہ ؒ کو اپنی کتاب "طبقات الحفاظ" سے پانچویں طبقہ میں رکھا ہے، اور ان کے ذم میں ایک لفظ بھی نقل نہیں کیا ہے۔

(طبقات الحفاظ:80-81)

5 بلکہ حسنِ اتفاق یہ دیکھئے کہ امام ذہبی ؒ نے ایک مختصر سی کتاب طبقات المحدثین میں لکھی ہے جس میں بڑے بڑے محدثین اور حفاظِ حدیث کے نام کی فہرست رکھی ہے، لکھتے ہیں: "فھذہ مقدمة فی ذکر اسماء اعلام حملة الآثار النبویه"

(المعین طبقات المحدثین، ص:17)

اس کتاب میں محدثین کے کل ستائیس طبقات ہیں جن میں چوتھے طبقے کا عنوان ہے:

طبقة الاعمش و ابی حنیفه۔ (المعین طبقات المحدثین، ص:51-57)

پھر اس طبقہ کے محدثین عظام میں امام ابوحنیفہ ؒ کا بھی نام درج ہے۔

6 امام ابن خلکان ؒ ساتویں صدی ہجری کے مشہور امام و مؤرخ ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی مشہور کتاب "وفیات الاعیان" کے تقریباً دس صفحوں پر امام ابوحنیفہ ؒ کا ذکرِ خیر کیا۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"وکان عاملاً زاهداً عابداً ورعاً تقياً كثير الخشوع دائم التضرع إلى الله تعالى"۔ (وفیات الاعیان، 5/406)

ترجمہ وہ عالم باعمل تھے، پرہیزگار و عبادت گزار تھے، متقی اور صاحب ورع بزرگ تھے، ہمیشہ خشوع و خضوع اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

پورے ترجمے میں ایک لفظ بھی ذم میں نقل نہیں کیا ہے بلکہ لکھتے ہیں:

ومناقبه وفضائله كثيرة، وقد ذكر الخطيب في تاريخه منها شيئاً كثيراً، ثم أعقب ذلك بذكر ما كان الأليق في تركه والإضراب عنه۔

(وفيات الأعيان (ابن خلكان) ج5 ص413)

ترجمہ حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کے مناقب و فضائل بہت زیادہ ہیں۔ ان میں خطیب بغدادی نے بھی بہت زیادہ ذکر کر دیئے ہیں۔ پھر اس کے بعد انھوں نے کچھ نامناسب چیزیں بھی ذکر کردی ہیں۔ کاش کہ وہ اقوال جو خطیب بغدادی ؒ نے امام موصوف ؒ کے مثالب میں نقل کیا ہے نہ لکھے ہوتے تو بہتر تھا"۔

اس طرح اگر اگلے پچھلے اہلِ علم کے اقوال نقل کئے جائیں، تو موضوع بہت طویل ہوجائے گا۔ ہم نے یہاں صرف پانچ اہلِ علم کے حوالے نقل کئے ہیں جو اہلِ سنت و جماعت کے معتبر اور قابلِ اعتماد ناقدینِ فن ہیں، خاص کر ابتداء کے تین حضرات کے اقوال و تحقیق پر حدیث کی تصحیح و تضعیف کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ اب ان حضرات کا امام موصوف ؒ کے ذم و تنقیص کا ایک لفظ بھی نقل نہ کرنا بلکہ ان کی طرف اشارہ تک نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اقوال اس لائق ہیں کہ انہیں طاقِ نسیان پر رکھ کر اس پر بھول کا دبیز پردہ ڈال دیا جائے۔ واللہ اعلم۔

9 امام ابوحنیفہ ؒ اور غیر مقلدین

یہی منہج ہندوپاک کے کبار علمائے اہلحدیث کا رہا ہے۔ چنانچہ شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی ؒ غیر مقلد اپنی کتاب معیارِ حق میں امام حنیفہ ؒ کو اپنا پیشوا مجتہد، متبعِ سنت اور متقی و پرہیزگار لکھتے ہیں۔ (معیارِ حق، ص:29)

غیر مقلدوں کے امام عصر علامہ محمد ابراہیم سیالکوٹی ؒ اپنی مشہور کتاب تاریخ اہلِ حدیث میں امام ابوحنیفہ ؒ کا تذکرہ بڑے خوبصورت اور عمدہ انداز میں کرتے ہیں۔ اہلِ حدیث حضرات کو اس کا مطالعہ کرلینا چاہیئے۔ علامہ سیالکوٹی ؒ امام موصوف ؒ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حالانکہ آپ ؒ اہلِ سنت کے بزرگ امام ہیں اور آپ ؒ کی زندگی اعلیٰ درجے کے تقویٰ اور تورع پر گزری جس سے کسی کو انکار نہیں"۔ (تاریخ اہلِ حدیث، ص:77)

اس کے بعد ان تمام الزامات کی تردید کی ہے جو امام ؒ پر لگائے جاتے ہیں اور ائمۂ

فن کے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ اس میں سب سے پہلے نمبر پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو رکھا ہے، اور تقریباً بارہ صفحات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت لکھی ہے۔

(تاریخ اہلِ حدیث، ص: 54 تا 65)

2 سابق امیر جمعیت اہلِ حدیث پاکستان علامہ محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے گہرے علم، باریک بینی اور توازن طبع کے لحاظ سے بہت مشہور ہیں، جن لوگوں نے ان کی کتابیں پڑھی ہیں، وہ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں۔ ان کی بعض اردو کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا ہے۔ وہ اپنی کتاب فتاویٰ سلفیہ میں لکھتے ہیں:

"جس قدر یہ زمین (زمین کوفہ) سنگلاخ تھی۔ اسی قدر وہاں اعتقادی اور عملی اصلاح کے لئے ایک آئینی شخص حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کی فقہی موشگافیوں نے اعتزال و تجہم کے ساتھ رفض و تشیع کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اللھم ارحمہ واجعل الجنۃ الفردوس ماواہ۔ (فتاویٰ سلفیہ، ص: 143)

3 عصرِ حاضر میں غیر مقلد علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث وفقہ میں جو مقام ہے اور علمائے اہلِ حدیث کے نزدیک ان کی جو اہمیت ہے، وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے۔ علامہ مرحوم جہاں ایک طرف حفظ وضبط کے لحاظ سے امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ پر کلام کرتے ہیں، وہیں ان کی علمیت، صلاح وتقویٰ سے متعلق جو کچھ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اس سے مکمل موافقت ظاہر کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

"ولذلك ختم الامام الذهبي في سير النبلاء :1/288/5 ، بقوله وبه نختم : قلت : الامامة في الفقه و دقائقه مسلمة الى هذا الامام وهذا امر لا شك فيه .ليس يصح في الاذهان شيئ .... اذا احتاج النهار الى الليل . (سلسلة الاحاديث الضعيفة: 1/ 167)

یہاں یہ امر بھی قابلِ اشارہ ہے کہ ہمارے ہندو پاک کے بعض اہلِ علم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کلام کیا ہے جیسے حال میں غیر مقلد مولانا رئیس احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ۔

اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے:

اولاً اگر بعض اہلِ علم نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق کوئی ایسی بات کہی ہے، تو ان کے مقابل جمہور علمائے اہلِ حدیث جو ان سے زیادہ علم رکھنے والے اور ان سے گہری نظر رکھنے والے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقام کو زیادہ سمجھنے والے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ان الزامات سے بری قرار دیا ہے جیسے شیخ الکل اور علامہ سیالکوٹی رحمہم اللہ جمیعا۔

ثانیاً غیر مقلد مولانا رئیس ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے مستقلاً اور بالمقصد امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کلام نہیں کیا، اور نہ عوام کے سامنے امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے عیوب بیان کرتے پھرتے تھے۔ اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ اہلِ علم کا علمی مجالس میں کسی موضوع کو چھیڑنا اور معنی رکھتا ہے اور اسے حدیثِ مجالس اور کم علم وکم سمجھ اور کم تجربہ لوگوں کے سامنے بیان کرنا دوسرا معنی رکھتا ہے۔

ذرا غور کریں کہ ہم جیسے معمولی علم رکھنے والے طالبانِ علم کو یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اگر ایک طرف امام صاحب پر کسی وجہ سے بعض اہلِ علم نے کلام کیا ہے، تو دوسری طرف دوسرے اہلِ علم نے ان کی مدح سرائی بھی کی ہے جسے کتبِ سیر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اب صرف ایک طرف کی بات کو لے لینا اور باقی باتوں کو چھوڑ دینا تحقیق و انصاف سے گری ہوئی بات ہے، خاص کر امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب بہت سی باتیں محلِ نظر ہیں۔ علی سبیل المثال خلق القرآن سے متعلق امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں قسم کی روایتیں منقول ہیں۔ ایک طرف یہ نقل کیا جاتا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلقِ قرآن کے قائل تھے (واضح رہے کہ یہ روایتیں صحیح نہیں ہیں) اور دوسری طرف یہ منقول ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلقِ قرآن کے قائل نہیں تھے بلکہ اسے بدعت اور کفر قرار دیتے تھے جیسا کہ فقہ اکبر اور عقیدۂ طحاویہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ہمارے پاس ان متضاد راویوں کو پرکھنے کا معیار کیا ہے؟ جب کہ ہم دیکھتے ہیں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ جیسے ناقدینِ فن ان باتوں سے قطعاً اعراض کرتے آئے ہیں بلکہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو سلف کے عقیدے پر مانتے ہیں۔

اس لئے طالبانِ علوم شرعیہ سے گزارش ہے کہ اپنے علم کو پختہ بنانے ، تزکیۂ نفس اور ذہنی تربیت پر خصوصی توجہ دیں اور اہلِ علم کے عیوب اور ان کی ذات پر کیچڑ اچھالنے سے پرہیز کریں اور یاد رکھیں کہ علماء نے کہا ہے کہ "**لحوم العلماء مسمومة**" علماء کا خون زہر آلود ہے۔ نیز تاریخ شاہد ہے کہ جن لوگوں نے جذبات اور ناتجربہ کاری اور اپنے کو عوام میں ظاہر کرنے کی غرض سے علمائے حق پر انگلی اٹھائی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے علم کی برکت کو محو کر دیا ہے۔ ایسے لوگوں کو امام سخاوی ؒ کی کتاب **الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ** کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

امام ابوحنیفہ ؒ سے متعلق علمائے اہل حدیث کا ایک طرف یہ نظریہ ہے، جس کی وضاحت اس سلسلہ کی پہلی اور آٹھویں جلدوں کے آخری ابواب میں تفصیل بیان کر دی گئی ہے، مگر دوسری طرف غیر مقلدین کا رویہ بھی بہت عجیب وغریب ہے کہ بہت سے جذباتی اور نوجوان اہلحدیث دعاۃ سے متعلق سننے میں آتا ہے کہ وہ امام موصوف ؒ سے متعلق بدزبانی ہی نہیں بلکہ بدعقیدگی میں مبتلا ہیں حتی کہ ان میں سے بعض تو امام موصوف ؒ کو "ؒ" کہنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ امام صاحب ؒ کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ حاشا اللہ! مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں ایسے لوگ خود ہی رحمتِ الٰہی سے محروم نہ ہو جائیں۔ غیر مقلد علامہ میر سیالکوٹی ؒ لکھتے ہیں:

"ہر چند کہ میں سخت گنہگار ہوں، لیکن یہ ایمان رکھتا ہوں اور اپنے اساتذہ جناب ابو عبداللہ عبیدہ اللہ ؒ، غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی ؒ اور جناب مولانا حافظ عبد المنان صاحب مرحوم محدث وزیر آبادی ؒ کی صحبت وتلقین سے یہ بات یقین کے رتبے تک پہنچ چکی ہے کہ بزرگانِ دین خصوصاً حضرات ائمہ متبوعین سے حسنِ عقیدت نزولِ برکات کا ذریعہ ہے۔ (تاریخ اہل حدیث: 95)

باب 3

کیا امام ابوحنیفہ ؒ کی طرف ارجاء کی نسبت درست ہے؟

1 کیا شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ کو مرجئہ کہا ہے؟

اعتراض غیر مقلدین کہتے ہیں: امام ابوحنیفہ ؒ "عقیدۂ اِرجاء" رکھتے تھے اور شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ نے اپنی کتاب: "غنیۃ الطالبین" میں تہتر (73) فرقوں کی تفصیل میں "مرجئہ فرقہ" کا ذکر بھی کیا، اور "مرجئہ فرقہ" میں اصحابِ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ؒ کو بھی شمار کیا ہے۔

غیر مقلد محمد یوسف جے پوری نے لکھا ہے:

"ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ؒ مقتدا ہیں فرقۂ حنفیہ کے، اکثر اہلِ علم نے ان کو مرجئہ فرقے میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ ایمان کی تعریف اور اس کی کمی وزیادتی کے بارے میں جو عقیدہ مرجئہ کا ہے انہوں نے بھی بعینہ وہی عقیدہ اپنی تصنیف فقۂ اکبر میں درج فرمایا ہے۔ علامہ شہرستانی ؒ نے "کتاب الملل والنحل" میں بھی رجال المرجئہ میں حماد بن ابی سلیمان ؒ اور ابوحنیفہ ؒ اور ابو یوسف ؒ اور محمد بن حسن ؒ وغیرہ کو درج کیا ہے۔ اسی طرح غسان بھی جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے ابوحنیفہ ؒ کو فرقۂ مرجئہ میں شمار کرتا ہے اور .... حضرت پیران پیر ؒ نے بھی امام صاحب ؒ کو مرجئہ لکھ دیا۔" (حقیقۃ الفقہ از محمد یوسف: ص39)

2 یہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء پردازی ہے

جواب: فرقۂ غیر مقلدین نام نہاد اہل حدیث کے بعض متعصب لوگوں نے ''غنیۃ الطالبین'' کی اس عبارت کو لے کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور احناف کے خلاف بہت شور مچایا، اور آج تک اس وسوسہ کو گردانتے چلے جارہے ہیں۔ انہی لوگوں میں پیش پیش کتاب ''حقیقت الفقہ'' کے مولف نام نہاد اہلِ حدیث غیر مقلد عالم یوسف جے پوری بھی ہے۔ لہٰذا اس نے اپنی کتاب ''حقیقت الفقہ'' میں گمراہ فرقوں کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت فرقہ کا نام ''الحنفیہ'' اور پیشوا کا نام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ لکھا، اور ''حنفیہ'' کو دیگر فرقۂ ضالہ کی طرح ایک گمراہ فرقہ قرار دیا اور اسی غرض سے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب: ''غنیۃ الطالبین'' کی عبارت نقل کی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب اس اعتراض کا جواب دینے سے قبل یوسف جے پوری کی امانت و دیانت ملاحظہ کریں۔ اس نے اصل عبارت پیش کرنے کی بجائے صرف ترجمہ پر اکتفاء کیا اور وہ بھی اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق ذکر کیا۔ ''غنیۃ الطالبین'' کی عبارت اس طرح نقل کی جاتی ہے:

أما الحنفية فهم بعض أصحاب أبي حنيفة النعمان بن ثابت زعموا ان الإيمان هو المعرفة والإقرار بالله ورسوله وبما جاء من عنده جملة على ماذكره البرهوتي في كتاب الشجرة۔ (291)

اب ''غنیۃ الطالبین'' کی اس عبارت کی بنیاد ایک مجہول شخص ''برہوتی'' کی مجہول کتاب ''کتاب الشجرۃ'' پر ہے، لیکن یوسف جے پوری نے اس عبارت کا ترجمہ کرتے وقت ''کتاب الشجرۃ'' کا نام اڑا دیا جو کہ ''غنیۃ الطالبین'' کا ماخذ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ ''برہوتی'' کون شخص ہے؟ اور اس کی ''کتاب الشجرۃ'' کوئی مستند کتاب ہے؟ حقیقت میں یہ دونوں مجہول ہیں، لیکن یوسف جے پوری چونکہ فرقۂ جدید نام نہاد اہلِ حدیث سے تعلق رکھتے ہیں جن کا یہ اصول ہے کہ ہم ہر بات صحیح وثابت

سند کے ساتھ قبول کرتے ہیں، ضعیف اور مجہول بات کا ہمارے نزدیک کوئی اعتبار نہیں ہے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور احناف کے خلاف جو بات جہاں سے، جس کسی سے بھی مل جائے تو وہ سر آنکھوں پر ہے۔ اس کے لئے کسی دلیل، ثبوت، صحت، سند، غرض کسی چیز کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر ''کتاب الشجرۃ'' اور اس کا مصنف ''برہوتی'' واقعی ایک معروف ومعتمد آدمی ہے، تو یوسف جے پوری نے اصل کتاب ''کتاب الشجرۃ'' کی عبارت مع سند کیوں ذکر نہیں کی؟

جب ایسا نہیں کیا تو اہلِ عقل پر واضح ہوگیا کہ یوسف جے پوری نے محض تعصب وعناد کی بنا پر جاہل عوام کو ورغلانے کی ناکام کوشش کی ہے۔

دوسری اہم بات ''غنیۃ الطالبین'' کی مذکورہ بالا عبارت کو دیکھیں اس میں ''بعض أصحاب أبي حنيفة'' کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے کہ کچھ حنفی اس عقیدہ کے حامل تھے، لیکن یوسف جے پوری کی امانت ودیانت کو داد دیں کہ اس نے ''بعض'' کا لفظ اڑا کر تمام احناف کو اس میں شامل کر دیا اور اس کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بنا دیا۔

یوسف جے پوری لکھتا ہے:

''ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ مقتدا ہیں فرقۂ حنفیہ کے، اکثر اہلِ علم نے ان کو ''مرجئہ فرقہ'' میں شمار کیا ہے الخ (حاشیہ حقیقت الفقہ ص 27)

جے پوری کی یہ بات کہ (اکثر اہلِ علم نے ان کو ''مرجئہ فرقہ'' میں شمار کیا ہے) یہ محض دھوکہ اور کذب و وسوسہ ہے۔ اس لئے کہ اگر اکثر اہلِ علم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ کہا ہے تو جے پوری نے ان اکثر اہلِ علم کی فہرست اور ان کے نام ذکر کرنے کی تکلیف کیوں نہیں کی؟

جو شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس درجہ بغض وعناد رکھتا ہے کہ سب رطب و یابس، غلط، جھوٹ، بغیر جانچ پڑتال کے اپنی کتاب میں درج کرتا ہے، تعجب ہے کہ اس نے یہ تو کہہ دیا کہ اکثر اہلِ علم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ کہا ہے، لیکن اکثر اہلِ علم میں سے کسی ایک کا نام ذکر کرنے کی تکلیف نہیں کی۔

3 غنیۃ الطالبین کے صحیح نسخہ کی عبارت

یہ عبارت محرف نسخہ کی ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب اس عبارت کو تسلیم کیا جائے۔
جب کہ غنیۃ الطالبین کے صحیح نسخہ میں یہ عبارت مذکورہ ہے:

وأما الغسانية: فهم أصحاب غسان الكوفي، زعم أن الإيمان هو المعرفة والإقرار بالله ورسوله وبما جاء من عنده جملة على ما ذكره البرهوتي في كتاب الشجرة.

(الغنية لطالبي طريق الحق عز وجل، ج1 ص186۔ المؤلف: عبد القادر بن موسى بن عبد الله بن جنكي دوست الحسني، أبو محمد، محيي الدين الجيلاني، أو الكيلاني، أو الجيلي (المتوفى: 561ھ)۔ المحقق: أبو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عويضة۔ الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان۔ الطبعة: الأولى، 1417ھ-1997م۔ عدد الأجزاء: 2)

ترجمہ: غسانیہ فرقہ کے لوگ، وہ غسان کوفی کے اصحاب ہیں، ان کا خیال ہے کہ ایمان صرف اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اور جو وہ اللہ کی طرف سے پیغام لائیں، کی معرفت کا نام ہے۔ اس کو برہوتی نے کتاب الشجرۃ میں ذکر کیا ہے۔

☆ اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے ساتھیوں کا نام ہی نہیں ہے۔ تو اس صورت میں یہ ایک افتراء ہے۔

4 تفصیلی جواب

غیر مقلد یوسف جے پوری کے اس اعتراض کی تین شقیں ہیں:

1. ایمان کی تعریف اور اس کی کمی زیادتی کے بارے میں جو عقیدہ مرجئہ کا ہے بعینہ وہی عقیدہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "فقہ اکبر" میں درج فرمایا۔
2. علامہ شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رجال المرجئہ میں شمار کیا ہے اور غسان بھی جو فرقۂ غسانیہ کا پیشوا ہے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرقۂ مرجئہ میں شمار کرتا ہے۔

3. حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ لکھ دیا۔

ہر شق کا جواب پیش خدمت ہے۔

5 شق اول کا جواب

"مرجئہ" کا لفظ "ارجاء" سے ہے، جس کے لغوی معنیٰ "موخر کرنا" ہیں، اصطلاحی معنیٰ کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) لکھتے ہیں:

ومنهم من أراد تأخير القول في الحكم على من أتى الكبائر وترك الفرائض بالنار لأن الإيمان عندهم الإقرار والاعتقاد ولا يضر العمل مع ذلك۔

(مقدمہ: فتح الباري بشرح البخاري-ط السلفية (ابن حجر العسقلاني) ص459)

ترجمہ: بعض کے ہاں "ارجاء" سے مراد گناہِ کبیرہ کے مرتکب اور فرائض کے تارک پر "دخول فی النار" (آگ میں داخل ہونا) کے حکم کو مؤخر کرنا ہے کیونکہ ان (مرجئہ) کے ہاں ایمان محض اقرار اور اعتقاد کا نام ہے۔ ارتکابِ کبیرہ اور ترکِ فرائض ایمان کے ہوتے ہوئے نقصان دہ نہیں۔

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م1014ھ) فرماتے ہیں:

ثم المرجئه........هم طائفة قالوا: "لايضر مع الايمان ذنب كما لا ينفع مع الكفر طاعة"۔ فزعموا ان احدا من المسلمين لايعاقب على شئى من الكبائر۔ (شرح فقہ اکبر: ص75)

ترجمہ: مرجئہ ایسا فرقہ ہے جس کا اعتقاد یہ ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ کچھ نقصان دہ نہیں، جیسے کفر کی موجودگی میں طاعت کچھ فائدہ مند نہیں۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ کوئی مسلمان کبیرہ گناہ کی وجہ سے سزا پا ہی نہیں سکتا۔

شیخ الاسلام شیخ محمد زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ (م1371ھ) فرماتے ہیں:

واما الارجاء الذی يعد بدعة فهو قول من يقول: لاتضر مع الايمان

معصیة۔ (تانیب الخطیب:ص45)

ترجمہ وہ ارجاء جو بدعت شمار ہوتا ہے وہ اس بات کا اعتقاد کرنا ہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ کچھ نقصان دہ نہیں۔

محققین کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ فرقۂ مرجۂ ضالہ (گمراہ) کا عقیدہ ایمان کے بارے میں یہ ہے کہ ایمان محض اقرارِ لسانی اور اعتقاد (معرفت) کا نام ہے، اقرار واعتقاد کے ہوتے ہوئے اگر گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا جائے یا فرائض کو چھوڑا جائے تو کچھ پروا نہیں، ان گناہوں اور معاصی پر سزا ہو ہی نہیں سکتی۔

یہ عقیدہ اہل السنت والجماعت کے مسلمہ عقائد کے خلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا رد اپنی کتاب "فقہ اکبر" میں صراحت سے کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

ولا نقول ان حسناتنا مقبولة وسيئاتنا مغفورة كقول المرجئة ولكن نقول المسئلة مبينة مفصلة، من عمل حسنة بشرائطها خالية عن العيوب المفسدة والمعانى المبطلة ولم يبطلها حتى خرج من الدنيا فان الله تعالى لا يضيعها بل يقبلها منه ويثيبه عليها۔

(الفقہ الاکبر مع الشرح:ص77،78)

ترجمہ ہمارا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ ہماری نیکیاں مقبول اور گناہ بخشے ہوئے ہیں جیسا کہ مرجۂ کا اعتقاد ہے (کہ ایمان کے ساتھ کسی قسم کی برائی نقصان دہ نہیں اور نافرمان کی نافرمانی پر کوئی سزا نہیں) بلکہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام اس کی شرطوں کے ساتھ کرے، اور وہ کام تمام مفاسد سے خالی ہو، اور اس کام کو باطل نہ کیا ہو، اور وہ شخص دنیا سے ایمان کی حالت میں رخصت ہوا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ اس کو قبول کر کے اس پر ثواب عطا فرمائے گا۔

فقہ اکبر کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ ایمان کے متعلق مرجۂ کا جو عقیدہ ہے امام صاحب نہ صرف اس سے بری ہیں بلکہ اس کا پرزور رد بھی فرماتے ہیں۔

6 ایمان کی تعریف اور کمی وزیادتی کا مسئلہ

رہا ایمان کی تعریف اور اس میں کمی وزیادتی کا مسئلہ تو اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اعتقاد یہ ہے کہ ایمان معرفت، تصدیقِ قلبی اور اقرارِ لسانی کا نام ہے، اعمالِ ظاہر یہ ایمانِ مطلق کے اجزاء اصلیہ میں داخل نہیں بلکہ مکمّلِ ایمان ہیں، یعنی ان کی کمی وزیادتی کی وجہ سے نفسِ ایمان کم یا زیادہ نہیں ہوتا، ہاں البتہ کمالِ ایمان کم وزیادہ ہوتا رہتا ہے یعنی اس میں شدت وضعف آتا رہتا ہے۔ چنانچہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

والایمان هو الاقرار والتصديق. وايمان اهل السماء والارض لا يزيد ولا ينقص۔ (الفقہ الاکبر مع الشرح:ص85،87)

ترجمہ ایمان: اقرارِ (لسانی) اور تصدیقِ (قلبی) کا نام ہے۔ آسمان وزمین والوں کا ایمان نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ۔

اور کتاب الوصیۃ میں فرماتے ہیں:

الایمان.... اقرار باللسان وتصديق بالجنان ومعرفة بالقلب۔ (ص27)

ترجمہ ایمان: اقرارِ لسانی، تصدیق ومعرفتِ قلبی کا نام ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ قرآن وسنت میں ایمان کا تعلق قلب سے بیان کیا گیا ہے:

آیت 1:۔ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ۔ (النحل:106)

ترجمہ اور اس کا دل ایمان پر مطمئن رہے۔

آیت 2:۔ وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات:14)

ترجمہ ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

آیت 3:۔ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (المجادلة:22)

ترجمہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک رُوح عطا کر کے اُن کو قوت بخشی ہے۔

حدیث 1: ۔حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ کے موقع پر ایک آدمی کو قتل کر دیا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی۔ تو عرض کیا: "اس نے تلوار کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا"۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

"أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا؟"۔ (صحیح مسلم رقم 158-96)

ترجمہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ اس نے تلوار کے ڈر سے پڑھا ہے یا نہیں؟

☆ اسی طرح اعمال کی کمی وزیادتی کی وجہ سے کمالِ ایمان بڑھتا اور کم ہوتا ہے یعنی آدمی نیک یا فاسق شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

المضیّع للعمل لم یکن مضیّعا للایمان...او لست تقول: مومن ظالم، ومومن مذنب، ومومن مخطئ، ومومن عاص، ومومن جائر...ومن اصاب الایمان وضیّع شیئا من الفرائض کان مومنا مذنباً۔ (الرسالۃ الی عثمان البتی للامام ابی حنیفۃ، ص38)

ترجمہ اعمال کو ضائع کرنے والا ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں ہوتا۔ کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ مومن ظالم، مومن گنہگار، مومن خطا کار، مومن عاصی، اس لیے جو شخص ایمان لایا اور کچھ فرائض ضائع کر دیے تو یہ مومن گنہگار ہوگا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م 1014ھ) شرح فقہ اکبر میں ایمان کی کمی وزیادتی کے بارے میں امام صاحب کا نقطۂ نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فمعناہ انہ یزید باعتبار اعمالہ الحسنۃ حتیٰ یدخل صاحبہ الجنۃ دخولا اوّلیا،وینقص بارتکاب اعمالہ السئیۃ حتیٰ یدخل صاحبہ النار اوّلا، ثم یدخل الجنۃ بایمانہ آخرا کما ہو مقتضی اہل السنۃ والجماعۃ۔ (شرح فقہ اکبر ص88)

ترجمہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ایمان اعمالِ حسنہ کے اعتبار سے بڑھتا ہے یہاں تک کہ اعمالِ صالحہ کرنے والا دخولِ اوّلی کے اعتبار سے جنت میں داخل ہوگا اور ایمان اعمالِ سیئہ کرنے سے کم ہوتا ہے یہاں تک کہ مرتکبِ گناہ پہلے تو آگ میں داخل ہوگا، پھر آخر

کار اپنے ایمان کی وجہ سے جنت میں جائے گا، جیسا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے۔

لیکن فرقۂ مرجئہ ضالہ کا ایمان کی تعریف اور کمی وزیادتی کے بارے میں جو مؤقف ہے وہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف سے بالکل جدا ہے۔ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (م1304ھ) فرماتے ہیں:

ان المرجئۃ یکتفون فی الایمان بمعرفۃ اللہ ونحوہ ویجعلون ما سوی الایمان من الطاعات وما سوی الکفر من المعاصی غیر مضرۃ ولا نافعۃ۔ (الرفع والتکمیل: ص،360)

ترجمہ فرقہ مرجئہ والے ایمان کے بارے میں اللہ کی معرفت وغیرہ پر اکتفاء کرتے ہیں اور ایمان کے علاوہ جتنی بھی طاعات ہیں اور کفر کے علاوہ جتنے معاصی ہیں، سب کو نہ نقصان دہ سمجھتے ہیں نہ نفع مند۔

امام عبدالقاہر البغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م429ھ) فرقۂ مرجئہ کے پیرو غسان مرجئی کے بارے میں لکھتے ہیں:

قال انہ یزید ولا ینقص.. وزعم غسان ہذا فی کتابہ ان قولہ فی ہذا الکتاب کقول أبی حنیفۃ فیہ وہذا غلط منہ علیہ لأن أبا حنیفۃ قال: "إن الایمان ہو المعرفۃ والاقرار باللہ تعالی وبرسلہ وبما جاء من اللہ تعالی ورسلہ فی الجملۃ دون التفصیل وانہ لا یزید ولا ینقص"... وغسان قد قال بأنہ یزید ولا ینقص۔ (الفرق بین الفرق: ص188)

ترجمہ غسان مرجئی کہتا ہے کہ ایمان بڑھتا تو ہے کم نہیں ہوتا۔ اس غسان نے اپنی کتاب میں یہ کہا ہے کہ اس کا یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرح ہے، لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اس کی یہ بات غلط ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو یہ کہتے ہیں کہ ایمان معرفت، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار اور ان چیزوں کے اجمالی اقرار کا نام ہے جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آئی ہیں بغیر تفصیل کے، اور یہ نفسِ

ایمان نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ، لیکن غسان مرجئی کہتا تھا کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے، کم نہیں ہوتا۔

امام عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی اس وضاحت اور امام صاحب کے مذکورہ مؤقف ودلائل سے معلوم ہوا کہ ایمان کی تعریف وکمی زیادتی کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ مرجۂ ضالہ کے نظریہ کے خلاف ہے۔ مؤلف حقیقۃ الفقہ کا ان دونوں کو "بعینہٖ" کے لفظ سے ایک شمار کرنا محض اتہام والزام ہے۔

7 شق ثانی کا جواب

جیسا کہ واضح ہو چکا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف ایمان کے بارے میں یہ ہے کہ ایمان معرفت، تصدیقِ قلبی اور اقرارِ لسانی کا نام ہے، اعمالِ ظاہرہ نفسِ ایمان کے اجزاء نہیں، البتہ مکمّلِ ایمان ضرور ہیں۔

محدثین حضرات کا اس بارے میں مؤقف یہ ہے کہ اعمال ایمان کی جزء ہیں، لیکن اگر کوئی شخص ترکِ اعمال کا مرتکب ہوتا ہے، تو محدثین کے نزدیک یہ شخص ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ چنانچہ محدثِ عصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فأكثر المحدّثين إلى أن الإيمانَ مركبٌ من الأعمال......فإن السلف وإن جعلوا الأعمال أجزاء، لكن لا بحيثُ ينعدمُ الكل بانعدامِها، بل يبقى الإيمان مع انتفائها.

(فیض الباری علی صحیح البخاری، ج1 ص129۔ المؤلف: (أمالی) محمد أنور شاہ بن معظم شاہ الكشميري الهندي ثم الديوبندي (ت 1353ھ)۔ المحقق: محمد بدر عالم الميرتهي، أستاذ الحديث بالجامعة الإسلامية بدابهيل (جمع الأمالي وحررها ووضع حاشية البدر الساري إلى فيض الباري)۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت-لبنان۔ الطبعة: الأولى، 1426ھ-2005م۔ عدد الأجزاء: 6)

ترجمہ اکثر محدثین اس بات کے قائل ہیں کہ ایمان اعمال سے مرکب ہے۔ انہوں نے

اعمال کو اگرچہ ایمان کا جزء قرار دیا ہے لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ اگر اعمال نہ ہوں تو ایمان ختم ہوجائے بلکہ ایمان اعمال کے نہ ہونے کے باوجود باقی رہتا ہے۔

☆ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ایمان کی تعریف میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور محدثین حضرات کے درمیان اختلاف محض لفظی ہے، کیونکہ دونوں کے مؤقف کا حاصل یہ ہے کہ اعمال کے ترک کرنے کی وجہ سے انسان ایمان سے خارج نہیں ہوتا، البتہ فاسق وفاجر ضرور ہوتا ہے۔ محققین حضرات نے اس اختلاف کے محض لفظی ہونے کی تصریح فرمائی ہے:

(ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م 1014ھ): شرح الفقہ الاکبر: ص 87؛ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م 1353ھ): فیض الباری: ج1 ص129؛ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ (م 1417ھ): التعلیق علی قواعد فی علوم الحدیث ص239)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اس مؤقف کے دیگر فقہاء ومحدثین چونکہ اعمال کو ایمان سے الگ چیز مانتے ہیں، اس لیے بعض محدثین کی طرف سے انہیں لغۃً مرجئہ (موخر کرنے والے) کہا گیا ہے، لیکن اس معنی میں ہرگز نہیں جس معنیٰ میں فرقۂ ضالہ مرجئہ ہیں۔

چنانچہ امام جمال الدین بن یوسف المزی رحمۃ اللہ علیہ (م 742ھ) امام ابراہیم بن طہمان الخراسانی المکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

وقال أبو الصلت عبد السلام بن صالح الهروي سمعت سفيان بن عيينة يقول ما قدم علينا خراساني أفضل من أبي رجاء عبد الله بن واقد الهروي، قلت له: فإبراهيم بن طهمان؟ قال كان ذاك مرجئا، قال أبو الصلت: لم يكن إرجاؤهم هذا المذهب الخبيث أن الإيمان قول بلا عمل وأن ترك العمل لا يضر بالإيمان بل كان إرجاؤهم أنهم يرجون لأهل الكبائر الغفران ردا على الخوارج وغيرهم الذين يكفرون الناس بالذنوب. (تہذیب الکمال للمزی ج1 ص253)

ترجمہ ابوالصلت عبدالسلام بن صالح الہروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "ہمارے پاس ابورجاء عبداللہ بن واقد الہروی رحمۃ اللہ علیہ سے

بہتر کوئی خراسانی نہیں آیا"۔ تو میں نے عرض کیا: "ابراہیم بن طہمان کے بارے میں کیا رائے ہے؟" فرمایا: "وہ مرجئہ تھے"۔ ابوالصلت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ان حضرات کا مرجئہ ہونا اس خبیث مذہب کی بنیاد پر نہ تھا کہ ایمان صرف قول کا نام ہے عمل کے بغیر اور ترکِ عمل ایمان کے لیے مضر نہیں، بلکہ ان کا مرجئہ ہونا اس معنیٰ میں تھا کہ یہ حضرات خوارج کے عقیدہ کے خلاف اہلِ کبائر کے لیے مغفرت کی امید رکھتے تھے، کیونکہ خوارج یہ کہتے تھے کہ لوگ گناہ کی وجہ سے کافر ہوجاتے ہیں اور (یہ حضرات اہلِ کبیرہ کے لیے) مغفرت کی امید رکھتے اور گناہ کی وجہ سے انہیں کافر قرار نہ دیتے تھے"۔

اور ایسا ارجاء بدعت نہیں بلکہ عین اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کے موافق ہے۔ علامہ زاہد بن الحسن الکوثری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فإرجاء العمل من أن يكون من أركان الإيمان الأصلية هو السنة، وأما الإرجاء الذي يعد بدعة، فهو قول من يقول: لا تضر مع الإيمان معصية۔ (تانیب الخطیب: ص،45)

ترجمہ: "ارجاءِ عمل" یعنی عمل کو ایمان کے ارکانِ اصلیہ سے مؤخر شمار کرنا ارجاءِ سنت ہے اور وہ ارجاء جو بدعت شمار ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی بندہ یہ کہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ کرنا کچھ نقصان دہ نہیں۔

علامہ شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ کے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو رجال المرجئہ میں شمار کرنے کی حقیقت بالکل واضح ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار مرجئۂ اہل السنۃ میں کرتے ہیں، جو عین سنت ہے، نہ کہ مرجئہ ضالہ میں جو ایک بدعتی فرقہ ہے۔ چنانچہ رجال المرجئہ کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وهؤلاء كلهم أئمة الحديث لم يكفروا أصحاب الكبائر بالكبيرة ولم يحكموا بتخليدهم في النار خلافا للخوارج والقدرية۔

(الملل والنحل: ص،169)

ترجمہ: یہ تمام کے تمام (بشمول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) ائمۂ حدیث تھے، گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار نہ دیتے تھے اور خلود فی النار کا حکم بھی نہ لگاتے تھے، بخلاف خوارج اور قدریہ کے (کہ وہ ایسا کرتے تھے)۔

اگر یہ حضرات مرجئۂ ضالہ میں سے ہوتے تو ان کا بھی وہی عقیدہ بیان فرماتے جو مرجئۂ ضالہ کا ہے اور انہیں "ائمۃ الحدیث" کا لقب ہرگز نہ دیتے۔ نیز علامہ شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہی رجالِ مرجئہ میں چند اور نام بھی گنوائے ہیں جو بخاری ومسلم وغیرہ کے راوی ہیں:

1. سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ (صحاح ستہ)
2. طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ (ادب المفرد للبخاری، مسلم اور سنن اربعہ)
3. عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ (صحاح ستہ)
4. محارب بن دثار رحمۃ اللہ علیہ (صحاح ستہ)
5. ذر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (صحاح ستہ)

معترض نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام تو لیا، لیکن ان حضرات کا تذکرہ تک نہ کیا کیونکہ ان کا تذکرہ کرتے تو اعتراض خودبخود درفع ہوجاتا اور یہ حقیقت کھل جاتی کہ یہ مرجئۂ ضالہ میں سے نہیں، بلکہ مرجئۂ سنیہ میں سے ہیں۔

معترض کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ غسان مرجئی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ شمار کرتا تھا۔ اس کے لیے علامہ شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کردینا کافی ووافی ہے۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن العجيب أن غسان كان يحكي عن أبي حنيفة رحمه الله مثل مذهبه ويعده من المرجئة ولعله كذب كذلك عليه لعمري كان يقال لأبي حنيفة وأصحابه مرجئة السنة۔ (الملل والنحل: ص،164)

ترجمہ: اور عجیب بات یہ ہے کہ غسان مرجئی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرکے اپنا باطل مذہب بیان کرتا تھا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ شمار کرتا تھا، اور یہ امام صاحب

رحمۃ اللہ علیہ پر اس کا جھوٹ ہے۔ میری زندگی کی قسم! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کو "مرجئہ السنۃ" کہا جاتا ہے۔

یہی بات علامہ عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمائی ہے۔ (الفرق بین الفرق: ص188)

8 شقِ ثالث کا جواب

اکابر علمائے کرام نے اس کی تحقیق کرتے ہوئے یہ بات فرمائی ہے کہ حنفیہ کا ذکر فرق ضالہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں کیا، بلکہ کسی متعصب نے محض بغض وعناد کی وجہ سے بعد میں یہاں لکھ دیا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالغنی النابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الرد المتین علی منتقض العارف محی الدین" میں فرماتے ہیں:

وَهٰذَا مِمَّا اخْتَارَهٗ عبد الغنی النابلسی فِی كِتَابه الرَّد المتین علی منتقص الْعَارِف محیی الدّین حَيْثُ قَالَ الاولی فِی الْجَواب ان يُقَال: "تِلْكَ الْعبارَة مدسوسة مكذوبة على الشَّيْخ"۔

(الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، ص381۔ المؤلف: محمد عبد الحی بن محمد عبد الحلیم الأنصاری اللکنوی الهندی، أبو الحسنات (ت 1304ھ)۔ المحقق: عبد الفتاح أبو غدة۔ الناشر: مکتب المطبوعات الإسلامیة - حلب۔ الطبعة: الثالثة، 1407ھ۔ عدد الصفحات: 432)

ترجمہ: یہ عبارت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں داخل کی گئی ہے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر محض جھوٹ بولا گیا ہے۔ (فی الواقع حضرت کے کلام میں نہیں ہے)۔

علامۃ الہند ملا عبدالحکیم بن شمس الدین الفاضل سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 18 ربیع الاول 1067ھ بمطابق 3 جنوری 1657ء) "غنیۃ الطالبین" کے فارسی ترجمہ میں فرماتے ہیں:

بداں کہ ذکر حنفیہ در فرق مرجئہ وگفتن کہ ایمان نزد ایشاں معرفت است واقرار خلاف مذہب ایں طائفہ است کہ در کتب مقرر است وشاید ایں را بعض مبتدعان بہ بغض ایں

فرقہ داخل کردہ اند ایں را در کلام شیخ۔

(غنیۃ الطالبین مترجم فارسی ص230؛ الرفع والتکمیل (أبو الحسنات اللکنوی) ص381، 382)

ترجمہ: جان لیجیے کہ مرجئہ کے فرقوں میں "حنفیہ" کا ذکر کرنا اور یہ کہنا کہ ایمان ان کے ہاں محض معرفت اور اقرار کا نام ہے، یہ اس گروہ (حنفیہ) کے اعتقاد کے خلاف ہے، جیسا کہ ان کی کتب میں درج ہے۔ لگتا یہی ہے کہ یہ عبارت کسی بدعتی نے جو اس گروہ حنفیہ سے بغض رکھتا ہے، شیخ کے کلام میں داخل کر دی ہے۔

بالفرض اگر یہ عبارت الحاقی نہ بھی ہو، تب بھی مؤلف حقیقۃ الفقہ کا یہ جملہ: "حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ لکھ دیا"۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر نرا بہتان ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرقۂ مرجئۂ ضالہ میں داخل نہیں کیا، بلکہ ان لوگوں کو مرجئہ کہا جو فروعات میں اپنی نسبت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کر کے خود کو "حنفی" کہلاتے اور عقائد میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف تھے، جیسا کہ غسان مرجئی وغیرہ۔ لہٰذا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام:

واما الحنفیة فهم بعض اصحاب ابی حنیفة۔ (غنیۃ الطالبین ص230)

میں ان "بعض اصحاب ابی حنیفۃ" سے یہی لوگ مراد ہیں۔ عمدۃ المتاخرین حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1304ھ) فرماتے ہیں:

اذا عرفت هٰذَا فَنَقُول: "مفَاد عبارَة الغنية ان الْحَنَفِيَّة الَّذين هم فرع من فروع المرجئة الضَّالة اصحاب ابی حنيفَة الَّذين يَقُولُونَ ان الايمان هُوَ الْمعرفَة والاقرار بِاللّٰه وَرَسُوله. وَهٰذَا لَا ينطبق الا على الغسانية فَيكون هُوَ المُرَاد من الْحَنَفِيَّة لما عرفت سَابِقًا ان غَسَّان الْكُوفِي كَانَ يَحْكِي مذْهبه الْخَبيث عَن ابی حنيفَة ويعده كنفسه من المرجئة۔ (الرفع والتکمیل (أبو الحسنات اللکنوی)، ص387)

ترجمہ: غنیۃ الطالبین کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ "حنفیہ" جو مرجئۂ ضالہ کی ایک قسم ہے، اس

سے مراد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وہ پیروکار ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط معرفت اور اقرار باللہ ورسولہ کا نام ہے اور یہ صرف فرقہ "غسانیہ" پر صادق آتا ہے، اور یہاں حنفیہ سے مراد یہی فرقہ غسانیہ ہے (نہ کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دیگر پیروکار) کیونکہ آپ پہلے جان چکے ہیں کہ غسان کوفی اپنا خبیث عقیدہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے بیان کرتا تھا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنی طرح مرجئہ شمار کرتا تھا۔

حافظ ابن عبد البر المالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَنَقَمُوا أَيْضًا عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ الْإِرْجَاءَ، وَمِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مَنْ يُنْسَبُ إِلَى الْإِرْجَاءِ كَثِيرٌ لَمْ يُعْنَ أَحَدٌ بِنَقْلِ قَبِيحِ مَا قِيلَ فِيهِ كَمَا عُنُوا بِذَلِكَ فِي أَبِي حَنِيفَةَ لِإِمَامَتِهِ، وَكَانَ أَيْضًا مَعَ هَذَا يُحْسَدُ وَيُنْسَبُ إِلَيْهِ مَا لَيْسَ فِيهِ وَيُخْتَلَقُ عَلَيْهِ مَا لَا يَلِيقُ بِهِ. وَقَدْ أَثْنَى عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَفَضَّلُوهُ. (جامع بیان العلم وفضلہ، ج2 ص1080 تحت رقم 2105)

ترجمہ: بعض لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ''ارجاء'' کا الزام لگایا ہے، حالانکہ اہل علم میں تو ایسے لوگ کثرت سے موجود ہیں جن کو مرجئہ کہا گیا ہے، لیکن جس طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی امامت کی وجہ سے اس میں برا پہلو نمایاں کیا گیا ہے، دوسروں کے بارے میں ایسا نہیں کیا گیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حسد و بغض رکھتے تھے اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے تھے جن سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دامن بالکل پاک تھا، اور ان کے بارے نامناسب اور بے بنیاد باتیں گھڑی جاتی تھیں حالانکہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی اور ان کی فضیلت کا اقرار کیا ہے۔

9 "ارجاء" کے عنوان سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف طوفان

☆ دیگر اعتراضات والزامات کے ساتھ ساتھ "ارجاء" کے عنوان سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

کے خلاف جو طوفان برپا کیا گیا ہے، پوری تاریخ میں کسی دوسرے محدث یا امام کے خلاف اس کی نظیر نہیں ملتی۔

شیخ مصطفیٰ حسنی السباعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ونسبت إليه آراء ما قالها، وعقائد لم يعتقدها، فهو مرجیء عند بعض الناس".

(السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي، 447. المؤلف: مصطفى بن حسني السباعي (ت 1384هـ). الناشر: المكتب الإسلامي: دمشق - سوريا، بيروت - لبنان. الطبعة: الثالثة، 1402هـ-1982م (بيروت)

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایسی آراء وخیالات کو منسوب کیا گیا جن کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی نہیں کہا ہے۔ اور ان کی طرف ایسے عقائد کو منسوب کیا گیا جو اُن کے عقائد نہیں تھے۔ بعض لوگوں کے نزدیک آپ رحمۃ اللہ علیہ مرجئی تھے (حالانکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ تہمت ہی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سے بری ہیں)۔

10 ارجاء کا معنی اور حقیقت

ارجاء کا لغت عرب میں معنی ہے:

''الأمل والخوف والتأخير وإعطاء الرجاء''۔

(فرق معاصرة تنتسب إلى الإسلام وبيان موقف الإسلام منها، ج3 ص1071۔ المؤلف: د. غالب بن علي عواجي. الناشر: المكتبة العصرية الذهبية للطباعة والنشر والتسويق، جدة. الطبعة: الرابعة، 1422هـ-2001م. عدد الأجزاء: 3)

ترجمہ: تاخیر اور مہلت دینا اور خوف اور امید دلانا۔

علامہ عبدالکریم شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب: "الملل والنحل" میں فرماتے ہیں کہ ارجاء کے دو معنی ہیں:

1 تاخیر کرنا جیسا کہ قولِ باری تعالیٰ ہے:

آیت 1:۔ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ (الاعراف:111؛الشعراء:36)

ترجمہ انہوں نے کہا: ”حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کو مہلت دے“۔
یعنی ان کے بارے میں فیصلہ کرنے میں تاخیر سے کام لینا چاہیئے اور ان کو مہلت دینا چاہیئے۔

2 والثاني: إعطاء الرجاء.
دوسرا معنی ہے: امید دلانا (یعنی محض ایمان پر کلی نجات کی امید دلانا اور یہ کہنا کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ و معاصی کچھ مضر نہیں ہیں)۔

3 اور بعض کے نزدیک ارجاء یہ بھی ہے کہ کبیرہ گناہ کے مرتکب کا فیصلہ قیامت پر چھوڑ دیا جائے اور دنیا میں اس پر جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم نہ لگایا جائے۔

4 اور بعض کے نزدیک ارجاء یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے خلیفہ کے بجائے چوتھا خلیفہ قرار دیا جائے۔ (الملل والنحل، الفصل الخامس المرجئة، ج1 ص139)

”ارجاء“ کے معنی ومفہوم میں چونکہ ”التأخیر“ بھی شامل ہے، اس لئے جو حضرات ائمہ، گناہگار کے بارے میں توقف اور خاموشی سے کام لیتے ہیں، اور دنیا میں اس کے جنتی اور جہنمی ہونے کا کوئی فیصلہ نہیں کرتے، بلکہ اس کا معاملہ آخرت پر چھوڑتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ اس کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے خواہ اس کو معاف کرے اور جنت میں داخل کردے، یا سزا بھگتنے کے لئے جہنم میں ڈال دے۔ یہ سب ”مرجئہ“ ہیں اور اسی معنی کے اعتبار سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ و محدثین کو ”مرجئہ“ کہا گیا۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”شرح فقہ اکبر“ میں یہی بات لکھی ہے:

ثم اعلم أن القونويّ ذكرَ أنّ أبا حنيفة كان يسمى مرجئاً لتأخيره أمرَ صاحبِ الكبيرة إلى مشيئة الله، والإرجاء التأخير. انتهى

ترجمہ جاننا چاہیئے کہ علامہ قونوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مرجئہ کہا جاتا تھا کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرتکب کبیرہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف رکھتے

تھے، اور ”ارجاء“ کے معنی ومفہوم مؤخر کرنے کے ہیں۔

(منح الروض الأزهر في شرح الفقه الأكبر، ص67 للعلامة علي القاري رحمۃ اللہ علیہ)

اب سوال یہ ہے کہ کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عقیدہ قرآن وحدیث کی تصریحات وتعلیمات کے خلاف ہے؟؟ یا صریح نصوص آیات واحادیث سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس عقیدہ کی تائید وتصدیق ہوتی ہے، اور تمام اہل سنت کا بھی یہی مذہب ہے۔

11 مرجئہ فرقہ کا عقیدہ

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (شرح فقہ الاکبر ص104) پر فرماتے ہیں:

پھر ”مرجئہ مذمومہ بدعتی فرقہ“ قدریہ سے جدا ایک فرقہ ہے جن کا عقیدہ ہے کہ ایمان کے آنے کے بعد انسان کے لیے کوئی گناہ مضر نہیں ہے جیسا کہ کفر کے بعد کوئی نیکی مفید نہیں ہے اور ان (مرجئہ) کا نظریہ ہے کہ مسلمان جیسا بھی ہو کسی کبیرہ گناہ پر اس کو کوئی عذاب نہیں دیا جائے گا۔ پس اس ارجاء (یعنی مرجئہ اہلِ بدعت کا ارجاء) اور اُس ارجاء (یعنی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کا ارجاء) میں کیا نسبت؟؟؟

یوسف جے پوری لکھتا ہے:
چنانچہ ایمان کی تعریف اور اس کی کمی وزیادتی کے بارے میں جو عقیدہ مرجئہ کا ہے انہوں (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی بعینہ وہی اپنا عقیدہ اپنی تصنیف فقہ اکبر میں درج فرمایا ہے۔ (حاشیہ حقیقت الفقہ ص72)

یوسف جے پوری کی یہ بات بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔

فقہ اکبر کی عبارت ملاحظہ کریں:

ولا نقول ان المؤمن لا يضره الذنوب ولا نقول انه لا يدخل النار فيها ولا نقول انه يخلد فيها وان كان فاسقا بعد ان يخرج من الدنيا مؤمنا ولا نقول حسناتنا مقبولة وسيئاتنا مغفورة كقول المرجئة.

(شرح کتاب الفقہ الاکبر ص108)

ترجمہ اور ہم یہ نہیں کہتے کہ مومن کے لئے گناہ مضر نہیں، اور نہ ہم اس کے قائل ہیں کہ مومن جہنم میں بالکل داخل نہیں ہوگا، اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اگرچہ فاسق ہو جب کہ وہ دنیا سے ایمان کی حالت میں نکلا، اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری تمام نیکیاں مقبول ہیں اور تمام گناہ معاف ہیں جیسا مرجئہ کا عقیدہ ہے۔

اب یوسف جے پوری کی بات (جو عقیدہ مرجئہ کا ہے انہوں (امام ابوحنیفہ) نے بھی بعینہ وہی اپنا عقیدہ اپنی تصنیف فقہ اکبر میں درج فرمایا ہے)) کو دیکھیں اور ''شرح فقہ اکبر'' کی مذکورہ بالا عبارت پڑھیں، اس میں مرجئہ کا رد و مخالفت ہے یا موافقت؟؟

یوسف جے پوری لکھتا ہے:

علامہ شہرستانی ؒ نے (کتاب الملل والنحل) میں بھی رجال المرجئہ میں حماد بن ابی سلیمان ؒ اور ابوحنیفہ ؒ اور ابو یوسف ؒ اور محمد بن حسن ؒ وغیرہ کو درج کیا ہے، اسی طرح غسان (جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے) بھی امام صاحب ؒ کو مرجئہ میں شمار کرتا ہے۔ (حاشیہ حقیقت الفقہ ص72)

یوسف جے پوری کی یہ بات بھی دھوکہ وخیانت پر مبنی ہے یا پھر (کتاب الملل والنحل) کی عبارت پڑھنے میں ان کو غلط فہمی ہوئی ہے

علامہ شہرستانی ؒ سے سنیے:

ومن العجيب أن غسان كان يحكي عن أبي حنيفة رحمه الله مثل مذهبه، ويعده من المرجئة، ولعله كذب كذلك عليه، لعمري! كان يقال لأبي حنيفة وأصحابه مرجئة السنة.

(ألملل والنحل، الفصل الخامس الغسانية، ج1 ص141)

ترجمہ تعجب کی بات ہے کہ غسان (جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے) بھی اپنے مذہب کو امام ابوحنیفہ ؒ کی طرح ظاہر کرتا اور شمار کرتا تھا، اور امام ابوحنیفہ ؒ کو بھی مرجئہ میں شمار کرتا تھا۔ غالباً یہ جھوٹ ہے۔ مجھے زندگی عطا کرنے والے کی قسم! ابوحنیفہ ؒ اور

اس کے اصحاب کو تو "مرجئة السنة" کہا جاتا تھا۔

اب آپ یوسف جے پوری کی عبارت پڑھیں اور علامہ شہرستانی ؒ کی اصل عبارت اور ترجمہ دیکھ لیں۔ یہ نام نہاد اہل حدیث امام صاحب ؒ پر اس طرح جھوٹ و خیانت، دھوکہ وفریب کے ساتھ طعن وتشنیع کرتے ہیں۔ حاصل یہ کہ (غنیۃ الطالبین) میں جو کچھ لکھا ہے اس کی حقیقت بھی واضح ہوگئی اور جو کچھ ہاتھ کی صفائی سے یوسف جے پوری نے دکھائی وہ بھی آپ نے ملاحظہ کرلی۔

ایک دوسری اہم بات بھی ملاحظہ کریں وہ یہ کہ (غنیۃ الطالبین) میں شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ نے کئی جگہ امام ابوحنیفہ ؒ کے اقوال بھی نقل کئے اور ان کو امام کے لقب سے یاد کیا۔ مثلاً: ایک مقام پر شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ نے تارک صلوٰۃ کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وقال الإمام أبو حنيفة رحمه الله: لا يقتل ولكن يحبس حتى يصلي فيتوب أو يموت في الحبس. (غنیۃ الطالبین ج2 ص188)

ترجمہ امام ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا: ''اس (بے نمازی) کو قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اس کو قید کردیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ توبہ کرکے نماز پڑھنے لگ جائے، یا وہ جیل ہی میں مر جائے''۔

مزید ملاحظہ فرمائیں: غنیۃ الطالبین ج1 ص116، ج2 ص85، 86، 170

اب اگر شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہ ؒ ''مرجئہ مبتدعہ ضالہ'' میں سے ہوتے تو پھر ان کو ''الامام'' کے لقب سے کیوں ذکر کرتے ہیں؟؟؟ اور مسائل شرعیہ میں امام ابوحنیفہ ؒ کے اقوال کیوں ذکر کرتے ہیں؟؟؟

''میزان الاعتدال''، ''تہذیب الکمال''، ''تہذیب التہذیب'' اور ''تقریب التہذیب'' وغیرہ رجال کی کتابوں میں ایسے بہت سے رواۃ کے حق میں ''ارجاء'' کا طعن والزام لگایا گیا۔ مثلاً: اس طرح کے الفاظ استعمال کئے گئے:

رُمِيَ بالإرجاء، كان مرجئاً، وغیرہ۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''تدریب الراوی'' میں بخاری و مسلم کے ان روایوں کے اسماء کی پوری فہرست پیش کی ہے جن کو ''مرجئہ'' کہا گیا ہے۔

امام الحافظ الذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قلتُ: الإرجاءُ مذهبٌ لعدةٍ من جلة العلماء، ولا ينبغي التحاملُ على قائله. (المیزان ج3 ص163 فی ترجمۃ مِسعَر بن کِدَام)

ترجمہ: میں (امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ ''ارجاء'' تو بڑے بڑے علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے اور اس مذہب کے قائل پر کوئی مواخذہ نہیں کرنا چاہیئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک ''ارجاء'' فرقۂ مبتدعۂ ضالہ مرجئہ کا ہے اور ایک ''ارجاء'' ائمہ اہل سنت کا قول ہے، جس کی تفصیل گذشتہ سطور میں گزر گئی ہے۔

آخری بات فرقۂ اہل حدیث کے مستند عالم مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی بات نقل کر کے بات ختم کرتا ہوں، فرماتے ہیں:

''اس موقع پر اس شبہ کا حل نہایت ضروری ہے کہ بعض مصنفین نے سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی رجالِ مرجئہ میں شمار کیا ہے حالانکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کے بزرگ امام ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اعلیٰ تقویٰ اور تورع پر گزری جس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ بے شک بعض مصنفین نے (اللہ ان پر رحم کرے) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام زفر رحمۃ اللہ علیہ، اور امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو رجالِ مرجئہ میں شمار کیا ہے، جس کی حقیقت کو نہ سمجھ کر اور حضرت امام صاحب ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کی طرزِ زندگی پر نظر نہ رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے اسے خوب اچھالا ہے لیکن حقیقت رس علماء نے اس کا جواب کئی طریق پر دیا ہے۔

(تاریخ اہلِ حدیث، ارجاء اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ص 77)

اسی کتاب میں (ص 93) پر لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کو حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی ٹھوکر لگی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرجیوں میں شمار کیا ہے۔ سو اس کا جواب ہم اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ اپنے شیخ الشیخ حضرت سید

نواب صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے دیتے ہیں۔

اس کے بعد مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے بانی فرقۂ اہلِ حدیث نواب صدیق حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ان کی کتاب (دلیل الطالب) سے ذکر کیا، اور پھر اس ساری بحث کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھا:

''حاصل کلام یہ کہ لوگوں کے لکھنے سے آپ کس کس کو ائمہ اہل سنت کی فہرست سے خارج کریں گے؟؟''۔

ناظرین کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہ تو ضعیف تھے نہ مرجئہ۔ یہ بات نامہ بر کی بنائی ہوئی سی ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اتہام اور افتراء ہے۔ سنیئے مرجئہ ارجاء سے مشتق ہے، جو باب افعال کا مصدر ہے، لغت میں اس کے معنی تاخیر کرنا ہیں، اصطلاح میں ارجاء کے معنی اعمال کو ایمان سے علیحدہ رکھنے کے ہیں۔ مرجئہ ضالہ اس فرقہ کو کہتے ہیں جو صرف اقرار لسانی اور معرفت کا نام ایمان رکھتا ہے اور ساتھ اس کے اس فرقہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ معصیت اور گناہ ایمان کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے اور گنہگار کو گناہ پر سزا نہیں دی جائے گی، بلکہ معاصی پر سزا ہو ہی نہیں سکتی اور عذاب و ثواب گناہوں اور نیکیوں پر مترتب ہی نہیں ہوتا۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ فرقہ گمراہ ہے۔ ان کے عقائد اس کے خلاف ہیں، چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خود ''فقہ اکبر'' میں تصریح فرماتے ہیں اور فرقہ مرجئہ کا رد کر رہے ہیں:

وَلَا نقُول: "إِن حَسَنَاتنَا مَقْبُولَة وسيئاتنا مغفورة كَقَوْل المرجئة وَلَكِن نقُول: "من عمل حَسَنَة بِجَمِيعِ شرائطها خَالِيَة عَن الْعُيُوب الْمفْسدَة وَلم يُبْطِلهَا بالْكفْر وَالرِّدَّة والأخلاق السَّيئَة حَتَّى خرج من الدُّنْيَا مُؤمنا فَإِن الله تَعَالَى لَا يضيعها بل يقبلهَا مِنْهُ ويثيبه عَلَيْهَا".

(الفقه الأكبر، ص 47۔ المؤلف: أبو حنيفة النعمان بن ثابت بن زوطى بن ماه (المتوفى: 150هـ)۔ الناشر: مكتبة الفرقان-الإمارات العربية۔ الطبعة: الأولى، 1419هـ-1999م)

ترجمہ: ہمارا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ ہماری نیکیاں مقبول اور گناہ بخشے ہوئے ہیں جیسا کہ مرجئہ کا اعتقاد ہے کہ ایمان کے ساتھ کسی قسم کی برائی نقصان دہ نہیں اور نافرمان کی نافرمانی پر سزا نہیں، اس کی خطائیں سب معاف ہیں، بلکہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام اس کی شرطوں کے ساتھ کرے اور وہ کام تمام مفاسد سے خالی ہو اور اس کو باطل نہ کیا ہو اور دنیا سے ایمان کی حالت میں رخصت ہوا ہو، تو اللہ تعالی اس عمل کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ اس کو قبول کر کے اس پر ثواب عطا فرمائے گا۔

ناظرین! اس عبارت نے تمام بہتانوں کو دفع کر دیا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرجئہ کا رد فرماتے ہیں۔ اگر خود مرجئی ہوتے تو ان کے عقیدہ کا رد کیسا اور اپنے عقیدہ کا اظہار کیوں کرتے؟ جو مرجئہ کے خلاف اور اہل سنت کے موافق ہے۔ افسوس ہے ان حضرات پر جو عداوت اور عناد کو اپنا پیشوا اور امام بنا کر اس کی اقتداء کرتے اور حق کو پس پشت ڈالتے ہیں۔

ومن العجيب أن غسان كان يحكي عن أبي حنيفة رحمه الله مثل مذهبه، ويعده من المرجئة، ولعله كذب كذلك عليه.

(الملل والنحل، ج1 ص141۔ المؤلف: أبو الفتح محمد بن عبد الكريم بن أبي بكر أحمد الشهرستاني (المتوفى: 548ھ)۔ الناشر: مؤسسة الحلبي۔ عدد الأجزاء: 3)

ترجمہ: تعجب خیز یہ بات ہے کہ "غسان ابن ابان" مرجئی ہے۔ اس نے اپنے مذہب کو رواج دینے کے لئے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ارجاء کی نسبت کی اور مرجئہ کے مسائل امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر دیا کرتا تھا، حالانکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دامن اس سے بری تھا۔ اور وہ شاید امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اسی طرح جھوٹ بولا کرتا تھا۔

اسی بناء پر "علامہ ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ" نے اس کی تردید کی۔ وہ فرماتے ہیں:

وقد نسب إليه وقيل عنه من الأقاويل المختلفة التي نجلُّ قدره عنها ويتنزه منها؛ من القول بخلقِ القرآن، والقول بالقدر، والقول بالإرجاء، وغير ذلك مما نُسب إليه. ولا حاجة إلى ذكرها ولا إلى ذكر

قائليها، والظاهر أنه كان منزهاً عنها.

(جامع الأصول في أحاديث الرسول، ج12 ص954 رقم 2780۔ المؤلف: مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الكريم الشيباني الجزري ابن الأثير (المتوفى: 606ھ)۔ الناشر: مكتبة الحلواني - مطبعة الملاح - مكتبة دار البيان)

ترجمہ: بہت سے اقوال مختلفہ ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں جن سے ان کا مرتبہ بالاتر ہے اور وہ ان سے بالکل منزہ اور پاک ہیں، چنانچہ خلقِ قرآن، تقدیر، ارجاء وغیرہ کا قول جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اس کی ضرورت نہیں کہ ان اقوال کا اور ان کے قائلین کا ذکر کیا جائے، کیونکہ بدیہی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان تمام امور سے بری اور پاک تھے۔

جب علماء اور ائمہ نے اس کی تردید کر دی کہ یہ جملہ امور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان و جھوٹ اور افتراء پردازی ہے، اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دامن اس سے بالکل پاک و صاف تھا۔ تو ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے کہ جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے اور حق کا متبع سمجھتے ہیں، پھر ایسے غلط اور باطل امور کو کتابوں، رسالوں میں لکھ کر شائع کرتے اور عوام کو بہکاتے ہیں۔

اے ہنر نہادہ بر کفِ دست
عیب ہا را گرفتہ زیرِ بغل

محترم قارئین: ان عبارتوں پر غور فرمائیں اور مؤلف رسالہ (الجرح علی ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کو داد دیں۔ ایمان کے متعلق امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ان کے اقوال سے معلوم کریئے:

اخبرني الامام الحفاظ ابو حفص عمر بن محمد البارع النسفي في كتابه الى من سمرقند، اخبرنا الحافظ ابو على الحسن بن عبد الملك النسفي، انا الحافظ جعفر بن محمد المستغفري النسفي، انا ابو عمر و محمد بن احمد

النسفی، انا الامام الاستاذ ابو محمد الحارثی، انباء محمد بن یزید، انباء الحسن بن صالح، عن ابی مقاتل، عن ابی حنیفة رحمه الله انه قال: "الایمان هو المعرفة و التصدیق و الاقرار والاسلام"۔ قال: والناس فی التصدیق علی ثلاثة منازل، فمنهم من صدق الله تعالی و بما جاء منه بقلبه ولسانه و منهم من یقر بلسانه۔ فاما من صدق الله و بما جاء من عنده بقلبه و لسانه فهو عند الله کافرا و عند الناس مومنا لان الناس لایعلمون مافی قلبه و علیهم ان یسموه مومنا بما ظهر لهم من الاقرار بهذه الشهادة و لیس لهم ان یتکلفوا علم القلوب و منهم من یکون عند الله مومنا و عند الناس کافرا، و ذلك بان یکون الرجل مومنا عند الله یظهر الکفر بلسانه فی حال التقیة فیسمیه من لایعرفه متقیا کافراً وهو عند الله مومنا"۔

(کتاب المناقب للموفق بن احمد المکی رحمۃ اللہ علیہ جلد اول ص 84، 85)

ترجمہ: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''معرفت اور تصدیقِ قلبی اور اقرارِ لسانی اور اسلام کے مجموعہ کا نام ایمان ہے''، لیکن تصدیقِ قلبی میں لوگ تین [3] قسم کے ہیں:

ایک تو وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اور جو اموراس کی طرف سے آئے ہیں دونوں کی تصدیقِ قلب وزبان سے کی ہے، دوسرے وہ لوگ ہیں جو زبان سے اقرار کرتے ہیں لیکن قلب سے تکذیب کرتے ہیں، تیسرے وہ ہیں جو قلب سے تصدیق کرتے اور تکذیبِ لسانی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

پہلی قسم کے حضرات عنداللہ اور عندالناس مومن ہیں اور دوسری قسم کے لوگ عنداللہ کافر اور عندالناس مومن شمار ہوتے ہیں کیونکہ لوگوں کو باطن کا حال معلوم نہیں، وہ تو صرف ظاہری حال دیکھ کر حکم لگاتے ہیں اور وہ ظاہر میں تصدیق کرتا ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک مومن ہے اور چونکہ تکذیبِ قلبی ہے، اس لئے خدا کے نزدیک کافر ہے۔ تیسری قسم کے لوگ خدا کے نزدیک مومن اور دنیا والوں کے نزدیک کافر شمار ہوتے

ہیں، چونکہ کسی خوف و مصیبت کی وجہ سے انہوں نے کلمۂ کفر نکالا ہے لیکن دل میں تصدیق و ایمان باقی ہے۔ اس لئے خدا کے نزدیک مومن ہے اور ظاہری حالت تکذیب کی ہے۔ اس لئے دنیا والوں کے نزدیک کافر ہے کیونکہ ان کو ان کی باطنی حالت کا علم نہیں۔ اس لئے ان پر حکم کفر عائد کرتے ہیں۔

محترم قارئین! اب تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ ایمان میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول فرقۂ مرجئہ کے بالکل خلاف ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ میں شمار کرنا جاہلوں اور مفسدوں کا کام ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اعمال ظاہریہ تصدیقِ قلبی کے اجزاء نہیں ہیں، ہاں ایمانِ کامل کے اجزاء ہیں۔ مطلق ایمان کے متمم اور مکمل ہیں۔ اعمالِ ظاہریہ حسنہ سے ایمان میں کمال، نور، روشنی پیدا ہوتی ہے۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اور جملہ حنفیہ کا اعتقاد ہے۔ خارجیوں اور رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں، اگر کوئی عمل فرض مثلاً: ایک وقت کی نماز کسی نے ترک کردی تو ان کے نزدیک وہ کافر ہوجاتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک وہ فاسق ہے کافر نہیں۔ یہی حنفیوں کا عقیدہ ہے۔ یہ ارجاء کے معنی ہیں کہ اعمال ایمان سے جس کو تصدیق قلبی کہا جاتا ہے، علیحدہ ہیں اس کی حقیقت اور ماہیت میں داخل نہیں۔ ہاں اس کے متممات ہیں۔ اسی بناء پر عقائد میں مرجئہ کی دو [2] قسمیں ہیں:

ثم المرجئة علی نوعین: مرجئة مرحوم و هم اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم و مرجئة ملعون، و هم الذین یقولون بان المعصیة لاتضر و العاصی لایعاقب"۔ (تمہید، ابوالشکور)

ترجمہ: پھر مرجئہ کی دو اقسام ہیں: ایک مرجئہ مرحومہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے اور دوسری نوع مرجئہ ملعونہ کی ہے جو اس کے قائل ہیں کہ معصیت ایمان کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچاتی اور عاصی کو عتاب و عذاب نہیں ہوگا۔

محترم قارئین! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مرجئہ کہلاتے ہیں لیکن وہ اس گمراہ فرقہ سے علیحدہ ہیں۔ اگر بالفرض کسی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ لکھا ہے تو اس کا مطلب وہی ہے

جو صحابہ کرام ؓ پر اس لفظ کا اطلاق کرنے میں لیا جاتا اور سمجھا جاتا ہے، ورنہ وجہِ فرق کے واسطے ثبوت کی ضرورت ہے، اور ظاہر ہے کہ امام صاحب ؒ کے اقوال و اعمال اور ان کا عقیدہ و مذہب مرجئہ ضالہ کے خلاف ہے۔ تو پھر کس طرح ان پر اس کو منطبق کیا جاتا ہے۔ حافظ ذہبی ؒ مسعر بن کدام ؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

مسعر بن كدام [ع] فحجة إمام: ولا عبرة بقول السليماني: كان من المرجئة: مسعر، وحماد بن أبي سليمان، والنعمان، وعمرو بن مرة، وعبد العزيز ابن أبي رواد، وأبو معاوية، وعمرو بن ذر ...وسرد جماعة.

قلت: الارجاء مذهب لعدة من جلة العلماء، لا ينبغي التحامل على قائله.

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال، ج4 ص99 رقم 8470۔ المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى: 748هـ)۔ الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت - لبنان۔ الطبعة: الأولى، 1382 هـ - 1963 م۔ عدد الأجزاء: 4)

ترجمہ: حضرت مسعر بن کدام ؒ حجت اور امام ہیں۔ قول سلیمانی کا اعتبار نہیں کہ مسعر ؒ، حماد ؒ، نعمان ؒ، عمرو بن مرہ ؒ، عبد العزیز ؒ، ابو معاویہ ؒ، عمرو بن ذر ؒ وغیرہ مرجئی تھے۔ ان کی طرف اس کی نسبت کرنا غلط ہے۔ اس سے وہی ارجاء مراد ہے جو ملعون فرقہ کا اعتقاد ہے۔ امام ذہبی ؒ فرماتے ہیں: ''ارجاء بڑے بڑے علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔ لہٰذا اس کے قائل پر تحامل مناسب نہیں''۔

اس سے وہی ارجاء مراد ہے جو صحابہ کرام ؓ کا طریق تھا۔ صدرِ اول میں فرقۂ معتزلہ اہل سنت والجماعت کو مرجئہ کہتا تھا۔ پس اگر کسی نے امام صاحب ؒ کو مرجئہ کہا، تو اس سے کوئی نقصان نہیں کیونکہ یہ اقوال معتزلہ کے ہیں، جو اہل سنت والجماعت کے بارے میں استعمال کرتے تھے۔ نواب صدیق حسن خان ؒ نے ''کشف الالتباس'' میں تصریح کی ہے کہ ائمہ اربعہ کے مقلدین ہی اہل سنت والجماعت میں

منحصر ہیں اور اہل سنت کا انحصار مقلدین ائمہ اربعہ میں ہے۔

پس وہ حدیث جو مؤلف رسالہ (الجرح علی ابی حنیفہ ؒ) نے ترمذی سے نقل کی ہے جو ابن عباس ؓ سے مرفوعاً مروی ہے وہ امام صاحب ؒ اور حنفیہ پر کسی طرح منطبق نہیں ہوسکتی ورنہ صحابہ کرام ؓ اور اجلہ علماء بھی اس سے بعبارات بالا بچ نہیں سکتے اور پھر اس کا جو کچھ نتیجہ ہے ظاہر ہے۔

اے چشمِ اشکبار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب، وہ میرا ہی گھر نہ ہو

باب 4

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہرگز مرجئہ مذمومہ میں سے نہ تھے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے امام اعظم اور حافظ الحدیث ہونے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت و عدالت پر ائمۂ اسلام کے متفق ہونے کے باوجود بعض حضرات نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگادیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مرجئہ کے گمراہ اور قابلِ مذمت گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

آیئے، ہم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر لگائے گئے اس الزام کا جائزہ لیں، اور واضح کردیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس گروہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس الزام سے بری ہیں اور جن لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس گروہ میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے انہوں نے یقیناً زیادتی کا ارتکاب کیا ہے۔

حدیث 1:۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بنى إِسْرَآئيل حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ، وَإِنَّ بنى إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً"۔ قَالُوا: "وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ!؟"۔ قَالَ: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"۔ هٰذَا حَدِيثٌ مُفَسَّرٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ۔ (ترمذی رقم 2641؛ مشکوٰۃ رقم 171)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ میری امت پر ایسا وقت آئے گا جیسے بنی اسرائیل پر آیا تھا اور دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی جیسا کہ دونوں جوتے ایک دوسرے کے بالکل برابر ہوتے ہیں (یعنی بنی اسرائیل میں جو فتنے رونما ہوئے وہ جوں کے توں میری امت میں پیدا ہوں گے) یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے۔ بنی اسرائیل بہتر (72) فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔ میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی اور تمام فرقے دوزخی ہوں گے۔ صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم ہوں گے (اس کی پیروی کرنے والے مستثنیٰ ہوں گے)''۔

1 فرقۂ مرجئہ کے عقائد

اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک 72 فرقِ ضالّہ میں سے ایک فرقۂ مرجئہ بھی ہے۔ اس گروہ کا عقیدہ یہ ہے:

(1) معرفت اور اقرارِ لسانی کا نام ایمان ہے، تصدیقِ قلبی کی ضرورت نہیں ہے۔

(2) مؤمن کو گناہوں سے کچھ ضرر نہیں ہوتا۔

(3) عذاب وثواب، سیئات اور حسنات پر مرتب نہیں ہوتے۔

قبل اس کے کہ ہم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر لگائے اس غلط الزام کی حقیقت کھولیں، محدث العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قابل غور بیان ملاحظہ فرمائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''کسی شخص کے خیالات جاننے کی صورتیں اور اس کے عندیات وعقائد معلوم ہونے کے دو ہی ذریعے ہیں: ایک اس کی تصانیف، دوسرے اس کے اتباع (پیروکار)۔ تصانیف تو اس وجہ سے کہ مصنف اس میں اپنے مافی الضمیر اور عندیات کو ذکر کرتا ہے۔ خدانخواستہ اگر مصنف دوسرے کے لئے آلۂ گفتار ہو، تو بھی وہ اثنائے کلام میں

اپنے خیالات کا پرچار کرتا رہتا ہے، اور جبکہ مصنف خود مستقل ہو، کسی کا پابند نہ ہو، تو پھر تو وہ اس میں کوئی کسر ہی نہیں اٹھا رکھتا۔ اور متبعین اس وجہ سے کہ وہ انہی اعمال و کردار کو اپنائیں گے جو ان کا رہبر کرتا رہا، اور وہ اسی طریقہ پر گامزن ہوں گے جس پر ان کا رہنما چلتا رہا۔ اور ظاہر ہے کہ ایک شخص جو ایک جماعت کا سربرآوردہ اور مقتداء ہو، کسی کا پابند نہ ہو، بلکہ اپنے خیالات کے مطابق جادہ پیمائی کرے۔ لہٰذا یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا کہ شاید دوسرے کے لحاظ و ملاحظہ میں اپنے طریقۂ کار کو بدل دیا ہو۔

اس وضاحت کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ اگر ان کی تالیفات مثلاً: الفقہ الاکبر، یا کتاب الوصیۃ وغیرہ اٹھایئے، تو اس میں عقائدِ اہلِ سنت کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ عقیدۂ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، جو حقیقت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کا عقیدہ ہے، سارا ہی اہلِ سنت کا عقیدہ ہے۔ اور اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع اور ان کے پیروکاروں کو لیجئے، تو وہ بھی اہلِ سنت والجماعت ہیں۔ چنانچہ ساری دنیا کے احناف بھی اہلِ سنت والجماعت ہیں، اور ان کی تالیفات میں بھی یہی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان موجودہ لوگوں نے اپنے ان عقائد اور خیالات کو اپنے اکابر اور مقتدایان سے ہی لیا ہوگا۔ ثم وثم، تا آنکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ جاملا، اور تواترِ طبقہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فرقۂ اہلِ سنت والجماعت سے ہونا واضح ہوجاتا ہے۔ (نوادر الحدیث۔ ص585۔ طبع 1429ھ)

اس سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ دعویٰ کیا، یا یہ تاثر پھیلانے کی کوشش کی کہ ان کا تعلق فرقۂ مرجئہ مذمومہ یا جہمیہ اور قدریہ وغیرہ سے تھا، تو ان لوگوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خود اپنی کتابوں میں کیا کہتے ہیں؟ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا اس گروہ کے بارے میں کیا موقف تھا؟ ہاں جن لوگوں کے سامنے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کی کتابیں، یا موقف موجود تھا، اس کے باوجود بھی انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس فرقۂ مذمومہ وملعونہ میں سے بتانے کی کوشش میں لگے رہے، اس کی وجہ یقیناً غلط فہمی نہیں،

حسد و تعصب تھا۔ اور یہ لوگ اپنی اس کوشش میں ہمیشہ ناکام رہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی امامت کا جھنڈا ہر دور میں بڑی خوبصورتی سے لہراتا رہا ہے۔

2 عقیدۂ اہلِ سنت اور مرجئہ عقیدے کا رد

فرقۂ مرجئہ مذمومہ کے گروہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ کبھی آپ رحمۃ اللہ علیہ اس فرقہ کے عقیدہ سے متفق تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تو کھل کر ان لوگوں کو گمراہ کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اہلِ سنت کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا نقول: "ان المؤمن لا تضره الذنوب، وانه لا یخلد فیها، وإن کان فاسقاً بعد أن یخرج من الدنیا مؤمناً۔ ولا نقول ان حسناتنا مقبولة وسیاٰتنا مغفورة کقول المرجئة. ولكن نقول: من عمل حسنة بجمیع شرائطها خالیة من العیوب المفسدة ولم یبطلها بالکفر والردة حتی خرج من الدنیا مؤمناً، فان الله تعالی لا یضیعها بل یقبلها منه ویثیبه علیها"۔ (الفقہ الاکبر ص111)

ترجمہ: ہم یہ نہیں کہتے کہ مؤمن کو گناہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے، اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ (اپنے گناہوں کے باوجود) جہنم میں نہیں جائے گا، اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ مؤمن اس میں ہمیشہ رہے گا، اگرچہ وہ فاسق ہی ہو بشرطیکہ وہ اس دنیا سے ایمان کی حالت میں گیا ہو، اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ ہماری ساری نیکیاں مقبول ہیں، اور ہمارے سارے گناہ معاف ہیں، جیسا کہ فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ ہے۔ ہاں ہم یہ کہتے ہیں: جس مسلمان نے کوئی نیکی تمام شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی ہے، اور اس نیک عمل کو باطل کرنے والے عیوب سے خالی رکھا ہے، اور اس کو کفر وارتداد سے برباد نہیں کیا، یہاں تک کہ وہ ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکی کو ضائع نہیں کرے گا، اس کو قبول کرے گا، اور اس پر ثواب دے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بیان میں فرقۂ مرجئہ ومعتزلہ پر کھلا رد کیا ہے، اور اہلِ سنت

عقیدہ کی بہترین ترجمانی کی ہے، مگر افسوس کہ بعض حضرات نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس کھلے بیان کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ پر مرجئی ہونے کا الزام دھر دیا۔ معترضین یہ بات سمجھ ہی نہ پائے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جس عقیدے کی بات کرتے ہیں، اس میں اور مرجئہ مذمومہ کے عقیدے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اہلِ سنت عقائد کے ترجمان ہیں، جبکہ دوسرے اہلِ بدعت ہیں، اور ان کا عقیدہ گمراہانہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے شارح محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے (۱۰۱۴ھ) اس فرقہ کو مذموم اور بدعتی کہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ثم المرجئة المذمومة من المبتدعة ليسوا من القدرية، بل هم طائفة۔ قالوا: «لا يضر مع الايمان ذنب كما لا يقع مع الكفر طاعة»۔ فزعموا ان احدا من المسلمين لا يعاقب على شيء الكبائر فأين هذه الارجاء۔ (شرح فقہ اکبر ص 104)

ترجمہ: پھر مرجئہ مذمومہ بدعتی گروہ، فرقۂ قدریہ سے الگ ایک گروہ ہے جن کا عقیدہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد کوئی گناہ نقصان دہ نہیں ہوتا، جیسا کہ کفر کے بعد کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی۔ ان کا نظریہ ہے کہ مسلمان جیسا کچھ ہو، اسے کسی کبیرہ گناہ پر سزا نہیں کی جائے گی۔ پس اس (اہلِ بدعت اور قابلِ مذمت) ارجاء کا (اہلِ سنت اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ ارجاء سے) کیا تعلق؟

جن حضرات نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مرجئہ مذمومہ ہونے کی تہمت لگائی، ہم سمجھتے ہیں کہ انہوں نے بڑی زیادتی کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ جس نے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پڑھی، سنی ہے، وہ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نیک اعمال کے حصول میں ہمیشہ بہت آگے آگے رہے، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمہ وقت اپنے آپ کو معاصی سے دور رکھا ہوا تھا۔ آپ اس کی تفصیل پہلی جلد میں پڑھ آئے ہیں۔

جن لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اور دیگر ائمہ وعلماء کو کہیں مرجئہ کہا بھی، تو انہوں نے ساتھ ہی اس بات کی وضاحت بھی کر دی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مرجئہ کے اس گروہ میں سے ہیں جو

اہلِ سنت ہیں، اور اس میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ اکیلے نہیں ہیں۔ بے شمار محدثین اور بھی ہیں۔ مگر غیر مقلدوں کے بعض علماء کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بغض وعداوت کا عالم یہ ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ مذمومہ میں بتا کر صفِ اسلام سے ہی خارج کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ ان کا سعید بنارسی (۱۳۲۲ھ) لکھتا ہے:

"امام (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) صاحب کا ایک مزیدار حال اور سنئے: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ علاوہ اس کے ضعیف تھے، مرجئہ بھی تھے، اور مرجئہ کے بارے میں ترمذی میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مرجئہ اور قدریہ اسلام سے خارج ہیں"۔۔۔ حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں، اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ یہ چاروں کے چاروں مرجئہ۔ اور مرجئہ کی بابت حدیث اوپر سنائی گئی ہے۔ یہ لطف پر لطف ہے ۔۔۔ اب تمام حنفیوں کی بابت یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ: ليس في الاسلام نصيب كما ورد في الحديث۔ فافهموا ولا تعجلوا۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۶)

یعنی احناف کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ یہ سب خارج از اسلام ہیں۔

ایک اور اثری غیر مقلد نے اپنی کتاب: "اصلی اہل سنت" (ص 33) میں باقاعدہ ایک عنوان: "کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرجیانہ اور جہمیانہ عقیدہ رکھتے تھے" لکھ کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مرجئہ کے اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے جن کے عقائد اسلام کے خلاف تھے، اور جس طرح وہ لوگ گمراہ، بدعتی اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی صفِ اسلام سے باہر ہیں"۔ (معاذ اللہ)

یہ کوئی نیا فتنہ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی بعض لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف یہ پراپیگنڈا کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرقۂ مرجئہ میں سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جب بھی کسی نے اس کے متعلق پوچھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں فرمایا: "میرا ان گمراہ فرقوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں ان کے عقائد سے بیزار اور بری ہوں"۔

علامہ ابوالشکور السالمی ؒ (739ھ) لکھتے ہیں کہ امام عثمان بن ابی لیلیٰ ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ سے جب اس بارے میں پوچھا۔ تو آپ ؒ نے لکھا:

ان المرجئة على ضربين: مرجئة ملعونة وأنا برئ منهم، ومرجئة مرحومة ـ وأنا منهم و كتب فيه بأن الانبياء كانوا كذلك. ألا ترىٰ أن قول عيسى عليه السلام: إن تعذبهم فانهم عبادك وإن تغفر لهم فانك أنت العزيز الحكيم (پ7) المائدہ:118). (التمہید للسالمی)

ترجمہ: آپ ؒ نے لکھا: "مرجئہ کی دو قسمیں ہیں: ایک لعنتی مرجئہ اور میں ان کے عقائد و نظریات سے بالکل بری اور بیزار ہوں۔ اور ایک مرجئہ مرحومہ۔ یقیناً میں ان میں شامل ہوں۔ اور انبیاء علیہم السلام بھی اس پر تھے۔ کیا آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول معلوم نہیں جب وہ (قیامت کے دن اللہ سے کہیں گے کہ اے اللہ! اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کی مغفرت فرمائیں تو بیشک آپ غالب اور حکمت والے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی ؒ لکھتے ہیں:

"جب امام صاحب ؒ سے خود یہ تصریح ہے کہ آپ ؒ مرجئہ مرحومہ میں سے تھے۔ اور یہی تمام انبیاء علیہم السلام کا مذہب تھا۔ تو پھر ان کا اعتراض غلط ہو گیا۔ علامہ ذہبی ؒ (748ھ) امام مسعر بن کدام ؒ (155ھ) کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

قلت: "الارجاء مذهب لعدة من جلة العلماء، لا ينبغي التحامل على قائله".

(میزان الاعتدال ج4 ص99؛ الرفع والتكميل (أبو الحسنات اللكنوي) ص370)

ترجمہ: ارجاء (مرحومہ) بہت سے علمائے کبار کا مذہب ہے، اور اس کے قائل پر مؤاخذہ نہیں ہونا چاہیئے۔ (امداد الباری ج1 ص223، بحوالہ تمہید)

غیر مقلدین اگر امام ابوحنیفہ ؒ کی وضاحت کو تسلیم نہیں کرتے، اور نہ امت کے دیگر اکابرین کی بات ماننے کو تیار ہیں، تو کم از کم انہیں اپنے ہی ممتاز عالم مولانا ابراہیم میر

سیالکوٹی ؒ (1375ھ) کی یہ بات مان لینی چاہئے کہ یہ سب کچھ امام ابوحنیفہ ؒ پر بہتان ہے۔ آپ ؒ لکھتے ہیں:

"یہ کہ آپ ؒ (یعنی امام صاحب ؒ) پر یہ بہتان ہے۔ آپ ؒ مخصوص (ملعون) فرقۂ مرجئہ میں سے نہیں ہو سکتے، ورنہ آپ ؒ اتنے تقویٰ وطہارت پر زندگی نہ گزارتے"۔ (تاریخ اہلحدیث ص40)

مولانا مرحوم ؒ اس سے ذرا پہلے یہ لکھ آئے ہیں:

"بعض مصنفین نے سیدنا امام ابوحنیفہ ؒ کو بھی رجالِ مرجئہ میں شمار کیا ہے، حالانکہ آپ ؒ اہلِ سنت کے بزرگ امام ہیں، اور آپ ؒ کی زندگی اعلیٰ درجے کے تقویٰ اور اور تورع پر گزری جس سے کسی کو بھی انکار نہیں"۔ (تاریخ اہلحدیث ص39)

سوال: جب خود امام ابوحنیفہ ؒ نے اپنے عقیدہ کی وضاحت کر دی اور اپنے آپ کو اس گمراہ فرقہ سے الگ کر دیا، تو سوال یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ پر ارجاء ملعونہ کا یہ الزام کہاں سے لگا؟

جواب: امام ابوحنیفہ ؒ کو بدنام کرنے کے لئے یہ کاروائی فرقہ غسانیہ کے سربراہ غسان کوفی کی تھی، جس نے اپنے غلط عقیدہ کی تشہیر کے لئے امام ابوحنیفہ ؒ پر افتراء باندھا کہ آپ ؒ بھی اسی عقیدہ کے قائل ہیں، جس پر وہ ہے۔ چنانچہ کچھ حضرات نے اس تحقیق کے بغیر کہ امام ابوحنیفہ ؒ کا عقیدہ کیا ہے؟ غسان کوفی کی بات کو سچ جان لیا اور امام صاحب ؒ پر یہ الزام لگا دیا۔

امام محمد من عبدالکریم شہرستانی شافعی ؒ (548ھ) جب مختلف فرقوں کی تحقیق میں اترے، تو انہیں معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ ؒ کے مرجئہ ملعونہ میں سے ہونے کا الزام قطعی جھوٹ ہے۔ آپ ؒ کبھی فرقۂ غسانیہ کے گمراہانہ عقیدہ کے قائل نہ تھے۔ چنانچہ آپ ؒ نے قسم کا کر بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ اور ان کے اصحاب کو مرجئۂ سنت کہا جاتا تھا۔ (دیکھئے: الملل النحل ج1 ص79)

اور یہی فیصلہ علامہ معین سندھی ؒ صاحبِ دراسات (1176ھ) اور غیر مقلد پیشوا

نواب صدیق حسن خان قنوجی رحمۃ اللہ علیہ (1307ھ) کا بھی ہے۔ مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ علامہ شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں:

"اور تعجب ہے کہ غسان (مرجیوں میں سے فرقہ غسانیہ کا پیشوا) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مثل اپنے مذہب کے نقل کرتا تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجیوں میں شمار کرتا تھا۔ اور غالباً یہ جھوٹ ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کو مرجئہ السنۃ کہا جاتا تھا۔ (الملل والنحل ج1 ص189) (تاریخ اہل حدیث، ص40)

وهو افتراء عليه۔ (عقود الجمان ص388)

ترجمہ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان ہے۔

غسان کا اس تشہیر سے مقصد کیا تھا؟

قصد به غسان ترويج مذهبه بموافقة رجل كبير مشهور۔

(شرح مواقف ج3 ص293؛ عقود الجمان ص388)

ترجمہ اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک بڑے مشہور آدمی کے نام پر اپنے مذہب کو رواج دے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اگر غسان کوفی یا اس قبیل کے دوسرے لوگوں کے عقیدہ سے ذرا بھی متفق ہوتے، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کبھی یہ نہ کہتے کہ فرقہ مرجئہ ایک گمراہ فرقہ ہے، اور وہ اہلِ السنت والجماعت میں شامل اور داخل نہیں ہے، اور نہ ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ کیجئے:

خلف المرجئة لا تجوز۔

(تاريخ بغداد - ط العلمية (الخطيب البغدادي):الرد على أبي بكر الخطيب البغدادي، للملك المعظم عيسى الأيوبي (ج22) ج22 ص103)

ترجمہ مرجئہ کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ (1205ھ) لکھتے ہیں:

وأما نسبة الارجاء إليه فغير صحيح۔ فان أصحاب الامام كلهم على خلاف رأى أصحاب الارجاء۔ فلو كان أبو حنيفة مرجئاً، لكان أصحابه

على رأيه وهم الآن موجودون على خلاف ذلك۔ وإذا أجمع الناس على أمر وخالفهم واحد وإثنان لم يلتفت إلى قوله ولم يصدق فى دعواه، حتى أن الصلاة عند أبي حنيفة خلف المرجئة لا تجوز۔ ومن أجمع الائمة على أنه أحد الأئمة الأربعة المجمع عليهم، لا يقدح فيه قول من لا يعرفه إلا بعض المحدثين۔ وقد روىٰ عن حماد بن زيد يقول: سمعت أيوب السختياني، وقد ذكر عنده أبو حنيفة بنقص۔ فقال: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ۔

(مقدمہ عقود الجواہر المنیفۃ، ص191 ملحق الخیرات الحسان۔ طبع: مدنی کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب ارجاء کی نسبت صحیح نہیں۔ اس لئے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اصحاب مرجئہ کے عقیدے کے خلاف ہیں۔ اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرجئہ کے گمراہ عقیدہ پر ہوتے، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب بھی اسی راہ پر چلے ہوتے، مگر وہ اب تک مرجئہ کے خلاف ہیں، اور جب لوگ کسی ایک بات پر متفق ہوں، اور ایک یا دوان میں سے اس کے خلاف ہوں، تو اس ایک یا دو کی بات نہیں دیکھی جائے گی، اور اسے اپنے دعویٰ میں سچا نہیں جانا جائے گا، حتیٰ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرجئہ کے خلاف اس حد تک ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرجئہ کے پیچھے نماز تک جائز نہیں ہے۔ اور یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان چار ائمہ میں سے ایک ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے۔ حضرت حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا برائی سے ذکر کیا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معاندین چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں، مگر اللہ کا فیصلہ ہے کہ اس کا نور ہر جا اپنی روشنی پھیلا کر رہے گا (ظاہر ہے کہ اللہ کی بات ہی پوری ہو کر رہے گی)"۔

اس سے واضح ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب مذموم و مردود "ارجاء" کی نسبت کسی صورت صحیح نہیں ہے۔ خود آپ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب ان لوگوں کے خلاف

ہیں اور انہیں گمراہ کہنے اور ان کے پیچھے نماز کے جائز نہ ہونے کا فتویٰ تک دے چکے ہیں۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے کئی مرتبہ فرقۂ مرجیہ کے علماء سے مناظرہ بھی کیا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ ؒ کو ہر معرکہ میں کامیابی عطا فرمائی تھی۔

علامہ علاء الدین، عبد العزیز بن أحمد البخاری ؒ (ت 730ھ) امام ابوحنیفہ ؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

وَأَمَّا الرَّوَافِضُ وَأَهْلُ الْإِرْجَاءِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ الْحَقَّ فَكَانُوا بِالْكُوفَةِ أَكْثَرَ وَكُنْتُ قَهَرْتُهُمْ بِحَمْدِ اللهِ۔

(کشف الأسرار عن أصول فخر الإسلام البزدوی، ج1 ص9۔ المؤلف: علاء الدین، عبد العزیز بن أحمد البخاری (ت 730ھ)۔ الناشر: شركة الصحافة العثمانية، إسطنبول۔ الطبعة: الأولى، مطبعة سنه 1308ھ - 1890م۔ عدد الأجزاء: 4۔ دار الكتاب الإسلامي، والكتاب العربي)

ترجمہ: کوفہ میں روافض اور مرجئی لوگ کثیر تعداد میں موجود تھے جو حق کے مخالف تھے (ان سے کئی بار مناظرہ ہوا) اور میں الحمدللہ ان سے مناظرے میں جیت جاتا تھا۔

اس صفائی کے باوجود بھی اگر امام صاحب ؒ پر اعتراض دہرایا جائے، تو پھر یہ اعتراض برائے اعتراض کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ علامہ مبارک بن محمد ابن اثیر جزری ؒ (606ھ) امام صاحب ؒ سے منسوب اس اتہام (بلکہ دیگر تمام غلط الزاموں اور تہمتوں) کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فإنه كان عالماً، عاملاً، زاهداً، عابداً، ورعاً، تقياً، إماماً في علوم الشريعة، مرضياً، وقد نسب إليه وقيل عنه من الأقاويل المختلفة التي نجلُّ قدره عنها ويتنزه منها؛ من القول بخلق القرآن، والقول بالقدر، والقول بالإرجاء، وغير ذلك مما نُسب إليه. ولا حاجة إلى ذكرها ولا إلى ذكر قائليها، والظاهر أنه كان منزهاً عنها۔

(جامع الأصول في أحاديث الرسول، ج 12 ص 952۔ المؤلف: مجد الدين أبو

السعادات المبارك بن محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الكريم الشيباني الجزري ابن الأثير (المتوفى: 606ھ)۔ الناشر: مكتبة الحلواني - مطبعة الملاح - مكتبة دار البيان۔ الطبعة: الأولى)

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ ؒ عالمِ دین، دین پر عامل، زاہد، عابد، صاحبِ ورع وتقویٰ، متقی و پرہیزگار، علومِ شریعت کے امام تھے۔ امام ابوحنیفہ ؒ کی طرف ایسے اقوال منسوب کیے گئے ہیں جن سے ان کی شان بالاتر ہے۔ وہ اقوال خلقِ قرآن، قدر، ارجاء وغیرہ ہیں۔ ہم کو ضرورت نہیں کہ ان اقوال کے منسوب کرنے والوں کے نام لیں۔ یہ ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ کا دامن ان سے پاک تھا۔

علامہ محمد طاہر پٹنی ؒ (986ھ) لکھتے ہیں:

"معترضین نے امام صاحب ؒ اور آپ ؒ کے اصحاب پر جو الزامات عائد کئے ہیں، اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ آپ ؒ کا دامن ان تمام الزامات سے پاک ہے، اور آپ ؒ کا عقیدہ و عمل کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ؒ کے علم اور فقہ کو ساری کائنات میں پھیلایا ہے، اور ایک جہاں آپ ؒ کی فقہ پر چلنے کو سعادت سمجھتا ہے۔ اگر آپ ؒ عند اللہ مقبولیت کے مقام پر نہ ہوتے، تو دنیا ایک بڑا حصہ کس طرح دین میں آپ ؒ تقلید کرتا، اور آپ ؒ کے مدون کردہ فقہی مسائل چلتا۔ امام ابوحنیفہ ؒ کا اسلام میں جو مقام و مرتبہ اور عزت منزلت ہے، وہ بھی کسی پر مخفی نہیں ہے۔ سو آپ ؒ پر لگائے گئے الزامات خواہ وہ کسی طرح کے ہوں، وہ سب جھوٹ ہیں، اور حسد کی بنیاد پر گھڑے گئے ہیں۔ آپ ؒ کا دامن اس سے پاک ہے"۔ آپ ؒ لکھتے ہیں:

ولو ذهبنا إلى شرح مناقبه، لأطلنا الخطب، ولم نصل إلى الغرض؛ فإنه كان عالمًا، عاملًا، زاهدًا، عابدًا، ورعًا، تقيًا، إمامًا في علوم الشريعة، وقد نُسب إليه من الأقاويل ما يُجل قدرُه عنها من خلق القرآن، والقدر، والإرجاء، وغير ذلك، ولا حاجة إلى ذكر قائلها،

والظاهر أنه كان منزهًا عنها، ويدل عليه ما نشر الله له من الذكر المنتشر في الآفاق، والعلم الذي طبّق الأرض، والأخذ بمذهبه، وفقهه، فلو لم يكن لله سرّ خفي فيه لما جُمع له شطر الإسلام، أو ما يُقاربه على تقليده؛ حتى عُبِد الله بفقهه، وعُمِل برأيه إلى يومنا ما يُقارب أربع مائة، وخمسين سنة، وفيه أدلُّ دليلٍ على صحته، وقد جمع أبو جعفر الطحاوي -وهو من أكثر الآخذين بمذهبه- كتابًا سماه "عقيدة أبي حنيفة"، وهي عقيدة أهل السنة والجماعة، وليس فيه شيء مما نُسب إليه، وأصحابُه أخبَر بحاله، وقد ذكر أيضًا سبب قول من قال عنه، ولا حاجة لنا إلى ذكره؛ فإن مثل أبي حنيفة، ومحله في الإسلام لا يحتاج إلى دليل الاعتذار.

(المغني في ضبط الأسماء لرواة الأنباء، ص279. المؤلف: محمد طاهر بن علي الهندي (ت976ھ). الناشر: الرحيم أكاديمي - كراتشي - باكستان)

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عالمِ دین، دین پر عامل، زاہد، عابد، صاحبِ ورع وتقویٰ، متقی وپرہیزگار، علومِ شریعت کے امام تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایسے اقوال منسوب کیے گئے ہیں جن سے ان کی شان بالاتر ہے۔ وہ اقوال خلقِ قرآن، قدر، ارجاء وغیرہ ہیں۔ ہم کو ضرورت نہیں کہ ان اقوال کے منسوب کرنے والوں کے نام لیں۔ یہ ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دامن ان سے پاک تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ان کو ایسی شریعت کا دینا جو سارے آفاق میں پھیل گئی، اور جس نے روئے زمین کو ڈھک لیا، اور ان کے مذہب وفقہ کو قبولِ عام اُن کی پاک دامنی کی دلیل ہے۔ اگر اس میں اللہ تعالیٰ کا سرِّ خفی نہ ہوتا، نصف یا اس کے قریب اسلام ان کی تقلید کے جھنڈے کے نیچے نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ ہمارے زمانے تک جس کو ساڑھے چار سو (450) برس ہو چکے ہیں، ان کی فقہ کے مطابق اللہ کی عبادت ہو رہی ہے، اور اُن کی رائے پر عمل ہو رہا ہے۔ اس میں اس کی صحت کی اوّل درجے کی دلیل ہے، اور امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ

نے (جو اُن کے مذہب کے سب سے زیادہ اخذ کرنے والوں میں ہیں) ایک کتاب مسمّٰی بہ "عقیدۂ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ" لکھی ہے۔ یہی عقیدہ اہلِ سنت کا ہے۔ اس میں کوئی عقیدہ ان عقیدوں میں سے موجود نہیں ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ انھوں نے اس کا سبب بھی لکھا ہے کہ کیوں وہ قول اُن کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ ہم کو ان کے ذکر کرنے کی اس لیے ضرورت نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان کا آدمی اور اُن کا مرتبہ جو اسلام میں ہے، اس کا محتاج نہیں کہ اُن کی طرف سے کوئی معذرت کی جائے"۔

سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ارجاء کا الزام کسی صورت درست نہیں۔ اگر احناف میں کچھ لوگ فرقۂ مرجئہ یا معتزلہ کے متعلق نرم گوشہ تھے، یا ان کے کسی عقیدہ وعمل پر متفق تھے، تو اس کا یہ معنیٰ کہاں سے نکل آیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرجئی تھے، یا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی وہی تھا جو اس گمراہ فرقہ مرجئہ کا تھا۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف لگائے گئے اس الزام کی کھلی تردید کر چکے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَنَقَمُوا أَيْضًا عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ الْإِرْجَاءَ، وَمِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مَنْ يُنْسَبُ إِلَى الْإِرْجَاءِ كَثِيرٌ لَمْ يُعْنَ أَحَدٌ بِنَقْلِ قَبِيحِ مَا قِيلَ فِيهِ كَمَا عُنُوا بِذَلِكَ فِي أَبِي حَنِيفَةَ لِإِمَامَتِهِ، وَكَانَ أَيْضًا مَعَ هَذَا يُحْسَدُ وَيُنْسَبُ إِلَيْهِ مَا لَيْسَ فِيهِ وَيُخْتَلَقُ عَلَيْهِ مَا لَا يَلِيقُ بِهِ. وَقَدْ أَثْنَى عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَفَضَّلُوهُ. (جامع بیان العلم وفضلہ، ج2 ص1080 تحت رقم 2105)

ترجمہ: ان لوگوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ارجاء کا بھی الزام لگا دیا حالانکہ اہلِ علم میں بہت سے ایسے ہیں جنہیں مرجئہ کہا گیا ہے، لیکن جس طرح امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ارجاء کا غلط اور برا معنیٰ اجاگر کیا گیا، دوسرے اہلِ علم کے متعلق ایسا نہیں کیا گیا، اور (ایسا اس لئے ہوا کہ) یہ لوگ حسد کی وجہ سے ایسا کرتے تھے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب ایسی باتیں منسوب کرتے تھے، جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شان کے لائق نہ تھیں،

حالانکہ علماء کی جماعت نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی ہے، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت کا اقرار کیا ہے۔

صحیح بخاری کے مشہور راوی شیخ ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ (163ھ) کے متعلق امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ (198ھ) اور امام احمد (241ھ) فرماتے ہیں:

"وہ مرجئی تھے۔ اس پر شیخ ابوالصلت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کا تعلق خبیث اور قابلِ مذمت مرجئہ فرقہ سے نہ تھا"۔ حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (748ھ) لکھتے ہیں:

فَإِبْرَاهِيمُ بنُ طَهْمَانَ؟ قَالَ: "كَانَ ذَاكَ مُرْجِئاً". ثُمَّ قَالَ أَبُو الصَّلْتِ: "لَمْ يكن إرجاؤهم هذا المذهب الخبيث: أن الإيمان قول بلا عمل، وأن ترك العمل لا يضر بالإيمان، بل كان إرجاؤهم أنهم يرجون لأهل الكبائر الغفران، ردا على الخوارج وغيرهم الَّذِيْنَ يُكَفِّرُوْنَ النَّاسَ بِالذُّنُوبِ. وَسَمِعْتُ وَكِيْعاً يَقُوْلُ: سَمِعْتُ الثَّوْرِيَّ يَقُوْلُ فِي آخِرِ أَمْرِهِ: نَحْنُ نَرْجُو لِجَمِيْعِ أَهْلِ الكَبَائِرِ الَّذِيْنَ يَدِيْنُوْنَ دِيْنَنَا، وَيُصَلُّوْنَ صَلاَتَنَا، وَإِنْ عَمِلُوا أَيَّ عَمَلٍ".

(سير أعلام النبلاء، ج7 ص65 رقم 1141۔ المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (ت 748هـ)۔ الناشر: دار الحديث- القاهرة۔ الطبعة: 1427هـ-2006م۔ عدد الأجزاء: 18)

ترجمہ: ان کا ارجاء یہ مذہبِ خبیث نہ تھا کہ ایمان صرف قول ہے، عمل کے بغیر ہے، اور عمل نہ کرنے سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا، بلکہ ان بزرگوں کا ارجاء تو صرف یہ تھا کہ وہ گناہ گاروں کے لئے بخشش کے امیدوار تھے۔ وہ خوارج کی تردید کرتے تھے جو لوگوں کو محض گناہوں کی بناء پر اسلام سے خارج کر دیتے تھے جبکہ یہ حضرات ان گناہ گاروں کی بخشش کی امید کرتے تھے، اور کسی کو گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتے تھے۔ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا کہ ہم ان تمام گنہگار مسلمانوں کو جو ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں، بخشش کی امید رکھتے ہیں گو وہ کیسا

ہی عمل کریں۔

سو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرقۂ مرجئہ میں سے سمجھنا ہرگز درست نہیں ہے جن لوگوں نے بھی احناف کو مرجئہ کہا ہے وہ بھی بعض الحنفیہ کہتے ہیں، سب حنفیہ کو نہیں؟ اس حقیقت کے باوجود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرقۂ مرجئہ ملعونہ میں بتانا نری زیادتی اور تعصب ہے۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ میں سے شمار کیا ہے ان کا بیان کئی وجوہ سے درست نہیں ہے:

(1) شارح مواقف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "غسان مرجئی اپنے مذہبِ ارجاء کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (کے نام) سے روایت کرتا تھا اور ان کو بھی مرجئہ میں شمار کرتا تھا، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء ہے۔ اس سے غسان کا مقصود امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر مشہور شخص کی طرف منسوب کر کے اپنے مذہب کو رواج دینا تھا۔

(2) علامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "جس نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ اہلِ سنت سے شمار کیا۔ اس کا عذر یہ ہے کہ معتزلہ شروع دور میں اپنے مخالفین کا لقب مرجئہ رکھتے تھے، یا چونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مسئلہ یہ تھا کہ: "الایمان لایزید ولا ینقص"۔ اس سے (بعض لوگوں نے) آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرجئہ ہونا سمجھ لیا، کیونکہ مرجئہ عمل کو ایمان سے مؤخر خیال کرتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس لئے کہ عمل میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کمال مبالغہ اور بلیغ کوشش معروف ومشہور ہے۔

(3) حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ محسود تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ حسد کیا گیا تھا۔ اس لئے ان کی طرف ایسی باتیں منسوب ہوا کرتی تھیں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ میں نہ تھیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایسی باتیں گڑھی جاتیں تھیں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شان کے لائق نہ تھیں۔ (الخیرات الحسان ص152، 153)

بات صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا دیگر حضرات تک ہی محدود نہیں۔ ان سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس فتوے کی زد میں آچکے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے ہیں، مگر انہیں بھی مرجئی کہہ دیا گیا۔ صحیح بخاری کے ایک راوی محارب بن دثار رحمۃ اللہ علیہ (116ھ) ہیں۔ امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) محارب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ (۲۳۰ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

قال ابن سعد: "لا يحتجون به كان ممن يرجي عليا وعثمان. ولا يشهد عليهما بإيمان ولا كفر". (میزان الاعتدال ج3ص9)

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اس طرح بیان کیا ہے:

وله احاديث، ولا يحتجون به، وكان من المرجئة الأولى الذين كانوا يرجون عليا وعثمان. ولا يشهدون بإيمان ولا كفر.

(طبقات ابن سعد ج6ص214)

حضرت علامہ سید محمد امین ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ (1252ھ) لکھتے ہیں:

"جب اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مقبولیت سے نوازا، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم وعمل نے چہار دانگِ عالم میں شہرت پائی۔ تو بہت سے لوگوں سے یہ برداشت نہ ہوا۔ بجائے اس کے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل کے معترف ہوتے، وہ حسد کی آگ میں جلنے لگے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنالیا، حالانکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان تمام عقائد سے بری تھے، جو یہ لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب کرتے تھے۔ ان لوگوں کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی چرب زبانیوں اور غلط بیانیوں کے ذریعہ اللہ کی روشنی بجھا دیں، مگر وہ اس میں کیسے کامیاب ہوسکتے تھے؟ کیونکہ اللہ کی تو مرضی ہی یہ تھی کہ وہ اپنی اس روشنی کو اور چمکا دے۔ حد تو یہ ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے طعن سے نہ بچ سکے، بلکہ ایک فرقہ نے تو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم تک کو اپنے طنز وطعن کا نشانہ بنایا ہے، اور ایک فرقہ نے تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک کی تکفیر کردی ہے۔ (معاذ اللہ)۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لِأَنَّ الْإِمَامَ رضی الله عنه لَمَّا شَاعَتْ فَضَائِلُهُ وَعَمَّتِ الْخَافِقِينَ فَوَاضِلُهُ، جَرَتْ عَلَيْهِ الْعَادَةُ الْقَدِيمَةُ مِنْ إِطْلَاقِ أَلْسِنَةِ الْحَاسِدِينَ فِيهِ حَتَّى طَعَنُوا فِي اجْتِهَادِهِ وَعَقِيدَتِهِ بِمَا هُوَ مُبَرَّأٌ مِنْهُ قَطْعًا لِقَصْدِ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللهِ وَيَأْبَى اللهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ. كَمَا تَكَلَّمَ بَعْضُهُمْ فِي مَالِكٍ، وَبَعْضُهُمْ فِي الشَّافِعِيِّ، وَبَعْضُهُمْ فِي أَحْمَدَ، بَلْ قَدْ تَكَلَّمَتْ فِرْقَةٌ فِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَفِرْقَةٌ فِي عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ، وَفِرْقَةٌ كَفَّرَتْ كُلَّ الصَّحَابَةِ:

وَ مَنْ ذَا الَّذِي يَنْجُو مِنَ النَّاسِ سَالِمًا
وَ لِلنَّاسِ قَالٌ بِالظُّنُونِ وَ قِيلُ

(حاشية رد المحتار، على الدر المختار: شرح تنوير الأبصار، ج1ص54. المؤلف: محمد أمين، الشهير بابن عابدين. (ت 1252 هـ). الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر. الطبعة: الثانية 1386 هـ=1966 م. عدد الأجزاء: 6. دار الفكر - بيروت)

غیر مقلدین کے وہ علماء جن کے سامنے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا جائے، تو ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ ان سے ہم درخواست کریں گے کہ وہ اپنے دل سے تعصب نکال کر شارحِ صحیح بخاری شیخ الاسلام علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۵) کا یہ بیان ملاحظہ کریں۔ ہم اس بیان کا خلاصہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو غلط سلط باتیں منسوب کی جاتی ہیں، وہ ہرگز درست نہیں ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اس سے منزہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب عظام کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سے پوری واقفیت تھی، اور انہیں پتہ تھا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد کیا ہیں؟ امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (321ھ) جیسے جلیل القدر محدث اور بڑے عالم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد پر ایک کتاب لکھی ہے اور وہ عقائد اہل سنت والجماعت کے ہی ہیں۔ ان عقائد پر غور کریں۔ کیا ان میں کوئی ایک

عقیدہ بھی ایسا نظر آتا ہے جو ان لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ کے ذمہ لگایا ہے (جیسے قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ یا فرقۂ قدریہ اور فرقۂ مرجئہ کا سا عقیدہ)۔ اس لئے بہتر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے عقائد کو جاننے کے لئے ان کے اصحاب کی طرف رجوع کیا جائے، نہ کہ ان لوگوں (اور ان کے حاسدوں) سے ان کے عقائد معلوم کریں، جنہوں نے بغیر کسی تحقیق کے کچھ باتیں ان سے منسوب کردی ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ پر طعنہ کہنے والے بعض وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں حسد ہے، یا وہ متعصب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے احادیث کے ظاہر کو دیکھا، انہیں اس کی گہرائی میں اترنے کی توفیق نہ ملی، نہ اس کے مبہمات اور مشکلات کو وہ جان پائے۔ اس کے معانی پر غور کرنے کے بجائے صرف اس کے نقل پر ہی اکتفا کیا۔ انہیں نہ تو ان کے تعارض کو دور کرنے کی توفیق ملی، اور نہ ہی وہ اس کے موارد وعلل جان پائے۔ امام ابوحنیفہؒ اور آپؒ کے اصحاب کو اصحاب الرائے کہنے والوں کو یہ پتہ ہونا چاہیئے کہ امام ابوحنیفہؒ نص کی موجودگی میں کبھی رائے کی طرف نہیں گئے، حتی کہ آپؒ نے فرمادیا: "کسی کو اجازت نہیں کہ وہ ہمارے قول پر فتویٰ دے، یہاں تک کہ اس کو پتہ ہونا چاہیئے کہ ہم نے یہ بات کہاں سے لی ہے، اور ہمارے اس بیان کی بنیاد کیا ہے"۔

امام ابوحنیفہؒ پر انگلی اٹھانے والوں کو یہ تو دیکھ لینا چاہیئے کہ امام صاحبؒ کی توثیق وتعریف کرنے والے کون ہیں؟ انہیں پتہ نہ ہو، تو ہم بتائے دیتے ہیں کہ وہ امیر المؤمنین فی الحدیث عبد اللہ المبارکؒ، امام سفیان الثوریؒ، امام سفیان بن عیینہؒ، امام یحییٰ بن سعیدؒ، امام یحییٰ بن معینؒ اور ان جیسے محدثین کبار اور علماء ہیں۔ سوچیئے، ان کے سامنے امام صاحبؒ کے حاسدوں اور آپؒ طعن کرنے والوں اور آپؒ سے تعصب رکھنے والوں کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے؟

شیخ الاسلام علامہ بدرالدین عینیؒ (855ھ) کے بیان ان کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے:

والذی قیل فی أبی حنیفة فهو عنه فغیر صحیح. وانه منزه عن ذلك واصحابه أخبر به و أدری بحاله. وقد جمع الامام أبو جعفر الطحاوی رحمه الله تعالی وهو من أکابر العلماء ومن أجلاء المحدثین کتابا سماه (عقیدة أبی حنیفة) وهو عقیدة أهل السنة والجماعة. فانظر فیه هل تری شیئا مما ینسبونه إلیه من القول بخلق القرآن أو القول بالقدر أو القول بالارجاء أو غیر ذلك. فالرجوع إلی ما نقله عنه أصحابه أولی من الرجوع من الرجوع إلی مانقله غیرهم. ولما طعن علیه بعض الحساد الجهلة أو بعض المتعصبین من أهل الحدیث الذین حاموا حول ظواهر الاحادیث ولم یعرفوا مافی بواطنها ولا أدرکوا مدارکها ولا علموا مبهماتها ومشکلاتها وقنعوا بمجرد نقلها من غیر تامل فی معانیها. ولا توفیق بین ما تعارض منها ولا وقوف علی مواردها وعللها. فادی ذلك إلی أن ذکروا أبا حنیفة وأصحابه بأصحاب الرأی مع أن أبا حنیفة لم یر قط مع وجود النص حتی قال لا تجیز لاحد أن یفتی مسائلنا، حتی یعرف من أین أخذناها، وعلی أی شئی بنیناها. وقد وثقه الاعیان من کبار المحدثین مثل إبن المبارك وسفیان الثوری وسفیان بن عیینة، ویحییٰ بن سعید، ویحییٰ بن معین، وأمثالهم ممن ذکرنا هم فیما مضی ولا یشینه طعن المتاخرین فی اشیاء ذکروها فان الحسد یحمل صاحبه علی أکثر من هذا. ونعوذ بالله من ذلك. (عقد الجمان، ماخوذ از حاشیۃ: الانتقاء ص ۲۵۲ محشی شیخ عبدالفتاح ابوغدہ)

دار العلوم دیوبند کے مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہانپوریؒ (1396ھ) لکھتے ہیں:

بدیہی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ان تمام امور سے بری اور پاک تھے۔ جب علماء اور ائمہ نے اس کی تصریح کردی کہ یہ جملہ امور امام ابوحنیفہؒ پر بہتان اور

جھوٹ اور افتراء پردازی ہے، اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دامن اس سے بالکل پاک و صاف تھا۔ تو ان لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ جو اپنے آپ کو اہلِ حدیث اور حق کا متبع سمجھتے ہیں۔ پھر بھی ایسے غلط اور باطل امور کو کتابوں اور رسالوں میں لکھ کر شائع کرتے اور عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔ (کشف الغمہ ص98)

معروف غیر مقلد عالم مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ (1375ھ) لکھتے ہیں: "ہم خود امام صاحب ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے کلام فیض التیام سے ثابت کرتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ارجاء اور مرجئہ سے اعتزال اور اہلِ اعتزال سے بالکل بیزار اور بری ہیں، چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔۔۔ (اس کے بعد فقۂ اکبر کی ایک طویل عبارت ص28 تا30 نقل کرنے اور اس کا ترجمہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:)

اس عبارت میں حضرت امام صاحب موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے معتزلوں اور خوارج کے مسائل سے بھی اختلاف کیا ہے، اور مرجئوں کا نام لے کر ان سے بیزاری ظاہر کی ہے، اور واضح ہے کہ جو شخص کسی فرقہ میں داخل ہو، وہ اس فرقہ کا نام لے کر اس کی تردید نہیں کرتا۔ اس عبارت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خالص اہلِ سنت کے مسائل لکھے ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم ان پر کاربند تھے۔

(تاریخ الحدیث ص47)

غیر مقلدین عموماً جناب نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر گرجتے رہتے ہیں، اور سیالکوٹی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ اس کا اس طرح جواب دیتے ہیں:

"خلاصۃ الکلام یہ کہ نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ اس کی روایت کی نام پر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ امام کے حق میں بدگوئی کریں، جن کو حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جیسے ناقد الرجال امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں لکھتے ہیں:

احد ائمة الاسلام، والسادة الاعلام، وأحد أركان العلماء، واحد الائمة الاربعة أصحاب المذاهب المتبوعة ....الخ

نیز امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ تھے، اہل الصدق تھے، کذب سے متہم نہ تھے۔ نیز عبداللہ بن داوٗد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: لوگوں کو مناسب ہے کہ اپنی نماز میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دعا کیا کریں کیونکہ انہوں نے ان پر فقہ اور سننِ نبویہ کو محفوظ رکھا"۔

(تاریخ اہلحدیث ص45)

3 حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک افتراء کی حقیقت

ہم نہیں جانتے کہ غیر مقلد علماء اس بات پر بار بار کیوں اصرار کر رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرقۂ مرجئہ میں سے تھے، اور یہ گمراہ فرقہ تھا۔ ایک غیر مقلد عالم تو سوچے بغیر بڑی دور کی کوڑی تک لے آئے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر شاگرد امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرقۂ مرجئہ وجہمیہ میں سے سمجھتے تھے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اعلیٰ شاگرد یعنی امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے اپنے استاد امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جہمیہ اور مرجئہ ہونے کی کن صاف لفظوں میں تصدیق کی ہے۔ چنانچہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ الخ

عرض یہ ہے کہ وہ لوگ جنہیں ائمۂ اربعہ کی تقلید تو شرک معلوم ہوتی ہے، وہ بغیر کسی دلیل کے خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور شیعی عالم مصنف استقصاء الافحام۔۔۔ کی تقلید کرتے ذرا بھی نہیں شرماتے۔ کیا بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ کوئی صحیفۂ آسمانی ہے کہ اس کی بیان کردہ ہر روایت اور قول کو وحی سمجھ کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر فتوے لگا دئے جائیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اسلام سے ہی خارج کر دیا جائے؟۔

محقق علامہ محمد زاہد بن الحسن الکوثری رحمۃ اللہ علیہ (1371ھ) نے اپنی کتاب "تانیب الخطیب علی ماساقہ فی ترجمة أبی حنیفة من الاکاذیب" میں تاریخِ بغداد کی اس روایت کی سند پر عالمانہ تبصرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی جانب اس بیان کی نسبت بالکل من گھڑت ہے، کیونکہ یہ بات بغیر کسی شک کے ثابت

ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے آخر وقت تک ان کے ساتھ رہے، اور بعد ازاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی احکام ومسائل ہی کی نشر واشاعت میں لگے رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ روایت کی سند پر بحث کے بعد لکھتے ہیں:

"اس سے یہ پتہ چلا کہ یہ روایت مجہول سند سے مروی ہے۔ انتہائی بے حیائی کی بات یہ ہے کہ اس من گھڑت قصہ کو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے بیان کیا گیا، حالانکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی خاص اور عزیز تلامذہ میں سے ہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کی رعایت رکھنے والے طرفدار تھے۔ پس اللہ کی پناہ کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ پر اس قسم کا بہتان لگایا جائے۔ (تانیب الخطیب ص148)

محدثِ شہیر مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ (سابق صدر دار العلوم دیو بند) نے مذکورہ بیان پر کس قدر جاندار تبصرہ کیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(1) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد مؤلف رسالہ کے نزدیک مرجئی ہیں اور وہ انہیں مرجئہ کی فہرست میں شمار کر چکا ہے، اور جو مرجئی ہو، وہ مؤلف کے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔ چنانچہ وہ (غیر مقلد) خود اس کی تصریح کر چکا ہے۔ سو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو اس کے زعمِ فاسد میں غیر مسلم ہیں، ان کا قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیونکر معتبر ہو گا؟ اس کا جواب تو غیر مقلد مؤلف رسالہ یا ان کے ہی خواہ دیں۔

(2) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ باوجودیکہ جانتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرجئی اور جہمی تھے، تو پھر ان کے شاگرد کیوں بنے رہے، اور (بعد ازاں) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی انہوں نے اشاعت کیوں کی؟ ایسے شخص کے مذہب کی اشاعت جو بزعمِ مؤلفِ رسالہ غیر مسلم تھا، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص سے عادتاً محال ہے۔

(3) جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرجئی تھے، تو پھر انہوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کیوں کی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب یہ بات گھڑی ہوئی ہے۔

(4) خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ روایات جو معتبر سندوں سے ثابت ہیں، یہ اس میں سے نہیں ہے۔۔۔ سو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام اور بہتان ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جہمی یا مرجئی کہتے تھے۔ اگر جوانمردی ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو سند کے ساتھ پیش کرے۔ پھر دیکھیں گے کہ کیا گل کھلتے ہیں۔ (کشف الغمہ 116)

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت پہلے قاضی ابوالیمن رحمۃ اللہ علیہ (صاحب مختار مختصر تاریخ بغداد) خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو یوں جواب دے کر اپنی ذمہ داری ادا کر چکے ہیں:

اما استحيى هذا الشيخ الحافظ من أن يورد مثل الخبر عن أبي يوسف تلميذ الرجل، وصاحبه المنتمي إليه المنتفع به. أعاذنا الله من فرط الغفلة والجهالة. (مختار مختصر تاریخ بغداد ص)

ترجمہ: کیا اس شیخ حافظ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو حیا نہیں آئی کہ وہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ایسی خبر نقل کریں جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض پانے والے ہیں۔ اللہ ہمیں ایسی غفلت اور جہالت کی زیادتی سے بچائے۔

غیر مقلد علماء کو علامہ زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات سے اتفاق نہ ہو، تو وہ کم از کم مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم کر لیتے۔ مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ تو حنفی نہ تھے، پکے غیر مقلد تھے۔

4 مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا غیر مقلد مفتری کو جواب

جن غیر مقلدوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئی کہا اور حدیث پڑھ پڑھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گمراہ اور خارج از اسلام قرار دے دیا، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر سخت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے محدثین کی زبانی اس بہتان کا تفصیلی جواب بھی دیا ہے۔ مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب: "تاریخ اہلحدیث" میں "ارجاء اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ" کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

"بعض مصنفین نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو رجالِ مرجئہ میں شمار کیا ہے جس کی حقیقت کو نہ سمجھ کر اور حضرت امام صاحب ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کی طرزِ زندگی پر نظر نہ رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے اسے خوب اچھالا ہے، لیکن حقیقت رَس علماء نے کئی طریق پر اس کا جواب دیا ہے:

(1) یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ بہتان ہے: آپ رحمۃ اللہ علیہ مخصوص فرقہ مرجئہ میں سے نہیں ہو سکتے، ورنہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اتنے تقویٰ وطہارت پر زندگی نہ گزارتے۔ ملاحظہ کیجئے: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (728ھ) منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں:

فَلَا يَسْتَرِيبُ أَحَدٌ فِي فِقْهِهِ وَفَهْمِهِ وَعِلْمِهِ، وَقَدْ نَقَلُوا عَنْهُ أَشْيَاءَ يَقْصِدُونَ بِهَا الشَّنَاعَةَ عَلَيْهِ، وَهِيَ كَذِبٌ عَلَيْهِ قَطْعًا، مِثْلَ مَسْأَلَةِ الْخِنْزِيرِ الْبَرِّيِّ وَنَحْوِهَا۔

(منهاج السنة النبوية، ج2 ص620-الناشر: جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية)

ترجمہ: پس کسی شخص کو بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ، فہم وفراست اور علم میں شک نہیں کرنا چاہیے۔ لوگوں نے اُن سے ایسی چیزیں بھی نقل کر دی ہیں، جن سے اُن کا مقصد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شناعت و برائی کا ارادہ ہوتا ہے۔ یہ اُن پر یقینی طور پر کذب بیانی ہے، مثلاً: مسئلہ خنزیر بری (خشکی) کا، وغیرہ۔

(2) اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مواقع پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم اہل سنت کے ساتھ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بھی ان کے ساتھ ہی کر کے سب کے علم وفضل اور اجتہاد کی تعریف کرتے ہیں حالانکہ بعض مصنفین نے ان کو بھی رجالِ مرجئہ میں شمار کیا ہے۔ (تاریخ اہلحدیث ص40)

کہاں تک گنتے جائیں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں دیگر ائمۂ سنت کی طرح نہایت ہی حسنِ ظن رکھتے ہیں۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ شان کے دل سے قائل ہیں۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب: میزان الاعتدال کے شروع میں فرماتے ہیں:

"اور اسی طرح میں اس کتاب میں ان ائمہ کا ذکر نہیں کروں گا جن کی احکامِ شریعت میں پیروی کی جاتی ہے کیونکہ ان کی شان اسلام میں بہت بڑی ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی عظمت بہت ہے۔ مثلاً: ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ"۔ (میزان ج1 ص3)

اسی طرح حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری کتاب تذکرۃ الحفاظ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کے عنوان کو معزز لقب: "امام اعظم" سے مزین کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جامع اوصافِ حسنہ ہونا ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

أبو حنيفة الإمام الأعظم فقيه العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التيمي مولاهم الكوفي.....وكان إماما، ورعا، عالما، عاملا، متعبدا، كبير الشأن، لا يقبل جوائز السلطان بل يتجر ويتكسب.

(تذکرۃ الحفاظ=طبقات الحفاظ للذہبی، ج1 ص126)

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم، فقیہ عراق، نعمان بن ثابت بن زوطا، التیمی، کوفی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دین کے پیشوا، صاحب ورع، نہایت پرہیز گار، باعمل تھے۔ ریاضت کش، عبادت گزار تھے۔ بڑی شان والے تھے، بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ تجارت کر کے اور اپنی روزی کما کر کھاتے تھے۔

سبحان اللہ! کیسے مختصر الفاظ میں کس خوبی سے ساری حیاتِ طیبہ کا نقشہ سامنے رکھ دیا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے ہر علمی اور عملی شعبہ اور قبولیتِ عامہ اور غنائے قلبی اور حکام وسلاطین سے بے تعلقی وغیرہ وغیرہ فضائل میں سے کسی بھی ضروری امر کو چھوڑ نہیں رکھا۔

اسی طرح اس کتاب میں امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں کوئی عیب نہیں، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی برائی سے متہم نہ تھے"۔ (تاریخ اہلحدیث، ص51)

نوٹ: امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ جرح میں متشددین میں سے تھے، باوجود اس کے وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی جرح نہیں کرتے"۔ (بلکہ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ ناقل) (تاریخ اہلحدیث ص 41)

5 حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو خراجِ تحسین

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (728ھ) کی مشہورِ زمانہ کتاب "منہاج السنۃ" سے مزید کچھ بیانات نقل کر دیں جس سے قارئین کو اندازہ ہوگا کہ:

1 حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ائمۂ حدیث میں بتاتے ہیں بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو امام اہلِ سنت بھی سمجھتے ہیں اور پورے خلوصِ دل سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی جلالت وشان کے قائل تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَلِهٰذَا كَانَ أَئِمَّةُ أَهْلِ السُّنَّةِ كُلُّهُمْ مُتَّفِقِينَ عَلٰى تَقْدِيمِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مِنْ وُجُوهٍ مُتَوَاتِرَةٍ، كَمَا هُوَ مَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَالثَّوْرِيِّ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، وَسَائِرِ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ مِنْ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْحَدِيثِ وَالزُّهْدِ وَالتَّفْسِيرِ مِنَ الْمُتَقَدِّمِينَ وَالْمُتَأَخِّرِينَ. (منہاج السنۃ النبویۃ، ج2ص73)

2 آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور بحث میں لکھتے ہیں:

فَقَدْ جَاءَ بَعْدَ أُولٰئِكَ فِي قُرُونِ الْأُمَّةِ مَنْ يَعْرِفُ كُلُّ أَحَدٍ ذَكَاءَهُمْ وَزَكَاءَهُمْ، مِثْلُ: سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ وَعَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَإِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ وَعَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ وَعَبِيدَةَ السَّلْمَانِيِّ وَطَاوُسٍ وَمُجَاهِدٍ وَسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَأَبِي الشَّعْثَاءِ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، وَعَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، وَعَلِيِّ

بْنِ الْحُسَيْنِ، وَعُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، وَأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، وَمُطَرِّفِ بْنِ الشِّخِّيرِ، وَمُحَمَّدِ بْنِ وَاسِعٍ، وَحَبِيبٍ الْعَجَمِيِّ، وَمَالِكِ بْنِ دِينَارٍ، وَمَكْحُولٍ، وَالْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، وَيَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، وَمَنْ لَا يُحْصِي عَدَدَهُمْ إِلَّا اللهُ.

ثُمَّ بَعْدَهُمْ مِثْلُ أَيُّوبَ السِّخْتِيَانِيِّ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْنٍ وَيُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، وَجَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَالزُّهْرِيِّ وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ وَرَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَأَبِي الزِّنَادِ وَيَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ وَقَتَادَةَ وَمَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ وَالْأَعْمَشِ وَحَمَّادِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ وَهِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ.

وَمَنْ بَعْدَ هٰؤُلَاءِ مِثْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَحَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ وَحَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، وَالْأَوْزَاعِيِّ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَابْنِ أَبِي لَيْلٰى وَشَرِيكٍ وَابْنِ أَبِي ذِئْبٍ وَابْنِ الْمَاجِشُونِ. (منہاج السنۃ النبویۃ، ج2ص82تا84)

3 ایک اور مقام دیکھئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ائمۂ متبوعین میں سے سمجھتے ہیں:

هٰذَا مَذْهَبُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ وَغَيْرِهِمْ، وَهٰذَا مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ الْمَتْبُوعِينَ مِثْلِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَالثَّوْرِيِّ وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَالْأَوْزَاعِيِّ، وَأَبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَإِسْحَاقَ وَدَاوُدَ، وَمُحَمَّدِ بْنِ خُزَيْمَةَ وَمُحَمَّدِ بْنِ نَصْرٍ الْمَرْوَزِيِّ، وَأَبِي بَكْرِ بْنِ الْمُنْذِرِ، وَمُحَمَّدِ بْنِ جَرِيرٍ الطَّبَرِيِّ وَأَصْحَابِهِمْ.

(منہاج السنۃ النبویۃ، ج2ص106، 107)

4 حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دینی امامت میں مشہور ومعروف شخصیت ہیں:

وَأَمَّا الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ وَأَئِمَّةُ الْإِسْلَامِ الْمَعْرُوفُونَ بِالْإِمَامَةِ فِي

الدِّينِ، كَمَالِكٍ وَالثَّوْرِيِّ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَأَمْثَالِ هٰؤُلَاءِ، وَسَائِرِ أَهْلِ السُّنَّةِ.

(منهاج السنة النبوية، ج2 ص316)

5 آپ ؒ امام ابوحنیفہ ؒ کو ان حضرات میں شامل سمجھتے ہیں جو مجتہد فی الدین اور خلفاء المرسلین کے مقام پر فائز تھے:

جَمِيعُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَجَمَاعَةِ أَتْبَاعِهِمْ، لَمْ يُنَازِعْ فِي ذٰلِكَ أَحَدٌ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ الَّذِينَ لَهُمْ فِي الْأُمَّةِ لِسَانُ صِدْقٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ، وَالْفُقَهَاءِ الْمَشْهُورِينَ كَمَالِكٍ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَالثَّوْرِيِّ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَإِسْحَاقَ بْنِ رَاهَوَيْهِ وَأَمْثَالِ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُ الِاجْتِهَادِ فِي الدِّينِ وَخُلَفَاءُ الْمُرْسَلِينَ. (منهاج السنة النبوية، ج3 ص115)

6 حافظ ابن تیمیہ ؒ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ ؒ سلفِ صالحین اور ائمۃ الفتویٰ میں سے تھے:

هٰذَا قَوْلُ السَّلَفِ وَأَئِمَّةِ الْفَتْوَىٰ، كَأَبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَالثَّوْرِيِّ وَدَاوُدَ بْنِ عَلِيٍّ وَغَيْرِهِمْ. (منهاج السنة النبوية، ج5 ص87)

وَأَمَّا السَّلَفُ وَالْأَئِمَّةُ فَيَقُولُ أَكْثَرُهُمْ - كَأَبِي حَنِيفَةَ، وَمَالِكٍ وَأَحْمَدَ وَغَيْرِهِمْ. (منهاج السنة النبوية، ج4 ص390،391)

6 حافظ ابن قیم ؒ اور ابن عبد البر ؒ کا امام ابوحنیفہ ؒ کو خراجِ تحسین

حافظ ابن تیمیہ ؒ کے شاگرد رشید حافظ ابن قیم حنبلی ؒ (751ھ) سے بھی سن لیجیے۔ آپ ؒ بھی امام ابوحنیفہ ؒ کو علمِ حدیث میں امام تسلیم کرتے ہیں:

وَأَمَّا طَرِيقَةُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَأَئِمَّةِ الْحَدِيثِ كَالشَّافِعِيِّ

وَالْإِمَامِ أَحْمَدَ وَمَالِكٍ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَالْبُخَارِيِّ وَإِسْحَاقَ فَعَكْسُ هٰذِهِ الطَّرِيقِ.

(إعلام الموقعين عن رب العالمين-ط العلمية، ج1 ص209)

آپ ؒ سے بہت پہلے علامہ ابن عبد البر مالکی ؒ (463ھ) بھی آپ ؒ کو حدیث وفقہ کے امام بتا چکے ہیں۔ آپ ؒ ایک جگہ لکھتے ہیں

وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَالثَّوْرِيِّ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَإِسْحَاقَ بْنِ رَاهَوَيْهِ وَأَبِي ثَوْرٍ وَأَبِي عُبَيْدٍ. وَهٰؤُلَاءِ أَئِمَّةُ الْفِقْهِ وَالْحَدِيثِ فِي أَعْصَارِهِمْ.

(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، ج 17 ص 397. المؤلف: أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (ت 463ھ). تحقيق: مصطفى بن أحمد العلوي، محمد عبد الكبير البكري. الناشر: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية-المغرب. عام النشر: 1387ھ)

کیا یہ بیانات اس بات پر شاہد نہیں کہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ ؒ کے ہاں امام اعظم ابوحنیفہ ؒ بلند مقام ومرتبہ کے حامل ہیں، اور آپ ان لوگوں کی صف میں سے ہیں جن پر اسلام اور اُمتِ مسلمہ کو فخر وناز ہے۔ مولانا میر سیالکوٹی مرحوم ؒ نے بھی امام ابوحنیفہ ؒ کو سلفِ صالحین میں بتایا ہے:

امام مالک ؒ، امام احمد ؒ اور امام ابوحنیفہ ؒ وغیرہ ائمہ سلف میں سے ہیں۔

(منهاج السنة النبوية (ابن تيمية) ج4 ص501)(دیکھئے منہاج ج2 ص233، ج1 ص240)

یہ صرف حافظ ان عبد البر مالکی ؒ، حافظ ابن تیمیہ حنبلی ؒ، حافظ ابن قیم حنبلی ؒ کی بات نہیں، مذاہبِ اربعہ کے محدثین اور فقہاء کی کتابوں میں بے شمار تحریریں موجود ہیں، جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ تمام مکاتبِ فکر کے اکابر علماء کے ہاں حدیث وفقہ کے امام ہیں، اور وہ سب کے سب آپ ؒ کی عزت و عظمت کے معترف ہیں اور وہ اپنی کتابوں میں آپ ؒ کو صدقِ دل سے خراج

عقیدت بھی پیش کر چکے ہیں۔

7 کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئی سمجھ کر روایت نہیں لی

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ارجاء کا الزام لگانے والے غیر مقلدین نہایت بے حیائی سے کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس لئے روایت نہیں لی کہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئی سمجھتے تھے، مگر غیر مقلد علماء اس سوال کا جواب کیوں نہیں دیتے کہ کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں کسی مرجئی کی روایت قبول نہیں کی؟ اگر غیر مقلد علماء امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق میں لکیر پیٹتے رہیں، تو ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ان سے یا ان جیسے دوسرے لوگوں کی روایات کو کیوں قابل اعتبار جانا؟ اور اپنی صحیح میں ان سے کیوں روایت لائے ہیں؟

شارح صحیح بخاری حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ (ھ) لکھتے ہیں:

"سب سے زیادہ حیرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے رویہ پر ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئی کہہ کر مطعون کرتے ہیں اور دوسرے ایسا ہی عقیدہ رکھنے والوں سے روایات بھی (اپنی صحیح میں) لائے ہیں۔ اسی کے ساتھ غسان کوفی مرجئی بھی اپنے مذہب کی ترویج کے لئے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئی مشہور کیا کرتا تھا۔ (مقدمہ انوار الباری ج1 ص31)

مؤرخ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (1332ھ) لکھتے ہیں:

"محدث ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور اور مستند کتاب "المعارف" میں مرجئہ کے عنوان سے بہت سے فقہاء اور محدثین کے نام گنوائے ہیں۔ (ان میں سے چند نام لکھنے کے بعد فرماتے ہیں) حالانکہ ان میں سے اکثر حدیث و روایت کے امام ہیں، اور صحیح بخاری و مسلم میں ان لوگوں کی سینکڑوں روایتیں موجود ہیں۔ ہمارے زمانہ کے بعض کوتاہ بین اس پر خوش ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بعض محدثین نے مرجئہ کہا ہے۔ وہ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی فہرست دیکھتے، تو شاید ان کو ندامت ہوتی۔ محدث ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان الاعتدال میں مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ارجاء بہت سے علماء

کبار کا مذہب ہے اور اس کے قائل پر مواخذہ نہیں کرنا چاہئے"۔ (سیرۃ النعمان ص106)

8 صحیح بخاری میں مرجئی راویوں کی روایات

آیئے ہم غیر مقلدین کے اطمینان کے لئے صحیح بخاری کے ان چند رواۃ (راویوں) پر ایک سرسری نظر ڈالیں جنہیں محدثین نے کھلے لفظوں میں مرجئی لکھا ہے:

(1) شیخ إبراهيم بن طهمان رحمۃ اللہ علیہ (163ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (852ھ) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

قال أحمد: "كان يرى الارجاء، و كان شديدا على الجهمية"۔ وقال أبو زرعة: ذكر عند أحمد وكان متكئا، فاستوى، وقال: "لا ينبغي أن يذكر الصالحون"۔ وقال الدارقطني: "إنما تكلموا فيه للإرجاء"۔

(تہذیب ج1 ص130)

وقال صالح بن محمد: "ثقة حسن الحديث، يميل شيئاً إلى الارجاء في الايمان. وقال الجوزجاني: "فاضل، يرمى بالارجاء"۔

(تہذیب ج1 ص129؛ سیر اعلام النبلاء ص668)

(2) شیخ إبراهيم بن يزيد تيمي رحمۃ اللہ علیہ (92ھ)

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (852ھ) لکھتے ہیں:

قال أبوزرعة: "ثقة مرجئي"۔ (تہذیب، ج1 ص۱۷۶)

(3) شیخ أيوب بن عائذ بن مدلج الطائي الكوفي رحمۃ اللہ علیہ

شمس الدین ذہبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (748ھ) لکھتے ہیں:

كان من المرجئة، قاله البخاري، وأورده في الضعفاء لأرجائه، والعجب من البخاري يغمزه، وقد احتج به۔ (میزان الاعتدال 3 ص198)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (852ھ) لکھتے ہیں:

قال البخاری: "کان یری الارجاء. و قال ابن المبارك: کان صاحب عبادة، ولکنه کان مرجئا. وقال ابن حبان فی الثقات: مرجئا یخطی.
وقال أبوداؤد: لاباس، وفی روایة: إلا انه مرجئی. (تہذیب ج1 ص407)

(4) شیخ بشر بن محمد سختیانی رحمۃ اللہ علیہ (224ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (852ھ) لکھتے ہیں:

ذکره ابن حبان فی الثقات وقال: "کان مرجئا". (تہذیب ج۱ ص۴۵۷)
صدوق رمی بالارجاء. (موسوعة رجال الکتب التسعة ص185)

(5) شیخ خلاد بن یحییٰ سلمی کوفی رحمۃ اللہ علیہ (213ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال أحمد: "ثقة أو صدوق، ولکن کان یری شیئا من الارجاء".
(تہذیب، ج3 ص174)

(6) شیخ سالم بن عجلان الافطس الاموی رحمۃ اللہ علیہ (132ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال أبو حاتم: "صدوق، وکان مرجئا، نقی الحدیث". (تہذیب ج3 ص242)

(7) شیخ شبابة بن سوار فزاری رحمۃ اللہ علیہ (206ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال زکریا الساجی: "صدوق یدعوا إلی الارجاء. کان أحمد یحمل علیه".
.... قال إبن سعد: "کان ثقة، صالح الامر فی الحدیث، وکان مرجئا".
وقال العجلی: "کان یری الارجاء"...... عن أبی زرعة: "کان یری الارجاء". وقال ابن عدی: "إنما ذمه الناس للإرجاء".

(تہذیب ج4 ص301)

وقال ابن المدینی: "صدوق، إلا أنه یری الارجاء". وقال الذهبی: "کان من کبار الائمة إلا أنه مرجئی". (سیر اعلام النبلاء ص1965)

(8) شیخ شعیب بن اسحاق دمشقی اموی رحمۃ اللہ علیہ (189ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

روی عن أبیه وأبی حنیفة وتمذهب له......قال أبوداؤد: ثقة وهو مرجئی.
(تہذیب ج4 ص348)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

أخذ الفقه عن أبی حنیفة وکان من ثقات أهل الرأی، متقنا، مجودا للحدیث. (سیر اعلام النبلاء ص1987)
ثقة رمی بالارجاء. (موسوعة رجال الکتب التسعة ج2 ص150)

(9) شیخ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن حمانی أبو یحیی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ (202ھ)

حافظ بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

روی عن یزید بن أبی بردة والاعمش والسفیانین وأبی حنیفة وجماعة.
... قال أبوداؤد: کان داعیة فی الارجاء ..... وقال العجلی: کوفی ضعیف الحدیث مرجئی. (تہذیب ج6 ص120)
صدوق، یخطی، رمی بالارجاء. (موسوعة رجال الکتب التسعة ج2 ص386)

(10) شیخ عبدالعزیز بن أبی رواد رحمۃ اللہ علیہ (159ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال أحمد: کان رجلا صالحا، وکان مرجئا، وقال یحی بن سلیم

الطائفي: كان يرى الارجاء۔ ذكره ابن سعد فى الطبقات قال: وله أحاديث وكان مرجئا۔ قال الساجي: صدوق يرى الارجاء. و قال الجوزجاني: كان غاليا فى الارجاء۔ (تہذیب ج6 ص338)

(11) شیخ عثمان بن غیاث الراسبی البصری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال أحمد: "ثقة كان يرى الارجاء"۔ (تہذیب ج7 ص147)

(12) شیخ عمر بن ذر بن عبداللہ بن زرارۃ ھمدانی رحمۃ اللہ علیہ (152ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال العجلي: "كان ثقة، بليغا، وكان يرى الارجاء"۔ قال أبوداؤد: "كان رأسا فى الارجاء"۔ وقال أبو حاتم: "كان صدوقا وكان مرجئا"۔ وقال ابن خراش: "صدوق من خيار الناس، وكان مرجئا"۔ قال ابن حبان فى الثقات: "كان مرجئا"۔ (تہذیب ج7 ص444)

(13) شیخ قیس بن مسعود جدلی ھمدانی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال علي عن يحيیٰ: "كان مرجئا"۔۔۔۔قال أبوداؤد: "كان مرجئا"۔ وقال النسائي: "ثقة، وكان يرى الارجاء"۔۔۔۔قال يعقوب بن سفيان: "انه ثقة، وكان مرجئاً"۔ (تہذیب ج8 ص404)

(14) شیخ محمد بن خازم تمیمی سعدی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ (194ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال العجلي: "كوفي، ثقة، وكان يرى الارجاء.....قال يعقوب بن شيبة: كان من الثقات، وربما دلس، وكان يرى الارجاء"۔ وقال الآجري عن

أبي داؤد: "كان مرجئاً۔ وقال مرة: "كان رئيس المرجئة بالكوفة"۔ وقال أبو زرعة: "كان يرى الارجاء"۔ (تہذیب، ج8 ص139)

(15) شیخ ورقاء بن عمر بن کلیب الیشکری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال الآجري سألت أباداؤد عن ورقاء۔ فقال: ورقاء صاحب سنة الا ان فى إرجاء.....وقال أبو داؤد: عن أحمد: "ثقة،صاحب سنة۔ قيل له: كان مرجئا"۔ (تہذیب ج11 ص114)

(16) شیخ یونس بن بکیر بن واصل الشیبانی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ (199ھ)

حافظ بن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال الساجي: كان صدوقا وكان مرجئا۔ (تہذیب ج11 ص436)

9 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ، صدوق اور صاحبِ سنت ہیں، تو اُن کی روایت قابلِ قبول کیوں نہیں؟

ہم نے صحیح بخاری کے چند رواۃ (راویوں) کی ایک فہرست آپ کے سامنے رکھی ہے، جنہیں اونچے درجہ کے ائمہ اور اہلِ حدیث باصطلاح قدیم (یعنی محدثین) کھلے لفظوں میں مرجئی کہتے ہیں، مگر اب تک کسی غیر مقلد کو ان کے خلاف لفظ بولتے نہیں سنا گیا، اور نہ کبھی انہوں نے کہنے جرات کی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کن مصلحتوں اور ضرورتوں کے پیشِ نظر ان رواۃ کو جو مرجئی تھے، اپنی صحیح میں ان سے روایتیں لائے؟ غیر مقلد علماء جس طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر گرجتے اور ان کے نام پر پھڑکتے، اور ان کی منقبت وتعریف پر بھڑکتے ہیں۔ کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کوئی بیان دینا

پسند فرمائیں گے؟

غیر مقلدوں کے ممدوح خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) لکھتے ہیں:

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے ایسے حضرات سے حجت پکڑی ہے جن کے متعلق ان پر ان سے پہلے طعن کیا گیا ہے، اور ان پر جرح موجود ہے۔

فَإِنَّ الْبُخَارِيَّ قَدِ احْتَجَّ بِجَمَاعَةٍ سَبَقَ مِنْ غَيْرِهِ الطَّعْنُ فِيهِمْ وَالْجَرْحُ لَهُمْ كَعِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فِي التَّابِعِينَ، وَكَإِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي أُوَيْسٍ وَعَاصِمِ بْنِ عَلِيٍّ وَعَمْرِو بْنِ مَرْزُوقٍ فِي الْمُتَأَخِّرِينَ، وَهٰكَذَا فَعَلَ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ فَإِنَّهُ احْتَجَّ بِسُوَيْدِ بْنِ سَعِيدٍ وَجَمَاعَةٍ غَيْرِهِ اشْتُهِرَ عَمَّنْ يَنْظُرُ فِي حَالِ الرُّوَاةِ الطَّعْنُ عَلَيْهِمْ۔

(الكفاية في علم الرواية، ص108۔ المؤلف: أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي (ت 463 ھ)۔ الناشر: جمعية دائرة المعارف العثمانية - حيدر آباد الدكن۔ الطبعة: الأولى، 1357ھ۔ عدد الصفحات: 437)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ذرا سی بات کہیں مل جائے، تو یہ لوگ آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں، مگر اس سے کہیں زیادہ دیگر حضرات کے متعلق وہ بات موجود ہو، تو اس پر آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تعصب میں یہ دوغلا پن اختیار کرنا کچھ تو بتایئے کہ کس حدیث پر عمل کرنے کا نام ہے؟

پھر اس بات پر بھی غور کیجئے کہ جس طرح صحیح بخاری کے مذکورہ رواۃ کو مرجئی ہونے کے باوجود ثقہ، صدوق اور صاحبِ سنت کہا گیا ہے، اور ان سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایتیں لی ہیں، تو آخر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ثقہ، صدوق اور صاحب سنت سمجھتے ہوئے غیر مقلد علماء کیوں چیں بجبیں ہو جاتے ہیں، اور ان کی رگِ عداوت کیوں اس قدر بھڑکتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف، مرجئی اور قرآن وحدیث سے نابلد بلکہ صفِ اسلام سے ہی باہر کیے بغیر انہیں چین نہیں ملتا؟

علامہ محمد بن عبد الکریم شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ (548ھ) نے الملل والنحل میں فرقۂ مرجئہ پر

تفصیلی بحث کے بعد تتمہ میں بعض رجالِ مرجئہ کے نام گنائے ہیں یہ کون تھے؟ انہیں دیکھئے:

تتمة رجال المرجئة كما نقل:

الحسن بن محمد بن علي بن أبي طالب، وسعيد بن جبير، وطلق بن حبيب، وعمرو بن مرة، ومحارب بن زياد، ومقاتل بن سليمان، وذر، وعمرو بن ذر، وحماد بن أبي سليمان، وأبو حنيفة، وأبو يوسف، ومحمد بن الحسن، وقديد بن جعفر۔

(الملل والنحل، ج1 ص146۔ المؤلف: أبو الفتح محمد بن عبد الكريم بن أبي بكر أحمد الشهرستاني (ت548ھ)۔ الناشر: مؤسسة الحلبي۔ عدد الأجزاء: 3)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے حسن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد سعید بن جبیر اسدی رحمۃ اللہ علیہ (95ھ)، صدوق فی الحدیث طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ (96ھ تقریباً)، عمر بن مرۃ رحمۃ اللہ علیہ (118ھ)، قاضی الکوفۃ محارب بن دثار رحمۃ اللہ علیہ (116ھ)، امام التفسیر مقاتل بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ (150ھ)، حضرت ذر رحمۃ اللہ علیہ (80ھ)، عمر بن ذر رحمۃ اللہ علیہ (153ھ)، فقیہ الکوفۃ حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ (120ھ)، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (150ھ)، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (182ھ)، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ (189ھ)، اور شیخ قدید بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ۔

علامہ شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد لکھتے ہیں:

وهؤلاء كلهم أئمة الحديث۔ (الملل ج1 ص143)

ترجمہ: یہ سب حضرات ائمۂ حدیث تھے

علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (1332ھ) لکھتے ہیں:

"محدثین اور فقہاء میں سے جو لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم زبان تھے، ان کو بھی یہی مرجئہ کا خطاب عنایت ہوا۔ محدث ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ (276ھ) نے اپنی مشہور اور مستند کتاب "المعارف" میں مرجئہ کے عنوان سے بہت سے فقہاء اور محدثین کے نام

گنوائے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ، عمرو بن مرۃ رحمۃ اللہ علیہ، ابومعاویہ الضریر رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ، حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ، عبدالعزیز بن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ، خارجہ بن مصعب رحمۃ اللہ علیہ، عمرو بن قیس الاصر رحمۃ اللہ علیہ، طلق الحبیب، مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ۔ حالانکہ ان میں سے اکثر سے روایتیں موجود ہیں۔ ہمارے زمانے کے بعض کوتاہ بین جو اس پر خوش ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بعض محدثین نے مرجئہ کہا ہے۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی فہرست دیکھتے تو شاید ان کو ندامت ہوتی۔ (سیرت النعمان، ص106)

10 غیر مقلدین کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دشمنی کیوں ہے؟

ہم غیر مقلدوں کے ان تمام علماء سے یہ پوچھنا چاہیں گے کہ کیا وہ اب بھی اپنے اس فتوے پر قائم ہیں کہ امام حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ چونکہ مرجئی کا لفظ کہیں لکھا مل گیا، اس لئے وہ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں۔ اور پھر غیر مقلدوں کے وہ علماء جو جامع ترمذی کی حدیث پڑھ کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کو اسلام سے نکالنے میں ذرا دیر نہیں کرتے، کیا وہ صحیح بخاری کے ان مذکورہ رواۃ (راویوں) کو جنہیں محدثین عظام کھل کر مرجئی (بلکہ بقول غیر مقلدین خوارج) کہتے اور لکھتے ہیں، صفِ اسلام سے خارج قرار دینے کی جرات تو کر کے دکھائیں؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کے قرآن وسنت کی روشنی میں فقہی احکام و مسائل پر عمل کرنے والوں سے تو دنیا بھری پڑی ہے، اور پچھلے چودہ سو سالوں سے مشرق ومغرب، شمال وجنوب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمت اور فقہی عظمت کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے اربوں میں موجود ہیں، مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی رائے کو تو افسوس کہ خود غیر مقلدوں نے کھلے بندوں مسترد کر رکھا ہے۔ یقین نہ آئے تو ان کے مسائل کی ایک طویل فہرست دیکھ لیجئے، حقیقت واضح ہو جائے گی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو درکنار گوجرانوالہ کے غیر مقلد عالم مولانا بشیر الرحمن مستحسن، تو اس پر بھی تیار کھڑے ہیں کہ صحیح بخاری کو ہی آگ میں ڈال دیا جائے کہ شیعہ سنی اختلافات کا سبب یہی حدیث کی کتاب ہے۔ موصوف نے ایران کے ایک بڑے مجمع میں جس میں دنیا بھر کے مندوبین شریک تھے، خطاب کرتے ہوئے کھل کر کہا:

"اگر آپ صدق دل سے اتحاد چاہتے ہیں تو ان تمام روایات کو جلانا ہوگا جو ایک دوسرے کی دل آزاری کا باعث ہیں۔ بخاری کو آگ میں ڈالتے ہیں، آپ اصول کافی کو نذر آتش کریں۔ آپ اپنی فقہ صاف کریں ہم اپنی (غیر مقلدوں کی) فقہ صاف کر دیں گے"۔ (آتش کدۂ ایران ص109)

خدا کا شکر ہے کہ موصوف خود صدقِ دل سے اتحاد کے قائل نہ تھے ورنہ وہ صحیح بخاری کو اپنی طرف سے کب کے نذرِ آتش کر چکے ہوتے۔ جبکہ ان کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ موصوف ایران میں تھے اس لئے انہوں نے یہ بات تقیہ کے طور پر کہی تھی۔ واللہ اعلم۔ لیجئے، غیر مقلدوں کے نواب مولانا وحید الزمان حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی سنئے:

"اللہ تعالیٰ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر رحم کرے! مروان رحمۃ اللہ علیہ اور عمران بن حطان رحمۃ اللہ علیہ اور کئی خوارج سے انہوں نے روایت کی، اور امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے جو ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں"۔

(لغات الحدیث ج1 کتاب ج ص61)

غیر مقلدوں کے نزدیک تو صحیح بخاری میں ان کی روایات بھی ہیں جو اہل بیت کے دشمن تھے۔ موصوف لکھتے ہیں:

"اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر تعجب ہے کہ انہوں نے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نہیں کی اور مروان رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے روایت کی جو اعدائے اہل بیت علیہم السلام تھے۔

(لغات الحدیث ج2 کتاب ص39)

معروف اہلحدیث (باصطلاح جدید) بزرگ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ تسلیم کرتے

ہیں کہ جولوگ جوامام ابوحنیفہ ؒ پرغلط اور جھوٹے الزامات لگا کرعوام کوگمراہ کرتے ہیں، وہ سب ہذیانات اور بہتانات ہیں اور یہ مطاعن شیعوں کے اُگلے ہوئے وہ گندے لقمے ہیں، جنہیں یہ لوگ بڑی لذت سے نگل رہے ہیں۔ موصوف حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی صاحب ؒ کی کتاب:"السیف الصارم لمنکر شان الامام الاعظم "پرتبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"امام الائمہ ابوحنیفہ ؒ پرجواعتراضات ومطاعن اخبار اہل الذکر میں مشتہر کئے گئے ہیں کہ امام عالی مقام ؒ مجتہد نہ تھے، اور وہ ان علوم سے جو اجتہاد کے لئے ضروری ہیں جیسے علمِ حدیث، علمِ لغت وغیرہ میں کافی بہرہ نہ رکھتے تھے، اور وہ اصولِ فقہ کے اول مدون بھی نہ تھے، اور وہ اعتقاد میں حنفی نہ تھے، بلکہ مرجئی تھے، اور حدیثِ نبوی سے عمداً اعراض کرتے تھے، اور وہ نصوص چھوڑ کر پیروی رائے وقیاس کی کرتے، اور اس وجہ سے ان کے ہم عصر امام واکابر سفیان ثوری ؒ، امام جعفر صادق ؒ، امام باقر ؒ وغیرہم ان کو برا کہتے۔ یہ سب کی سب باتیں ہذیانات، بلا استثناء اکاذیب و بہتانات ہیں، جن کا ماخذ زمانہ حال کے معترضین کے لئے حامد حسین شیعی لکھنوی کی کتاب "استقصاء الافہام" اور "استیفاء الانتقام" کے سوا اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اس کتاب میں اس قسم کے مطاعن سے امام ابوحنیفہ ؒ کے علاوہ کسی سنی امام (جیسے امام مالک ؒ، امام احمد ؒ، امام بخاری ؒ وغیرہ) کو نہیں چھوڑا، اور ایک ایک کا نام لے کر کئی ورقوں بلکہ جزوں کو سیاہ کرڈالا ہے۔ (غیر مقلدوں کا) اخبار اہل الذکر کا ایڈیٹر اور اس کا حیدر آبادی نامہ نگار اگر اس کتاب کے مطاعنِ مذکورہ اور اس کے دلائل وسندات کو صحیح اور واجب التسلیم سمجھتے ہیں، تو پھر باقی اماموں کے حق میں ان مطاعن و بہتانات کو بھی صحیح سمجھ کر کھلے بندوں شیعہ کیوں نہیں ہوجاتے، جیسا کہ مولوی عبدالحق بنارسی بھی یہ روش اختیار کر کے آخر شیعہ ہو گئے تھے، مگر آخر مرنے سے پہلے وہ مذہب سے تائب ہو گئے، اور خدا کی توفیق ورہنمائی سے وہ سنی اہلحدیث ہو کر فوت ہوئے۔ اے برادرانِ اسلام! عمل بالحدیث اور چیز ہے اور ائمۂ سلف پر طعن کرنا شعبۂ

رفض ہے"۔ (السیف الصارم ص103)

کاش کہ وہ غیر مقلد علماء جو بار بار حضرت امام ابوحنیفہ ؒ پر یہ الزام دہراتے چلے جارہے ہیں، وہ اپنے بزرگ مولانا سیالکوٹی مرحوم ؒ اور مولانا بٹالوی مرحوم ؒ کی بات پر کان دھریں، اور خود بھی رافضی ہونے سے بچیں، اور غیر مقلد عوام کو حضرت امام ؒ کے بارے میں گمراہ کرنے سے باز آئیں۔

11 حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ سے منسوب عبارت کا جواب

غیر مقلدوں کے کچھ علماء اور ان کے جہلاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ سے منسوب غنیۃ الطالبین کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ ؒ کو مرجئہ میں شمار کیا ہے۔ غیر مقلد مؤلف سعید بنارسی نے اپنی کتاب "الجرح علی أبی حنیفۃ" میں یہ بات لکھی ہے۔ ایک اور بنارسی غیر مقلد مولانا رئیس ندوی لکھتے ہیں:

"شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ نے صراحت سے فرقۂ حنفیہ کو مرجئہ کہا ہے"۔

(ضمیر کا بحران ص11)

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ نے اس کتاب میں کہیں بھی حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کو مرجئی نہیں لکھا، اور نہ ہی آپ ؒ کے تلامذہ کے بارے میں انہوں نے لکھا کہ وہ مرجئی تھے اور نہ ہی آپ ؒ نے تمام احناف کو فرقۂ مرجئہ بتایا ہے۔

سوال: وہ کون لوگ تھے جن کے بارے میں حضرت شیخ ؒ نے یہ بات لکھی ہے؟

جواب: وہ فرقہ غسانیہ کا سربراہ ہے جو اپنے آپ کو حنفیہ کی طرف منسوب کرتا تھا۔ حضرت شیخ ؒ نے ان کے بارے میں یہ بات لکھی ہے، نہ کہ حضرت امام ابوحنیفہ ؒ اور تمام احناف کے بارے میں آپ ؒ نے واضح طور پر بعض کا لفظ لکھا ہے۔

(دیکھئے: غنیۃ الطالبین، ص164)

پھر آپ ؒ نے یہ بات کسی برہوتی کی کتاب الشجرۃ کے نام سے لکھی ہے۔ مگر اب

تک یہ پتہ نہ چل سکا کہ یہ برہوتی کون ہے؟ اوران کی کتاب الشجرۃ کہاں ہے؟

جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی کے لامذہب اور غیر مقلد ہونے کا یہ معنی نہیں کہ شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ قادیانی تھے، حالانکہ مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کا دہلی میں نکاح بھی پڑھایا تھا، اوراس پر پانچ روپیہ کا ہدیہ بھی وصول کیا تھا۔ اسی طرح فرقۂ غسانیہ کا اپنے آپ کو احناف کی طرف منسوب کرنے کا یہ معنیٰ کہاں سے نکل آیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرجئی تھے۔ ہم پہلے عرض کر آئے ہیں کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ اکبر میں کھل کر فرقۂ مرجئہ کے عقائد کی تردید کی ہے۔ سواس بات میں کوئی سچائی نہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ لکھا ہے۔ غیر مقلدوں کا اس پر اصرار درحقیقت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اتہام وافتراء ہے۔ علامہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ (548ھ) اس الزام کو جھوٹ کہتے ہیں۔ (دیکھئے: الملل والنحل ج1 ص141۔ الناشر: مؤسسة الحلبي)

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ (1396ھ) لکھتے ہیں:

"شیخ (عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرجئی تھے۔ اگر کوئی مدعی ہے تو اس کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے جو غنیۃ الطالبین میں ہو، ثابت کر دکھائے، مگر:

سخن شناس نہ دلبر خطا این جاست (کشف الغمہ ص75)

چو بشنوی سخنِ اہلِ دل مگو کہ خطاست
سخن شناس نہ ای دلبرا خطا اینجاست

(حافظ شیرازی)

ترجمہ: جب تُو اہلِ دل کی باتیں سنے، تو یہ مت کہہ کہ (یہ باتیں) غلط ہیں۔ اے میرے دلبر! اصل غلطی تو یہ ہے کہ تُو خود ہی سخن شناس نہیں ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ آگے چل کر لکھتے ہیں:

"شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں لکھا کہ تمام حنفیہ مرجئہ ہیں؟ جو اس کا دعویٰ کرتا ہے اس کو دلیل

بیان کرنی ضرور ہے۔ (کشف الغمہ ص102)

غیر مقلد عالم مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہی دیکھ لیجئے:

"بعض لوگوں کو حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی ٹھوکر لگی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرجیوں میں شمار کیا ہے۔ سواس کا جواب ہم اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ اپنے شیخ الشیخ حضرت سید نواب (صدیق حسن خان قنوجی) صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے دیتے ہیں جوانہوں نے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دلیل الطالب میں بطور سوال وجواب فرماتے ہیں:

سوال: درغنیۃ الطالبین مرجئہ را در اصحاب ابی حنیفہ نعمان رحمۃ اللہ علیہ ذکر کردہ اند، وکذا غیرہ فی غیرہ، وجہ آن چیست؟

جواب: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ در تعلیماتِ الٰہیہ نوشتہ الخ

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیماتِ الٰہیہ میں لکھا ہے کہ ارجاء دو قسم پر ہے: ایک ارجاء ایسا ہے کہ قائل کو سنت سے نکال دیتا ہے۔ دوسرا وہ ہے جو سنت سے نہیں نکالتا۔ اول یہ ہے کہ کوئی اس بات کا معتقد ہو کہ جس شخص نے زبان سے اقرار کیا اور دل سے تصدیق کر لی، اس کو کوئی معصیت بالکل ضرر نہیں دے گی۔

اور دوم یہ ہے کہ اعتقاد کرے کہ عمل ایمان کا جز نہیں ہے، لیکن ثواب وعقاب ان پر مترتب ہوتے ہیں۔ اور دونوں قسموں میں فرق کرنے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا اجماع ہے مرجئہ کے خطا ہونے پر، اوران صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے کہ عمل پر ثواب اور عقاب مترتب ہوتا ہے۔ پس ان صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کا مخالف گمراہ اور بدعتی ہے، اور دوسرے مسئلہ میں سلف کا اجماع ثابت نہیں ہوا، بلکہ دلائل متعارض ہیں۔ بعض آیات واحادیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان کا اطلاق قول وعمل پر ہے، اور یہ نزاع (محض) لفظ کی طرف رجوع کرتی ہے، یعنی لفظی ہے۔ بوجہ اس کے کہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ عاصی

ایمان سے خارج نہیں ہوتا، اگرچہ مستحق عذاب ہے، اوران دلائل کو پھیرنا جواس بات پردلالت کرتے ہیں کہ ایمان ان چیزوں (عقائد واعمال) کا نام ہے، ادنیٰ توجہ سے ممکن ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس حوالہ کے بعد حضرت نواب صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ اپنی طرف سے اس پرتبصرہ کر کے کہتے ہیں:

وازیں جا معلوم شد کہ مراد حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ از مرجیہ بودن اصحاب ابی حنیفہ شق ثانی است ولاغبار علیہ الخ (دلیل الطالب ص166)

حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد شقِ ثانی ہے اوراس پر کوئی غبار نہیں ہے۔۔۔الخ۔

مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد خود اپنا ایک مشاہدہ بیان کیا ہے (اسے ہماری اس کتاب میں دوسری جگہ ملاحظہ کریں)۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد (علماء وجہلاء) کو اس طرح نصیحت کرتے ہیں:

وہ بزرگانِ دین سے خصوصاً ائمہ متبعین سے حسنِ ظن رکھیں، اور گستاخی اور شوخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں، کیونکہ اس کا نتیجہ ہردوجہاں میں موجبِ خسران ونقصان ہے۔

(تاریخ اہلحدیث ص52)

ایک اور غیر مقلد بزرگ حضرت مولانا داؤد غزنوی صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں۔ شاید کسی غیر مقلد کو اس سے عبرت مل جائے۔

"ہمارے نزدیک ائمۂ دین کے لئے جو شخص سوءِ ظن رکھتا ہے، یا زبان سے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے، یہ اس کی شقاوتِ قلبی کی علامت ہے، اور میرے نزدیک اس کے سوء خاتمہ کا خوف ہے۔ ہمارے نزدیک ائمۂ دین کی ہدایت ودرایت پرامت کا اجماع ہے۔ (داؤد غزنوی ص18)

ہم محدثِ جلیل علامہ سید محمد مرتضی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ (1205ھ) کے حوالہ سے پہلے یہ بات بتا آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب (مردود ومذموم) ارجاء کی نسبت درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اصحاب مرجئہ کے عقیدہ و

نظریہ کے خلاف ہیں۔ اگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرجئی ہوتے، تو لازماً آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب بھی اسی راہ پر ہوتے۔ امام صاحب کا مرجئہ کے بارے میں یہ موقف ہے کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ اب بتائیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ارجاء کی نسبت کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟ (دیکھئے: عقود الجواہر المنیفۃ ص191۔ ملحق: الخیرات الحسان۔ طبع: مدنی کتب خانہ، کراچی)

ان حقائق کے ہوتے ہوئے بھی اگر بزعمِ خود فرقۂ اہلحدیث (باصطلاحِ جدید) کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر چڑھ دوڑنے کا خبط سوار ہے، تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنے نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب: "دلیل الطالب علی أرجح المطالب" کے ان صفحات پر پھر ایک مرتبہ نظر ڈال لے، جسے ہم مولانا میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے پیچھے نقل کرآئے ہیں۔

باب 5

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

1 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب ترین استاد: فقیہ الکوفۃ امام حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ (120ھ)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حدیث وفقہ میں بڑے اور محبوب ترین استاد حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ (120ھ) ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے مشہور امام اور علماء اور فقہاء کے استاد تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث سننے کا شرف حاصل تھا۔ امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (748ھ) آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

حماد بن أبي سليمان: " 4، قَرَنَهُ م " العَلاَّمَةُ، الإِمَامُ، فَقِيْهُ العِرَاقِ، أَبُو إِسْمَاعِيْلَ بنُ مُسْلِمٍ الكُوْفِيُّ، مَوْلَى الأَشْعَرِيِّيْنَ، أَصْلُهُ مِنْ أَصْبَهَانَ. رَوَى عَنْ: أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، وَتَفَقَّهَ: بِإِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ، وَهُوَ أَنْبَلُ أَصْحَابِهِ وَأَفْقَهُهُم، وَأَقْيَسُهُم، وَأَبْصَرُهُم بِالمُنَاظَرَةِ وَالرَّأْيِ، وَحَدَّثَ أَيْضاً عَنْ: أَبِي وَائِلٍ، وَزَيْدِ بنِ وَهْبٍ، وَسَعِيْدِ بنِ المُسَيِّبِ، وَعَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، وَجَمَاعَةٍ. وَأَكْبَرُ شَيْخٍ لَهُ: أَنَسُ بنُ مَالِكٍ، فَهُوَ في عداد صغار التابعين.

(سیر أعلام النبلاء - ط الحديث (شمس الدين الذهبي) ج5 ص527 رقم 714)

آپ رحمۃ اللہ علیہ تابعی کبیر تھے اور اونچے درجہ کے تابعین نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے

استفادہ کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (852ھ) لکھتے ہیں: "ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ (230ھ) نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کثیر الحدیث اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ (365ھ) نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کثیر الروایہ لکھا ہے۔ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو صدوق اللسان کہتے ہیں۔ (تہذیب ج3 ص16 رقم 15) اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حافظ الحدیث کہتے ہیں۔ (طبقات الحفاظ ص55)

علامہ عبدالحی ابن عماد حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (1089ھ) لکھتے ہیں:

فقيه الكوفة أبو إسماعيل حمّاد بن أبي سليمان الأشعري مولاهم صاحب إبراهيم النّخعي. روى عن أنس بن مالك، وسعيد بن المسيّب، وطائفة. وكان جوادا، سريّا، محتشما، يفطّر كل ليلة من رمضان خمسمائة إنسان. وقال شعبة: كان صدوق اللسان.

(شذرات الذهب في أخبار من ذهب (ابن العماد الحنبلي) ج2 ص89)

حضرت امام حماد رحمۃ اللہ علیہ کو مشہور تابعی امام، حافظ، فقیہ العراق حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (96ھ) سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی سعادت ملی تھی۔

وقد دخل على أم المؤمنين عائشة وهو صبي.

(سیر أعلام النبلاء - ط الرسالة (شمس الدين الذهبي) ج4 ص521)

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کبار تابعین نے روایت کی ہیں۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ امام ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم کے وارث، نیک، فقیہ، متقی، اہل کوفہ کے مفتی، بڑی خوبیوں اور بڑی شان والے بزرگ تھے"۔

وكان بصيرا بعلم ابن مسعود. واسع الرواية. فقيه النفس، كبير الشأن، كثير المحاسن رحمه الله تعالى۔۔۔ وكان مفتي أهل الكوفة هو والشعبي في زمانهما، وكان رجلا صالحا، فقيها، متوقيا، قليل التكلف.

(سیر أعلام النبلاء-ط الرسالة (شمس الدين الذهبي) ج4 ص521)

حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر علمِ فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف اپنے ہم سبق اصحاب بلکہ اپنے دور کے تمام علماء، فقہاء اور محدثین پر سبقت لے گئے۔

وَتَفَقَّهَ: بِإِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ، وَهُوَ أَنْبَلُ أَصْحَابِهِ وَأَفْقَهُهُم، وَأَقْيَسُهُم، وَأَبْصَرُهُم بِالْمُنَاظَرَةِ، وَالرَّأْيِ.

(سير أعلام النبلاء-ط الحديث (شمس الدين الذهبي) ج5 ص527 رقم714)

حماد بن أبي سليمان [م، عو] مسلم أبو إسماعيل الأشعري الكوفي، أحد أئمة الفقهاء. سمع أنس بن مالك، وتفقه بإبراهيم النخعي. روى عنه سفيان، وشعبة، وأبو حنيفة، وخلق.

(ميزان الاعتدال (شمس الدين الذهبي) ج1 ص595)

جامع بن شداد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کو امام ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس حال میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ وہ لکھ رہے تھے، اور کہتے تھے: "خدا کی قسم! اس تحریر سے ہمارا مقصد دنیا کمانا نہیں ہے، محض رضائے الٰہی ہے"۔

(طبقات ج6 ص، 324)

مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جب ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: "حماد رحمۃ اللہ علیہ تو فتویٰ دینے لگے ہیں؟"۔ تو ابراہیم نے کہا: "ان کو فتویٰ دینے سے کیا چیز مانع ہوسکتی ہے؟ انہوں نے تو مجھ سے تنہا اتنے مسائل حصہ بھی دریافت کیے ہیں کہ تم سب نے مل کر اس کا دسواں حصہ بھی دریافت نہیں کیا۔ (یعنی وہ اہلِ فتویٰ میں سے ہیں۔ فتوی دے سکتے ہیں)"۔

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (1176ھ) لکھتے ہیں:

گفتہ اند کہ حماد بن ابی سلیمان اعلم ناس بود بمذہب ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ۔ (مصفی شرح موطاص)

ایک مرتبہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: "جب تک میں زندہ ہوں، لوگ فقہ کی

بہاریں مجھ سے دیکھیں گے اور جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا، تو دنیا میں تیری فقہ کا ہی چرچا رہے گا، اور یہ اس لئے کہ تمہارے پاس ایسے شاگرد ہیں جو کبھی ساتھ نہیں چھوڑیں گے، اور تمہارے علم کو دنیا میں زندہ رکھیں گے"۔

فَقَالَ لَهُ الشَّعْبِيُّ: "أَنَا أَفْقَهُ مِنْكَ حَيًّا، وَأَنْتَ أَفْقَهُ مِنِّي مَيِّتًا، وذاك أَنَّ لَكَ أَصْحَابًا يَلْزَمُونَكَ، فَيُحْيُونَ عِلْمَكَ"۔

(تاريخ الإسلام - ت تدمري (شمس الدين الذهبي) (ج6 ص282؛ سير أعلام النبلاء-ط الرسالة (شمس الدين الذهبي) ج4 ص526 رقم213؛ ابن سعد 6/284؛ الشعور بالعور (الصفدي) ص110؛ البدور المضية في تراجم الحنفية (محمد حفظ الرحمن الكملائي) ج1 ص230)

امام عبد اللہ بن محمد بن حیان المعروف بابی الشیخ رحمۃ اللہ علیہ (369ھ) نے اپنی کتاب "طبقات المحدثين بأصبهان والواردين عليها" میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ اس طرح شروع کیا ہے: أبو اسماعيل حماد بن أبي سليمان الفقيه۔

(طبقات المحدثين بأصبهان والواردين عليها ص93)

حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) لکھتے ہیں: "امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امام حماد رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے فقیہ اور ان کے مسندِ فتویٰ کے جانشین ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا: "آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہم مسائل کس سے پوچھیں؟"۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "حماد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھنا"۔

قَالَ أَبُو عُمَرَ رحمه الله: فَهَذَا حَمَّادُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ وَهُوَ فَقِيهُ الْكُوفَةِ بَعْدَ النَّخَعِيِّ، الْقَائِمُ بِفَتْوَاهَا، وَهُوَ مُعَلِّمُ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ الَّذِي قَالَ فِيهِ إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ حِينَ قِيلَ لَهُ: "مَنْ يُسْأَلُ بَعْدَكَ؟"۔ قَالَ: "حَمَّادٌ"۔ وَقَعَدَ مَقْعَدَهُ بَعْدَهُ.

(جامع بيان العلم وفضله ج2 ص1098 تحت رقم2141؛ طبقات ج6 ص325)

عبد اللہ بن شبرمہ رحمۃ اللہ علیہ (144ھ) کہتے ہیں: "میرے نزدیک حماد رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ

کوئی قابل اعتماد نہیں"۔ معلم ؒ کہتے ہیں: "میں نے زہری ؒ، حماد ؒ، قتادہ ؒ سے زیادہ کسی کو افقہ نہیں دیکھا"۔ (تہذیب ج3 ص17)

امام احمد بن ابراہیم قرطبی ؒ (555ھ) فرماتے ہیں:

"آپ ؒ کوفہ کے فقیہ اور فنونِ علم میں ماہر تھے"۔ (التعریف فی الانساب ص245)

آپ ؒ قرآن پڑھتے ہوئے رودیا کرتے تھے۔ آپ ؒ کی پوتی (حضرت اسماعیل ؒ کی صاحبزادی) نے بارہا یہ منظر دیکھا ہے۔ (طبقات ج6 ص325)

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب ؒ مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

"شمس الدین ذہبی ؒ (748ھ) میزان الاعتدال میں حماد بن ابی سلیمان ؒ کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں: "ان کی احادیث کی تخریج ائمۂ ستہ: بخاری ؒ، مسلم ؒ، ابوداؤد ؒ، نسائی ؒ، ترمذی ؒ، ابن ماجہ ؒ نے کی ہے۔ ان کی کنیت ابواسماعیل اشعری کوفی ؒ ہے۔ ائمۂ فقہاء میں سے ایک امام یہ بھی ہیں۔ آپ ؒ نے حضرت انس بن مالک ؓ سے حدیث سنی ہے، اور فنِ فقہ ابراہیم نخعی ؒ سے حاصل کیا ہے۔ سفیان ثوری ؒ، شعبہ ؒ اور ابوحنیفہ ؒ اور ایک گروہ محدثین کا فنِ حدیث میں ان کا شاگرد ہے"۔ (کشف الغمہ ص20)

حضرت ابراہیم نخعی ؒ کے بعد حضرت حماد ؒ ان کے جانشین ہوئے، اور اہلِ کوفہ آپ ؒ کو بڑی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور ان کے تفقہ کے قائل تھے۔ حضرت حماد بن سلمہ ؒ کہتے ہیں:

قال سمعت حماد بن سلمة يقول: 'كان مفتي الكوفة والمنظور إليه في الفقه بعد موت إبراهيم النخعي حماد بن أبي سليمان. فكان الناس به اغنياء". (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ص21)

کوفہ میں آپ ؒ کے علمی فقہی حلقے کی جگہ جگہ دھوم تھی، اور طالبانِ حدیث آپ ؒ کی مجلس میں جوق در جوق شریک ہوتے تھے۔ امام بخاری ؒ نے "الادب المفرد" میں ان سے روایت کی ہے، اور اپنی صحیح بخاری میں حضرت ابراہیم ؒ اور حضرت

حماد ؒ کے فقہی اقوال سے استناد بھی کیا ہے، گو تعلیقاً ہی سہی۔ تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے شرح بخاری میں اس سے پردہ اُٹھا دیا ہے، اور بتایا ہے کہ امام بخاری ؒ سے یہ بات امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد محمد بن حسن شیبانی ؒ سے نقل کی ہے۔ نیز امام مسلم ؒ نے صحیح میں اور اصحابِ سنن نے اپنی سنن میں ان کی روایات نقل کی ہیں۔

علامہ موفق بن احمد مکی ؒ (568ھ) لکھتے ہیں:

"امام حماد ؒ کے مناقب اس کثرت سے ہیں کہ ان پر ایک مستقل کتاب لکھی جا سکتی ہے"۔

فضائل حماد أكثر ان نحيط بها في هذا الموضع ،لانها تحتاج كتاب مفرد. (مناقب ج1 ص52)

2 حضرت حماد ؒ کا تذکرہ بتحقیق ابوالوفاء افغانی ؒ

امام اعظم ؒ کے اجلہ مشائخ میں سے حماد بن ابی سلیمان ؒ کا ترجمہ علامہ محقق ابوالوفاء افغانی ؒ کی تقدیم سے نقل کیا جاتا ہے جو انہوں نے امام محمد بن حسن شیبانی ؒ کی "کتاب الآثار" پر بطور مقدمہ لکھا ہے، چنانچہ کہتے ہیں:

ہمارے امام اعظم ؒ کے شیخ فقیہ ابواسماعیل حماد بن ابی سلیمان مسلم اشعری ؒ فقیہِ کوفہ ہیں۔ انہوں نے انس بن مالک ؓ، زید بن وہب ؒ، سعید بن مسیب ؒ، سعید بن جبیر ؒ، عکرمہ ؒ، ابووائل ؒ، ابراہیم نخعی ؒ، حسن ؒ، عبداللہ بن بریدہ ؒ، شعبی ؒ اور عبدالرحمن بن سعد ؒ مولیٰ آلِ عمر سے روایت کی، اور ان سے ان کے بیٹے اسماعیل ؒ، عاصم احول ؒ، شعبہ ؒ، ثوری ؒ، حماد بن ابی سلمہ ؒ، مسعر بن کدام ؒ، ہشام دستوائی ؒ، ابوحنیفہ ؒ، حکم بن عتیبہ ؒ، اعمش ؒ، مغیرہ ؒ، ان کے ہم عصر اور ایک جماعت نے ان سے روایت لی۔

احمد ؒ نے کہا: "علماء متقدمین میں سے ان سے روایت کرنے والوں میں سے

قریب سفیان رحمۃ اللہ علیہ اور شعبہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں"۔ (میں نے کہا: اور ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں سے مقدم ہیں)۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا: "ہشام رحمۃ اللہ علیہ کا ان سے سماع صالح ہے"۔ مزید کہا: "لیکن حماد بن ابی سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان سے کثیر خلط ملط ہے"۔ اور یہ بھی کہا: "ان پر مرجئی ہونے کا الزام ہے، اور وہ حدیث کے اعتبار سے ابو معشر یعنی زیاد بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ سے اصح ہیں"۔

مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں نے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: "بے شک حماد رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ دینے کے لیے بیٹھ گئے"۔ تو انہوں نے کہا: "انہیں فتویٰ دینے سے کیا چیز مانع ہے؟ حالانکہ انہوں نے تنِ تنہا مجھ سے اتنا پوچھا کہ تم میں سے کسی نے ان کا عشرِ عشیر بھی نہیں پوچھا"۔ اور یہی روایت ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو کدینہ عن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت کی ہے: (میں نے کہا: ان کی جلالتِ شان کے لیے اتنی گواہی کافی ہے)۔

اور ابن شبرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "ما أحد أمن علی بعلم من حماد".

ترجمہ: علم کے اعتبار سے حماد رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کسی نے مجھ پر احسان نہیں کیا۔

معمر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "ما رأیت أفقه من هؤلاء الزهری و حماد و قتادة".

ترجمہ: میں نے زہری رحمۃ اللہ علیہ، حماد رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔

قطان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "حماد أحب الی من مغیرة. و کذا قال ابن معین: "و قال حماد ثقة".

ترجمہ: حماد رحمۃ اللہ علیہ مجھے مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ محبوب ہیں، اور اسی طرح ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اور یہ بھی کہا: "حماد ثقہ ہیں"۔

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "حماد صدوق لا یحتج بحدیثه مستقیم فی الفقه"۔

ترجمہ: حماد رحمۃ اللہ علیہ صدوق ہیں۔ ان کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جائے گا، اور فقہ میں مستقیم ہیں۔

(میں نے کہا: "مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ان کی حدیث سے استدلال کیا ہے، اگر تم نے ان سے استدلال نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں ہے)۔

عجلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "کوفی ثقة و کان أفقه أصحاب ابراهیم".

ترجمہ: حماد کوفی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ ہیں اور اصحابِ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "کان سخیاً علی الطعام جواداً بالدنانیر والدراهم"

ترجمہ: حماد رحمۃ اللہ علیہ کھانا کھلانے پر سخی تھے، اور دراہم و دنانیر کے معاملے میں بھی سخی تھے۔

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "حماد کثیر الروایة خاصة عن إبراهیم، ویقع فی حدیثه أفراد و غریب، و هو متماسك فی الحدیث لا بأس به"۔

ترجمہ: حماد رحمۃ اللہ علیہ کثیر الروایت ہیں بالخصوص ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے کثیر روایات کی ہیں، اور ان کی حدیث میں افراد و غریب روایات ہیں، اور ان سے حدیث میں استدلال کیا گیا ہے۔ ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں"۔

ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "حماد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 120 ہجری میں ہوئی"۔

میں نے کہا: "بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا، اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ سے روایت کرتے ہوئے اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کتاب الثقات میں کہتے ہیں: ان کی وفات 119 ہجری میں ہوئی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"کان ضعیفاً فی الحدیث، واختلط فی آخر أمره، و کان مرجئاً، و کان کثیر الحدیث اذا قال برأیه أصاب، و اذا قال عن غیر ابراهیم أخطأ".

ترجمہ: وہ (حماد رحمۃ اللہ علیہ) حدیث میں ضعیف تھے، اور آخر میں ان کا معاملہ خلط ملط ہو گیا تھا، اور وہ مرجئی تھے، اور وہ کثیر الحدیث تھے۔ جب اپنی رائے سے کچھ کہتے، تو درست کہتے اور جب ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ سے روایت کرتے ہوئے کچھ کہتے تو خطا کرتے ہیں۔

تہذیب التہذیب، ج3، ص160 سے ملخصاً منقول ہے۔

(تہذیب التہذیب، ج3، ص16، 17۔ دائرۃ المعارف النظامیۃ، 1326ھ)

میں نے کہا: ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے "الجرح والتعدیل" میں عبد الملک بن ایاس رحمۃ اللہ علیہ سے

روایت کیا، وہ کہتے ہیں:

سألت إبراهيم: "من نسأل بعدك؟"۔ فقال: "حماداً"۔

ترجمہ میں نے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: "آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہم کس سے پوچھیں؟"۔ تو فرمایا: حماد رحمۃ اللہ علیہ سے"۔ اور انہوں نے عن شعبہ عن الحکم سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں: "ومن فيهم مثل حماد يعني أهل الكوفة"۔

ترجمہ اہلِ کوفہ میں حماد رحمۃ اللہ علیہ جیسا کون ہے؟

انہوں نے ابواسحاق شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں:

"ما رأيت أفقه من حماد"، قيل: "ولا الشعبي"۔ قال: "ولا الشعبي"۔

ترجمہ میں نے حماد رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ تو کہا گیا: "شعبی رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں؟"۔ فرمایا: "اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں"۔

انہوں نے ابنِ ادریس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں:

ما سمعت أبا إسحاق الشيباني ذكر حماداً إلا أثنى عليه.

ترجمہ میں نے ابواسحاق شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے حماد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر جب بھی سنا، تو انہوں نے ان کی تعریف کی۔

انہوں نے معمر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا وہ کہتے ہیں:

وسمعت سفيان يقول: "كان حماد أبطن بإبراهيم من الحكم"۔

ترجمہ میں نے سفیان رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا: "حماد رحمۃ اللہ علیہ حکم رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے ہم راز ہیں"۔

انہوں نے عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا: وہ کہتے ہیں:

قال معمر: "ما رأيت مثل حماد"۔

ترجمہ معمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "میں نے حماد رحمۃ اللہ علیہ جیسا نہیں دیکھا"۔

انہوں نے شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا: وہ کہتے ہیں:

"كان صدوق اللسان"۔

ترجمہ حماد رحمۃ اللہ علیہ صدوق اللسان ہیں۔

ملخصاً الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم، ج 1، ص 146، 147

(الجرح والتعديل، ج 3 ص 146، 147 رقم 642۔ المؤلف: أبو محمد عبد الرحمن بن أبي حاتم محمد بن إدريس بن المنذر التميمي الحنظلي الرازي (ت 327ھ)۔ الناشر: مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية۔ بحيدر آباد الدكن - الهند۔ الطبعة: الأولى، 1371ھ-1952م)

"مناقب الامام" موفق بن احمد رحمۃ اللہ علیہ، ج 1، ص 53 میں ہے:

قال أبو حنيفة حين سئل: "من أفقه من رأيت"۔ قال: "ما رأيت أفقه من حماد"۔ وفي رواية أخرى: "ما رأيت أفقه من جعفر بن محمد الصادق"۔ ....الخ

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جس وقت سوال کیا گیا: "آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں کون بڑا فقیہ ہے؟"۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں نے حماد رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا"۔

دوسری روایت میں فرمایا: "میں نے جعفر بن محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا"۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ ائمۂ اہلِ بیت میں امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا، جب کہ حماد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام علی الاطلاق ہے۔

☆ میں نے کہا: امام ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "مناقبِ ابی حنیفہ" میں صلت بن بسطام رحمۃ اللہ علیہ تک اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا۔ وہ کہتے ہیں:

كان حماد بن أبي سليمان يفطر كل ليلة في شهر رمضان خمسين انساناً۔ فاذا كان ليلة الفطر كساهم ثوباً ثوباً و أعطاهم مائة مائة، إلى أن قال ..الخ

ترجمہ حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک کے مہینہ میں روزانہ پچاس افراد کو روزہ افطار کرواتے۔ پس جب عیدالفطر کی رات آتی تو انہیں کپڑے اور سو سو درہم دیتے، یہاں تک کہ فرمایا: جب ابوالزناد رحمۃ اللہ علیہ صدقات کی وصولی کے لیے کوفہ آئے، تو ایک

شخص نے حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے بات کی کہ وہ اس کے لیے ابوالزناد رحمۃ اللہ علیہ سے فلاں شخص کے بارے میں بات کریں کہ وہ اپنے بعض کاموں میں اس سے مدد مانگتا ہے۔ تو اسے حماد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ”تیرا ساتھی ابوالزناد رحمۃ اللہ علیہ سے کتنے پیسوں کی امید رکھتا ہے کہ وہ اسے دے؟“۔ تو اس نے عرض کیا: ”ایک ہزار درہم“۔ فرمایا: ”میں نے اس کے لیے پانچ ہزار درہم دینے کا حکم دیا“۔ اور کہا: ”میں اپنی ذات کے لیے اس پر خرچ نہیں کر رہا“۔ تو اس شخص نے کہا: ”اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جزائے خیر دے“۔ (آمین)
اس کو ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ”الجرح والتعدیل“ ج 2، ص 441 میں صلت بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں اس کے راویوں میں ذکر کیا۔

☆ میں نے کہا: حافظ ابوالحسن آبری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن الحسين بن إبراهيم بن عاصم السجستاني الآبري الشافعي رحمۃ اللہ علیہ توفي سنة 363 ھ) اپنی کتاب ”مناقب الشافعی“ (ص 54) میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

قال الشافعي، رضي الله عنه: "لا أزال أحب حماد بن أبي سليمان لشيء بلغني عنه: بلغني أنه كان راكبا على حمار، فحرّكه الحمار فانقطع زره، فمر على خياط فأراد أن ينزل عليه ليسوّي زره. فقال - يعني الخياط -: "والله! لا نزلت". فقام الخياط إليه ليسوي زره. فأدخل يده في جيبه فأخرج إليه صُرّةً فيها دنانير. فناولها الخياط، ثم اعتذر إليه من قلتها.

(مناقب الشافعي للبيهقي، ج2 ص232. المؤلف: أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي (384-458هـ). المحقق: السيد أحمد صقر. الناشر: مكتبة دار التراث-القاهرة. الطبعة: الأولى، 1390 هـ - 1970 م. عدد الأجزاء: 2؛ المستجاد من فعلات الأجواد (المحسن بن علي التنوخي) ص51؛ طبقات القاري الأثمار الجنية في أسماء الحنفية-ط ديوان الوقف السني (الملا علي القاري) ج1 ص145؛ مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة-ط بذيل الجواهر المضية (الملا علي القاري) ج2 ص458)

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ایک بات کی وجہ سے حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے ہمیشہ محبت کرتا ہوں۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ ایک بار گدھے پر سوار تھے، انھوں کو گدھے کو حرکت دی کہ ان کا بٹن ٹوٹ گیا۔ پس وہ درزی کے پاس سے گزرے، تو انہوں نے نیچے اترنے کا ارادہ کیا تاکہ اپنا بٹن درست کروائیں۔ تو درزی نے کہا: ”اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ رحمۃ اللہ علیہ نیچے نہ اتریں“۔ یہاں تک کہ درزی ان کے پاس آگیا۔ پس ان کا بٹن درست کر دیا۔ پھر امام حماد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آستین میں ہاتھ ڈالا، اور ایک تھیلی نکالی جس میں دینار تھے۔ تو وہ دینار درزی کو دے کر معذرت کی کہ یہ کم ہیں (اور قسم کھائی کہ اس وقت ان کے سوا کسی چیز کے مالک نہیں)۔
مراد یہ ہے کہ ایک بٹن کا صلہ تھیلی بھر دینار دیئے، پھر بھی کم دینے کا عذر کیا، یعنی یہ سخاوت کا کمال ہے۔ (مقدمۃ: کتاب الآثار، ج1، ص85 تا87۔ مطبوعۃ: دار الکتب العلمیۃ)

3 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں

حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ درس سے یوں بے شمار طالبانِ علم نے فیض پایا، مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس توجہ اور انہماک کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث اور فقہ کی تعلیم پائی، آپ رحمۃ اللہ علیہ اس میں ان کے دوسرے تلانده سے بہت آگے نکل گئے۔ خود استادِ محترم نے بھی یہ بات تسلیم کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے جتنا فیض حاصل کیا اتنا کسی اور نے نہیں۔ حضرت جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”شیخ مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ مجھے اس بات پر ملامت کرتے تھے کہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کیوں نہیں جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے کہا کرتے تھے کہ ان کی مجلس میں جایا کرو، ناغہ نہ کرو“۔

فانا كنا نجتمع عند حماد. ففتح له مالم يفتح لنا من العلم.

(مناقب ج2 ص94)

ترجمہ: جب ہم لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں اکٹھے ہوتے تھے، مگر حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ساتھ ایسے نہیں کھلتے تھے جیسا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے (علمی

فیضان) کھولا کرتے تھے۔

ابوغسان ؒ شیخ اسرائیل ؒ سے نقل کرتے ہیں: "امام ابوحنیفہ ؒ نے حضرت حماد ؒ سے علم حاصل کیا، اور اسے خوب ذہن نشین کیا۔ گو کہ امام حماد ؒ کے باقی تلامذہ بھی اپنی اپنی جگہ بڑا مقام رکھتے تھے، مگر امام ابوحنیفہ ؒ تو ان سب میں ایک درخشندہ آفتاب کی طرح تھے"۔ (مناقب ص171)

فكان أبو حنيفه يفقههم في الدين. (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ص21)

امام شمس الدین ذہبی ؒ لکھتے ہیں:

"امام نخعی ؒ کے تلامذہ میں سب سے بلند پایہ فقیہ، امام حماد ؒ ہوئے، اور امام حماد ؒ کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ امام ابوحنیفہ ؒ ہوئے ہیں"۔

فَأَفْقَهُ أَهْلِ الْكُوْفَةِ عَلِيٌّ، وَابْنُ مَسْعُوْدٍ، وَأَفْقَهُ أَصْحَابِهِمَا: عَلْقَمَةُ، وَأَفْقَهُ أَصْحَابِهِ: إِبْرَاهِيْمُ، وَأَفْقَهُ أَصْحَابِ إِبْرَاهِيْمَ: حَمَّادٌ، وَأَفْقَهُ أَصْحَابِ حَمَّادٍ: أَبُو حَنِيْفَةَ، وَأَفْقَهُ أَصْحَابِهِ أَبُو يُوْسُفَ، وَانْتَشَرَ أَصْحَابُ أَبِي يُوْسُفَ فِي الآفَاقِ، وَأَفْقَهُهُمْ: مُحَمَّدٌ، وَأَفْقَهُ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ: أَبُو عَبْدِ اللهِ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالَى.

(سير أعلام النبلاء-ط الحديث (شمس الدين الذهبي) ج5 ص531 رقم714)

آپ ؒ نے 18 سال امام حماد ؒ کی صحبت میں گزارے، اور آپ ؒ سے حدیث کے معانی و مطالب اور اس کی گہرائی میں اترنے کا ملکہ حاصل کیا۔

حضرت حماد ؒ امام صاحب ؒ کی صلاحیتوں سے خوب واقف تھے۔ چنانچہ آپ ؒ نے بھی ان پر اپنی خصوصی توجہ جاری رکھی۔ جب تک آپ ؒ حیات رہے، امام صاحب ؒ نے آپ کا دامن چھوڑا، نہ انہوں نے اپنے شاگرد رشید پر اپنی خصوصی توجہ میں کمی آنے دی۔

امام اعظم ابوحنیفہ ؒ نے جس شخصیت سے سب سے زیادہ استفادہ کیا، وہ آپ ؒ ہی تھے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ ؒ (728ھ) ایک مقام پر لکھتے ہیں:

وشيخه الاصلى حماد بن أبي سليمان. (منہاج السنۃ ج7 ص532)

آپ ؒ اس سے ذرا پہلے یہ بھی لکھ آئے ہیں:

أما أبو حنيفة فشيخه الذي اختص به حماد بن أبي سليمان، وحماد عن إبراهيم عن علقمة، وعلقمة عن ابن مسعود. وقد أخذ أبو حنيفة عن عطاء وغيره. (منہاج السنۃ ج7 ص532)

علامہ محمد بن ابی یعقوب اسحاق المعروف بابن الندیم ؒ (385ھ) لکھتے ہیں:

وعنه أخذ أبو حنيفة الفقه والحديث (الفہرست، ص256)

ترجمہ: آپ ؒ سے امام ابوحنیفہ نے فقہ اور حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

علامہ موفق بن احمد مکی ؒ (568ھ) لکھتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ ؒ نے اکثر احادیث کی روایات آپ ؒ سے ہی لی ہیں۔

(مناقب ص123 للموفق)

امام محمد بن حسن شیبانی ؒ (189ھ) نے کتاب الآثار میں اور محدث ابومحمد حارثی ؒ نے مسند میں بحوالہ امام ابوحنیفہ ؒ از امام حماد ؒ بے شمار روایات نقل کی ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ ؒ سے پوچھا گیا: "آپ ؒ کے نزدیک سب سے بڑے فقیہ کون ہیں؟"۔ آپ ؒ نے فرمایا:

"آج دنیائے اسلام میں حضرت حماد ؒ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں، اور مختلف علوم میں حضرت عطاء بن ابی رباح ؒ سے بڑا جامع انسان اور کوئی نہیں دیکھا"۔

(مناقب ص123 للموفق)

ایک مرتبہ آپ ؒ نے فرمایا:

وسئل أبو حنيفة (ت 150 ه): "من أين لك هذا الفقه؟". فقال: "كنت في معدن العلم والفقه، فجالست أهله، ولزمت فقيهًا من فقهائهم يقال له حماد، فانتفعت به".

(مناقب للموفق، ج1 ص56؛ عقود الجمان ص163؛ ابوحنیفہ: حیات وعصرۃ ص63؛ المجالس

الفقهية (هيثم بن فهد الرومي) ص57؛فقه العبادات على المذهب الحنفي (نجاح الحلبي) ص9)

ترجمہ: میں تو معدن علم وفقہ میں ہی رہائش پذیر تھا اور اسی علم وفقہ والوں کا ہم نشین رہا۔ اور وہاں کے فقہاء میں سے ایک بڑے فقیہ کے دامن سے جڑ گیا، جن کا نام حضرت حماد ؒ ہے۔ پھر میں نے اُن سے بھرپور نفع اُٹھایا۔

آپ ؒ فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے استاد امام حماد ؒ کی خدمت میں جتنا اور جس طرح کا وقت گزارا ہے، اتنا کسی اور کو موقع نہیں ملا۔ میں آپ ؒ سے بہت زیادہ مسائل پوچھتا رہتا۔ کبھی کبھی آپ ؒ مجھ سے فرماتے کہ تم نے تو مسائل پوچھ پوچھ کر مجھے تھکا دیا ہے"۔

(مناقب ج1 ص58)

حضرت حماد ؒ بڑے سخی تھے۔ آپ ؒ کی سخاوت سے بے شمار لوگوں نے نفع پایا تھا، بالخصوص رمضان میں آپ ؒ روزانہ پانچ سو روزہ داروں کو کھانا کھلاتے تھے۔

يفطر كل ليلة من رمضان خمسمائة انسان. (شذرات الذهب ج١ ص١٥٧)

4 امام ابوحنیفہ ؒ کا امام حماد ؒ سے خصوصی تعلق

یوں تو حضرت امام ابوحنیفہ ؒ اپنے تمام اساتذہ کرام کے لئے ہمیشہ دعا گو رہے ہیں، تاہم آپ ؒ کو حضرت حماد بن ابی سلیمان ؒ کے ساتھ ایک خصوصی تعلق تھا کیونکہ آپ ؒ ان کے محبوب ترین استاد تھے۔ آپ ؒ کے دل میں اپنے استاد کی بہت محبت وعقیدت تھی۔ آپ ؒ کے ادب واحترام کا یہ حال تھا کہ آپ ؒ جب استاد کے ہاں جاتے، تو دروازے کے باہر کھڑے رہتے، جب حضرت حماد ؒ گھر سے باہر نکلتے، تو پھر آپ ؒ ان کے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ جب انہیں کسی چیز کی حاجت ہوتی، تو امام ابوحنیفہ ؒ ان کی خدمت میں پہنچ جایا کرتے تھے۔ آپ ؒ کے دل میں اپنے استاد کی اس قدر عظمت تھی کہ استاد کے گھر کی جانب بھی پاؤں پھیلا

کر نہیں بیٹھے، حالانکہ ان کے اور استاد کے گھر کے درمیان بڑا فاصلہ بھی تھا۔ آپ ؒ یہ بھی کہتے ہیں: "میں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس میں اپنے والدین کے ساتھ اپنے اساتذہ وتلامذہ وبالخصوص حضرت حماد ؒ کے لئے دعائے مغفرت نہ کی ہو"۔

خطیب بغدادی ؒ ابراہیم بن سماعہ ؒ سے نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا إبراهيم بن سماعة- مولى بني ضبة- قال: سمعت أبا حنيفة يقول: "ما صليت صلاة منذ مات حماد إلا استغفرت له مع والدي وإني لأستغفر لمن تعلمت منه علما أو علمته علما"۔

(تاريخ بغداد وذيوله ط العلمية (الخطيب البغدادي) ج13 ص334)

میں نے امام ابوحنیفہ ؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: "جب سے میرے استاد حماد ؒ کا انتقال ہوا ہے، میں ہر نماز کے بعد ان کے لئے دعا مغفرت کرتا ہوں، اور میں نے کبھی ان کے مکان کی جانب اپنے پاؤں نہیں پھیلائے، حالانکہ میرے اور ان کے گھر کے درمیان سات گلیاں تھیں، اور میں ہر اس آدمی کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں جس سے میں نے علم حاصل کیا۔ اسی طرح میں اپنے ہر شاگرد کے لئے بھی دعاء کرتا ہوں"۔ (الخیرات الحسان ص127؛ مناقب ابی حنیفۃ للموفق مکی، ص251)

صدر الائمہ شیخ موفق بن احمد مکی ؒ (568ھ) لکھتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ ؒ تمام لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے تھے، اور اپنے والدین اور اپنے استاد حضرت حماد ؒ کا تو انہیں خاص طور پر خیال رہتا تھا۔ آپ ؒ جب کسی کے لئے دعا کرتے، تو سب سے پہلے اپنے استاد کا نام لیتے تھے، اور فرماتے تھے: "والدین بچے کو جنم دیتے ہیں مگر استاد علم وفضل کے خزانے دیتا ہے"۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے زندگی بھر استاد کی طرف پاؤں نہیں پھیلائے، حالانکہ ان کے اور ان کے استاد کے گھر کے درمیان ایک بڑا فاصلہ تھا"۔ (مناقب ج2 ص296 للموفق)

آپ ؒ یہ بھی فرماتے ہیں: "میں ان کے لئے ہمیشہ ایصالِ ثواب کرتا ہوں"۔

قال سمعت أبا حنيفة يقول قد جعلت عملي أثلاثا. ثلثا لنفسي وثلثا

لوالدی وثلثا لحماد۔

(أخبار أبي حنيفة وأصحابه (الصيمری) ص63؛منازل الأئمة الأربعة أبي حنيفة ومالك والشافعي وأحمد (يحيى بن إبراهيم السلماسی) ص172)

ترجمہ میں نے اپنے نیک اعمال کے تین حصے کئے ہیں: ایک تہائی اپنے لئے، ایک تہائی والدین کے لئے، اور ایک تہائی اپنے استاد حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے لئے"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کی قدر ومنزلت اور محبت وعقیدت ہی تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اکلوتے بیٹے کا نام آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے نام پر حماد رحمۃ اللہ علیہ رکھا تھا، جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے (امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے) کا نام حضرت حماد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ رکھا تھا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ جب تک امام حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ حیات ہیں، میں ان کی صحبت میں رہوں گا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اٹھارہ (18) سال تک ان کی صحبت میں رہ کر حدیث وفقہ کی تعلیم لیتے رہے۔

فآليت على نفسي ألا أفارقه حتى يموت فلم أفارقه حتى مات۔

(تاریخ بغداد وذیولہ ج13 ص334؛ تهذيب الكمال في أسماء الرجال (المزي، جمال الدين) ج29 ص427؛الطبقات السنية في تراجم الحنفية (تقي الدين ابن عبد القادر التميمي) ص26؛تاريخ التشريع الإسلامي (مناع القطان) ص329؛البدور المضية في تراجم الحنفية (محمد حفظ الرحمن الكملائي) ج1 ص255)

جب تک حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ حیات ہیں، ان سے استفادہ کرتا رہوں گا۔ یہ تعلق کبھی ختم نہ ہوگا۔ (عقود الجمان ص163)

حافظ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ وَهُوَ أَقْعَدُ النَّاسِ بِحَمَّادٍ۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج2 ص تحت 1095 رقم 2131)

ترجمہ حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دوسرے سب اصحاب سے زیادہ بیٹھنے والے تھے۔

5 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد گرامی قدر کی نظر میں

حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے تلمیذِ رشید امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت رکھتے تھے۔

حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں شہرِ واسط میں تھا، اور اپنے والد کے ساتھ اہلِ علم کی محفل میں جایا کرتا تھا۔ میرا چھوٹا بیٹا کوفہ میں تھا۔ میرے والد حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے بہت پیار تھا۔ میں نے ایک دن اپنے والد (امام حماد رحمۃ اللہ علیہ) سے کہا: "آپ کو سب سے زیادہ کس سے پیار ہے؟"۔ مجھ سے یا اپنے پوتے سے؟"۔ حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "مجھے تم دونوں پیارے ہو، مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا پیارا مجھے ساری دنیا میں کہیں نہیں ملا"۔ (مناقب ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ للموفق ص395 مترجم)

اور فرمایا: "اگر میرے بس میں ہوتا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک لمحے کے لئے اپنی نظر سے جدا نہ کروں، تو میں کرتا"۔ (امام اعظم ص179 ماخوذ از تاریخ بغداد)

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے پاس بہت قاعدے سے، وقار کے ساتھ دھیان لگا کر بیٹھا کرتے ہیں۔ ہم ان کو علم کی غذا دیتے ہیں، اور ان سے مشکل سوالات کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ بہت اچھی سمجھ والے اور اچھے حفظ والے ہیں"۔ (سوانح امام اعظم ص95)

6 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر شیوخ اور ان کی تعداد

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں ہر فن کے جلیل القدر ائمہ تھے، اور ان اساتذہ میں علمِ حدیث کے شیوخ کی بھی ایک بہت بڑی تعداد تھی جو اپنے دور کے محدثینِ کبار ہوئے ہیں۔ امام شمس الدین محمد بن یوسف دمشقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (942ھ) نے اپنی شاندار کتاب "عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم أبي حنيفة

النعمان رحمہ اللہ" میں 25 سے زائد صفحات میں امام صاحب رحمہ اللہ کے اساتذہ کو بہ ترتیب حروف تہجی بیان کیا ہے، اور آخر میں لکھا کہ میں نے ان حضراتِ مشائخ کے حالات اپنی کتاب: "تسهيل السبيل الى معرفة الثقات والضعفاء والمجاهيل" میں لکھ دیئے ہیں۔ (عقود الجمان ص87)

حافظ ابوبکر الجعابی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الانتصار" میں بھی ان کا مبسوط تذکرہ کیا ہے۔

علاوہ ازیں حافظ الحدیث امام ابوالحجاج المزی رحمہ اللہ (742ھ) نے اپنی مشہور کتاب "تہذیب الکمال" میں بھی آپ رحمہ اللہ کے 77 مشائخ کا ذکر کیا ہے۔

امام محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلی رحمہ اللہ (744ھ) نے اپنی کتاب "مناقب الائمۃ الاربعۃ"، میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیوخ کے کچھ نام لکھے ہیں:

وروى عن جماعة من سادات التابعين وأئمتهم كعطاء بن أبي رباح أحد أصحاب ابن عباس، ومفتي أهل مكة، ومحدثهم الخ

(دیکھئے: مناقب الائمۃ الاربعۃ، ص58)

پھر لکھتے ہیں: ان سادات تابعین رحمہم اللہ کے علاوہ اور بے شمار شیوخ سے آپ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے:

وقد روى الامام أبو حنيفة عن جماعة كثيرين غير هؤلاء۔

(مناقب الائمۃ الاربعۃ ص59)

امام ذہبی رحمہ اللہ (748ھ) نے اپنی کتاب: "سیر اعلام النبلاء" میں ان حضرات کے نام لکھ کر کہا کہ ان کے علاوہ بھی بہت سے تابعین محدثین رحمہم اللہ ہیں جن سے آپ رحمہ اللہ نے حدیث کی روایت کی ہے۔

موسوعہ (الموسوعه الحديثيه لمرويات الامام ابی حنيفة) کے مقدمہ میں امامِ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اُن اساتذہ کی فہرست جن سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اُن کے اصحاب نے روایت کی ہے، کی تعداد 328 بتائی ہے۔

(الموسوعه الحديثيه لمرويات الامام ابی حنيفة، ج1 ص129 تا 152۔ جمعه واعده

وعلق عليه:- العلامه المحقق الشيخ لطيف الرحمن البهرائجي القاسمي۔ الناشر: دار الكتب العلمية۔ الطبعة: الأولى 1442ھ-2021م۔ عدد المجلدات: 20۔ عدد الصفحات: 7816)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ مناقب الامام میں لکھتے ہیں

شُيُوخُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابُهُ: تَفَقَّهَ بِحَمَّادِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ صَاحِبِ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ وَبِغَيْرِهِ، وَقَالَ: اخْتَلَفْتُ إِلَى حَمَّادٍ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى عَنْهُ، قَالَ: صَحِبْتُهُ عَشْرَةَ أَعْوَامٍ أَحْفَظُ قَوْلَهُ وَأَسْمَعُ مَسَائِلَهُ، وَسَمِعَ الْحَدِيثَ مِنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ بِمَكَّةَ، وَقَالَ: مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْ عَطَاءٍ، وَسَمِعَ مِنْ عَطِيَّةَ الْكُوفِيِّ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ الْأَعْرَجِ، وَعِكْرِمَةَ، وَنَافِعٍ، وَعَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، وَقَتَادَةَ بْنِ دِعَامَةَ، وَأَبِي الزُّبَيْرِ، وَمَنْصُورٍ، وَأَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، وَعَدَدٍ كَثِيرٍ مِنَ التَّابِعِينَ۔

(مناقب الإمام أبی حنيفة وصاحبيه (شمس الدين الذهبی) ص19)

یہ بھی پیش نظر رہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اساتذہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ ترانوے (93) وہ حضرات ہیں جنہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت اور ان سے استفادہ کی دولت ملی تھی۔ وہ تابعین کرام رحمہم اللہ تھے۔

چونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مکہ مکرمہ بارہا آنا جانا رہا، اس لئے آپ رحمہ اللہ نے وہاں کے دیگر محدثین سے بھی استفادہ کیا ہے۔ حضرت عبدالعزیز بن رفیع رحمہ اللہ (103ھ)، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مولیٰ حضرت ابومعبد رحمہ اللہ (104ھ) وغیرہ سے بھی آپ رحمہ اللہ مستفید ہوئے ہیں۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں بھی آپ رحمہ اللہ کو اجلہ تابعین رحمہم اللہ اور دیگر محدثین سے ملاقات اور تحصیل حدیث کا موقع ملا تھا۔

عرب کے معروف عالم شیخ ابوزہرہ مصری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وعن عطاء، وفى مدرسة مكة أخذ علم ابن عباس الذى ورثه عنه كما

أخذ عن عكرمة مولاه الذي ورث علمه، حتى لقد قال يوم باعه ابنه علي بأربعة آلاف دينار ما خير لك بعت علم أبيك بأربعة آلاف. فاستقال المشتري فأقاله. وأخذ علم ابن عمر وعلم عمر عن نافع مولى ابن عمر وهكذا اجتمع له علم ابن مسعود وعلم علي عن طريق مدرسة الكوفة وعلم عمر وابن عباس بمن التقى من تابعيهم رضي الله عنهم اجمعين. (أبو حنيفة حياته وعصره ص68)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ کے مدرسہ اور عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہ کا علم حاصل کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مولیٰ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ جو ان کے علم وفضل کے وارث قرار پائے تھے، ان سے بھی استفادہ کیا۔ یہ وہی عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے علی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں چار ہزار دینار کے بدلے فروخت کر دیا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ آپ نے اپنے والد کا علم چار ہزار میں فروخت کر دیا"۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر ان کو واپس خرید لیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا علم نافع رحمۃ اللہ علیہ مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم وفضل کوفہ کے مدرسہ سے اخذ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے علمی افکار ان تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے اخذ کئے جو ان حضرات کے فیض یافتہ تھے۔ (حیات امام ابوحنیفہ ص126، اردو)

صدر الائمہ علامہ موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ (568ھ) شمس الائمہ بکر بن محمد بن علی زرنجری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحفص صغیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک مرتبہ احناف و شوافع میں اس بات پر بحث چھڑ گئی کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ افضل ہیں یا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ؟ امام ابوحفص صغیر رحمۃ اللہ علیہ (264ھ) نے فرمایا: "دونوں کے اساتذہ شمار کرلو"۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ شمار کئے گئے تو ان کی اعداد اسی (80) ہوئی۔ پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کا حساب لگایا گیا، تو وہ چار ہزار (4000) ہوئے۔

الامام أبو حفص الكبير عدوا مشائخ أبي حنيفة من العلماء والتابعين فبلغوا أربعة آلاف. (مناقب ج1 ص38 للموفق؛ عقود الجمان ص63)

بعد ازاں امام ابوحفص صغیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

هذا من أدنى فضائل أبي حنيفة رحمه الله.

ترجمہ: یہ تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی برتری کی ادنیٰ شہادت ہے۔

خود حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک شعر میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثلاثةُ آلافٍ وألفٌ شيوخُه
وأصحابُه مثلُ النجوم الثَّواقِبِ

(الطبقات السنية في تراجم الحنفية (تقي الدين ابن عبد القادر التميمي) ص45؛ طبقات القاري الأثمار الجنية في أسماء الحنفية - ط ديوان الوقف السني (الملا علي القاري) ج1 ص140)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کے شیوخ چار ہزار ہیں، اور رہی بات آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کی، تو ان کی تعداد آسمان پر چمکنے والے ستاروں کی مثل ہیں۔

اس سے واضح ہوتا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے علم کے ہر شعبہ میں عبور حاصل کرنے کے لئے اونچے درجہ کے تابعین اور دیگر اہلِ علم وفضل سے بھرپور استفادہ کیا تھا۔ شافعی مذہب کے مقتدر عالم امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (973ھ) کا یہ بیان دیکھئے اور غور کیجئے کہ کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کسی درجے میں بھی ضعیف ہونے کا فتویٰ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقد من الله تعالى علي بمطالعة مسانيد الامام أبي حنيفة الثلاثة من نسخة صحيحة عليها خطوط الحفاظ، آخرهم الحافظ الدمياطي. فرأيته لا يروي حديثا إلا عن خيار التابعين العدول الثقات الذين هم من خير القرون بشهادة رسول الله ﷺ كالأسود وعلقمة وعطاء وعكرمة

ومجاهد ومكحول والحسن البصري وأضرابهم رضي الله عنهم أجمعين. فكل الرواة الذين هم بينه وبين رسول الله ﷺ عدول ثقات. أخبار ليس فيهم كذاب ولا منهم يكذب. وناهيك يا أخي! بعدالة من ارتضاهم الامام أبو حنيفة رضي الله عنه لأن يأخذ عنهم أحكام دينه مع شدة تورعه وتحرزه وشفقته على الامة المحمدية.

(میزان کبریٰ ج1 ص68)

ترجمہ اللہ کا مجھ پر بڑا احسان ہوا کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تین مسانید (حدیث) کے صحیح نسخوں کا مطالعہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سوائے ثقہ اور صادق تابعین کے کسی سے روایت نہیں کرتے۔ یہ لوگ اس دور میں ہیں جن کے بارے میں حضور ﷺ نے خیر القرون ہونے کی گواہی دی ہے۔ جیسے حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ، علقمہ رحمۃ اللہ علیہ، عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ، عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، مکحول رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور ان جیسے دیگر حضرات۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان جتنے راوی ہیں، وہ سب راوی ثقہ، عادل، عالم اور بہترین لوگ ہیں۔ ان میں نہ تو کوئی کاذب ہے، اور ان میں سے کوئی جھوٹ کے ساتھ متہم کیا گیا ہے، اور تمہیں ان حضرات کی عدالت کے اعتراف کرنے سے کیا چیز روک رہی ہے، جن سے احکامِ دینیہ لینے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا شخص راضی ہے جس کے تقویٰ اور پرہیزگاری اور حضور ﷺ کی امت پر شفقت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (181ھ) کی گواہی دیکھیے:

روى الآثار عن نبل ثقات
غزار العلم مشيخة حصيفة

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف: "کتاب الآثار" میں وسیع علم والے ثقہ اور قابلِ احترام بزرگوں سے روایت لی ہے۔

حافظ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (973ھ) لکھتے ہیں:

حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ بہت ہیں جن کے لئے یہ مختصر صفحات ناکافی ہیں۔ امام ابوحفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اساتذہ کی تعداد چار ہزار (4000) کے قریب بتائی ہے۔ بعض حضرات کے ہاں یہ چار ہزار صرف تابعین رحمہم اللہ ہیں۔ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں غیر تابعین کی تعداد کس قدر ہوگی۔

(الخیرات الحسان ص56)

اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جن علماء اور حدیث کے شیوخ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کی سعادت فرمائی۔ وہ سب کے سب اپنی جگہ علم وعمل، فضل و کمال اور تقویٰ و پرہیزگاری کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ ومشائخ کی اکثریت صرف روایت ہی نہیں، درایت میں بھی اپنی مثال آپ تھی۔

محدث کبیر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (1014ھ) آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والحاصل أن أكثر مشايخ الإمام كانوا جامعين بين الرواية والدراية.

(شرح مسند أبي حنيفة (الملا علي القاري) ج1 ص9)

ترجمہ امام ابوحنیفہ کے اکثر مشائخ روایت ودرایت کے جامع تھے۔

7 حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ پر مرجئی کے الزام کی تحقیق

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اجلہ مشائخ میں سے حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ علامہ محقق ابوالوفاء افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقدیم سے نقل کیا جاتا ہے جو انہوں نے امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی "کتاب الآثار" پر بطور مقدمہ لکھا ہے، چنانچہ کہتے ہیں:

تو میں (علامہ افغانی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں: جو ان پر ارجاء کا الزام ہے تو وہ ارجاء السنۃ ہے، جس کا اکثر ائمۂ کوفہ وغیرہ پر الزام ہے۔ بہرحال ارجاء البدعت سے امام المسلمین حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ بری ہیں۔ بہرحال ان کا یہ قول کہ اعمش رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں

بری رائے رکھتے تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ معاصرین کی ایک دوسرے کے بارے میں کی گئی جرح مقبول نہیں، اور جب اعمشؒ کے استاذ امام ابراہیمؒ جیسے علم کے پہاڑ، فقہائے کوفہ بلکہ فقہائے اسلام کے استاد کی حمادؒ کے بارے میں اچھی رائے ہے، تو اعمشؒ کی رائے کا کیا وزن ہے؟ وہ تو مغلوب الغیظ ہیں۔ وہ تو فرماتے ہیں: "انہوں نے مجھ سے تن تنہا وہ کچھ پوچھا جو تم سب نے اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں پوچھا"۔ اس کے باوجود بھی اگر اعمشؒ نے امام ابراہیمؒ کے ہاں حمادؒ کا مقام نہیں دیکھا، تو اس کے بعد اعمشؒ کی آنکھوں کا کیا علاج ہے؟

میں نے کہا: "امام حمادؒ سے اکثر ائمۂ کوفہ وغیرہ نے فقاہت سیکھی۔ ان میں سے ابوبکر نہشلیؒ، ابو بردہؒ، ابن شبرمہؒ، شریکؒ، موسیٰ بن ابی کثیرؒ، محمد بن جابر جعفیؒ اور ابوحصینؒ ہیں۔ ثوریؒ، شعبہؒ، مسعرؒ وغیرہ نے بھی فقاہت انہی سے سیکھی، اور ہمارے امام اعظمؒ نے بھی انہی سے فقاہت سیکھی۔ اور بارہ سال ان کی صحبت میں رہے، اور کبھی جدا نہ ہوئے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف انتقال فرما گئے۔ یہاں تک کہ آپؒ امام الدنیا ہو گئے۔

ابوبکر بن عیاشؒ کہتے ہیں:

کان ہؤلاء الثلاثۃ اصحاب الفتیا: حبیب بن ابی ثابت والحکم وحماد۔

ترجمہ: یہ تین فتویٰ دینے والے ہیں: حبیب بن ابی ثابتؒ، حکمؒ اور حمادؒ۔

(مزید تفصیل کے لیے تہذیب التہذیب، ج2، ص178 میں حبیب بن ابی ثابتؒ کا ترجمہ ملاحظہ کریں)

☆ میں نے کہا: ان (حماد بن ابی سلیمانؒ) سے مسلمؒ، اصحابِ سنن اربعہ، بخاریؒ نے الادب المفرد میں روایت کی، اور مسلمؒ نے ان کی حدیث منصورؒ کی حدیث کے ساتھ اور اعمشؒ کی ابراہیمؒ سے روایت کی۔

☆ میں نے کہا: پس ان کی فقہ ہمارے امام اعظمؒ کی فقہ کے ضمن میں زندہ ہے۔ ان شاء اللہ قیامت تک ان کا ذکر ختم نہیں ہوگا۔

(مقدمۃ: کتاب الآثار، ج1، ص85 تا 87۔ مطبوعۃ: دار الکتب العلمیۃ)

آپ اس سے اس امامؒ کے مقام ومرتبہ کو پہچان سکتے ہیں۔ پس اللہ ان سے راضی ہو، اور انہیں اپنی رضا عطا فرمائے۔

8 امام ابوحنیفہؒ اور آپؒ کے استاد حماد بن ابی سلیمانؒ پر غیر مقلد علماء کی جرح

افسوس کہ دورِ حاضر کے غیر مقلد علماء کو امام ابوحنیفہؒ کے جلیل القدر اساتذہ کرام پر جرح کرتے ہوئے یہ خیال نہ آیا کہ امت کے جلیل القدر محدثین اور دیگر علماء نے ان کے بارے میں کیا کہا تھا؟ اور کن شاندار الفاظ میں ان کے علم وفضل اور حفظ وفہمِ حدیث میں ان کے مقام ومرتبہ کی شہادتیں دی ہیں، مگر کیا کریں غیر مقلد علماء اور ان کے جہلاء اپنی مذموم حرکتوں سے بازی نہیں آتے، اور اپنا سارا غصہ نہ صرف امام صاحبؒ بلکہ امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ پر بھی نکالنے میں لگے رہتے ہیں، اور کوشش کرتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ان حضرات کو یہ کہہ کر بدنام کر دیا جائے کہ وہ تو اہلِ سنت نہ تھے۔ مرجئہ، جہمیہ تھے، جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

غیر مقلدوں کے جامعہ سلفیہ بنارس کے مولانا محمد رئیس ندویؒ کہتے ہیں کہ امام حمادؒ اہلِ سنت سے مرجئی بنے، پھر جہمی ہوئے، اور اس کا حاصل کیا؟ یہی کہ اسلام سے ہی نکل گئے۔ غیر مقلدوں کے اس رئیس کی زبان دیکھئے:

حمادؒ وفاتِ نخعیؒ کے کچھ دنوں بعد مذہبِ نخعیؒ، یعنی مذہبِ اہلِ سنت سے اس قدر برگشتہ ہو گئے تھے کہ اہلِ سنت کے امام ہونے پر مرجئہ کی متابعت کو ترجیح دینے لگے تھے۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے کہ مرجئی مذہب نے ترقی کر کے اہم مذہب کی صورت اختیار کر لی تھی۔ امام وکیعؒ کہتے ہیں: مرجئہ نے ترقی کر کے جہمی مذہب کو ایجاد کر ڈالا، اور جہمی لوگ دراصل کفار ہیں"۔

(اللمحات ج2 ص5، طبع بنارس)

موصوف اس پیرائے میں یہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب استاد حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ مرجیہ سے ترقی کر کے جہمی بن گئے، تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کیونکر پیچھے رہ سکتے تھے؟ کاش کہ وہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تہذیب میں مقاتل بن جرح کا ترجمہ دیکھنے کی زحمت گوارا کرتے۔ تو وہ اتنا بڑا الزام نہ لگاتے۔

9 فرقۂ جہمیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جہمی لوگوں کے عقیدہ کو باطل سمجھتے ہیں، اور اللہ کی صفات کے متعلق ان لوگوں کا جو عقیدہ ہے، آپ اسے کھلے عام خبیث رائے کہتے ہیں۔

قال أبو حنيفة: «أتانا من المشرق رأيان خبيثان: جهم معطل و مقاتل مشبه». (تہذیب ج10 ص281)

عن أبي حنيفة: «أفرط جهم في النفي حتى قال أنه ليس بشيء وأفرط مقاتل في الاثبات حتى جعل الله بالى مثل خلقه». (تہذیب ج10 ص281)

امام نصر بن محمد مروزی رحمۃ اللہ علیہ (202-294ھ) فرماتے ہیں:

نصر بن محمد: قال: قال أبو حنيفة: «كان جهم، ومقاتل فاسقين، أفرط هذا في التّشبيه، وأفرط هذا في النّفي».

(الجواهر المضية في طبقات الحنفية - ت الحلو (عبد القادر القرشي) ج3 ص545 رقم1744؛ طبقات القاري الأثمار الجنية في أسماء الحنفية - ط ديوان الوقف السني (الملا علي القاري) ج2 ص670 رقم676؛ البدور المضية في تراجم الحنفية (محمد حفظ الرحمن الكملائي) ج19 ص114 رقم5657)

انصاف سے فرمائیے کہ جو شخص جہم کو کھلے عام فاسق کہتا ہو، اس کی رائے کو نا قابل برداشت سمجھتا ہو، اسے خبیث کہتا ہو، اسے اور اس کے استاد کو جہمی بتانا ظلم نہیں، تو اور کیا ہے؟

10 میزان الاعتدال میں ایک الحاقی عبارت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تعصب رکھنے والے کچھ لوگ امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (748ھ) کی کتاب میزان الاعتدال کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

”امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ اور دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف کہا ہے“۔

جواب عرض یہ ہے کہ میزان الاعتدال میں درج یہ بات الحاقی ہے، اور اس کے الحاق ہونے کی شہادت خود امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں ائمہ اربعہ کا کہیں تذکرہ نہیں کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے یہ بات از خود واضح ہے کہ یہ عبارت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں، کسی اور نے اس میں داخل کر دی ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان ملاحظہ کیجئے:

لا أذكر في كتابي من الأئمة المتبوعين في الفروع أحدا لجلالتهم في الإسلام وعظمتهم في النفوس، مثل أبي حنيفة، والشافعي، والبخاري. (مقدمہ میزان الاعتدال (شمس الدین الذہبی) ج1 ص2)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے اس واضح بیان کے ہوتے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر ان کی کتاب میں داخل کی جانے والی جرح الحاقی ہے۔

پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جن حفاظِ حدیث کا بڑے عزت و احترام سے اپنی کتاب ”تذکرۃ الحفاظ“ میں ذکر کیا ہے۔ ان میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ انہیں حفاظ الحدیث میں شمار کرتے ہیں، اور نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ ان کے علم و عمل اور فضل و کمال کا تذکرہ کرتے ہیں۔ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جو عبارت: ”میزان الاعتدال“ میں درج ہے، اس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دامن صاف ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کس طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو حافظ الحدیث لکھتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل کے گن گاتے ہیں۔

(1) حضرت امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (902ھ) لکھتے ہیں:

أَنَّهُ تَبِعَ ابْنَ عَدِيٍّ فِي إِيرَادِ كُلِّ مَنْ تُكُلِّمَ فِيهِ وَلَوْ كَانَ ثِقَةً، وَلٰكِنَّهُ الْتَزَمَ أَنْ لَا يَذْكُرَ أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَا الْأَئِمَّةِ الْمَتْبُوعِينَ۔

(فتح المغيث بشرح ألفية الحديث (السخاوی) ج4 ص478؛الإعلان بالتوبيخ لمن ذم أهل التوريخ ت الظفيری (السخاوی) ص359؛توجيه النظر إلى أصول الأثر (طاهر الجزائری) ج1ص274)

امام جلال الدین سیوطی (911ھ) لکھتے ہیں:

وَتَبِعَهُ عَلَى ذٰلِكَ الذَّهَبِيُّ فِي الْمِيزَانِ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ، وَالْأَئِمَّةِ الْمَتْبُوعِينَ۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی (الجلال السیوطی)، ج2ص890)

عالم عرب کے معروف محدث اور جلیل القدر عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے دمشق کے مکتبۂ ظاہریہ میں اس کتاب کا ایک نسخہ دیکھا جو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد علامہ شرف الدین الوانی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ اس نسخہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہیں تذکرہ موجود نہیں ہے۔ اسی طرح انہوں رباط (مراکش) کے معروف کتب خانہ الخزانۃ العامرہ میں بھی اس کا ایک قلمی نسخہ دیکھا ہے جس پر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے شاگردوں کے پڑھنے کی تاریخیں درج ہیں۔ اس نسخہ میں بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ (دیکھئے الرفع والتکمیل ص)

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (1304ھ) لکھتے ہیں:

إن هذه العبارة ليست لها اثر فی بعض النسخ المعتبرة على ما رايتها بعينی۔

(غيث الغمام على حواشی إمام الكلام، ص146۔العلامة أبی الحسنات محمد عبد الحی اللكهنوی رحمه الله تعالى)

جس سے اس بات کو پوری تقویت ملتی ہے کہ میزان الاعتدال میں پائی جانے والی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے حوالہ سے جو عبارت درج ہے وہ الحاقی ہے۔ اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا

اس سے ہرگز کوئی تعلق نہیں، اور نہ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف کہا ہے۔

اسی طرح جن دو چار حضرات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف کہا، یا آپ رحمۃ اللہ علیہ جرح کی ہے۔ محدثین اس کی حقیقت کھول چکے ہیں۔

11 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت محدثین رحمۃ اللہ علیہم کی نظر میں

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں ضعیف تھے یا ثقہ؟ اسے ان حضرات سے کیوں نہ پوچھ لیں جن کے ماہرِ فن ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ (233ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ سُئِلَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ فَقَالَ: "ثِقَةٌ، مَا سَمِعْتُ أَحَدًا ضَعَّفَهُ"۔

(الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ابن عبد البر) ص127؛ إكمال تهذيب الكمال-ط العلمية (علاء الدين مغلطای) ج6 ص424؛الجواهر المضية فی طبقات الحنفية - ت الحلو (عبد القادر القرشی) ج1 ص56؛البناية شرح الهداية (بدر الدين العينی) ج2ص316؛عمدة القاری ج6ص12؛شرح سنن أبی داود للعينی (بدر الدين العينی) ج3 ص498؛مغانی الأخيار فی شرح أسامی رجال معانی الآثار (بدر الدين العينی) ج3ص135)

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ تھے۔ میں نے کسی کو بھی ان کو ضعیف کہتے ہوئے نہیں سنا۔

جب کسی کے بارے میں کہا جائے کہ وہ ثقہ ہے۔ تو اس کا مطلب کیا ہے؟ غیر مقلدوں کے محدث مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ثقہ اس راوی کو کہتے ہیں جو عادل اور ضابط ہو۔ پس جو راوی عادل ہو، اور ضابط نہ ہو، یا ضابط ہو، عادل نہ ہو، اس کو ثقہ نہیں کہیں گے"۔ (تحقیق الکلام ج۱ ص۸۰)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب تک آپ رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے، ضعیف نہ تھے۔ پھر ۲۳۳ھ

تک امام احمد ؒ اور دیگر عظیم المرتبت محدثین کے شیخ اور استاد امام یحییٰ بن معین ؒ کو ائمہ اور فضلاء میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا، جس نے امام ابوحنیفہ ؒ کی عدالت اور آپ ؒ کے ضبط کو چیلنج کیا ہو، یا آپ ؒ کو ضعیف کہا ہو۔ آپ ؒ کو جس نے بھی دیکھا، سنا اور پڑھا، عادل اور حدیث کو اچھی طرح یاد رکھنے والا اور جھوٹ سے اجتناب کرنے والا ہی کہا ہے، اور آپ ؒ کے بارے میں کہیں کسی شک کا اظہار نہیں کیا گیا۔

امام ابن معین ؒ سے جب پوچھا گیا: "امام ابوحنیفہ ؒ حدیث میں ثقہ ہیں؟"۔ تو آپ ؒ نے فرمایا:

"نعم ثقة ثقة كان والله اورع من أن يكذب وهو أجل قدرا من ذلك"۔

حدثنا أحمد بن الصلت الحماني قال: سمعت يَحْيَى بن معين- وَهُوَ يُسْأَلُ عن أَبِي حنيفة- أثقة هُوَ فى الحديث؟ قَالَ: "نعم ثقة ثقة. كَانَ والله! أورع من أن يكذب، وَهُوَ أجل قدرا من ذَلِكَ"۔

(تاريخ بغداد وذيوله ط العلمية (الخطيب البغدادي) ج 13 ص 422؛ البيان والتعريف في أسباب ورود الحديث الشريف (ابن حمزة الحسيني) ج 1 ص 70؛ مناقب الامام ج1 ص192)

ترجمہ جی ہاں آپ ؒ ثقہ تھے، ثقہ تھے۔ خدا کی قسم! آپ ؒ جھوٹ سے بہت اجتناب کرنے والے اور جھوٹ سے بہت دور رہنے والے تھے۔

آپ ؒ فرماتے ہیں:

قَالَ: سئل يَحْيَى بن معين: "هَلْ حدث سُفْيَان عن أَبِي حنيفة؟"۔ قَالَ: "نعم! كَانَ أَبُو حنيفة ثقة، صدوقا فى الحديث والفقه. مأمونًا عَلَى دين الله"۔

(أخبار أبي حنيفة وأصحابه (الصيمري) ص 87؛ تاريخ بغداد وذيوله ط العلمية (الخطيب البغدادي) ج 13 ص 422؛ شرح سنن أبي داود للعيني (بدر الدين

العيني) ج3 ص498؛ مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار (بدر الدين العيني) ج 3 ص 136؛ مناقب ج 1 ص 117 بکردری؛ تهذيب التهذيب ج ۱۰ ص ۴۵۰؛ الموسوعة الميسرة في تراجم أئمة التفسير والإقراء والنحو واللغة (مجموعة من المؤلفين) ج3 ص2803)

آپ ؒ کے شاگرد احمد بن محمد بغدادی ؒ نے آپ ؒ سے امام ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں رائے طلب کی، تو ارشاد فرمایا:

"عدل، ثقة، ما ظنك بمن عدله ابن المبارك ووكيع"۔ (مناقب ص 101)

ترجمہ آپ ؒ عادل ہیں، ثقہ ہیں۔ اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس کے ثقہ ہونے کی امیر المؤمنین فی الحدیث عبد اللہ ابن المبارک ؒ اور امام وکیع ؒ جیسی شخصیات دے رہے ہیں

حافظ ابوحفص عمر بن شاہین ؒ (385ھ) لکھتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ ؒ حدیث میں ثقہ ہیں۔ آپ ؒ کا دامن اس بات سے پاک ہے کہ وہ جھوٹ سے کام لیں"۔

كَانَ أَبُو حنيفَة أنبل فِي نَفسه من أَن يكذب وَاسم أبي حنيفَة النُّعْمَان بن ثَابت۔

(تاريخ أسماء الثقات (ابن شاهين) ص 241 رقم 1477؛ تاريخ بغداد وذيوله ط العلمية (الخطيب البغدادي) ج13 ص 421؛ نشر الصحيفة في ذكر الصحيح من أقوال أئمة الجرح والتعديل في أبي حنيفة (مقبل بن هادي الوادعي) ج ص359 رقم 49)

آپ ؒ کے حفظ وضبط کی شہادت بھی امام یحییٰ بن معین ؒ سے لیجئے۔ آپ ؒ فرماتے ہیں:

يحيى بن معين يقول: "كان أبو حنيفة ثقة، لا يحدث بالحديث إلا ما يحفظ، ولا يحدث بما لا يحفظ"۔

(تاريخ بغداد وذيوله ط العلمية (الخطيب البغدادي) ج 13 ص 422؛ شرح الزيادات- قاضي خان (قاضي خان- محمد بن الحسن الشيباني) ج1 ص29؛ تهذيب الكمال في أسماء الرجال (المزي، جمال الدين) ج29 ص424؛ سير أعلام النبلاء

-ط الرسالة (شمس الدين الذهبي) ج6 ص395؛التكميل فى الجرح والتعديل ومعرفة الثقات والضعفاء والمجاهيل (ابن كثير) ج1 ص376؛تهذيب التهذيب-ط الهندية (ابن حجر العسقلاني) ج10 ص450؛مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار (بدر الدين العينى) ج3 ص134)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہی حدیث بیان کرتے تھے، جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حفظ ہوتی تھی، اور جو حفظ نہیں ہوتی، آپ رحمۃ اللہ علیہ اسے بیان نہیں کرتے تھے۔

☆ خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف تھا۔

قَالَ أَبُو يُوسُفَ، قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: "لَا يَنْبَغِي لِلرَّجُلِ أَنْ يُحَدِّثَ مِنَ الْحَدِيثِ، إِلا مَا يَحْفَظُهُ مِنْ وَقْتِ مَا سَمِعَهُ".

(مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه (شمس الدين الذهبي)، ص35؛شرح الزيادات-قاضي خان (قاضي خان-محمد بن الحسن الشيباني) ج1 ص40؛الجواهر المضية في طبقات الحنفية-ت الحلو (عبد القادر القرشي) ج1 ص61، ج2 ص253 رقم646؛الطبقات السنية في تراجم الحنفية (تقي الدين ابن عبد القادر التميمي) ص31؛طبقات القاري الأثمار الجنية في أسماء الحنفية-ط ديوان الوقف السني (الملا على القاري) ج1 ص445 رقم273؛حاشية ابن عابدين = رد المحتار ط الحلبي (ابن عابدين) ج1 ص61؛مكانة الإمام أبي حنيفة في الحديث (محمد عبد الرشيد النعماني) ص73؛الخيرات الحسان ص140، 141؛عقود الجمان ص320)

عَنْ أَبِي يُوسُفَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ قَالَ: "لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَرْوِيَ الْحَدِيثَ إِلَّا إِذَا سَمِعَهُ مِنْ فَمِ الْمُحدثِ فَيَحْفَظُهُ ثُمَّ يُحدثُ بِهِ".

(المدخل إلى كتاب الإكليل (أبو عبد الله الحاكم) ص48)

ترجمہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "کسی شخص کے لئے حدیث بیان کرنا اس وقت تک جائز نہیں، جب تک وہ اس حدیث کو سننے کے وقت سے لے کر اسے بیان کرنے تک صحیح یاد نہ رکھتا ہو"۔

سو آپ رحمۃ اللہ علیہ صرف حافظ کے لئے روایت کرنا درست بتاتے تھے۔

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: "اگر کوئی شخص اپنے خط سے لکھی ہوئی حدیث پائے مگر وہ اسے یاد نہیں، تو اب وہ کیا کرے؟"۔ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

قَالَ أَبُو زَكَرِيَّا يَعْنِي يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ وَسُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ، يَجِدُ الْحَدِيثَ بِخَطِّهِ لَا يَحْفَظُهُ، فَقَالَ أَبُو زَكَرِيَّا: "كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَقُولُ لَا تُحَدِّثْ إِلَّا بِمَا تَعْرِفُ وَتَحْفَظُ". (الكفاية في علم الرواية للخطيب البغدادي ص231)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: "وہ اس حدیث کو بیان کرنے کا مجاز نہیں ہے، وہ صرف وہی حدیث بیان کرسکتا ہے جو اسے یاد ہو"۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت وثقاہت اور حفظ وضبط میں اعلیٰ شان کا حامل ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے اور محدثین ہمیشہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت کو تسلیم کرتے رہے ہیں اور ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو عُمَرَ رحمه الله: "الَّذِينَ رَوَوْا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَوَثَّقُوهُ وَأَثْنَوْا عَلَيْهِ أَكْثَرُ مِنَ الَّذِينَ تَكَلَّمُوا فِيهِ".

(جامع بيان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج2 ص1082-تحت رقم2114)

ترجمہ جن محدثین نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی روایت کی ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف و توثیق کی ہے، وہ ان لوگوں سے بہت ہی زیادہ ہیں جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں (خوامخواہ) گفتگو کی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چند سطر پہلے یہ بھی لکھا ہے:

وَقَدْ أَثْنَى عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَفَضَّلُوهُ.

(جامع بيان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج2 ص1080-تحت رقم2105)

ترجمہ علماء کی جماعت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت کو تسلیم کیا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت اس اونچے درجہ کی ہے کہ محدثین نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو

بغیر کسی جھجک کے قبول کرنے کو واجب تک قرار دیا ہے۔ علامہ ابو اسحاق شیرازی
شافعی ؒ (476ھ) راوی کی عدالت کی بحث میں لکھتے ہیں:

"جن حضرات کی عدالت معلوم ہے جیسے صحابہ کرام ؓ یا تابعین کبار ؒ جیسے
حضرت حسن ؒ، حضرت عطاء ؒ، امام شعبی ؒ، امام ابراہیم نخعی ؒ وغیرہ، یا ائمۂ
مجتہدین جیسے امام مالک ؒ، امام سفیان ؒ، امام ابوحنیفہ ؒ، امام شافعی ؒ،
امام احمد ؒ، امام اسحاق ؒ وغیرہ، تو ان جیسے روایوں کی حدیث کو قبول کرنا ضروری
ہے۔ ان کی عدالت کے بارے میں بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

فإن كانت عدالته معلومة كالصحابة رضي الله عنهم أو أفاضل
التابعين كالحسن وعطاء والشعبي والنخعي وأجلاء الأئمة كمالك
وسفيان وأبي حنيفة والشافعي وأحمد وإسحاق ومن يجري مجراهم
وجب قبول خبره ولم يجب البحث عن عدالته.

(اللمع في أصول الفقه للشيرازي (أبو إسحاق الشيرازي)، ص77)

علامہ ابن عبدالبر مالکی ؒ (463ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو عُمَرَ رحمه الله: "قَدْ غَلَطَ فِيهِ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَضَلَّتْ فِيهِ نَابِتَةٌ
جَاهِلَةٌ لَا تَدْرِي مَا عَلَيْهَا فِي ذٰلِكَ. وَالصَّحِيحُ فِي هٰذَا الْبَابِ أَنَّ مَنْ صَحَّتْ
عَدَالَتُهُ وَثَبَتَتْ فِي الْعِلْمِ إِمَامَتُهُ وَبَانَتْ ثِقَتُهُ وَبِالْعِلْمِ عِنَايَتُهُ لَمْ
يُلْتَفَتْ فِيهِ إِلَى قَوْلِ أَحَدٍ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَ فِي جَرْحَتِهِ بِبَيِّنَةٍ عَادِلَةٍ يَصِحُّ بِهَا
جَرْحَتُهُ عَلَى طَرِيقِ الشَّهَادَاتِ وَالْعَمَلِ فِيهَا مِنَ الْمُشَاهَدَةِ وَالْمُعَايَنَةِ
لِذٰلِكَ بِمَا يُوجِبُ تَصْدِيقَهُ فِيمَا قَالَهُ لِبَرَاءَتِهِ مِنَ الْغِلِّ وَالْحَسَدِ وَالْعَدَاوَةِ
وَالْمُنَافَسَةِ وَسَلَامَتِهِ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ، فَذٰلِكَ كُلُّهُ يُوجِبُ قَبُولَ قَوْلِهِ مِنْ
جِهَةِ الْفِقْهِ وَالنَّظَرِ. وَأَمَّا مَنْ لَمْ تَثْبُتْ إِمَامَتُهُ وَلَا عُرِفَتْ عَدَالَتُهُ وَلَا
صَحَّتْ لِعَدَمِ الْحِفْظِ وَالْإِتْقَانِ رِوَايَتُهُ، فَإِنَّهُ يُنْظَرُ فِيهِ إِلَى مَا اتَّفَقَ أَهْلُ
الْعِلْمِ عَلَيْهِ وَيُجْتَهَدُ فِي قَبُولِ مَا جَاءَ بِهِ عَلَى حَسَبِ مَا يُؤَدِّي النَّظَرُ إِلَيْهِ،

وَالدَّلِيلُ عَلَى أَنَّهُ لَا يُقْبَلُ فِيمَنِ اتَّخَذَهُ جُمْهُورٌ مِنْ جَمَاهِيرِ الْمُسْلِمِينَ
إِمَامًا فِي الدِّينِ قَوْلُ أَحَدٍ مِنَ الطَّاعِنِينَ: إِنَّ السَّلَفَ رضي الله عنهم قَدْ
سَبَقَ مِنْ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ كَلَامٌ كَثِيرٌ، مِنْهُ فِي حَالِ الْغَضَبِ وَمِنْهُ مَا
حَمَلَ عَلَيْهِ الْحَسَدُ... وَنَحْنُ نُورِدُ فِي هٰذَا الْبَابِ مِنْ قَوْلِ الْأَئِمَّةِ الْجِلَّةِ
الثِّقَاتِ السَّادَةِ، بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ مِمَّا لَا يَجِبُ أَنْ يُلْتَفَتَ فِيهِمْ إِلَيْهِ وَلَا
يُعَرَّجُ عَلَيْهِ، وَمَا يُوَضِّحُ صِحَّةَ مَا ذَكَرْنَا. وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ.

(جامع بيان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج2 ص1093 تحت رقم 2128)

میں کہتا ہوں: "اس بارے میں بہت سے لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے، اور جاہل کی وجہ
سے سخت گمراہیاں پھیلی ہیں۔ اس مسئلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ جس آدمی کی عدالت اور
علم میں اس کی امانت ثابت ہو چکی ہے، اس کے حق میں کوئی رد و قدح قبول نہیں کی
جا سکتی، جب تک کہ (وہ جرح) قانونِ شہادت کی کسوٹی پر پوری طرح کھری نہ
اترے۔ پھر معترضین کو یہ بھی یقین دلانا چاہئیے کہ اس کا دل ہر قسم کے کینہ، حسد،
رقابت وعداوت سے پاک ہے، کیونکہ اگر ہر عالم کی دوسرے عالم پر جرح آنکھ بند کر
کے تسلیم کر لی جائے، تو پھر تمام علماء سے اعتماد ختم ہو جائے گا۔ خود سلف صالحین میں رد و
قدح ہو چکی ہے، کبھی غصہ سے اور کبھی حسد سے۔ ہم اس باب میں بعض اقوال درج
کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ علماء کی آپسی منافست، عیب جوئی، نکتہ چینی، تنقیص کچھ
وزن نہیں رکھتی۔ اور بالکل نا قابل التفات ہے۔

امام شمس الدین ذہبی ؒ (748ھ) میزان میں لکھتے ہیں:

"اقران میں بعض کا بعض کے خلاف جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، خاص طور پر وہ جرح
کسی عداوت یا حسد یا مذہبی تعصب کی وجہ سے کی گئی ہو۔ اس سے وہی لوگ بچے
ہوئے ہیں، جن کو اللہ نے محفوظ رکھا ہے، اور مجھے علم نہیں کہ سوائے انبیاء ؑ اور صد
یقین کے کوئی شخص کسی زمانہ میں اس سے بچا ہو۔ اگر میں چاہوں تو اس قسم کی باتوں
سے کتابیں بھر دوں"۔

(مقدمة: التعليق الممجد على موطأ محمد (أبو الحسنات اللكنوي ج1 ص123)

شیخ الاسلام علامہ عبدالوہاب بن علی السبکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (771ھ) لکھتے ہیں:

"ہمارے نزدیک درست بات یہ ہے کہ جس شخص کی امامت وعدالت ثابت ہو، اور جس کی تعدیل وتزکیہ کرنے والے بہت ہوں، اور جرح کرنے والے خال خال۔ اور پھر اس بات کا قرینہ بھی ہو کہ جرح کا سبب تعصبِ مذہبی ہے، تو ہم اس جرح کی جانب التفات نہیں کریں گے، بلکہ اس شخص کی تعدیل مانیں گے، ورنہ اگر اس طرح جرح کا دروازہ کھول دیا جائے، اور علی الاطلاق تعدیل پر جرح کو مقدم کردیں، تو پھر ائمۂ دین میں سے کوئی امام بھی اس سے بچ نہیں سکے گا۔ اس لئے کہ ہر امام پر طعن کرنے والوں نے طعن کیا ہے اور اس کی وجہ سے ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں"۔

فكم من إمام طاعن عليه طاعنون وهلك فيه هالكون.

(قاعدة في الجرح والتعديل ص 13؛ مقدمة ميزان الاعتدال ص 32؛ مقدمة: (التعليق الممجد على موطأ محمد (أبو الحسنات اللكنوي ج1 ص123)

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (1304ھ) امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں:

"ائمۂ کرام کے ساتھ ادب واحترام کا معاملہ رکھو اور اگر انہوں نے ایک دوسرے کے بارے میں کچھ کہا ہے، تو وہ جب تک ایسی واضح دلیل پیش نہ کریں، جس کی تاویل نہ ہوسکتی ہو، اور اس کے بارے میں کوئی اچھا گمان نہ مل سکتا ہو تو اس وقت تک ان کی طرف دھیان نہ دو اس لئے کہ یہ امت کے جلیل القدر حضرات ہیں۔ ان کے اقوال کی تاویل ممکن ہے۔ سو بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان کے بیانات کے متعلق سکوت کریں جس طرح ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان پیش آئے مشاجرات پر خاموشی اختیار کرتے ہیں، اور اگر تم نے ان بیانات کو جمع کرنے اور اس کی نشر واشاعت میں اپنا وقت صرف کیا تو تمہاری بربادی یقینی ہے۔

فإنك إذا اشتغلت بذلك وقعت على الهلاك. فالقوم أئمة أعلام، ولأقوالهم محامل، وربما لم نفهم بعضها فليس لنا إلا التراضي

والسكوت عما جرى بينهم، كما نفعل فيما جرى بين الصحابة.

(مقدمة: التعليق الممجد على موطأ محمد (أبو الحسنات اللكنوي ج1 ص123)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (852ھ) سے جب پوچھا گیا:

"ایک محدث نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف بتایا ہے، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ بیشک ائمۂ حدیث میں سے ہیں، مگر ہر شخص کی ہر بات قبول نہیں کی جاتی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان جیسے دیگر ائمہ ان لوگوں میں سے ہیں جو ہماری عدالت اور جرح کی پہنچ سے سے باہر باہر ہوگئے ہیں۔ یہ اس پل کو کو پار کرچکے ہیں جس میں کسی کے بچنے اور گرنے کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

سعودی عرب کے معروف عالم فضیلۃ الشیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ نے اپنی کتاب: "اثر الحدیث الشریف" میں امام شمس الدین سخاوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (902ھ) کی کتاب "الجواهر الدرر فی ترجمة شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ" کے حوالہ سے لکھا ہے: "جو لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر نقد وجرح کرتے ہیں، ان کی باتوں میں نہ آنا چاہیے کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگوں میں سے ہیں جن پر جرح کا اعتبار نہیں ہے"۔

وفي الجملة ترك النصوص في مثل هذا أولى. فإن الامام وأمثاله ممن قفزوا القنطرة. فما صار يؤثر في أحد منهم قول أحد بل هم في الدرجة التي رفعهم الله تعالى إليها من كونهم متبوعين يقتدى بهم فليتعمد هذا. والله ولي التوفيق.

ولذلك أعرض ابن حجر نفسه في التهذيب ترجمة أبي حنيفة عن ذكر أي قول مخالف لهذا في حق الامام. وكذلك فعل من قبله المزي في تهذيب الكمال والذهبي في السير والتذكرة.

(اثر الحدیث الشریف ص117۔ للعلامۃ محمد عوامۃ)

ترجمہ حاصل کلام یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس طرح کی باتوں میں نہ پڑنا چاہیے کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے دیگر ائمۂ کرام ایسے مقام پر پہنچے ہیں کہ ان کی شان

میں کسی کا کچھ کہنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ وہ اونچے مقام پر فائز ہیں، اور اللہ نے ان کو یہ رفعت عطا فرمائی کہ وہ ائمۂ متبوعین میں سے ہوئے، اور امت کی اکثریت نے ان کی اتباع کو اپنی سعادت جانا۔ ان ائمہ کے متعلق اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیئے، اور اللہ ہی توفیق کے مالک ہیں۔

اسی لئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "تہذیب" میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھتے وقت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے کسی مخالف کا قول نقل نہیں کیا۔ اسی طرح رجال کے ماہر امام مزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "تہذیب الکمال" میں اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "سیر اعلام النبلاء" اور "تذکرۃ الحفاظ" بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کوئی ایسی بات نقل نہیں کی، جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شایان شان نہیں ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جن چند لوگوں نے زبان کھولی ہے، محدثینِ کبار اسے تسلیم نہیں کرتے، اور کھل کر کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جن لوگوں کی زبانیں چلی ہیں، اس کی وجہ غلط فہمی ہے، یا پھر انہیں غلط اطلاع پہنچائی گئی تھی، اور جونہی انہیں حقیقت کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنی بات سے رجوع کر لیا، اور اللہ کے حضور توبہ واستغفار کیا۔ دیکھئے امام عبداللہ ابن عدی جرجانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (365ھ) جو کسی غلط فہمی میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف کہہ گئے تھے۔ پھر کیا ہوا؟ اسے علامہ زاہد بن الحسن الکوثری رحمۃ اللہ علیہ (1371ھ) سے سنئے۔

"جب ان کی امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ سے مصر میں ملاقات ہوئی، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں صحیح صورتِ حال کا پتہ چلا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ندامت ہوئی، اور نہ صرف یہ کہ اپنی بات سے رجوع کیا بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ احادیث کو ایک جگہ جمع کر کے "مسندِ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے شائع بھی کیا۔

(تانیب الخطیب، ص329۔ طبع: دار الکتب، پشاور)

12 کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ ضعیف ہیں؟

دار العلوم دیوبند کے محدث مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب غیر مقلد عالم سعید بنارسی کا رسالہ: "الجرح علیٰ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ" پہنچا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب: "کشف الغمۃ بسراج الامۃ" کے نام سے دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں دلائل سے یہ بات واضح کی ہے کہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر غیر مقلدین کی جرح محض جہالت نہیں ہے۔ یہ لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سب کچھ جاننے کے باجود غلط بیانی سے کام لیتے ہیں، اور جھوٹ بول کر جاہل عوام میں غلط فہمی پیدا کرتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے جواب میں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ضعیف ہیں لکھتے ہیں:

"جب چیونٹی کے پر نکلتے ہیں تو اس کی کم بختی آتی ہے۔ مؤلف رسالہ یہ فرمائیں کہ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اعرج رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ، جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، کیا یہ ضعیف ہیں؟ اگر یہی انصاف اور حق ہے تو صحاح کی احادیث کی صحت سے ہاتھ دھو بیٹھئے، کیونکہ یہ صحاح کے راوی ہیں، جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ ہاں یاد آیا کہ استاد سے مؤلفِ رسالہ کی مراد حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ ہیں کیونکہ ان ہی کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استادوں میں مؤلفِ رسالہ نے شمار کیا ہے۔ تو آیئے ان کے متعلق سنیئے۔۔۔۔۔ (کشف الغمۃ ص19؛ مجموعہ رسائل ج1 ص19)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علماء اور محدثین کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا:

"کیوں جناب! اب تو معلوم ہوا کہ حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں، ثقہ ہیں۔ اگر یہ نقول موجود نہ بھی ہوتیں، تو بھی ان کے ثقہ ہونے میں کسی کو کلام کرنے کی گنجائش نہ تھی، کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راوی ہیں، جو صحیحین کے نام سے مشہور ہیں۔ خصوصاً غیر مقلدین کو جو اپنے آپ کو اہلِ حدیث اور

محمدی کہتے ہیں، دم زدن کا چارہ نہیں، کیونکہ صحیحین کی روایات پر ان کا ایمان اور ان کی صحت ان کے نزدیک کالوحی المنزل من اللہ (جیسے اللہ کی طرف نازل شدہ وحی) ہے۔۔۔ ناظرین یہ ہے ان کی دیانت داری اور یہ ہے ان کا تعصب کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عداوت کی وجہ سے یہ خیال نہ رہا کہ اگر حماد رحمۃ اللہ علیہ کو ہم ضعیف کہیں گے، تو بخاری اور مسلم کی روایات پر اس سے کیا اثر پڑے گا؟ یہ عجب نہیں تو اور کیا ہے۔

(کشف الغمۃ ص20؛ مجموعہ رسائل ج1ص20)

غیر مقلد سعید بنارسی نے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور استاد امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ (148ھ) کو بھی نشانۂ طعن بنایا تھا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس پر لکھتے ہیں:

"یہ اعمش رحمۃ اللہ علیہ وہی ہیں جو صحاحِ ستہ کے رواۃ میں داخل ہیں۔ ہمارا کچھ حرج نہیں۔ اگر یہ ضعیف ہو جائیں سب سے زیادہ مصیبت کا سامنا اہلحدیث (باصطلاحِ جدید) کو اور خصوصاً مؤلفِ رسالہ کو ہوگا، کیونکہ یہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ یہ دونوں وہ کتابیں ہیں جن پر غیر مقلدین خصوصیت کے ساتھ ایمان لائے ہوئے ہیں، اور صحیح بخاری کا مرتبہ صحت میں قرآن شریف کے بعد سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہماری بلا سے اگر یہ ضعیف ہو جائیں، لیکن پھر بھی مؤلفِ رسالہ کی خاطر وہ اقوال پیش کرتے ہیں جن سے روزِ روشن میں مؤلفِ رسالہ نے اپنی آنکھیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عداوت کی وجہ سے بند کر لی ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سلیمان بن مہران الاسدی رحمۃ اللہ علیہ۔۔۔"۔

حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر صحاحِ ستہ کے رواۃ کی علامت لکھی ہے، اور مرتبۂ ثانیہ میں ان کو داخل کیا ہے، اور مرتبۂ ثانیہ میں وہ شخص حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں داخل ہوگا جس کی محدثین نے تاکید کے ساتھ مدح کی ہے۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تعریف میں "ثقہ، حافظ، عارف، ورع" کے الفاظ ذکر کئے ہیں۔ لہٰذا ان کے ثقہ، حافظ، ورع ہونے میں تو کوئی شک نہیں۔ ہاں جن کی آنکھوں پر عداوت و تعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ وہ بے شک نہیں دیکھ سکتے، کیونکہ اندھے ہی منہ اٹھا کر کہہ سکتے ہیں کہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

مجروح ہیں۔ ان کی مثال بعینہ یہ ہے:

اس سادگی پر کون نہ مر جائے اے خدا!
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

(کشف الغمۃ ص107)

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

اگر (آپ رحمۃ اللہ علیہ کے) ان (اساتذہ) میں کلام کیا جائے گا، تو صحاح ستہ کی حدیثوں سے ہاتھ دھو بیٹھئے کیونکہ جن پر آپ رحمۃ اللہ علیہ جرح کر رہے ہیں وہ تو صحاح کے رواۃ ہیں۔

(کشف الغمۃ ص103)

گو کہ ہم پہلے حصوں میں امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کر آئے ہیں تاہم پھر ایک مرتبہ امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حافظ الحدیث کی سند لیجئے:

4ع-الأعمش: الحافظ الثقة شيخ الإسلام أبو محمد سليمان بن مهران الأسدي الكاهلي مولاهم الكوفي: أصله من بلاد الري. رأى أنس بن مالك وحفظ عنه. وروى عن بن أبي أوفى وعكرمة وأبي وائل وزر وأبي عمرو الشيباني والمعرور بن سويد وإبراهيم النخعي وخلق كثير، وعنه شعبة والسفيانان وزائدة ووكيع وعبيد الله بن موسى ويعلى بن عبيد وأبو نعيم وخلائق. قال بن المديني: له نحو من ألف وثلاثمائة حديث. وقال بن عيينة: كان الأعمش أقرأهم لكتاب الله وأحفظهم للحديث وأعلمهم بالفرائض وقال الفلاس: كان الأعمش يسمى المصحف، من صدقه. وقال يحيى القطان: الأعمش علامة الإسلام. وقال الحربي: ما خلف الأعمش أعبد منه لله. وقال وكيع: بقي الأعمش قريبا من سبعين سنة لم تفته التكبيرة الأولى، سيرة الأعمش يطول شرحها وهي مذكورة في تاريخي الكبير وفي طبقات القراء ويقع عواليه في صحيح البخاري وفي جزء بن عرفة؛ وابن الفرات

والغيلانيات، وكان رأسا في العلم النافع والعلم الصالح. توفي في ربيع الأول سنة ثمان وأربعين ومائة. وله سبع وثمانون سنة رحمه الله تعالى۔ (تذکرۃ الحفاظ = طبقات الحفاظ للذہبی ج1 ص116 رقم 149-54)

ترجمہ شیخ الاسلام امام اعمش کوفی ؒ، آپ ؒ کی کنیت ابومحمد سلیمان بن مہران ؒ اور اعمش ؒ لقب ہے۔ آپ ؒ کوفہ کے رہنے والے، قابل اعتماد حافظِ حدیث ہیں۔ آپ ؒ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا، اور ان سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ آپ ؒ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ، عکرمہ ؒ، ابووائل ؒ، زر ؒ ابوعمرو شیبانی ؒ، معرور بن سوید ؒ، ابراہیم نخعی ؒ، اور دوسرے بہت سے حضرات سے روایت کرتے ہیں، اور آپ ؒ سے روایت کرنے والوں میں حضرت سفیان ثوری ؒ، حضرت سفیان بن عیینہ ؒ، حضرت زائدہ ؒ، حضرت وکیع ؒ، حضرت عبید اللہ بن موسیٰ ؒ، حضرت یعلی بن عبید ؒ، ابونعیم ؒ اور دوسرے بہت سے لوگوں نے استفادہ کیا ہے۔ حضرت علی بن مدینی ؒ کہتے ہیں کہ آپ ؒ سے تقریباً گیارہ ہزار تین سو (11300) احادیث مروی ہیں۔ سفیان بن عیینہ ؒ کہتے ہیں کہ آپ ؒ سب سے زیادہ کتاب اللہ کے قاری اور احادیثِ رسول اللہ ﷺ کے حافظ اور علمِ میراث کے ماہر تھے۔ لوگ اعمش ؒ کو ان کے صدق وصفا کی وجہ سے مصحف کہتے تھے۔ یحییٰ بن سعید قطان ؒ کہتے ہیں کہ اعمش ؒ تو بس علامۂ اسلام ہیں۔ وکیع ؒ کہتے ہیں کہ آپ ؒ نے ستر سال تک تکبیرِ اولیٰ فوت نہیں ہونے دی۔ امام اعمش ؒ کی تفصیلی سیرت کے لئے میری کتاب تاریخ کبیر اور طبقات القراء کا مطالعہ کریں۔ آپ ؒ علمِ نافع اور عملِ صالح میں اونچے درجہ پر فائز ہیں۔

اگر اب بھی آپ ؒ کا اس بات پر اصرار ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ کے شیخ امام اعمش ؒ کو برا بھلا کہیں، اور انہیں نشانۂ طعن بنائیں، تو اپنا یہ شوق بھی پورا کرلیں۔ پر یاد رکھیں کہ آسمان پر تھوکنے سے چاند نہیں۔ خود اپنا منہ گندا ہوتا ہے۔

13 کیا امام ابوحنیفہ ؒ کے استاذ الاساتذہ بھی ضعیف ہیں؟

غیر مقلد بنارسی عالم نے اپنی اسی کتاب میں امام صاحب ؒ کے استاد الاستاذ کو بھی اپنے طعن کا بنایا تھا۔ حضرت مفتی صاحب ؒ اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"حماد ؒ کے اعتبار سے جو صاحب میزان نے بیان کیا ہے۔ امام صاحب ؒ کے استاذ الاستاد حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں، جو صحابی ہیں، ضعیف ہونے میں تو یہ ہرگز مراد نہیں ہو سکتے، ورنہ ابھی قیامت قائم ہو جائے گی، کیونکہ تمام صحابہ ؓ عدول ہیں۔ ان میں کوئی کلام کرہی نہیں سکتا۔ لیکن مؤلف رسالہ کی اس سے مراد امام ابراہیم نخعی ؒ ہیں، کیونکہ امام ابوحنیفہ ؒ کے استاذ الاستاذ یہ بھی ہیں۔ آیئے ان کے بارے میں ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ محدثین کا کیا خیال ہے۔

(کشف الغمۃ بسراج الامۃ، ص15۔ طبع: الرحیم اکیڈمی، کراچی)

بعد ازاں آپ ؒ نے محدثین کے اقوال نقل فرمائے پھر لکھا:

"خلاصہ یہ ہے کہ امام ابراہیم نخعی ؒ ثقہ، صالح، خیر فی الحدیث اور حجت ہیں۔ صحاح کے راوی ہیں۔ اگر ضعیف ہوں بزعمِ مؤلف تو صحاحِ ستہ کی روایات سے امان اٹھ جائے گا، خصوصاً صحیح بخاری سے، جس پر تقریباً ان کا ایمان وایقان ہے"۔

(کشف الغمۃ بسراج الامۃ، ص15۔ طبع: الرحیم اکیڈمی، کراچی)

ناظرین نے ملاحظہ فرمالیا کہ امام ابوحنیفہ ؒ کی عداوت میں بڑے بڑے ائمہ جو صحیح بخاری وصحیح مسلم کے راوی کہلاتے ہیں، غیر مقلد مؤلفِ رسالہ ان پر جرح کرنے بیٹھ گئے۔ یہ خیال نہ آیا کہ آخر اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور اس کا اثر کہاں تک پہنچے گا۔

خیر کالائے بد بریشِ خاوند

(کشف الغمۃ بسراج الامۃ، ص15۔ طبع: الرحیم اکیڈمی، کراچی)

حضرت مفتی صاحب ؒ کی اس تحریر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غیر مقلد علماء امام ابوحنیفہ ؒ کے بغض میں اتنی دور تک چلے گئے ہیں کہ انہیں امام بخاری ؒ اور امام

مسلم ؒ کے شیوخِ حدیث اور دیگر محدثین کو بھی برا بھلا کہتے حیاء نہیں آتی۔ افسوس کہ یہ لوگ اب تک یہ بات سمجھ ہی نہیں پائے کہ امام اعظم ؒ پر طنز وطعن کرنے والے کسی طرح اہلِ حدیث (باصطلاح قدیم) ہو ہی نہیں سکتے، اور نہ ہی وہ امام بخاری ؒ اور امام مسلم ؒ کے قدرداں ہیں۔ حبِ علی ؓ کی آڑ میں بغضِ معاویہ ؓ کا تماشا روافض تو روزانہ دکھاتے ہیں، دورِ حاضر کے غیر مقلد علماء اور بزعمِ خود سلفی ان سے بھی کچھ کم نہیں۔ حبِ بخاری ؒ کی آڑ میں بغضِ ابوحنیفہ ؒ کا منظر ان کی تقریروں اور تحریروں میں صاف دکھائی دیتا ہے، اور یہ سب کچھ قرآن وحدیث کے نام پر کیا جارہا ہے۔ افسوس کہ ان کی زبان کو لگام دینے والا ان میں کوئی نہیں ہے۔

14 کیا شیخ جابر جعفی امام ابوحنیفہ ؒ کے معروف استاد رہے ہیں؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ کوفہ کے جابر بن یزید جعفی ؒ کا اپنا ایک حلقۂ حدیث تھا اور اس عام شہرت پر امام ابوحنیفہ ؒ بھی اس میں گئے۔ جب آپ ؒ پر اس کی حقیقت کھل گئی، تو آپ ؒ اس حلقہ سے باہر نکل آئے۔ اب اس پر سوال یہ ابھرتا ہے کہ کیا جابر جعفی آپ ؒ کے معروف استاد رہے ہیں؟ اور کیا آپ ؒ کا سارا علم اسی جابر کا مرہونِ منت ہے؟ پہلے امام ابوحنیفہ ؒ کے اساتذہ کے متعلق غیر مقلد علماء کی یہ زبان دیکھئے۔ یہ ان کا حال ہے جو ندوہ میں پڑھے ہیں۔ جامعۂ سلفیہ بنارس کے مشہور غیر مقلد عالم محمد رئیس ندوی ؒ لکھتے ہیں: "امام ابوحنیفہ ؒ کے متعدد اساتذہ بدعت پرست تھے"۔ (ضمیر کا بحران ص226 طبع بنارس، 1997ء)

صرف یہی نہیں کہ اس بنارسی نے امام صاحب ؒ کے اساتذہ کو بدعت پرست قرار دے دیا، بلکہ امام صاحب ؒ کے اساتذہ میں جابر جعفی کو بھی یہ کہہ کر جگہ دی کہ وہ آپ ؒ کے معروف اساتذہ میں سے تھا، حالانکہ محدثین گواہ ہیں کہ اس پر امام ابوحنیفہ ؒ کی سخت جرح حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

"جابر جعفی اور اس طرح کے دوسرے بدعتی لوگوں کا اساتذۂ ابی حنیفہ ؒ ہونا

معروف بات ہے۔ (ضمیر کا بحران ص226، طبع بنارس 1997ء)

جابر جعفی جیسے اکذب الناس (سب سے بڑا جھوٹا) رافضی کوفہ میں پیدا ہوئے جن کی درسگاہ میں امام ابوحنیفہ ؒ نے تربیت پائی۔ (اللمحات ج1 ص338)

یہ جھوٹ کہ امام ابوحنیفہ ؒ نے جابر جعفی کی درسگاہ میں تربیت پائی تھی، اور آپ ؒ کا سارا علم شیخ جابر بن یزید جعفی مرہونِ منت ہے۔

بات یہ کہ جابر جعفی ایک شیعہ اور کذاب راوی تھا جو کوفہ میں رہتا تھا۔ اس نے اپنے مکر وفریب اور تقیہ کے ذریعہ بہت سے سادہ لوح محدثین پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ وہ ائمہ کے دنیا میں دوبارہ آنے کا عقیدہ رکھتا ہے، وہ جھوٹ بولتا ہے، اور اکثر اپنی بات کو حدیث بنا پیش کر دیا کرتا ہے، اور مذہباً غالی شیعہ ہے۔ اور صحابہ کرام ؓ پر سب و شتم بھی کرتا ہے۔

امام سفیان بن عیینہ ؒ (198ھ) کہتے ہیں:

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: "كَانَ النَّاسُ يَحْمِلُونَ عَنْ جَابِرٍ قَبْلَ أَنْ يُظْهِرَ مَا أَظْهَرَ، فَلَمَّا أَظْهَرَ مَا أَظْهَرَ اتَّهَمَهُ النَّاسُ فِي حَدِيثِهِ، وَتَرَكَهُ بَعْضُ النَّاسِ". فَقِيلَ لَهُ: "وَمَا أَظْهَرَ؟". قَالَ: "الْإِيمَانَ بِالرَّجْعَةِ".

(صحیح مسلم - ط الترکیۃ ج1 ص15)

ترجمہ: لوگ جابر جعفی سے قبل اس کے کہ وہ اپنے عقائد لوگوں کے سامنے ظاہر کرے اس سے روایت لے لیتے تھے۔ پھر جب اس نے اپنے عقائد ظاہر کر دیئے، تو لوگوں نے اس کو حدیث کے بارے میں متہم کر دیا۔ بعض لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ لوگوں نے حضرت سفیان بن عیینہ ؒ سے پوچھا: "اس کے کیا ظاہر کیا تھا؟"۔ تو انھوں نے فرمایا: "رجعت کے عقیدہ پر ایمان رکھنا"۔

حضرت امام شعبہ بن الحجاج ؒ (160ھ) نہایت بلند پایہ محدث اور عالم ہیں، مگر آپ ؒ نے جابر کو صدوق فی الحدیث (حدیث میں سچا)، اوثق الناس (لوگوں میں سب سے ثقہ) تک کہہ دیا تھا"۔ (تہذیب التہذیب ج2 ص47)

حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (161ھ) نے حدیث میں اس کو ثقہ اور محتاط قرار دیا۔
امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ (197ھ) جیسے محدث بھی ناواقفی میں اسے ثقہ کہہ گئے۔
ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی روایات کو حدیث صالح کہا۔

(تہذیب التہذیب ج2 ص47)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع ترمذی میں اس کی روایتیں نقل کی ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سنن میں اس کی صرف ایک روایت نقل کی ہے۔ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سنن میں اس سے روایتیں لی ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مسند میں اس کی روایات ملتی ہیں۔
امام عبداللہ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ (276ھ) جابر بن یزید کے متعلق لکھتے ہیں:

جابر الجعفي:هو: جابر بن يزيد. وكان ضعيفا في حديثه. وهو من الرّافضة الغالية، الذين يؤمنون بالرّجعة. وكان صاحب شبهة و نيرنجات. وقد روى عنه الثوري و شعبة .وتوفي سنة ثمان وعشرين ومائة. (المعارف (ابن قتيبة) ص480)

امام محمد بن محمد کردری رحمۃ اللہ علیہ (872ھ) لکھتے ہیں:

جابر بن يزيد جعفي يكنى ابو محمد كوفي من اصحاب عبدالله بن سبا كان يقول: "على رضى الله عنه يرجع الى الدنيا".

(مناقب للکردری، ج1 ص74)

ترجمہ: جابر بن یزید جعفی، جس کی کنیت ابو محمد تھی، کوفہ کا رہنے والا تھا، عبداللہ بن سبا کا پیرو تھا، وہ کہا کرتا تھا: "حضرت علی رضی اللہ عنہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے"۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جس طرح کوفہ کے محدثین اور اہلِ علم کے پاس آتے جاتے تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خبر دی گئی تھی کہ جابر بن یزید جعفی بھی حدیث کا عالم ہے، اور بعض حضرات اس کی توثیق بھی کرتے ہیں۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس بھی گئے۔ اس دوران جب آپ رحمۃ اللہ علیہ پر اس کی یہ حقیقت کھلی کہ وہ تو جھوٹ بولتا ہے حتی کہ جب کوئی دورانِ مذاکرہ کسی مسئلہ پر کوئی رائے دیتا ہے، تو یہ جھٹ سے اسے حدیث کہہ کر بیان

کر دیتا ہے۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کھل کر اس کو جھوٹا کہا، اور یہ بات بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم تھی کہ بعض لوگ اسے ثقہ کہتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْقَطَّانُ بِالرَّقَّةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي الْحَوَارِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا يَحْيَى الْحِمَّانِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَنِيفَةَ يَقُولُ: "مَا رَأَيْتُ فِيمَنْ لَقِيتُ أَفْضَلَ مِنْ عَطَاءٍ وَلَا لَقِيتُ فِيمَنْ لَقِيتُ أَكْذَبَ مِنْ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ. مَا أَتَيْتُهُ بِشَيْءٍ قَطُّ مِنْ رَأْيٍ إِلَّا جَاءَنِي فِيهِ بِحَدِيثٍ، وَزَعَمَ أَنَّ عِنْدَهُ كَذَا وَكَذَا أَلْفَ حَدِيثٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْطِقْ بِهَا". فَهَذَا أَبُو حَنِيفَةَ يُجَرِّحُ جَابِرًا الْجُعْفِيَّ وَيُكَذِّبُهُ.

(صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، ج5 ص471۔ الناشر: مؤسسة الرسالة-بيروت)

ترجمہ: ہم کو "رقہ" میں حسین عبداللہ بن یزید قطان رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ہم سے احمد بن ابی جواری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ میں نے ابویحییٰ حمانی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات سنی ہے: "میں جن لوگوں سے بھی ملا ہوں، ان میں عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا، اور میں نے جن لوگوں سے بھی ملاقات کی ہے، ان میں جابر جعفی سے بڑا جھوٹا کسی شخص کو نہیں پایا۔ میں نے جب کوئی مسئلہ اپنی رائے سے بھی بیان کیا، تو اس نے اس کے بارے میں میرے سامنے حدیث بنا کر پیش کر دی، اور وہ یہ خیال کرتا تھا کہ میرے پاس مختلف موضوعات پر کئی ہزار حدیثیں موجود ہیں، حالانکہ وہ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان نہیں فرمائیں۔ (امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو جابر جعفی پر جرح کرتے ہیں اور اس کی تکذیب کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (852ھ) لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عن أبي حنيفة: "ما لقيت فيمن لقيت أكذب من جابر الجعفي، ما أتيته بشيء من رأيي إلا جاءني فيه بأثر، وزعم أن عنده ثلاثين ألف

حديث لم يظهرها"۔ (تہذیب ج2ص48)

یہ امام ابوحنیفہ ؒ تھے جنہوں نے سب سے پہلے جابر جعفی کے جھوٹ کا پردہ چاک کیا اور محدثین پر اس کی حقیقت امام ابوحنیفہ ؒ نے اس کے بارے میں کیا کہا۔ امام ترمذی ؒ سے سنئے۔ آپ ؒ لکھتے ہیں:

حدثنا محمود بن غيلان حدثنا أبو يحيى الحماني قال سمعت أبا حنيفة يقول: "ما رأيت أحدا أكذب من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح"۔

(العلل الصغير، ص 379. الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت؛ علل الترمذي الكبير، ص 388. الناشر: عالم الكتب، مكتبة النهضة العربية - بيروت؛ شرح علل الترمذی ص74، لابن رجب حنبلی۔ طبع بیروت)

ترجمہ: ہم سے محمود بن غیلان ؒ نے بیان کیا کہ ہم سے ابویحییٰ حمانی ؒ نے کہا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ ؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ’’میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا اور حضرت عطاء بن ابی رباح ؒ سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا‘‘۔

آپ ؒ کے اس بیان کے بعد محدثین اور طالبانِ علمِ حدیث اس سے اجتناب کرنے لگے۔ نیز محدثین نے کھل کر اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ جابر جعفی کی حقیقت سے جس شخصیت نے سب سے پہلے پردہ اٹھایا، وہ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ تھے۔ امام ابوحاتم محمد ابن حبان ؒ (354ھ) لکھتے ہیں:

فهذا أبو حنيفة يجرّح جابرًا الجعفيّ ويكذّبه.

(صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، ج5ص471. الناشر: مؤسسة الرسالة - بيروت)

تنبیہ: دیکھو، یہ امام ابوحنیفہ ؒ ہیں جو جابر جعفی پر جرح کرتے ہیں، اور اسے جھوٹا بتاتے ہیں۔ جو لوگ امام ابن حبان ؒ کے حوالے سے امام ابوحنیفہ ؒ کو مجروحین میں سے سمجھتے ہیں، وہ غور کریں کہ جو شخص امام ابوحنیفہ ؒ کو اس لائق سمجھتا ہو کہ آپ ؒ جس کے متعلق جرح کریں، اسے قبول کیا جائے، تو کیا وہ امام ابوحنیفہ ؒ کو مجروحین

میں سے سمجھ سکتا ہے؟ اور اس کی بات قبول کرسکتا ہے؟ امام ابن حبان ؒ نے کہیں یہ بات کہی ہوگی تو یہ کسی غلط فہمی کی بناء پر ہوگی، ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ؒ امام ابوحنیفہ ؒ کو مجروحین میں سے سمجھیں، اور آپ ؒ کی روایت سے حجت بھی پکڑیں، اور آپ ؒ کی بات پر اعتبار بھی کریں۔ فافهم و تدبر۔

امام ابن حزم ظاہری ؒ (456ھ) تسلیم کرتے ہیں کہ جابر جعفی کے جھوٹا ہونے پر جو آواز سب سے پہلے اٹھی، وہ امام ابوحنیفہ ؒ کی تھی۔ موصوف لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ رضى الله عنه: جَابِرٌ الْجُعْفِيُّ كَذَّابٌ، وَأَوَّلُ مَنْ شَهِدَ عَلَيْهِ بِالْكَذِبِ أَبُو حَنِيفَةَ۔ (المحلی بالآثار (ابن حزم) ج10ص268)

امام ابوحنیفہ ؒ کے اس اعلان نے محدثین کی آنکھیں کھول دیں، اور پھر انہوں نے آپ ؒ کے کہنے پر جابر جعفی کو کذاب قرار دیا۔ محدث شہیر امام ابوبکر بیہقی ؒ (458ھ) لکھتے ہیں:

وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِي جَرْحِ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ إِلَّا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ لَكَفَاهُ بِهِ شَرًّا، فَإِنَّهُ رَآهُ وَجَرَّبَهُ وَسَمِعَ مِنْهُ مَا يُوجِبُ تَكْذِيبَهُ فَأَخْبَرَ بِهِ۔

(كتاب القراءة خلف الإمام، ص157. الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت)

ترجمہ: اگر جابر جعفی کے بارے میں امام ابوحنیفہ ؒ کے اس قول کے علاوہ کوئی اور جرح نہ بھی ہوتی، تو اس کے شر کے لیے امام صاحب ؒ کا یہ اکیلا قول ہی کافی تھا۔ کیونکہ آپ ؒ نے اس کو دیکھا ہے اور اس کو آزمایا ہے اور اس سے ایسی بات سنی ہے جو اُس کو جھوٹا قرار دینے کی موجب تھی، تب ہی جاکر آپ ؒ نے اس کے جھوٹا ہونے کی نشاندہی کی۔

ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ امام ابوحنیفہ ؒ کبھی جابر جعفی ؒ کی مجلس میں نہیں گئے تھے، اور آپ ؒ کو ان سے کسی بات کا پتہ نہ چلا۔ اگر آپ ؒ اس کی مجلس میں نہ جاتے، اور دورانِ مجلس کسی مسئلے میں اپنی رائے کا اظہار نہ کرتے، تو آپ ؒ کو جابر کے کذاب ہونے کا پتہ کیسے چلتا؟ البتہ ہم یہ بات ہرگز تسلیم نہیں کرسکتے

کہ امام ابوحنیفہ ؒ جابر جعفی کی درسگاہ میں کبھی مطمئن بیٹھے ہوں، اور آپ ؒ کا بہت سا علم اسی تربیت گاہ سے حاصل شدہ تھا۔

دیکھئے اگر امام ابوحنیفہ ؒ عقلیات یا کسی اور مسئلے کی معلومات کے لئے کبھی کسی شخص کے پاس گئے، اور آپ ؒ کو اس سے کچھ باتیں معلوم ہوئیں، تو اس سے یہ تاثر دینا کہ آپ ؒ نے قرآن وحدیث کا علم بھی اس سے حاصل کیا ہوگا، غلط پراپیگنڈہ نہیں تو اور کیا ہے؟

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ فرماتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ ؒ سے منقول ہے کہ منٰی میں حجام سے مجھے تین مسئلے معلوم ہوئے، جو میرے علم میں پہلے نہ تھے۔ الخ (التبلیغ ج3 ص83)

اب اگر اس سے کوئی یہ نتیجہ اخذ کرے اور اس بات کی تشہیر میں لگ جائے کہ امام ابوحنیفہ ؒ کے معروف اساتذہ میں ایک حجام اور نائی بھی تھا، تو بتایئے ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ پھر کیا کوئی اہلِ علم اس بات کا انکار کرسکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ نے جابر جعفی کی روایتوں سے اجتناب کرنے کی تاکید فرمائی تھی۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ وہ امام صاحب ؒ کے نزدیک کذاب تھا۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ، نَا عَبْدُ الْحَمِيدِ الْحِمَّانِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الصَّنْعَانِيَّ قَالَ: قَامَ رَجُلٌ إِلَى أَبِي حَنِيفَةَ فَقَالَ: "مَا تَرَى فِي الْأَخْذِ عَنِ الثَّوْرِيِّ؟"۔ قَالَ: "اكْتُبْ عَنْهُ مَا خَلَا حَدِيثَ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ، وَحَدِيثَ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ"۔

(مسند ابن الجعد رقم 1976؛ القراءة خلف الإمام للبيهقي ص 157 تحت رقم 345؛ دلائل النبوة للبيهقي ج1 ص45؛ الخلافيات - البيهقي - ت النحال ج1 ص519 رقم 942؛ المدخل إلى السنن الكبرى - البيهقي - ت عوامة ج1 ص339 رقم 724؛ الاستذكار (ابن عبد البر) ج5 ص217؛ الموسوعة الحديثية لمرويات الامام ابی حنیفة رقم 646؛ الکامل فی ضعفاء الرجال، ج2 ص328)

ترجمہ: عبدالحمید حمانی ؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعد صاغانی ؒ کو امام ابوحنیفہ ؒ سے یہ پوچھتے سنا: "سفیان ثوری ؒ کی روایت کے بارے میں آپ ؒ کی کیا رائے ہے؟"۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا: "حضرت سفیان ؒ سے حدیثیں لکھو، لیکن ان کی وہ روایتیں جو بحوالہ ابواسحاق عن الحارث ہوں، نہ لکھو اور جابر جعفی کی حدیث بھی نہ لکھو"۔

نوٹ: حضرت امام ابوحنیفہ ؒ نے امام سفیان ثوری ؒ پر مدلس ہونے کی جرح نہیں کی، کیونکہ یہ تدلیسِ مشائخ ہے۔ اور تدلیس مشائخ کے ہاں جرح نہیں۔

حضرت شریک بن عبداللہ ؒ اپنے وقت کے محدث گزرے ہیں۔ کوفہ میں ان کی بھی ایک علمی مجلس لگتی تھی۔ ابوسعد ؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ ؒ سے ان کی مجلس میں شریک ہونے کی بابت پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا: "وہ بڑے عالمِ دین ہیں، وقت کے محدث ہیں، ان کے پاس بہت حدیثیں ہیں، اور وہ ثقہ ہیں۔ ان کی حدیث لکھا کرو۔ البتہ وہ روایتیں نہ لکھنا جو وہ جابر بن یزید جعفی سے بیان کرتے ہیں"۔

لكن إن حدثك عن جابر الجعفي شيئا، فلا تكتب حديثه۔

(مناقب ج2 ص13 للموفق)

عبدالرحمن بن اصنع ؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ ؒ کو فرماتے سنا: "جابر جعفی کذاب اور بدمذہب شخص ہے۔ اس نے اپنے آپ کو ہلاک کردیا ہے۔ وہ اپنی خواہش نفسانی کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی کذاب نہیں"۔

وليس عندي بالكوفة في بابه أكبر منه۔ (مناقب للموفق، ج۲ ص۸۸)

امام موفق بن احمد مکی ؒ (568ھ) لکھتے ہیں:

كان أبو حنيفه يقول: "جابر الجعفي كذاب"۔ (مناقب للموفق، ج2 ص82)

اس سے چلتا ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ جابر جعفی کو جھوٹا سمجھتے تھے، اور کھل کر اسے جھوٹا کہتے تھے، اور اس کی روایتیں نہ لکھنے کی تاکید کرتے تھے۔ اسی لئے اکثر محدثین امام ابوحنیفہ ؒ کے بیان کو درست سمجھتے ہوئے جابر جعفی سے روایت نہیں لیتے، مگر غیر مقلدوں کے اس بنارسی رئیس کا بغض دیکھئے کہ جابر جعفی کو امام ابوحنیفہ ؒ کا معروف

استاد کہہ رہا ہے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی درسگاہ سے فیض پانے والا بتا رہا ہے۔
یہ ضد اور تعصب کی انتہا ہے۔

جابر جعفی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے معروف اساتذہ میں ہوتا، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کی درسگاہ سے فیض لینے والے ہوتے، تو ضروری تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معروف تلامذہ بھی اس درسگاہ کا رخ کرتے، اور وہاں سے تربیت لیتے، مگر ہمیں کسی جگہ یہ بات نہیں ملی کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی اپنے شاگردوں سے یہ کہا ہو کہ تم جابر جعفی سے علم حاصل کرو بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کھلے عام اپنے اصحاب کو اس کے پاس جانے سے روک دیا تھا۔

حضرت حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

كان أبو حنيفة ينهى أصحابه عن إتيان جابر الجعفي.

(مناقب ج2 ص44 للموفق)

پھر یہ بھی دیکھئے کہ بنارس کے اس غیر مقلد رئیس نے جابر جعفی کو رافضی لکھا ہے، اور اسے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استاد بتادیا، مگر معلوم نہیں اسے یہ بات لکھنا کیوں یاد نہیں رہا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو کسی صورت رافضی سے روایت لکھنا یا پڑھنا جائز نہیں سمجھتے۔

اس باب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ الشیوخ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ، يَقُولُ: سَأَلَ أَبُو عِصْمَةَ أَبَا حَنِيفَةَ: "مِمَّنْ تَأْمُرُنِي أَنْ أَسْمَعَ الْآثَارَ؟". قَالَ: "مِنْ كُلِّ عَدْلٍ فِي هَوَاهُ، إِلَّا الشِّيعَةَ، فَإِنَّ أَصْلَ عَقْدِهِمْ تَضْلِيلُ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله وسلم".

(الكفاية في علم الرواية للخطيب البغدادي، ص126)

ترجمہ: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ابوعصمہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: "اہلِ ہوا سے روایت کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟"۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اہلِ ہوا سے روایت لے سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ عادل ہوں، لیکن رافضی سے روایت نہ لینا کیونکہ

ان کے عقیدے کی عمارت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تضلیل پر ہے"۔

اتنی بڑی جماعت جو اللہ تعالیٰ سے "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" (التوبۃ:100) کی بشارت پا چکے، ان کی تضلیل سے بڑھ کر اور کیا گمراہی ہو سکتی ہے؟ یہ صرف اہلِ ہوا نہیں، ان سے بہت بڑھ کر گمراہ ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ بھی ملاحظہ کیجئے:

قَالَ أَشْهَبُ بن عبد العزيز: سُئِلَ مالك عن الرَّافِضَةِ فَقَالَ: "لَا تُكَلِّمْهُمْ وَلَا تَرْوِ عَنْهُمْ فَإِنَّهُمْ يَكْذِبُونَ".

(منهاج السنة النبوية (ابن تيمية) ج1 ص59، 60؛ مختصر منهاج السنة (ابن تيمية) ص29؛ ميزان الاعتدال ج1 ص27؛ المنتقى من منهاج الاعتدال (شمس الدين الذهبي) ص21؛ النكت على مقدمة ابن الصلاح للزركشي ج3 ص399؛ لسان الميزان ت أبي غدة (ابن حجر العسقلاني) ج1 ص202؛ تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي (الجلال السيوطي) ج1 ص387)

ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: "رافضی سے روایت لینا کیسا ہے؟"۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ان سے علمی گفتگو کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اور نہ ان سے روایت لی جائے، کیونکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں"۔

حضرت امام محمد بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ (204ھ) بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید میں کھڑے ہیں۔ حضرت حرملہ رحمۃ اللہ علیہ (243ھ) کہتے ہیں: "میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا ہے:

حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ قَالَ: سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ يَقُولُ: "لَمْ أَرَ أَحَدًا أَشْهَدَ بِالزُّورِ مِنَ الرَّافِضَةِ".

(منهاج السنة النبوية (ابن تيمية) ج1 ص60؛ الكفاية في علم الرواية للخطيب البغدادي، ص126)

ترجمہ: میں نے روافض سے بڑھ کر اللہ پر جھوٹی گواہی دینے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔

امام ابوحنیفہؒ کے تلمیذ امام یزید بن ہارونؒ (۲۰۶) سے بھی سن لیجئے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

قَالَ مُؤَمَّلُ بْنُ إِهَابٍ: سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ يَقُولُ: "يُكْتَبُ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ إِذَا لَمْ يَكُنْ دَاعِيَةً إِلَّا الرَّافِضَةَ، فَإِنَّهُمْ يَكْذِبُونَ"۔

(منهاج السنة النبوية (ابن تيمية) ج1 ص60)

ترجمہ: بدعتی کی روایت قبول کرنے میں حرج نہیں، بشرطیکہ وہ اپنی بدعت کا داعی نہ ہو۔ البتہ روافض کی روایت لینا جائز نہیں کیونکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

امام ابوعبداللہ الشافعیؒ سے بھی سن لیجئے:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الشَّافِعِيِّ فِي جَوَازِ قَبُولِ شَهَادَةِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ، غَيْرَ صِنْفٍ مِنَ الرَّافِضَةِ خَاصَّةً، وَيُحْكَى نَحْوُ ذٰلِكَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ إِمَامِ أَصْحَابِ الرَّأْيِ وَأَبِي يُوسُفَ الْقَاضِي۔ (الكفاية في علم الرواية للخطيب البغدادي، ص125)

اب آپ ہی بتائیں کہ امام ابوحنیفہؒ کیا کسی صورت میں جابر جعفی جیسے کذاب اور رجعتِ ائمہ کا عقیدہ رکھنے اور حضور ﷺ کے صحابہ ؓ کو سب وشتم کرنے والے رافضی کی درسگاہ میں تربیت لینے جاسکتے ہیں؟ نہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہے کہ جو لوگ جابر جعفی کو امام ابوحنیفہؒ کا معروف استاد بتانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یقین مانیے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں اور اس جھوٹ کی وجہ ان کا امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ قلبی بغض ہے جو ان کے دل سے نکل کر بار بار زبان وقلم پر آجاتا ہے۔

قل موتوا بغیظکم

سو جو لوگ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بار بار اس طرح کی گستاخانہ حرکتیں کرتے اور توہین آمیز زبانیں بولتے ہیں، انہیں اہلحدیث عالم مولانا داؤد غزنویؒ کا یہ ارشاد ضرور پڑھ لینا چاہئے:

"جو شخص ائمہ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ یہ اس کی شقاوتِ قلبی کی علامت ہے، اور میرے نزدیک اس کے سوئے خاتمہ کا خوف ہے"۔

(داؤد غزنوی ص373)

15 امام ابوحنیفہؒ اپنے شیخ حضرت حمادؒ کی مسند پر

کوفہ کی علمی مجلسیں فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (المتوفی 32ھ)، حضرت علقمہ بن قیسؒ (المتوفی 62ھ)، حضرت اسود بن یزیدؒ (المتوفی 75ھ) کے تلمیذ رشید حضرت ابراہیم نخعیؒ تابعی (المتوفی 96ھ) سے روشن اور پر رونق تھیں۔ ان کے بعد حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ (المتوفی 120ھ) آپؒ کے جانشین ہوئے، اور آپؒ نے اس مسند کو چار چاند لگائے۔ کوفہ کی یہ علمی مجلسیں اور زیادہ پر رونق بن گئیں اور علماء گروہ در گروہ آپؒ سے استفادہ کرنے لگے۔ تاہم تاریخ گواہ ہے کہ حضرت امام حمادؒ کے علوم سے سب سے زیادہ استفادہ امام ابوحنیفہؒ نے کیا، اور اللہ کے فضل اور اپنی صلاحیتوں کی بناء پر آپؒ اپنے استاد کی حیات میں ہی ان کا بھرپور اعتماد حاصل کر چکے تھے۔ آپؒ حضرت حمادؒ سے براہِ راست حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اقوال وفتاویٰ حاصل کرتے رہے ہیں۔ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (المتوفی 1176ھ) لکھتے ہیں:

"حضرت ابراہیم نخعیؒ کے مسائل اور فتاوی کو امام ابوحنیفہؒ نے حاصل کیا۔

(حجۃ اللہ البالغۃ ص149)

حضرت حمادؒ جب کبھی باہر تشریف لے جاتے، اور اس دوران کوئی سوال آجاتا، تو امام ابوحنیفہؒ اس کا جواب دیا کرتے تھے، اور جب امام حمادؒ سفر سے واپس آجاتے، تو آپؒ اپنے جوابات انہیں سنا دیتے تھے۔ ان میں کہیں اصلاح کی ضرورت ہوتی، تو امام حمادؒ ان کی اصلاح فرمادیتے۔ امام حمادؒ آپؒ کی اپنی خداداد صلاحیتوں کو دیکھ کر یہ فرما چکے تھے: "میرے حلقۂ درس میں سب سے آگے میرے سامنے امام ابوحنیفہؒ بیٹھا کرے"۔

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (المتوفی 1176ھ) لکھتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ ﵀ ابراہیم نخعی ﵀ اور ان کے اقران و امثال کے مذہب سے وابستہ رہے۔ بہت ہی کم کہیں اس سے تجاوز کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ﵀ کے مذہب پر تخریج کرنے میں آپ ﵀ کو بڑی مہارت تھی۔ وجوہِ تخریج میں بڑے باریک بین اور فروعات میں نہایت غور و فکر سے کام لینے کے عادی تھے۔ اگر آپ ہمارے اس بیان کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں، تو امام ابراہیم نخعی ﵀ اور ان کے اضراب و امثال کے اقوال کتاب الآثار، جامع عبد الرزاق اور مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ ﵀ سے چھانٹ لیجئے۔ پھر امام ابوحنیفہ ﵀ کے مذہب سے ان کا موازنہ کیجئے۔ آپ محسوس کریں گے کہ ابوحنیفہ ﵀ چند مقامات کو چھوڑ کر اس ڈگر سے کبھی نہیں ہٹے، اور ان چند مواضع میں بھی وہ فقہائے کوفہ کے مسلک کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج1 ص146)

علامہ ابوزہرہ مصری ﵀ لکھتے ہیں:

"فقہ حنفی کا سرچشمہ وہ فقہی ذخیرہ ہے جو حضرت حماد ﵀ نے حضرت ابراہیم نخعی ﵀ سے ورثہ میں پایا۔ حنفیہ کی کتبِ آثار کا دقیق مطالعہ کرنے سے اس حقیقت کی تائید ہوتی ہے"۔ (حیات امام ابوحنیفہ ص125)

حدیث کی کتابوں میں: عن حماد عن ابراهيم عن الأسود... عن حماد عن ابي وائل عن ابن مسعود سے جگہ جگہ روایات ملتی ہیں۔ امام بخاری ﵀ نے اپنی صحیح میں امام ابراہیم نخعی ﵀ کے اقوال سے بھی بعض مقامات پر استناد کیا ہے۔

حضرت حماد بن ابی سلیمان ﵀ (۱۲۰ھ) کے انتقال کے بعد جب ان کی جانشینی کا مسئلہ پیش آیا۔ تو سب سے پہلے آپ ﵀ کے صاحبزادے شیخ اسماعیل ﵀ سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنے والد کی مسند کو سنبھالیں، مگر انہوں نے معذرت کر دی۔ پھر علماء نے حضرت ابوبکر نہشلی ﵀ سے درخواست کی، مگر انہوں نے بھی معذرت کر دی۔ پھر حضرت ابو بردۃ ﵀ سے درخواست کی گئی، انہوں نے بھی معذرت کر دی۔ پھر سب لوگ امام ابوحنیفہ ﵀ کی خدمت میں آئے اور کہا: "ہم نہیں چاہتے کہ علم کی یہ

مجلسیں ویران ہو جائیں اور یوں آہستہ آہستہ علم ختم ہو جائے"۔ چنانچہ امام حماد ﵀ کے اصحاب اور ان کے تلامذہ کے اصرار پر آپ ﵀ نے اس درخواست کو قبول فرما لیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ آپ ﵀ نے امام حماد ﵀ کی جانشینی کا حق ادا کر دیا تھا۔

صدر الائمہ علامہ موفق بن احمد مکی ﵀ (المتوفی 568ھ) لکھتے ہیں:

"حضرت امام داؤد بن نصیر طائی ﵀ (المتوفی 160ھ) کہتے ہیں: "کوفہ میں حضرت حماد ﵀ صفِ اول کے فقیہ اور عالم تھے۔ امام حماد ﵀ کی وفات کے بعد آپ ﵀ کے صاحبزادہ شیخ اسماعیل ﵀ کو آپ ﵀ کی مسند پر بٹھایا گیا۔ وہ اس عظیم کام سے پوری طرح عہدہ برآء نہ ہو سکے، کیونکہ ان پر علم تاریخ شعر اور قصص کا غلبہ تھا۔ پھر حضرت حماد ﵀ کے ایک دو اور قابل شاگردوں کو بھی اس مسند پر بٹھایا گیا، مگر لوگ مطمئن نہ ہوئے۔ آخر کار ابو حصین ﵀ اور حبیب بن ابی ثابت ﵀، نیز حضرت حماد ﵀ کے دیگر شاگردوں نے امام ابوحنیفہ ﵀ کو اس اہم کام پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے استاد کے اس سلسلہ کو اسی طرح جاری رکھیں۔ احباب کے بے حد اصرار پر آپ ﵀ اس کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ ﵀ نے اس مسند کا حق ادا کر دیا۔ لوگ دور دور سے آپ ﵀ کے درس میں شریک ہونے لگے۔ حکام و امراء بھی آپ ﵀ کے معترف ہوئے، اور اپنے مسائل آپ ﵀ کی خدمت میں لانے لگے۔ آپ ﵀ کی علمی شہرت نے سارے عالمِ اسلام کو متاثر کر دیا۔

(مناقب ج1 ص96 مترجم)

محدث حضرت مولانا سید بدر عالم مہاجر مدنی ﵀ (المتوفی 1385ھ) فرماتے ہیں:

"واقعہ یہ ہے کہ جب مفتئ کوفہ کی مسند پر بیٹھنے کے لئے قدرت نے امام صاحب ﵀ ہی کو انتخاب کیا ہو، تو اس جگہ کوئی دوسرا کیسے بیٹھ سکتا تھا؟"۔ (ترجمان السنۃ ج1 ص232)

آپ ﵀ نے (مادرِ علمی) کوفہ کی مسندِ حدیث و فقہ سنبھالی، تو پھر علمِ حدیث اور فقہ اسلامی کو وہ جامعیت اور مقبولیت نصیب ہوئی کہ اس سے پہلے اس کی مثال نہیں ملتی۔ دور دراز ملکوں اور علاقوں سے علماء اور طالبانِ حدیث آپ ﵀ کے پاس آتے اور

آپ ؒ سے قرآن وسنت اور فقہ کی باریکیاں پاتے۔ چنانچہ آپ ؒ کچھ ہی وقت میں مرجعِ خلائق بن گئے، اور یہ سب اللہ کا فضل وکرم تھا جو اس نے آپ ؒ پر اتارا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ اور اس وقت کے دیگر علماء اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے۔ ابوحصین ؒ اور حبیب بن ابی ثابت ؒ بھی یہ بات کہتے ہیں

فقال ابو حصين وحبيب بن أبي ثابت: "إن هذا الخزاز حسن المعرفة، وإن كان حدثا، فأجلسوه. ففعلوا وكان رجلا موسرا سخيا ذكيا. فجلس وصبر نفسه عليهم وأحسن مؤاساتهم وحباهم وأكرمه الحكام والأمراء وارتفع شأنه. فاختلف إليه الطبقة العليا....

وجعل امره يزداد علوا وكثر اصحابه حتى كانت حلقته أعظم حلقة فى المسجد وأوسعهم فى الجواب. فصبر عليهم واتسع على كل ضعيف منهم وأهدى إلى كل موسر فانصرفت وجوه الناس إليه حتى أكرمه الأمراء والحكام والأشراف وقام بالنوائب وحمده الكل وعمل أشياء أعجزت العرب وقوى على ذلك بالعلم الواسع وأسعدته المقادير. فكثر حساده. (أخبار أبي حنيفة وأصحابه (الصيمري) ص22)

حافظ ابن حجر مکی ؒ لکھتے ہیں:

"علماء نے حضرت حماد ؒ کے انتقال کے بعد بالاتفاق حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کو منتخب کیا۔ علماء اور عوام آپ ؒ کے پاس تشریف لاتے، انہوں نے آپ ؒ کو سب سے زیادہ وسیع العلم اور حسن ومواساۃ اور لوگوں کی باتوں پر صابر پایا۔ آپ ؒ کے تلامذہ کی تعداد بڑھنے لگی، یہاں تک کہ آپ ؒ کا حلقہ وقت کے سب حلقوں سے بڑا ہو گیا۔ اور لوگوں کے قلوب آپ ؒ کی طرف متوجہ ہوئے۔ امراء آپ ؒ کی عزت کرتے، اور خلفاء آپ ؒ کی تعظیم کرتے۔ الغرض آپ ؒ ممدوحِ خلائق ہوئے، اور بہت سے ایسے کام کئے جن سے ان کے سوا دوسرے لوگ عاجز رہے۔

(الخیرات الحسان ص68)

آپ ؒ کے حلقۂ درس کی شہرت نے دور دراز کے علاقوں کے علماء اور فقہاء کو بھی آپ ؒ کی جانب کھینچ لیا، اور خود حضرت حماد ؒ کے تلامذہ بھی آپ ؒ کے حلقۂ درس میں شریک ہونے لگے۔

صدر الائمہ علامہ موفق بن احمد مکی ؒ (المتوفی 568ھ) لکھتے ہیں:

"ایک وقت آیا کہ بصرہ اور کوفہ کے جید علماء بھی آپ ؒ کے حلقۂ تدریس میں آنے لگے۔ قاضی ابو یوسف ؒ (المتوفی 182ھ)، اسد بن عمرو ؒ (المتوفی 188ھ)، قاسم بن معن ؒ (المتوفی 175ھ)، ابوبکر ہذلی ؒ اور ولید بن ابان ؒ جیسے جید اہلِ علم آپ ؒ کے شاگرد بنے۔ پھر ان لوگوں نے امام ابوحنیفہ ؒ کے علمی کمالات کو پورے عالمِ اسلام میں پھیلایا۔ آپ ؒ کے تلامذہ کی تعداد بڑھتی گئی۔ آپ ؒ کا علمی حلقہ سارے کوفہ میں زیادہ وسیع تھا حتی کہ بصرہ، مصر، بغداد کے علماء آپ ؒ کے درس میں استفادہ کے لئے آتے رہے۔ (مناقب للمکی ص96)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن بجنوری ؒ لکھتے ہیں:

"ابتداء میں تو صرف امام حماد ؒ کے تلاندہ ہی شریک رہتے تھے، لیکن بعد میں ائمۂ فن اور آپ ؒ کے اساتذہ بھی استفادہ کی غرض سے شریک ہونے لگے۔ مثلاً: مسعر بن کدام ؒ، امام اعمش ؒ۔ یہ حضرات دوسروں کو بھی آپ ؒ کے حلقۂ درس میں شریک ہونے کے لئے کہتے تھے۔ غرضیکہ اس وقت اسلامی دنیا میں اسپین کے سوا کوئی حصہ ایسا نہ تھا کہ جہاں کے باشندے آپ ؒ کے حلقۂ درس میں شریک نہ ہوتے ہوں۔ صاحب الجواہر المضیہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ ؒ کے حلقۂ درس میں مکہ، مدینہ، دمشق، بصرہ، واسط، موصل، جزیرہ رقہ، نصیبین، رملہ، مصر، یمن، یمامہ، بحرین، بغداد، اہواز، کرمان، اصفہان، حلوان، استر آباد، ہمدان، رے، قومس، ذوامغان، طبرستان، جرجان، نیشاپور، سرخس، بخارا، سمرقند، صنعاء، ترمذ، ہرات، نہتار الزم، خوارزم، سیستان، مدائن، مصیصہ، حمص وغیرہ اضلاع کے باشندے شریک رہتے تھے۔ (جواہر المضیۃ ج2 ص543)

علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی ؒ (المتوفی 942ھ) نے عقود الجمان میں ان ممالک اور علاقوں کے نام بتائے ہیں، جہاں سے طالبانِ علم آپ ؒ کی خدمت میں آئے اور آپ سے حدیث کی سماعت کی اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

پھر یہ بات صرف کوفہ تک محدود نہ تھی جس علاقے کے لوگوں کو پتہ چلتا کہ آپ ؒ ان کے علاقے میں تشریف لائے ہیں، تو علماء وطلباء آپ ؒ کے پاس پہنچ جاتے۔ آپ ؒ کا درس سنتے۔ آپ ؒ سے سوالات کرتے، اور اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔

اہلِ مکہ حضرت امام عطاء بن ابی رباح ؒ اور شیخ الحرم حضرت عمرو بن دینار ؒ کی سے ناواقف نہ تھے، اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ امام ابوحنیفہ ؒ آپ ؒ کے ممتاز شاگرد ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ ؒ مکہ مکرمہ تشریف لائے ہیں، تو وہ روزانہ آپ ؒ سے استفادہ کرنے آتے، اور جب تک آپ ؒ کا قیام مکہ میں رہتا، طالبانِ علم جوق در جوق آپ ؒ کے درس میں شریک ہوتے رہتے تھے۔

حضرت امام لیث بن سعد مصری ؒ (المتوفی 175ھ) کہتے ہیں:

”میری بڑی خواہش تھی کہ میں امام ابوحنیفہ ؒ کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل کروں کیونکہ میں علماء کے ہاں امام صاحب ؒ کا اکثر تذکرہ سنتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ میں مکہ مکرمہ میں تھا، تو میں نے وہاں ایک شخص کو دیکھا جس کے پاس لوگ دیوانہ وار حاضر ہو رہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا: ”اے ابوحنیفہ!“۔ یہ سنتے ہی میں نے جان لیا کہ جس کے گرد لوگ دیوانہ وار کھڑے ہیں وہ امام ابوحنیفہ ؒ ہیں۔

ثَنَا الشَّافِعِيُّ، قَالَ: قَالَ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ: "كُنْتُ أَسْمَعُ بِذِكْرِ أَبِي حَنِيفَةَ، فَأَتَمَنَّى أَنْ أَرَاهُ، فَإِنِّي لَبِمَكَّةَ إِذْ رَأَيْتُ النَّاسَ مُتَقَصِّفِينَ عَلَى رَجُلٍ، فَسَمِعْتُ رَجُلًا، يَقُولُ: "يَا أَبَا حَنِيفَةَ!"، فَقُلْتُ: "إِنَّهُ هُوَ".

(مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه (شمس الدين الذهبي) ص36؛ الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ابن عبد البر) ص154؛ الطبقات السنية في تراجم

الحنفية (تقي الدين ابن عبد القادر التميمي) ص47؛ البدور المضية في تراجم الحنفية (محمد حفظ الرحمن الكملائي) ج1 ص326)

حضرت عبداللہ مبارک ؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام حنیفہ ؒ کو مسجدِ حرام میں اس حال میں دیکھا کہ مشرق ومغرب کے لوگ آپ ؒ سے مسائل پوچھ رہے تھے، اور آپ ؒ ان کا جواب دیتے جاتے تھے جبکہ وہاں دیگر بڑے بڑے فقہاء اور علماء بھی موجود تھے۔

والناس يومئذ يعني الفقهاء الكبار وخيار الناس۔

(مناقب ج ا ص للموفق)

عمار بن محمد ؒ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ ؒ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے، اور دنیا بھر سے آئے ہوئے لوگوں کا بڑا ہجوم آپ ؒ کے پاس تھا۔ وہ آپ ؒ سے مسائل پوچھتے جاتے اور آپ ؒ ان کے جوابات اور فتاویٰ دیتے جاتے تھے۔ ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ گویا ان تمام سوالات کے جوابات آپ ؒ کی جیب میں ہیں۔ اور ہر ایک کو ان کے سوالوں کے جوابات مل رہے ہیں۔

كان ابو حنيفة جالسا في المسجد الحرام وعليه زحام كثير من كل الآفاق، قد اجتمعوا عليه، يسألونه من كل جانب، فيجيبهم ويفتيهم كان المسائل في كمه يخرجها فينا ولها اياهم۔ (مناقب ج1 ص120)

آپ جن دنوں فتوی دے رہے تھے امام محمد بن علی ؒ (امام باقر ؒ) حیات تھے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ ؒ لکھتے ہیں:

فَإِنَّ أَبَا حَنِيفَةَ مِنْ أَقْرَانِ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ، تُوُفِّيَ الصَّادِقُ سَنَةَ ثَمَانٍ وَأَرْبَعِينَ، وَتُوُفِّيَ أَبُو حَنِيفَةَ سَنَةَ خَمْسِينَ وَمِائَةٍ، وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يُفْتِي فِي حَيَاةِ أَبِي جَعْفَرٍ وَالِدِ الصَّادِقِ۔

(منهاج السنة النبوية (ابن تيمية) ج1 ص532)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ؒ کو تمام علومِ شرعیہ میں ایک امتیازی

شان عطا فرمائی تھی۔ اگر آپ ؒ قرآن سے واقف نہ ہوتے، اور آپ ؒ کو صرف سترہ (17) حدیثیں یاد ہوتیں، اور ان میں سے بھی آدھی میں غلطی کرتے اور نہ آپ ؒ کو علمِ دین اور اس کی باریکیوں کا پتہ ہوتا۔ تو آپ ہی بتائیں کہ دنیا بھر کے محدثین اور طالبانِ علم کیا جوق در جوق آپ ؒ کے حلقہ درس میں آتے؟ اور آپ ؒ کے فیضانِ علمی سے استفادہ کرتے؟ اگر بات وہی ہوتی جس کا غیر مقلدین ڈھنڈورہ پیٹتے رہتے ہیں۔ تو آپ ؒ ہی سوچیں کہ حرمِ کعبہ میں مشرق و مغرب کے لوگ آپ ؒ کے پاس کیوں دیوانہ وار آتے تھے، اور فقہاء و علماء کے ہوتے ہوئے کیوں ایسے شخص سے فتویٰ پوچھ رہے تھے، جسے بقول ان کے سترہ (17) حدیثیں بھی یاد نہ تھیں۔

جامعۂ دمشق کے شعبہ فقہ اسلامی کے صدر ڈاکٹر مصطفی سباعی مرحوم ؒ لکھتے ہیں:

”ہم اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ مسلمانوں کا ایک عظیم امام ؒ جس کا فقہی مسلک تمام فقہی مذاہب و مسالک سے فروعِ استنباط کے لحاظ سے وسیع تر ہو، کائناتِ ارضی کے لاکھوں مسلمان آپ ؒ کے حلقہ بداماں ہوں، اور علمِ حدیث میں ان کی کم مائیگی کا یہ عالم ہو کہ ان کو کل سترہ (17) حدیثیں یاد ہوں، یہ بات کیوں کر درست ہو سکتی ہے؟

سب موافق و مخالف اس بات پر متفق ہیں کہ امام ابوحنیفہ ؒ ایک مجتہد امام تھے۔ مجتہد کے لئے لازمی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ احادیثِ احکام پر حاوی ہو۔ ایسی احادیث ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ بعض حنابلہ کے مطابق ان کی کم از کم تعداد کئی سو ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اجتہاد کی ایک ضروری شرط کے فقدان کے باوجود آپ ؒ مسندِ اجتہاد پر فائز ہوتے۔ مزید یہ کہ ائمۂ دین نے آپ ؒ کے اجتہاد و فقہ پر کیوں کر اعتماد کیا؟ اور وہ کیوں کر اسے نقل و روایت کرتے چلے آئے، اور اپنی تحریر و تقریر میں اس پر روشنی ڈالتے رہے، حالانکہ وہ کسی اساس پر قائم نہ تھے؟

امام ابوحنیفہ ؒ کے فقہی مسلک کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اس مذہب کے سینکڑوں مسائل احادیثِ صحیحہ کے موافق ہیں۔ شارح قاموس سید مرتضیٰ زبیدی ؒ نے ایسی احادیث کو اپنی کتاب: ”الدر المنیفۃ فی ادلۃ ابی حنیفۃ ؒ“ میں جمع کر دیا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ اگر جناب امام ؒ کو صرف چند احادیث یا پچاس احادیث یاد تھیں جن میں سے آدھی غلط تھیں، تو پھر آپ ؒ کا اجتہاد سینکڑوں احادیثِ صحیحہ سے کیوں کر ہم آہنگ ہوا؟

امام ابوحنیفہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کے افکار و آراء کو اصطلاحات حدیث کے سلسہ میں ذکر کیا جاتا ہے پھر آپ حدیث کے فن میں کم مایہ کیونکر ہو سکتے ہیں فن حدیث کے علماء کے نزدیک

امام ابوحنیفہ ؒ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کے افکار و آراء کو اصطلاحاتِ حدیث کے سلسلہ میں ذکر کیا جاتا ہے۔ پھر آپ ؒ حدیث کے فن میں کم مایہ کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ فنِ حدیث کے علماء کے نزدیک آپ ؒ کو ان ائمہ میں شامل کیا جاتا ہے جن کے نظریات کو حدیث کے قواعد و رجال کے سلسلہ میں نہ صرف ملحوظ رکھا جاتا ہے، بلکہ آپ ؒ کے مذہب و مسلک پر اعتماد کیا جاتا ہے اور احادیث کے رد و قبول میں معیار ٹھہرایا جاتا ہے۔ (السنۃ و مکانتہا فی التشریع الاسلامی ص580)

حد تو یہ ہے کہ خود آپ ؒ کے اساتذہ اور ائمۂ فن نے بھی آپ ؒ کے حلقۂ درس میں آنا اپنی سعادت جانا، اور دوسروں کو بھی آپ ؒ کے حلقۂ درس میں شامل ہونے کی ترغیب دی تھی۔ بعض اوقات آپ ؒ کے اساتذۂ حدیث کے بارے میں آپ ؒ کی تحقیق پوچھتے، اور آپ ؒ سے حدیث روایت بھی کرتے تھے۔

اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ؒ کے علم اور آپ ؒ کی صحبت کو نہایت ہی بابرکت اور آپ ؒ کی مجلسِ حدیث و فقہ کو بہت زیادہ نافع بنایا تھا۔ یہ بات ہم نہیں کہتے، اس دور کے اکابر بیان کرتے تھے۔

حجر بن عبد الجبار ؒ کہتے ہیں کہ (حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے پڑپوتے)

حضرت قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 175ھ) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس درس میں جایا کرتے تھے۔ کسی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: "آپ رحمۃ اللہ علیہ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کریں؟"۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "مجھے جس قدر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے نفع پہنچا ہے، اتنا کسی اور کی مجلس سے نہیں ملا"۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ اسے لے کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں آئے۔ اس نے جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کی برکت دیکھی، تو پھر وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ہو کر رہ گئے۔ اور کہا: "میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی نہ دیکھا، نہ اس جیسی مجلس کہیں دیکھی۔

قَالَ نا حجر بن عبد الجبار قَالَ قيل للقاسم ابن معن: "أَنْتَ ابْن عبد الله بْنِ مَسْعُودٍ، تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنْ غِلْمَانِ أَبِي حَنِيفَةَ؟"۔ فَقَالَ: "مَا جَلَسَ النَّاسُ إِلَى أَحَدٍ أَنْفَعَ مُجَالَسَةً مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ"۔ وَقَالَ لَهُ الْقَاسِمُ: "تَعَالَ مَعِي إِلَيْهِ"۔ فَجَاءَ، فَلَمَّا جَلَسَ إِلَيْهِ لَزِمَهُ وَقَالَ: "مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هٰذَا"۔

(الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ابن عبد البر) ص134)

علی بن جعد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 230ھ) کہتے ہیں: ہم حضرت زہیر بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 173ھ) کے پاس تھے۔ اتنے میں ایک شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: "تم کہاں سے آ رہے ہو؟"۔ اس نے کہا: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے آ رہا ہوں"۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تیرا ایک دن گزارنا میرے پاس ایک مہینہ گزارنے سے زیادہ سودمند ہے"۔

قَالَ نا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ زُهَيْرِ بْنِ مُعَاوِيَةَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ. فَقَالَ لَهُ زُهَيْرٌ: "مِنْ أَيْنَ جِئْتَ؟"۔ فَقَالَ: "مِنْ عِنْدِ أَبِي حَنِيفَةَ"۔ فَقَالَ زُهَيْرٌ: "إِنَّ ذَهَابَكَ إِلَى أَبِي حَنِيفَةَ يَوْمًا وَاحِدًا أَنْفَعُ لَكَ مِنْ مَجِيئِكَ إِلَيَّ شَهْرًا"۔

(الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ابن عبد البر) ص134؛ مناقب ج1 ص115)

امام جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: قَالَ لِي مُغِيرَةُ: "جَالِسْ أَبَا حَنِيفَةَ تَفَقَّهْ، فَإِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَوْ كَانَ حَيًّا لَجَالَسَهُ"۔

(مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه (شمس الدين الذهبي) ص29؛ سير أعلام النبلاء - ط الرسالة (شمس الدين الذهبي) ج6 ص403؛ تاريخ الإسلام - ت تدمري (شمس الدين الذهبي) ج9 ص312؛ مناقب ج2 ص112)

ترجمہ: ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھا کرو، بے شک اگر ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بھی حیات ہوتے، تو وہ بھی ان کی مجلس میں بیٹھتے۔

امام جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر نہ ہوتا، تو حضرت مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے ناراض ہوتے، اور مجھ سے کہتے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں پابندی سے آیا کرو، غائب نہ رہا کرو۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں علم کے دروازے جس طرح کھلتے ہیں، کسی اور جگہ اس طرح نہیں کھلتے۔ (مناقب ج۲ ص۳۵)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر عالم اور قاضی ابوعبدالرحمن محمد بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ (148ھ) نے ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خیر خیریت دریافت کی۔ پھر فرمایا: "تو ان کی مجلس کو لازم پکڑے رکھنا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا عالم اور فقیہ تم کہیں نہیں پاؤ گے"۔ (مناقب للمکی، ج2 ص35)

ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں معروف محدث حضرت یٰسین بن معاذ الزیات رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان دنوں حج کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بلند آواز سے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے لوگو! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جایا کرو، اور ان کی مجلسوں کو غنیمت سمجھو، اور ان سے علم حاصل کرو کیونکہ تمہیں اس جیسی مجلس کہیں نہیں مل سکتی، اور نہ تمہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ حلال و حرام کے مسائل بتانے والا کوئی ملے گا۔ اگر تم نے ان کو کھو دیا، تو سمجھ لینا کہ تم نے بہت سا علم کھو دیا ہے"۔

فإنکم إن فقدتموہ فقدتم علما کثیرا ۔(مناقب ج2ص38)

یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رکھئے کہ ان دنوں کوفہ علم کا مرکز تھا۔ جگہ جگہ علمی حلقے قائم تھے، مگر تشنگانِ علم کی نظر اٹھتی، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی جانب اٹھتی، اور وہ دیوانہ وار آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں آکر شریک ہوتے۔ اس لئے کہ انہیں معلوم تھا اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علمِ حدیث اور فقہ میں بڑا ممتاز مقام عطا فرمایا ہے، اور یہ خدا کی وہ عطا ہے جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہم عصر علماء پر سبقت لے جاچکے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ درس کی یہ مقبولیت بلاوجہ نہیں تھی، بلکہ لوگوں کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حق گوئی، بےنفسی، زہد و تقویٰ، قوتِ استدلال، اور مشکوٰۃِ نبوت سے اخذ و استنباط نے گرویدہ بنادیا تھا۔ علوم کے پیاسے دنیا بھر میں گشت کرآتے تھے، لیکن ان کی تشنگی یہیں رفع ہوتی تھی۔ لہٰذا کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ ایک خلقِ کثیر ایک ایسے شخص کے گرد جمع ہوگئی تھی، جو قیاسی، مرجئی، ضعیف اور روایت میں ایک ناقابل استناد شخص بلکہ ہمارا عقیدہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

"میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوسکے گی"۔

پھر زمانہ بھی وہ جس کو خیر القرون کی شرافت حاصل ہے، جن کو شر کے مقابلہ میں خیر سے زیادہ تعلق ہے، جو اپنی دیانت، امانت، زہد و تقویٰ وغیرہ اوصافِ حمیدہ میں آج کے انسانوں سے بدرجہا بہتر اور افضل ہیں، جو حق گوئی اور بےباکی میں بڑی سے بڑی شخصیت سے مرعوب ہونا نہیں جانتے تھے۔ ان کے بارے میں ہم یہ خیال نہیں کر سکتے کہ ایک غلط آدمی کے گرد وہ جمع ہوگئے تھے، بلکہ حق یہی ہے کہ اس زمانے کے صاحبِ فضل و کمال حضرات کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے گرد جمع ہوجانا، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فضل و کمال ہی کی وجہ سے تھا۔ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ کسی زمانے میں بھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ کسی نااہل کے گرد اس زمانہ کے عقلاء اور علماء جمع ہوئے ہوں، اور اگر کسی ذی علم، صاحبِ فہم کو کسی نااہل کے گرد دیکھا جائے، تو اس کلیہ پر کوئی فرق

نہیں آتا ہے کیونکہ اس صاحبِ علم و فہم کا انکار اس کے اس غلط اقدام سے ہورہا ہے کہ وہ نااہل کے حضور میں حاضر ہوگیا ہے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گرد جو حضرات تھے وہ اپنے زمانے کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ ان میں سے 28 آدمی تو قاضی ہونے کے لائق تھے، اور بڑی تعداد ایسی تھی جو مفتی بننے کی اہلیت رکھتے تھے۔ (امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ص76)

16 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی علومِ شرعیہ میں مہارت

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کوفہ کے مختلف علاقوں میں علماء اور محدثین کے حلقے قائم تھے، اور طالبان اپنے اپنے وجدان کی رُو سے ان حلقوں میں جاتے، اور ان بزرگوں سے استفادہ کرتے۔ تاہم تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کوفہ کی سب سے بڑی علمی مسند حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسند کو اور زیادہ رونق بخشی۔ صرف عراق ہی نہیں دوسرے ممالک کے علماء اور محدثین نے بھی اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا انتخاب کیا، اور انہوں نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق علمی پیاس بجھائی اور پھر وہ بعد میں آنے والے اجلہ محدثین کے شیوخ، امام اور پیشوا بنے۔ آخر کیا وجہ تھی کہ ان جلیل القدر محدثین اور مشائخ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب کیا، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کرنے میں فخر محسوس کیا؟ سو عرض یہ ہے کہ یوں تو کوفہ میں علماء اور محدثین بڑی تعداد میں موجود تھے، اور ان کے علمی حلقے بھی اپنی اپنی جگہ قائم تھے۔ تاہم طالبانِ علم پر یہ بات مخفی نہ تھی، اور اس کے شواہد بھی موجود تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت مرجعِ خلائق ہیں اور شریعت اور اس کی روح کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے جتنے علوم کی ضرورت ہوتی ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ میں وہ سب بدرجۂ کمال موجود ہیں، اور اس باب میں ان کا ثانی کہیں دکھائی نہیں دیتا۔

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مجتہدِ مطلق بلا ریب ہیں"۔ (فتاوی نذیریہ ج1 ص167)

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بالاتفاق مجتہد تھے، اور مجتہد کے لئے جن علومِ شرعیہ اور حالات وواقعات، حقائق ودقائق کی ضرورت ہوتی ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ ان تمام چیزوں سے مالا مال تھے۔ کوفہ آنے والے علماء اور طلباء وقت کے دیگر محدثین، فقہاء اور صوفیہ کی زبانی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قرآن وحدیث میں بصیرت اور فقہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مہارت اور روحانی دنیا میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طہارت سن چکے تھے، اور اس میں انہیں کوئی شک نہیں تھا۔ علامہ **مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد بن محمد ابن عبد الكريم الشيباني الجزري ابن الأثير** رحمۃ اللہ علیہ **(المتوفى: 606ھ)** اور صاحب مشکوٰۃ امام محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ (741ھ) لکھتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب وفضائل لکھنے کے لئے تو ایک دفتر کا دفتر چاہیئے، تاہم اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عالم، عامل، پرہیزگار، زاہد، عابد اور علومِ شریعت میں امام تھے اور پسندیدہ شخصیت تھے"۔

ولو ذهبنا إلى شرح مناقبه وفضائله لأطلنا الخُطب، ولم نصلْ إلى الغرض منها، فإنه كان عالماً، عاملاً، زاهداً، عابداً، ورعاً، تقياً، إماماً في علوم الشريعة، مرضياً.

(جامع الأصول (ابن الأثير، مجد الدين أبو السعادات) ج12 ص953، 954؛ الاکمال فی اسماء الرجال مشکوۃ ص625)

شارحِ صحیح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (852ھ) فرماتے ہیں:

"امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں"۔

مناقب الامام أبو حنيفة كثيرة جدا. فرضي الله تعالى عنه وأسكنه الفردوس آمين. (تهذيب التهذيب ج10 ص452)

آپ ہی بتائیں کہ ہم یہ بات کیسے تسلیم کر سکتے ہیں کہ چودہ صدیوں کے مختلف مکاتبِ

فکر کے ائمہ مجتہدین، مفسرین، محدثین، فقہاء اور علماء تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مجتہد مانیں، اور اس کا کھلا اقرار کریں، مگر کچھ لوگ کہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نہ صحیح قرآن پڑھنا آتا تھا، اور نہ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث شریف سے کوئی نسبت اور رغبت تھی۔ آپ کے پاس ایک حدیث بھی نہ تھی، اور اجتہاد کے لئے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دامن اس سے یکسر خالی تھا۔

سچی بات یہ ہے کہ یہ بات وہی کہتا ہے جس کا دل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بغض وعداوت سے بھرا ہوا ہے۔ پہلے دور میں ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی، دورِ حاضر میں ایک پورا گروہ ایسے نالائقوں کا موجود ہے جو عام مسلمانوں کے دلوں میں اس قسم کے شکوک ڈال کر انہیں ائمۂ کرام بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اور انہیں ائمہ کے بارے میں بدزبانی پر لا کر ان کی دنیا اور آخرت برباد کر دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

یقین نہ آئے تو ایک بنارسی غیر مقلد مولانا محمد سعید بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (1322ھ) کی بات سنئے۔ یہ صاحب غیر مقلدوں کے ہاں بڑے عالم فاضل سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی ایک کتاب جو خاص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کے لئے لکھی ہے، اس میں لکھتے ہیں:

"امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تو سوائے فقہ کے اور کچھ آتا جاتا نہیں تھا، اور وہ بھی غلط تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تو علم سے کورے شخص تھے، اور علم حاصل کرنے میں کبھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دلچسپی نہیں لی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بنارسی لکھتا ہے: "امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وحدیث وصرف ونحو ومنطق وفلسفہ وغیرہ سیکھا ہی نہیں۔ صرف فقہ کو سیکھا ہے۔ باقی سب علوم سے کورے رہے۔ پس جس کو قرآن وحدیث سے مس نہیں، اس کی فقہ کہاں تک قرآن وحدیث کے موافق ہوگی"۔

موصوف اس کتاب کے ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"ہم کہتے ہیں کہ جس شخص نے علمِ قرآن وحدیث سیکھا ہی نہیں، بلکہ اس کے سیکھنے سے

صاف انکار کر دیا، تو ہم یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ان کو حدیث معلوم تھی۔ اجی، ابن خلدون ؒ نے تو بڑی مہربانی کی، لکھ دیا: "امام ابوحنیفہ ؒ کو سترہ حدیثیں پہنچی تھی"۔ ہم کہتے ایک بھی نہیں پہنچی تھی بلکہ امام صاحب ؒ حدیث سے ایسے کورے تھے جیسے کوئی مہاتما گاؤ گوشت سے بلکہ اس کے بھاؤ سے۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ؒ)

ہم نے اس سلسلہ کی تیسری کتاب میں بیان کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ ؒ کو حدیث اور علمِ حدیث میں بڑے اعلیٰ مقام پر فائز کیا تھا، اور محدثین نے آپ ؒ کی شاگردی پر فخر کیا ہے۔ علامہ معین سندھی ؒ (1161ھ) حنفی نہیں ہیں، انہوں نے امام ابوحنیفہ ؒ کو دینی علوم میں کس مقام پر دیکھا ہے، اسے خود ان کے قلم سے دیکھئے۔ یہ الفضل ما شهدت به اعلامهم کی قبیل سے ہے۔

أبو حنيفة جبل من جبال الله الشوامخ في غزارة علوم النقل والعقل

(دراسات اللبیب 358؛ اتحاف النبلاء ص422)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ ؒ علوم نقلیہ وعقلیہ کی زیادتی اور کثرت میں اللہ کے اونچے پہاڑوں میں سے ایک عظیم الشان پہاڑ ہیں۔

سو امام ابوحنیفہ ؒ کے علمِ حدیث پر وہی انگلی اٹھا سکتا ہے، جو علم سے ہی جاہل ہو۔ دن میں سورج کی روشنی اندھے کو نظر نہ آئے، تو اس میں قصور سورج کا نہیں۔ اس اندھے کا ہے جسے خدا نے اس نعمت سے محروم رکھا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ ؒ علمِ حدیث میں اس کمال پر تھے کہ بڑے بڑے علماء اور محدثین آپ ؒ سے اخذِ حدیث کرتے اور مشکلاتِ حدیث میں رہنمائی پاتے تھے۔ حضرت امام ؒ کے تلمیذِ رشید حضرت امام زفر بن ہذیل ؒ (158ھ) سے سنئے:

كبراء المحدثين مثل: زكريا بن أبي زائدة، وعبد الملك بن أبي سليمان، والليث بن أبي سليم، ومطرف بن طريف، وحصين وهو ابن عبد الرحمان وغيرهم يختلفون إلى أبي حنيفة ويسألونه عما ينوبهم من

المسائل وما يشتبه عليهم من الحديث۔ (مناقب ج2 ص148 للموفق)

ترجمہ: بڑے بڑے محدثین جیسے: زکریا بن ابی زائدہ ؒ، عبد الملک بن ابی سلیمان ؒ، لیث بن ابی سلیم ؒ، مطرف بن طریف ؒ، حصین ابن عبد الرحمان ؒ وغیرہ امام ابوحنیفہ ؒ کے پاس آیا کرتے تھے، اور آپ ؒ سے پیش آمدہ مسائل کے بارے میں جواب پوچھتے، اور وہ احادیث جس کا مطلب ان پر پوری طرح نہیں کھل پاتا تھا۔ یہ آپ ؒ سے ان کے معانی معلوم کرتے تھے۔

غیر مقلد بنارسی سے مزید سنئے، وہ کہتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ ؒ سے اولاً تو تفسیر اور روایتِ حدیث موجود ہی نہیں، اور اگر کہیں مل جائے، تو وہ بھی غلط ہی ہوں گی۔ وہ غلط کیوں ہوں گی؟ اس لئے کہ امام صاحب ؒ ضعیف اور بے خبر شخص تھے"۔

بنارسی لکھتا ہے:

"آیاتِ قرآن میں سے چالیس، پچاس آیتوں کی تفسیر اور حدیثوں میں سے ایک سو حدیثوں کی بھی روایت بسند صحیح امام صاحب ؒ سے میسر نہیں ہوسکتیں۔ بفرضِ محال اگر ہوں بھی، تو صحیح اور قابلِ قبول نہیں ہوسکیں گی، کیونکہ امام ابوحنیفہ ؒ علاوہ ضعیف ہونے کے واقعات سے بالکل بے خبر تھے، جس کا جاننا رواۃ، یا ائمۂ حدیث کو ضروری ہے"۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص6)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی سے آیاتِ قرآن کی تفسیر نہ ملتی ہو، اور سو احادیث کی روایت نہ ملے، تو کیا وہ ضعیف اور بے خبر سمجھا جائے؟ بنارسی بابو ان جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم بلکہ ان خلفاء رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا کہے گا جن سے ہمیں قرآن کی تفسیر ملتی ہے اور نہ ان سے سو (100) حدیثوں کے شواہد ملے۔ کیا وہ بھی معاذ اللہ ضعیف اور واقعات سے بے خبر تھے؟ پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ ان ائمۂ محدثین پر کیا فتویٰ لاگو ہوگا جنہوں نے اپنی کتابوں میں ان راویوں سے روایتیں لیں جو مرجئی، رافضی اور قدری اور غالی شیعہ تھے؟

جاتے جاتے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بات بھی سنتے جائیں:

السنن التی تصح قلیلة. هذا أبو بكر لا یصح له تسعة أحادیث، وعمر لا یصح له خمسون حدیثا، وعثمان فأقل، وعلی مع ما كان یحض الناس علی الأخذ عنه، لا یصح له حدیث كثیر. والصحیح عند أهل المعرفة قلیل. (طبقات الشافعیہ ج1 ص232)

ترجمہ: وہ حدیثیں جو صحیح ہیں، تھوڑی ہیں۔ دیکھو: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نو (9) حدیثیں بھی مروی نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پچاس (50) حدیثیں بھی مروی نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس سے بھی کم ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، باوجود یکہ آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کو اخذِ حدیث کی ترغیب دیتے تھے، زیادہ حدیثیں مروی نہیں، اور اہلِ معرفت کے ہاں صحیح حدیثیں کم ہیں۔

اب آپ ہی بتائیں کہ ہم چودہ صدیوں کے ائمۂ مجتہدین اور عالمِ اسلام کے محدثین کی بات مانیں، یا غیر مقلدوں کے اس غیر مقلد بنارسی بابو کی، جسے بنارس میں بیٹھے یہ پتہ چلا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو تو ایک حدیث بھی نہیں آتی تھی، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ علم سے کورے تھے۔ غیر مقلدوں کے اس بنارسی کی بات میں ایک فی صد بھی سچائی ہوتی، تو آپ ہی سوچیں کہ پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ امام مکی بن ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ضحاک بن مخلد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کے مشائخ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کیا لینے گئے تھے؟ اور وہاں ایک عرصہ بیٹھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کیا حاصل کرتے رہے؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استادِ حدیث حضرت محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ امام قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشائخِ حدیث کو کیا سوجھی تھی کہ وہ علم سے بالکل خالی شخص کے شاگردوں سے قرآن وحدیث اور فقہ سیکھنے کے لئے جاتے رہے اور ان کے شاگرد ہونے پر وہ کھلے عام فخر کرتے رہے۔

جن لوگوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو علم سے کورا جانا اور ان کے علم کو تنقید کا نشانہ بنایا، حافظ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ دنیا گواہ ہے حضرت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تمام علومِ شرعیہ میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "الخیرات الحسان" میں امت کے جلیل القدر محدثین اور علمائے جرح وتعدیل کی زبانی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام بتایا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس بحث میں لکھتے ہیں:

"خبردار! کبھی ایسا وہم وگمان بھی نہ کرنا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو سوائے فقہ کے دوسرے کسی فن میں مہارتِ تامہ نہ تھی۔ حاشا وکلا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تمام علومِ شرعیہ: تفسیر وحدیث اور علومِ آلیہ: فنونِ ادبیہ، مقائسِ حکیمہ میں بحرِ ناپیدا کنار، اور امامِ عدیم المثل تھے۔

(الخیرات الحسان، ص65۔ الناشر: مدنی کتب خانہ، کراچی)

محدثِ جلیل حضرت مولانا سید بدر عالم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۸۵ھ) لکھتے ہیں:

"جو شخص امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرات وحالات سے ذرا بھی واقف ہے، اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جمیع علوم میں پوری دستگاہ حاصل تھی۔ علمِ کلام سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ابجد (ابتداء) شروع ہوتی ہے، اور حدیث وتفسیر وفقہ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مشغلہ ہی تھا"۔ (ترجمان السنة، ج1 ص231)

باب6

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت وثقاہت شک وشبہ سے بالاتر ہے

1 فن جرح وتعدیل کا ایک اہم اصول

''فن جرح وتعدیل'' میں اُس شخص کی عدالت وثقاہت سے متعلق بحث ہوتی ہے جو یا تو مجہول ہو، یا اس کی عدالت مشتبہ ہو، لیکن جس شخص کی عدالت وثقاہت اور امانت مشہور ومعروف ہے، اور اہلِ علم میں اس کی توصیف وتعریف بکثرت کی گئی ہے، وہ کسی کی توثیق یا تزکیہ کا محتاج نہیں ہے، اور نہ ہی ایسے شخص کی عدالت وثقاہت کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م463ھ) نے اصولِ حدیث سے متعلق اپنی تصنیف ''الکفایۃ'' میں مستقل ایک باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے:

بَابٌ فِي أَنَّ الْمُحَدِّثَ الْمَشْهُورَ بِالْعَدَالَةِ وَالثِّقَةِ وَالْأَمَانَةِ لَا يَحْتَاجُ إِلَى تَزْكِيَةِ الْمُعَدِّلِ.

ترجمہ: یہ باب اس بیان میں ہے کہ جو محدث عدالت، ثقاہت اور امانت میں مشہور ہو، وہ کسی معدل (عدالت بیان کرنے والے) کے تزکیہ کا محتاج نہیں ہے۔

پھر علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے ذیل میں چند ایسے مشہور محدثین کے نام گنانے کے بعد فرماتے ہیں:

وَمَنْ جَرَىٰ مَجْرَاهُمْ فِي نَبَاهَةِ الذِّكْرِ وَاسْتِقَامَةِ الْأَمْرِ وَالِاشْتِهَارِ بِالصِّدْقِ وَالْبَصِيرَةِ وَالْفَهْمِ، لَا يُسْأَلُ عَنْ عَدَالَتِهِمْ، وَإِنَّمَا يُسْأَلُ عَنْ عَدَالَةِ مَنْ كَانَ فِي عِدَادِ الْمَجْهُولِينَ، أَوْ أَشْكَلَ أَمْرُهُ عَلَى الطَّالِبِينَ.

(الكفاية في علم الرواية، ص86۔ المؤلف: أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي (المتوفى: 463ھ)۔ الناشر: المكتبة العلمية - المدينة المنورة)

ترجمہ: اسی طرح وہ لوگ جو اپنی شرافت اور درستگیٔ معاملات میں ان مذکورہ محدثین کی طرز پر ہوں، اور وہ ان ہی کی طرح راست گوئی، بصیرت اور فہم وفراست میں شہرت رکھتے ہوں، تو ایسے لوگوں کی بھی عدالت وثقاہت کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا، کیونکہ سوال اس شخص کی عدالت سے متعلق ہوتا ہے جو مجہول قسم کے راویوں میں سے ہو، یا اس کا معاملہ طالبانِ حدیث پر مشتبہ ہو۔

حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ (م643ھ) لکھتے ہیں:

عدالة الراوي تارةً تثبت بتنصيص المعدلين على عدالته وتارةً تثبت بالاستفاضة، فمن اشتهرت عدالته بين اهل النقل او نحوهم من اهل العلم، وشاع الثناء عليه بالثقة والامانة استغنى فيه بذلك عن بيّنة شاهدة بعدالته تنصيصا

عَدَالَةُ الرَّاوِي: تَارَةً تَثْبُتُ بِتَنْصِيصِ مُعَدِّلَيْنِ عَلَى عَدَالَتِهِ، وَتَارَةً تَثْبُتُ بِالِاسْتِفَاضَةِ، فَمَنِ اشْتَهَرَتْ عَدَالَتُهُ بَيْنَ أَهْلِ النَّقْلِ أَوْ نَحْوِهِمْ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَشَاعَ الثَّنَاءُ عَلَيْهِ بِالثِّقَةِ وَالْأَمَانَةِ، اسْتُغْنِيَ فِيهِ بِذَلِكَ عَنْ بَيِّنَةٍ شَاهِدَةٍ بِعَدَالَتِهِ تَنْصِيصًا.

(معرفة أنواع علوم الحديث، ويُعرف بمقدمة ابن الصلاح، ص105۔ المؤلف: عثمان بن عبد الرحمن، أبوعمرو، تقي الدين المعروف بابن الصلاح (المتوفى: 643ھ)۔ الناشر: دار الفكر- سوريا، دار الفكر المعاصر - بيروت)

ترجمہ راوی کی عدالت کبھی ائمۂ تعدیل کی عدالت بیان کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے، اور کبھی اس کی عدالت اس کی شہرتِ عام کی بدولت ثابت ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جس شخص کی عدالت ناقلینِ حدیث یا دیگر اہلِ علم میں مشہور ہو، اور اس کی ثقاہت و عدالت عام و شائع ہو، تو ایسے شخص کی عدالت کسی ایسی دلیل کی محتاج نہیں ہے جس میں اس کی عدالت کی تصریح ہو۔

2 امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کسی کی توثیق کے محتاج نہیں ہیں

مذکورہ بالا اصول کے پیشِ نظر حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی ان حضرات میں ہوتا ہے جو کسی محدث کی توثیق و تعدیل کے محتاج نہیں ہیں، بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ان حضرات سے بھی بڑھ کر ہے، کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت، امانت داری، علمی برتری اور تقویٰ وطہارت نہ صرف یہ کہ مشہور ہے بلکہ درجۂ تواتر سے ثابت ہے۔

نامور محقق حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر رحمۃ اللہ علیہ (م 840ھ) آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تصریح کرتے ہیں:

انه ثبت بالتواتر فضله وعدالته وتقواه وامانته۔ (الروض الباسم، 1/308)

ترجمہ بے شک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت، عدالت، پرہیزگاری اور امانت داری تواتر سے ثابت ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

وقد تواتر علمه وفضله، وأُجمع عليه۔ (الروض الباسم، 1/315)

ترجمہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم اور فضل وکمال کا ثبوت تواتر سے ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

علمائے غیر مقلدین کے سرخیل مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م 1339ھ) نے بھی اپنی کتاب ''رَفْعُ الْاِلْتِبَاس عَنْ بَعْضِ النَّاس'' میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ اعتراف کیا ہے:

''آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل کا شہرہ مشارق ومغارب میں ہو چکا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فضل وکمال کے سورج تمام اطراف وجوانبِ ارض کو روشن کر چکے ہیں، حتیٰ کہ ان کا بیان صحرا و بیابانوں کے مسافروں اور گھروں کی پردہ نشین کی زبانِ زد ہو چکا۔ تمام آفاق کے لوگوں نے ان کو نقل کیا اور اہلِ شام وعراق نے ان کا اقرار واعتراف کیا۔ غرض وہ امام جلیل، عالم، فقیہ نبیہ، سب سے بڑے فقیہ تھے کہ ان سے خلقِ کثیر نے تفقہ حاصل کیا۔ متورع، عابد، زکی، تقی، زاہد فی الدنیا، راغب فی الآخرۃ تھے''۔

(ہفت روزہ الاعتصام، لاہور: 27 ستمبر 2002ء، ص 28، 29)

3 آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت سے متعلق سوال کیے بغیر قبول کرنا واجب ہے

اب جب کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس عظیم مقام پر فائز ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت و ثقاہت اور دیگر کمالات کو شہرت عام حاصل ہے، اور اس کو تواتر اور اجماعِ امت سے ثابت مانا جا رہا ہے۔ ایسی صورت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت وثقاہت پر ثبوت مانگنا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو قبول کرنے میں پس وپیش کرنا انتہائی غلط ہے، بلکہ اصولِ حدیث کی رُو سے ضروری ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت سے متعلق سوال کیے بغیر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو قبول کیا جائے۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابواسحاق شیرازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م 476ھ) راوی کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وجملتهٔ ان الراوی لایخلوا ما ان یکون معلوم العدالة، او معلوم الفسق او مجهول الحال، فان کانت عدالته معلومة کالصحابة رضی الله عنهم، او افاضل التابعین کالحسن وعطاء والشعبی والنخعی، اواجلاء الائمة کمالك وسفیان وابی حنیفة والشافعی واحمد واسحٰق ومن یجری مجراهم، وجب قبول خبره ولم یجب البحث عن عدالته۔ اھ

(اللمع فی اصول الفقہ، ص 77۔ طبع: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ترجمہ: راوی کی حالت تین حال سے خالی نہیں ہے؛ یا تو اس کی عدالت معلوم ہوگی، یا اس کا فسق معلوم ہوگا، اور یا وہ مجہول ہوگا۔ پس اگر وہ معلوم العدالت ہے، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، یا جیسے فضلاء تابعین مثلاً: حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ، عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ، اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، یا جیسے اَجِلّہ ائمہ مثلاً: مالک رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان جیسے دیگر ائمہ کرام ہیں، تو اس طرح کے راوی کی حدیث کو قبول کرنا واجب ہے اور اس کی عدالت کے متعلق بحث کرنا غیر ضروری ہے۔

امام برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبری رحمۃ اللہ علیہ (م 732ھ) نے راوی کی عدالت سے متعلق اصول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

ویثبت بالنص۔۔۔ والاستفاضة کالاربعة۔

(رسوم التحدیث فی علوم الحدیث۔ ص 100۔ طبع: دار ابن حزم، بیروت)

ترجمہ: راوی کی عدالت (کسی محدث کی اس سے متعلق) تصریح سے ثابت ہوتی ہے، اور یا راوی کی عام شہرت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ) ہیں۔

ان دو اقتباسات سے واضح ہوگیا، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات کی روایت ہر حال میں واجب القبول ہے، اور یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ کسی کی توثیق و تعدیل کے محتاج نہیں ہیں۔

4 امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت و ثقاہت کو کوئی جرح بھی متاثر نہیں کرسکتی

سابقہ تفصیل کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمۂ

متبوعین کی عدالت وثقاہت مہر نیمروز کی طرح واضح اور روشن ہے، اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان حضرات کو یہ شرف بخشا ہے کہ ان کو پوری امت کا مقتدا بنا دیا ہے، اور پوری امت کو ان کی اقتداء وتقلید پر جمع کر دیا ہے۔ امتِ مسلمہ (جس میں بڑے بڑے جِبالِ علم بھی ہیں) کا ان حضرات پر یہ اعتماد ان کی عدالت وثقاہت پر ایک ایسی ٹھوس اور واضح دلیل ہے کہ اس کے بعد نہ تو ان کی تعدیل وتوثیق پر کسی اور دلیل کو ذکر کرنے کی ضرورت ہے، اور نہ ہی کسی شخص (خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو) کی ان حضرات کے خلاف جرح وقدح ان کی عدالت و ثقاہت کو کچھ متاثر کرسکتی ہے۔ چنانچہ اس وجہ سے محدثین ان ائمہ متبوعین کو ان رُواتِ حدیث کے زمرے میں سے قرار دیتے ہیں کہ جن کے بارے میں یہ فقرہ بولا جاتا ہے "قد قفزوا القنطرة" کہ یہ لوگ پل پار کر چکے ہیں۔

یعنی یہ لوگ عدالت وثقاہت کی اس آخری لائن کو عبور کر چکے ہیں کہ اس کے بعد اب ان کے خلاف کوئی بھی کلام ان کی عدالت وثقاہت پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م 902ھ) نے اپنے استاذ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م 852ھ) سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی جرح کا جواب نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

وفی الجملة، تَرْكُ الخَوْضِ فی مثل هذا أولى، فإنَّ الإمامَ وأمثالَه ممَّن قفزوا القَنْطَرَة، فما صار يُؤَثِّرُ فی أحدٍ منهم قولُ أحدٍ، بل هم فی الدرجة التی رفعهم الله تعالى إليها مِنْ كونهم متبوعين مقتدىً بهم، فليُعتمَدْ هذا، والله ولی التوفيق۔

(الجواهر والدرر فی ترجمة شيخ الإسلام ابن حجر، ج 2 ص 947۔ المؤلف: شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أبی بكر بن عثمان بن محمد السخاوی (ت 947ھ)۔ الناشر: دار ابن حزم للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت-لبنان۔ الطبعة: الأولى، 1419ھ-1999م۔ عدد الأجزاء: 3؛ حاشیہ بغیۃ الراغب المتمنی فی

ختم النسائی، ص62، للسخاویؒ)

ترجمہ: خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس طرح کے معاملے میں گفتگو نہ کرنا ہی بہتر ہے، اس لیے کہ امام (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) اور ان جیسے دیگر حضرات ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو پل کو عبور کر چکے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے کسی کے بارے میں کسی شخص کی جرح کچھ بھی مؤثر نہیں ہو سکتی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے درجے پر فائز کیا ہے کہ ان کو لوگوں کا پیشوا اور مقتدا بنا دیا ہے۔ لہٰذا اسی بات پر اعتماد کرنا چاہیے۔

نامور محدث حافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ٧٦١ھ) نے اس بات کو اور زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ موصوف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف وارد جرح کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

واما الكلام فى الامام ابى حنيفة، فهو مما يتعين الاعراض عنه، وعدم الاعتداد به، كما لا يلتفت الى ما قيل فى غيره من الائمة الكبار، لان ذلك كان من اقران لهم معاصرين، ثم ان ما صنعه الله تعالى لهم من العظمة فى قلوب الناس ورفع القدر والمنزلة، و جمع القلوب على تقليدهم دافع لجميع ماقيل فيهم، مع مالهم من الفضائل الباهرة والمناقب الكثيرة رحمة الله عليهم۔ واليفكر العاقل فى نفسه ان خلقا كثيرا من الائمة المتقدمين كانوا مجتهدين، ووضعوا فى العلم عدة تصانيف، ولم يجعل الله لاحد منهم ماجعل لهذه الائمة الاربعة رضى الله عنهم من العظمة فى القلوب، والاتفاق على تقليدهم، والرجوع اليهم، فهذه ولاية من الله تعالى لايتطرق اليها عزل ولا تنخدش بمايرى من الاقوال التى لا تجزى شيئا. فهذا هو الذى يتعين اعتباره شرعا۔ (فتاوی العلائی، ص245، 246۔ طبع: دار الفتح، اردن)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کبار رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں جو جرح کی گئی ہے، اس سے اعراض کرنا، اور اس کو غیر معتبر سمجھنا ہی متعین ہے۔ اس لیے کہ یہ جرح (زیادہ تر) ان

کے اقران و معاصرین سے مروی ہے (جو اصولاً غیر معتبر ہے)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ان حضرات کی جو عظمت، بلند مرتبت اور منزلت بٹھا دی ہے، اور (لوگوں کے) قلوب کو ان کی تقلید پر جمع کر دیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ ان حضرات کے جو واضح فضائل اور بکثرت مناقب ہیں، یہ سب کچھ ان کی بابت وارد ہر قسم کی جرح کو دَفع کر دیتے ہیں۔ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ۔ اور پھر ایک عقل مند خود یہ غور و فکر کرے کہ (ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے علاوہ بھی) بکثرت ائمہ متقدمین رحمۃ اللہ علیہم گزرے ہیں جو درجۂ اجتہاد پر فائز تھے، اور انہوں نے علم میں متعدد کتب بھی تصنیف کی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے لیے لوگوں کے دلوں میں جو عظمت، اور ان کی تقلید پر اتفاق، اور امت کا ان کی طرف رجوع پیدا کیا، وہ دیگر ائمہ متقدمین رحمۃ اللہ علیہم کو نصیب نہیں ہو سکا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے لیے) ایسی ولایت ہے کہ کمزوری جس کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتی، اور نہ ہی (ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے خلاف) منقول اقوال کی وجہ سے اس میں کچھ خلل آ سکتا ہے، (کیونکہ پوری امت کے اتفاق کے مقابلے میں چند اشخاص کی ذاتی آراء کیا حیثیت رکھتی ہیں؟)۔ پس یہی بات شرعی طور پر متعیّن ہے۔

نامور غیر مقلد عالم اور سابق امیر جمعیّت اہلحدیث پاکستان مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ (م 1387ھ) بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ روایات کا دفاع کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ ان روایات سے مشاہیر ائمہ رحمۃ اللہ علیہم کی رفعتوں میں کوئی کمی نہیں آتی''۔ (مقالات حدیث، ص525)

الغرض امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ عدالت و ثقاہت کے اس عظیم مقام پر فائز ہو چکے ہیں کہ اس کے بعد نہ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کسی کی تعدیل و توثیق کی ضرورت ہے، اور نہ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف وارد کوئی کلام آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مقام کو ٹھیس پہنچا سکتا ہے۔

5 امام اعظم ؒ عند الجمہور ثقہ ہیں

حضرت امام صاحب ؒ کی توثیق وتعدیل نقل کرنے کی اگرچہ ضرورت تو نہیں ہے، کیونکہ بالتفصیل گزرا ہے کہ آپ ؒ جیسے لوگوں کی روایت کو بلاچوں وچراں قبول کرنا واجب ہے، اور ان کی عدالت وثقاہت سے متعلق بحث کرنا غیر ضروری ہے، لیکن بایں ہمہ آپ ؒ کے ناقدین کی تسلی کے لیے عرض ہے کہ آپ ؒ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، اور محدثین کے جمِ غفیر نے روایت حدیث میں آپ ؒ کو صراحتاً ثقہ وقابل اعتماد قرار دیا ہے۔

حافظ المغرب علامہ ابن عبدالبر مالکی ؒ (م 463ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو عُمَرَ رَحِمَهُ اللهُ: "الَّذِينَ رَوَوْا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَوَثَّقُوهُ وَأَثْنَوْا عَلَيْهِ أَكْثَرُ مِنَ الَّذِينَ تَكَلَّمُوا فِيهِ". (جامع بیان العلم وفضلہ، ج2 ص 1082 رقم 2114)

ترجمہ: جن محدثین نے امام ابوحنیفہ ؒ سے روایت کی ہے اور آپ ؒ کی توثیق وتعریف کی ہے، وہ ان لوگوں سے بہت زیادہ ہیں جنہوں نے آپ ؒ کی بابت (بلاوجہ) کلام کیا ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

وَقَدْ أَثْنَى عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَفَضَّلُوهُ.

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج2 ص 1080 رقم 2105)

ترجمہ: اہلِ علم کی ایک پوری جماعت نے آپ ؒ کی تعریف کی ہے اور آپ ؒ کی فضیلت کو تسلیم کیا ہے۔

کثیر التصانیف محدث امام علاء الدین مغلطائی ؒ (م 762ھ) آپ ؒ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

ابو حنیفۃ و قد اثنی علیہ و زکّاہ الجماء الغفیر من الائمۃ والعلماء المتأخرین۔ (اکمال تھذیب الکمال، 12/56)

ترجمہ: ائمہ (کبار) اور علمائے متأخرین کے جمِ غفیر نے امام ابوحنیفہ ؒ کی تعریف وتوثیق کی ہے۔

محدث جلیل امام علی بن عثمان ماردینی ؒ المعروف بہ ابن الترکمانی ؒ (م 750ھ) نے بھی آپ ؒ کے متعلق تصریح کی ہے:

وان تکلم فیہ بعضھم فقد وثقہ کثیرون، واخرج لہ ابن حبان فی صحیحہ واستشھد بہ الحاکم ومثلہ فی دینہ وورعہ وعلمہ لایقدح فیہ کلام اولئك۔ (الجوہر النقی مع السنن الکبریٰ للبیہقیؒ، 8/203، طبع: مکتبۃ المعارف الریاض)

ترجمہ: آپ ؒ کے بارے میں اگرچہ بعض محدثین نے کلام کیا ہے لیکن اکثر محدثین نے آپ ؒ کی توثیق کی ہے۔ امام ابن حبان ؒ نے اپنی "صحیح" میں آپ ؒ سے حدیث کی تخریج کی ہے اور امام حاکم ؒ نے "المستدرک" میں آپ ؒ کی حدیث سے استشہاد (یعنی اس کو بطورِ شہادت پیش) کیا ہے۔ لہٰذا آپ ؒ جیسے دیندار، پارسا اور اہلِ علم شخص کے بارے میں ان بعض لوگوں کا کلام کرنا کچھ وقعت نہیں رکھتا۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی ؒ (م 1329ھ) نے بھی اقرار کیا ہے:

"ایک خلقِ کثیر نے امام صاحب ؒ کے فضائل وکمال اور محامد ومحاسن کا اعتراف کیا ہے، حتیٰ کہ مادحین کی تعداد مذمت کرنے والوں سے، تحسین کرنے والوں کی تعداد تنقیص کرنے والوں سے، تزکیہ کرنے والوں کا شمار متہم کرنے والوں سے، تعدیل کرنے والوں کا عدد جرح کرنے والوں سے زیادہ ہے"۔

(ہفت روزہ الاعتصام، لاہور: 27 ستمبر 2002ء، ص 29)

6 امام ابوحنیفہ ؒ کی تعدیل وتعریف کرنے والوں کے اسمائے گرامی کا ذکر

1 امام باقر محمد بن علی بن حسین ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں فرمایا:

مَا أَحْسَنَ هَدْيَهُ وَسَمْتَهُ وَمَا أَكْثَرَ فِقْهَهُ.

(الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقهاء (ابن عبد البر) ص124)

ترجمہ اُس کی سیرت وصورت کتنی اچھی ہے، اوراس کی دین فہمی بہت زیادہ ہے۔

2 امام حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا:

هٰذَا مَعَ فِقْهِهِ يُحْيِي اللَّيْلَ وَيَقُومُهُ.

(الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقهاء ص125)

ترجمہ یہ شخص فقاہت کے ساتھ ساتھ رات کو زندہ کرتا ہے۔ اوراس میں قیام کرتا ہے۔

3 امام محدث مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ أَبَا حَنِيفَةَ! إِنْ كَانَ لَفَقِيهًا عَالِمًا.

(الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقهاء ص125)

ترجمہ اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر رحم فرمائے! بے شک وہ فقیہ عالم تھے"۔

4 امام محدث ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی، اوراُن کو فَقِيه أهل الْكُوفَة أَبُو حنيفَة کہا۔(الانتقاء ص125)

5 امام اَعمش رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی، اور فرمایا: "بُورِكَ لَهُ فِي عِلْمِهِ" (اُن کے علم میں برکت دی گئی ہے)۔(الانتقاء، ص126)

6 امام شعبہ بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی۔

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پرآپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا تھا اور فرمایا تھا:

"لَقَدْ ذَهَبَ مَعَهُ فِقْهُ الْكُوفَةِ. تَفَضَّلَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَعَلَيْهِ بِرَحْمَتِهِ".

(الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقهاء ص126، 127)

ترجمہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی کوفہ کی فقہ رخصت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور اُن کے اوپراپنے فضل وکرم کے ذریعے رحمت نازل فرمائے۔

7 امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی۔

"كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ شَدِيدَ الْأَخْذِ لِلْعِلْمِ ذَابًّا عَنْ حَرَمِ اللّٰهِ أَنْ تُسْتَحَلَّ يَأْخُذُ بِمَا صَحَّ عِنْدَهُ مِنَ الْأَحَادِيثِ الَّتِي كَانَ يَحْمِلُهَا الثِّقَاتُ، وَبِالْآخِرِ مِنْ فِعْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، وَبِمَا أَدْرَكَ عَلَيْهِ عُلَمَاءُ الْكُوفَةِ. ثُمَّ شَنَّعَ عَلَيْهِ قَوْمٌ. يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَهُمْ. (الانتقاء ص142)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علم (حدیث) کو نہایت مضبوطی سے تھامنے والے تھے، اور حُدودُ اللہ کی بے حرمتی کی بہت روک تھام کرنے والے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ صرف وہی حدیث لیتے تھے جوآپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح اورثقہ راویوں سے مروی ہو، اورجس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری عمل مذکور ہو۔ نیز جس حدیث پرآپ رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے کوفہ کو عمل پیرا ہوتے ہوئے پایا تھا۔ لیکن پھر بھی کچھ لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر(بلاوجہ) تنقید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اوراُن لوگوں کی مغفرت فرمائے۔

8 امام الْمُغِيرَةُ بْنُ مِقْسَمٍ الضَّبِّيُّ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی۔

قَالَ مُغِيرَةُ: "يَا جَرِيرُ! أَلَا تَأْتِي أَبَا حَنِيفَةَ؟". (الانتقاء ص128)

ترجمہ حضرت مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اے جریر! تم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس (حصولِ علم کے لیے) کیوں نہیں جاتے؟"۔

9 امام حسن بن صالح بن حی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

كَانَ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ فَهِمًا عَالِمًا مُتَثَبِّتًا فِي عِلْمِهِ، إِذَا صَحَّ عِنْدَهُ الْخَبَرُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَعْدُهُ إِلَى غَيْرِهِ. (الانتقاء ص128)

ترجمہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ فہم عالم تھے۔ اپنے علم میں مضبوط تھے۔ جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے کوئی خبرِ صحیح پہنچتی، تو اسے غیر کی طرف نہ لوٹاتے۔

10 امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول گزرچکا

أَوَّلُ مَنْ أَقْعَدَنِي لِلْحَدِيثِ بِالْكُوفَةِ أَبُو حَنِيفَةَ، أَقْعَدَنِي فِي الْجَامِعِ، وَقَالَ: "هٰذَا أَقْعَدُ النَّاسِ بِحَدِيثِ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ". فَحَدَّثْتُهُمْ. (الانتقاء ص128)

ترجمہ مجھے سب سے پہلے کوفہ میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کے لیے بٹھایا، تو مجھے جامع کوفہ

میں بٹھا کر فرمایا: "ان لوگوں کو عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث بیان کرو"۔ پس میں نے انہیں حدیث بیان کیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دیتے ہوئے کہتے: "فقیہ ابوحنیفہ ہیں"۔

(الانتقاء ص129)

11 امام سعید بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ عَالِمَ الْعِرَاقِ۔ (الانتقاء ص130)

ترجمہ "ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عراق کے عالم تھے"۔

12 امام حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تعریف کی۔ الانتقاء، ص۲۰۱ ملاحظہ کریں۔

13 امام شریک قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تعریف کی۔ الانتقاء، ص۲۰۱ ملاحظہ کریں۔

14 امام ابن شبرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عَجَزَتِ النِّسَاءُ أَنْ تَلِدَ مِثْلَ النُّعْمَانِ۔ (الانتقاء، ص131)

ترجمہ "عورتیں نعمان رحمۃ اللہ علیہ جیسا پیدا کرنے سے عاجز ہوگئیں"۔

15 امام یحییٰ بن سعید قطان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی جیسا کہ پہلے گزر چکی۔ (الانتقاء، ص202، 204 ملاحظہ کریں)

16 امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص اصحاب میں سے تھے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی۔ وہ بڑے اسلامی مراجع مدون ہے۔ جیسا کہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کی الانتقاء، ص202، 208 میں بر سبیل مثال موجود ہے۔

17 قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ حَلِيمًا ورعا سخيا۔ (الانتقاء ص134)

ترجمہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بردبار، صاحبِ ورع اور سخی تھے۔

18 امام حجر بن عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"مَا رَأَى النَّاسُ أَحَدًا أَكْرَمَ مُجَالَسَةً مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ، وَلَا أَشَدَّ إِكْرَامًا

لِأَصْحَابِهِ مِنْهُ"۔ (الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء ص134)

ترجمہ لوگوں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے زیادہ عزت والی مجلس نہیں دیکھی، اور نہ ہی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے تلامذہ کے ساتھ عزت سے زیادہ کسی کی عزت نہیں دیکھی۔

19 زہیر بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے آیا، تو انہوں نے اسے فرمایا:

إِنَّ ذَهَابَكَ إِلَى أَبِي حَنِيفَةَ يَوْمًا وَاحِدًا أَنْفَعُ لَكَ مِنْ مَجِيئِكَ إِلَيَّ شَهْرًا۔

(الانتقاء ص134)

ترجمہ تیرا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دن جانا میرے پاس ایک مہینہ آنے سے زیادہ نفع مند ہے۔

20 حجاج بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے امام ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا:

عَنْ كُوفِيِّكُمْ: هٰذَا النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ شَدِيدُ الْخَوْفِ لِلّٰهِ أَوْ قَالَ خَائِفٌ لِلّٰهِ۔ (الانتقاء ص135)

ترجمہ مجھے کوفہ والوں سے یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے ہیں۔

☆ روح بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "میں امام ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کے پاس 150ھ میں تھا، تو انہیں بتایا گیا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔ تو انہوں نے فرمایا:

فَقَالَ: رحمه الله قد ذهب معه علم كثير۔ (الانتقاء ص135)

"بے شک ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ علم کثیر لے گئے"۔

21 امام عبدالرزاق صنعانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا قَطُّ أَحْلَمَ مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ۔ (الانتقاء ص135)

ترجمہ میں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ حلم والا یعنی مضبوط انسان کبھی نہیں دیکھا۔

22 امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ وَقَوْلُهُ فِي الْفِقْهِ مُسَلَّمًا لَهُ فِيهِ۔ (الانتقاء ص135)

وَمَنْ أَرَادَ الْفِقْهَ فَهُوَ عِيَالٌ عَلٰى أَبِي حَنِيْفَةَ. (الانتقاء ص136)

ترجمہ ابوحنیفہ ؒ کا قول فقہ میں مسلّم ہے۔
جو شخص فقہ حاصل کرے گا تو وہ ابوحنیفہ ؒ کے عیال میں سے ہے۔

23 امام وکیع بن جراح ؒ نے بھی امام ابوحنیفہ ؒ کی تعریف کی جیسا کہ گزر چکا ہے۔
(الانتقاء ص211 ملاحظہ کریں)

24 امام خالد واسطی ؒ نے یزید بن ہارون ؒ سے فرمایا:

انْظُرْ فِي كَلَامِ أَبِي حَنِيفَةَ لِتَتَفَقَّهَ فَإِنَّهُ قَدِ احْتِيجَ إِلَيْكَ أَوْ قَالَ إِلَيْهِ وروى عَنهُ خالد الْوَاسِطِيُّ أَحَادِيثَ كَثِيرَةً. (الانتقاء ص136)

ترجمہ "تو ابوحنیفہ ؒ کے کلام کی طرف دیکھ، تاکہ فقہ سیکھ لے۔ بے شک تو اس کی طرف محتاج ہے"۔ اور واسطی ؒ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی امام ابوحنیفہ ؒ سے روایات بہت زیادہ ہیں۔

25 حاتم بن آدم ؒ کہتے ہیں: میں نے امام الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى السِّينَانِيُّ ؒ سے عرض کیا: "آپ ؒ ان لوگوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں طعن کرتے ہیں؟"۔ تو انہوں نے فرمایا:

"إِنَّ أَبَا حَنِيفَةَ جَاءَهُمْ بِمَا يَعْقِلُونَهُ وَبِمَا لَا يَعْقِلُونَهُ مِنَ الْعِلْمِ، وَلَمْ يَتْرُكْ لَهُمْ شَيْئًا فَحَسَدُوهُ".

(الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقہاء (ابن عبد البر) ص136)

ترجمہ بے شک ابوحنیفہ ؒ ان کے پاس علم کی ایسی باتیں لے آئے جنہیں وہ سمجھتے تھے، اور جنہیں وہ نہیں سمجھتے تھے۔ اور ابوحنیفہ ؒ نے ان لوگوں کے کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ تو انہوں نے ان سے حسد کیا۔

26 سلیمان شاذکونی ؒ کہتے ہیں: مجھے عیسی بن یونس ؒ نے فرمایا:

"لاتتكلمن فِي أَبِي حَنِيفَةَ بِسُوءٍ وَلَا تُصَدِّقَنَّ أَحَدًا يسيء الْقَوْلَ فِيهِ، فَإِنِّي وَاللهِ! مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْهُ وَلَا أَوْرَعَ مِنْهُ وَلَا أَفْقَهَ مِنْهُ".

(الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقہاء (ابن عبد البر) ص136، 137)

ترجمہ ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں کبھی بھی برا کلام نہ کرنا، اور نہ ہی اس کی تصدیق کرنا، جو ان کے بارے میں بری بات کرتا ہے۔ پس اللہ کی قسم! بے شک میں نے ان سے زیادہ کوئی صاحبِ فضیلت وصاحبِ تقوی اور فقیہ انسان نہیں دیکھا۔

☆ حافظ ابن عبدالبر ؒ "الانتقاء" ص137 میں کہتے ہیں:

وَمِمَّنْ انتهى الينا ثَنَاؤُهُ على أَبي حنيفة ومدحه لَهُ.

اس کے بعد جن لوگوں نے حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کی ثناء و مدح کی ہے۔ اُن کے نام یہ ہیں:

(27) عبد الحميد بن يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ ؒ (28) مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ ؒ (29) النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّد ؒ (30) يُونُس بن أَبي اسحاق ؒ (31) اسرائيل ابْن يُونُس ؒ (32) زفر بن الْهُذَيْل ؒ (33) عُثْمَان البتي ؒ (34) جَرِير بن عبد الحميد ؒ (35) ابو مقَاتل حَفْص بن مُسلم ؒ (36) أَبُو يُوسُف الْقَاضِي ؒ (37) سَلْمُ بْنُ سَالِمٍ ؒ (38) يَحْيَى بن آدم ؒ (39) يزِيد ابْن هَرُون ؒ (40) ابْنُ أَبِي رِزْمَةَ ؒ (41) سَعِيدُ بْنُ سَالِمٍ الْقَدَّاحُ ؒ (42) شَدَّاد بن حَكِيم ؒ (43) خارجة ابْن مُصعب ؒ (44) خلف بن ايوب ؒ (45) أَبُو عبد الرحمن المقرى ؒ (46) مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ الْكَلْبِيُّ ؒ (47) الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ ؒ (48) أَبُو نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ ؒ (49) الْحَكَمُ بْنُ هِشَام ؒ (50) يزِيد ابْن زُرَيْع ؒ (51) عبد الله بن دَاوُد الحربي ؒ (52) مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ ؒ (53) زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ ؒ (54) اُن کے بیٹے: يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ ؒ، (55) زائدة بن قدامة ؒ (56) يحيى بن معِين ؒ (57) مَالك ابْن مغول ؒ (58) أَبُو بكر بن عَيَّاش ؒ، (59) ابو خالد الأَحْمَرُ ؒ (60) قَيْس

بْنُ الرَّبِیعِ رحمۃ اللہ علیہ ، (61) أَبُو عَاصِمٍ النَّبِیلُ رحمۃ اللہ علیہ ، (62) عبد الله بن مُوسٰی رحمۃ اللہ علیہ ، (63) مُحمّد بن جَابر (ابن سیار) رحمۃ اللہ علیہ (64) الاصمعی رحمۃ اللہ علیہ (65) شقیق البلخی رحمۃ اللہ علیہ ، (66) علی ابن عَاصِمٍ رحمۃ اللہ علیہ (67) یَحْیَی بْنُ نَصْرٍ رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ اس کے بعد حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ "الانتقاء" ص 137 میں فرماتے ہیں:

کُلُّ هٰؤُلاءِ أَثْنَوْا عَلَیْهِ وَمَدَحُوهُ بِأَلْفَاظٍ مُخْتَلِفَةٍ، ذَکَرَ ذٰلِكَ کُلَّهٗ أَبُو یَعْقُوبَ یُوسُفُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ یُوسُفَ الْمَکِّیُّ فِي کِتَابِهِ الَّذِي جَمَعَهٗ فِي فَضَائِلِ أَبِي حَنِیفَةَ وَأَخْبَارِهٖ، حَدَّثَنَا بِهٖ حَکَمُ بْنُ مُنْذِر رحمه الله۔

ترجمہ ان سب نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی اور مختلف الفاظ کے ساتھ ان کی مدح سرائی کی اور یہ سب أَبُو یَعْقُوبَ یُوسُفُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ یُوسُفَ الْمَکِّیُّ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب: "فَضَائِلُ أَبِي حَنِیفَةَ وَأَخْبَارِهٖ" میں بیان کیا۔ ہمیں حکم بن منذر بن سعید رحمۃ اللہ علیہ نے وہ بیان کی۔

علامہ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر تعلیقاً کہتے ہیں:

اسی طرح ایک نسخہ کے حاشیہ میں ہے اور ص 93 میں ہے:

امام رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرنے والوں میں خلیل بن احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، جیسا کہ ابوالطیب عبدالواحد بن علی لغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ: "مراتب النحویین" ص 105 میں اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں ذکر کیا۔ پس فرمایا: "ہمیں محمد بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہوں نے کہا، ہمیں بربری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہمیں طائع رحمۃ اللہ علیہ نے اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا: وہ کہتے ہیں: "خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ میں غور وفکر کیا، تو اس سے کہا گیا: آپ رحمۃ اللہ علیہ اسے کیسا پاتے ہیں؟"۔ اس نے کہا: "میں نے اسے بہت خوب پایا، اور ان کا طریقہ بھی عمدہ ہے۔ ہم لغو میں ہیں اور ہمارا طریقہ بھی لغو ہے"۔ انتہیٰ

☆ عبدالفتاح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

پس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرنے والے علماء کی تعداد یہاں 68 ہے، جب تم ان میں دو جلیل القدر ائمہ: محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بن زیاد لؤلؤی رحمۃ اللہ علیہ کا اضافہ کرو گے، تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرنے والوں کی تعداد 70 ہو جائے گی، اور وہ تمام جلیل القدر علماء ہیں، یا ان میں بزرگ ترین مشہور ائمۂ کبار ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیات، علم ودین، ورع وتزکیہ اور امامت فی الدین کو ثابت کرنے کے لیے صرف پانچ یا دس افراد کا تعریف کرنا ہی کافی رہے گا، اور وہ بشر ہیں۔ ان سے خطاء وصواب دونوں ممکن ہیں، اور وہ باقی مجتہدین کی طرح اجتہاد کرنے میں معصوم عن الخطاء نہیں ہیں۔ پس تمہیں ان حضرات کی بیان کردہ تعریف کافی ہے۔ مثلاً:

ابوجعفر باقر رحمۃ اللہ علیہ، حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ، مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ، ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ، اعمش رحمۃ اللہ علیہ، شعبہ رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ، سعید بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ علیہ اور حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ۔ پس یہ دس افراد ثقاہت وعلم اور دین میں پہاڑ ہیں۔ اگر یہ کسی معاملے پر گواہی دے دیں، تو ان کی گواہی قبول کی جائے گی، اور بغیر کسی شک وشبہ کے ان کے مخالف کی گواہی مردود ہوگی، اور تعریف کرنا ہی گواہی ہے۔ اور اگر تم چاہتے ہو کہ مزید دوسرے دس افراد کی گواہی کا اضافہ کرو، اور وہ بھی ثقاہت وعلم اور دین میں پہاڑ ہوں، تو ان کی گواہی کا اضافہ کرو، یعنی ابن شبرمہ رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن سعید قطان رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، زہیر بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ، عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ، خالد واسطی رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ۔ پس یہ دس پہلے دس ائمہ کے ساتھ بیس (20) تزکیہ کرنے والے امام ہو گئے۔

یہ تمام اسمائے گرامی اکابر علماء، ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والے صالحین کے ہیں۔ اگر یہ کسی ضعیف راوی کی طرف متوجہ ہوں، تو وہ حجت بن جائے گا۔ پس کیسے ہے جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرنے والے ستر (70) ماہر وصالح ائمہ جو کبار علمائے سلف میں سے ہیں۔ ان میں محدث وفقیہ، مقری ومجاہد، ناسک وعابد، قاضی

وزاہد، حجۃ الادب اور لسان العرب شامل ہیں۔ اور اکثر علماء نے تواتر میں جو عدد کی حد بندی کی ہے وہ ستر (70) ہے۔ پس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف بھی حدِ تواتر کو پہنچ چکی ہے، اور وہ تعریف کرنے والے اس امت کے سلف میں چنیدہ علماء ہیں جن کے دین وعلم اور ورع کی گواہی دی گئی ہے۔

صحیح مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: مُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا خَيْرًا. فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ". وَمُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ". قَالَ عُمَرُ: "فِدًى لَكَ أَبِي وَأُمِّي مُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا خَيْرٌ فَقُلْتَ: وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَمُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا شَرٌّ، فَقُلْتَ: وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ". (صحیح مسلم -ط الترکیۃ (مسلم) رقم 60-949)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک جنازہ گزرا، تو اس کی اچھائی بیان کی گئی۔ بنی اکرم ﷺ نے فرمایا: "واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی"۔ ایک دوسرا جنازہ گزرا تو اس کی برائی بیان کی گئی۔ پھر بھی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوجائیں! ایک جنازہ گزرا اور لوگوں نے اس کی تعریف کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔ پھر دوسرا جنازہ گزرا، تو اس کی برائی کی گئی، جب بھی آپ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی؟"۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کی تم نے تعریف بیان کی، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے برائی

بیان کی اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی، تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو، تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو، تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو"۔ انہی (یہ جملہ نبی اکرم ﷺ نے تین بار فرمایا)۔

☆ پس یہ علماء بھی زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں۔

عبدالفتاح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"جنہوں نے یہاں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی، ان کی تعداد ستر (70) تک پہنچی ہے اور وہ سب شیوخ وعلماء ہیں، اور ان سب نے امام رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی، امام کی صحبت میں رہے اور ان سے علم حاصل کیا سوائے امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کے کیونکہ ان سے امام رحمۃ اللہ علیہ نے علم حاصل کیا، اور سوائے امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ پس بے شک وہ امام رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر ہیں، اور بصرہ میں رہتے تھے، اور میں اس پر مطلع نہیں ہوا کہ انہوں نے امام رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور سوائے ان دو افراد کے، جو امام رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے، اور امام رحمۃ اللہ علیہ کے کبار اصحاب سے ملاقات کی، اور وہ دونوں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جرح وتعدیل امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور یہ تمام ائمہ ثقہ وعادل ہیں۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کر کے ان کے بارے میں گواہی دی، اور وہ اوصاف بیان کیے جو وہ جانتے تھے اور آنکھوں دیکھا خبر کی طرح نہیں ہے۔

☆ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرنے والے ان ستر علماء میں محدثین، حفاظ اعلام اور ائمہ سنت کے شیوخ ہیں، اور وہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے بھی شیوخ ہیں۔ اور ان کے شیوخ کے شیوخ میں، جو اتقیاء، اذکیاء اور نقاد ہیں اور ان میں ذہین ترین فقہاء اور بصیرت رکھنے والے صلحاء ہیں، اور ان میں بڑے بڑے عبادت گزار اور عقل مند بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین پر امین ہیں جیسا کہ تم نے ان کے تراجم کا خلاصہ دیکھا۔

یہ سب (ائمہ وعلماء ومحدثین) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دین وصلاح، تقویٰ وپرہیزگاری، علم وفقہ تثبت وثقاہت، امامت ودیانت، بیدار مغزی وسیرت اور سخاوت وعظمت پر

متفق ہیں، اور آپ کا اپنے آپ کو اپنے دین وآخرت پر خوف و ورع کے باعث منصب قضاء سے روکنے، اس پر قید کی صعوبتیں برداشت کرنے اور منصبِ قضاء قبول نہ کرنے کی وجہ سے سزا پر صبر کرنے پر ان کا اتفاق ہے اور ان کی گواہیاں اس پر ان امام کے بارے میں ہیں اور وہ سب آپ ؒ کے متعلق تعصب سے بری ہیں، اور تعصب تو امام ابوحنیفہ ؒ کے دشمنوں پر ہے۔

امام ابوحنیفہ ؒ کی تعریف کرنے والوں میں مکی بن ابراہیم ؒ بھی شامل ہیں جیسا کہ تہذیب الکمال میں ہے اور مکی بن ابراہیم ؒ بخاری ؒ کے کبار شیوخ میں سے ہیں، اور بخاری ؒ کی اکثر ثلاثیات ان کے طریق سے مروی ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ ؒ کی تعریف کرنے والوں میں علی بن مدینی ؒ بھی ہیں جیسا کہ انہوں نے فرمایا: "ابوحنیفہ ؒ سے ثوری ؒ اور ابن مبارک ؒ نے روایت کی، اور ان سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہاں علی بن مدینی ؒ کا مختصر تذکرہ بیان کیا جاتا ہے، تا کہ ان کی طرف سے امام ابوحنیفہ ؒ کی توثیق کی قیمت معلوم ہو جائے اور میں یہ کلام اپنے مشائخ کے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ ؒ کی تعلیقات سے ذکر کرتا ہوں، جو" قواعد فی علوم الحدیث "ص 324 پر ہیں جیسا کہ آپ ؒ ابن مدینی ؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ابن مدینی ؒ بخاری ؒ کے شیوخ میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنی صحیح کو ان کی روایت سے بھر دیا جن کے لیے بخاری ؒ نے علم وحدیث میں بالغ نظری کا اقرار کیا۔ پس حافظ ابن حجر ؒ کی تہذیب التہذیب، ج7، ص351، 352 اور 356 میں ان کے ترجمہ میں ہے: بخاری ؒ نے کہا: میں نے اپنے آپ کو صرف علی بن مدینی ؒ کے آگے چھوٹا سمجھا اور وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے"۔
نسائی ؒ نے کہا: "گویا کہ اللہ تعالیٰ نے علی بن مدینی ؒ کو صرف اسی کام کے لیے پیدا کیا"۔
ابو یحییٰ ؒ نے کہا: "علی بن مدینی ؒ جب بغداد میں آئے، اور اپنے درس کا آغاز

کیا، اور یحییٰ بن معین ؒ، احمد بن حنبل ؒ اور معیطی ؒ آ گئے۔ لوگ انہیں دیکھتے رہتے۔ پس جب وہ کسی چیز کے بارے میں اختلاف کرتے تو اس میں علی بن مدینی ؒ کلام کرتے۔ سفیان بن عیینہ ؒ علی بن مدینی کو "حَيَّةُ الوادی" کے نام سے پکارتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ معرفتِ رجال وسنت میں مضبوط تھے اور ان کی نظر بہت گہری تھی تو ان پر کمزور وضعیف مخفی نہیں ہوتے تھے۔

☆ پھر بے شک علی بن مدینی ؒ رجال میں متشدد ہیں، اور ان کا تشدد بھی معروف ہے، جس پر کئی علماء نے نص فرمائی ان میں سے حافظ ابن حجر نے "تہذیب التہذیب" ج 8، ص 292 میں فضیل بن سلیمان نمیری ؒ کے ترجمہ میں اور "ھدی الساری"، ص435 میں فرمایا:

روی عنه علی بن المدینی و کان من المتشددین.

ترجمہ: علی بن مدینی ؒ نے اس سے روایت کی حالانکہ وہ متشددین میں سے تھے۔

علی بن مدینی ؒ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو امام ابوحنیفہ ؒ کے لیے نرمی برتتے ہیں اور اگر وہ نرمی برتتے، تو اپنے باپ کے لیے نرمی برتتے، حالانکہ انہوں نے اپنے باپ کو ضعیف قرار دیا اور ان سے کوئی حدیث بیان نہیں کی اور فرمایا: "یہ دین کا معاملہ ہے"۔ پس اس جیسے امام ؒ نے ابوحنیفہ ؒ کی توثیق کی، حالانکہ وہ ان کے زمانے کے زیادہ قریب ہیں اور ان کی سیرت کو زیادہ جاننے والے ہیں، اور اس امام ؒ پر بخاری ؒ نے جرح کی، اور بالفرض بخاری ؒ کی جرح وواقع وموثرات میں سے کسی دافعِ تعصب یا نقلِ مدخول یا اختلافِ مذہب سے خالی ہو۔ اس لیے کہ ابوحنیفہ ؒ فقیہ ہیں، اور اہلِ رائے میں سے ہیں، اور بخاری ؒ محدث ہیں۔ رائے میں وسعت کے متحمل نہیں ہیں، اور ابوحنیفہ ؒ کی رائے یہ ہے کہ ایمان قول وعمل کے مجموعے کا نام نہیں، اور ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا، جبکہ بخاری ؒ کے نزدیک قول وعمل کا نام ہے جو کم اور زیادہ ہوتا ہے۔ پس بخاری ؒ کے شیخ علی بن مدینی ؒ کی توثیق بلاشک وشبہ ان کے شاگرد بخاری ؒ کی جرح پر مقدم ہے جیسا کہ میں نے

ان کی جلالت و امامت اور تشدد فی الرجال سے اس کی طرف اشارہ کیا اور ان کی جلالت و امامت پر اجماع ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرنے والوں میں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں جیسا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا: "وہ مسائل کی مشکلات کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والے ہیں"۔ امام جعفر بن محمد الصادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے شہر والوں میں سب سے بڑے فقیہ ہیں"۔ جیسا کہ قواعد فی علوم الحدیث میں ہے۔

امام دار الہجرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرنے والوں میں ہیں جیسا کہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مناقب میں ذکر کیا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرنے والوں میں ہیں جیسا کہ قواعد فی علوم الحدیث میں ہے۔

حبان علی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایسے عظیم شخص تھے کہ ان کسی بھی دینی اور دنیاوی معاملات میں رجوع کیا جاتا (اور مشکل مسئلہ میں پناہ لی جاتی)، تو اس کے متعلق ان کے پاس کوئی عمدہ روایت موجود ہوتی۔ اسے قرشی رحمۃ اللہ علیہ نے الجواہر المضیہ میں ذکر کیا۔

یہ کثیر میں سے قلیل ہے۔ اگر ہم اس سب کا احاطہ کریں جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں کہا گیا ہے۔ تو ہم طاقت نہیں رکھتے کیونکہ اس حصر سے باہر نکلنا پڑ جائے گا، اور ان تمام تعریفات سے کوئی اندھا نہیں مگر جو بصیرت میں اندھا ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی مانگتے ہیں۔

پس امتِ محمدیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی امامت کو مان لیا، اور لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کو تسلیم کیا، اور علماء نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء کے صحیح ہونے پر اجماع کیا جیسا کہ شاعر نے کہا:

كَالشَّمْسِ فِي كَبِدِ السَّمَاءِ وَضَوْؤُهَا

يَغْشَى الْبِلَادَ مَشَارِقًا وَمَغَارِبَا

ترجمہ: وہ سورج کی طرح ہے جو آسمان کے جگر میں ہے، اور اس کی روشنی مشرق و مغرب کے تمام ممالک کو ڈھانپ رہی ہے۔

علامہ ظفر احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفید کتاب لکھی جس میں حنفی محدثین کے نام جمع کیے، اس کا نام "ابو حنیفۃ و اصحابہ المحدثون" رکھا جو بڑی نفع بخش کتاب ہے۔ پس اس کی طرف رجوع کریں، اللہ تعالیٰ انہیں اس کی بہترین جزاء دے۔

7 امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص پر مشتمل اقوال بے سند اور سراسر جھوٹ ہیں

متعصبین اور حاسدینِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیفات اور نجی و درسی تقریرات میں محدثینِ عظام اور ائمہ کبار کے مذکورہ تمام شہادتوں سے آنکھیں بند کر کے ان اقوال کو مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں جو بعض اکابر کی طرف منسوب تاریخ کی بعض کتابوں میں نقل ہوتے چلے آئے ہیں، اور سب خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ سے نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں بعض ائمہ سے منسوب ایسے اقوال بھی نقل کر دیئے ہیں جن سے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہے، اور بعد کی کتابوں کے لیے یہی اصل قرار پائی۔ ملکِ معظم عیسیٰ بن ابی بکر ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر طعن و تشنیع کی غرض سے یہ جھوٹی روایات ائمۂ کبار کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔

اور اگر بفرضِ محال ان روایات کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے، تو اس کا سبب وہی غلط فہمی اور ناواقفیت ہو سکتی ہے، جس کی مثال امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ میں موجود ہے کہ ملاقات، تبادلہ خیالات اور شخصی ملاقات سے قبل امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ اور تھی، مگر ملاقات اور حقیقتِ حالات سے

آگاہی کے بعد کچھ اور ہوگئی۔

(الخیرات الحسان: ص77، 78: تاریخ بغداد و ذیولہ ج13 ص238؛ مناقب ابی حنیفۃ للکردری ص45)

اور اگر بعض معاصر علماء اور ائمۂ کبار کی طرف منسوب وہ تمام روایات جن میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہے، کو صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے، تو اس کا صحیح محمل وہی قرار پائے گا جو امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی غلط فہمی اور حقیقتِ حال سے ناواقفیت کی بنا پر ان کی ملاقات سے قبل والی آراء کو حاصل ہے۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ اکابر علماء کی مدح و ذم کے دونوں قسم کے اقوال نقل کر دیئے ہیں، تو اس میں شک نہیں کہ ان اکابر اور ائمۂ کبار میں سے ہر ایک کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حُسنِ ظن نصیب ہوا ہے، اور ان کی تعریفیں کی ہیں، اور اپنے پہلے اقوال اور سوءِ ظن سے رجوع کیا ہے، مگر یہ تب ہوا جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے 55 سال مسلسل سفرِ حج کر کے اکنافِ عالم سے آنے والے علماء اور فقہائے اسلام اور محدثینِ عظام سے علمی ملاقاتیں، مذاکرے، مباحثے، افہام و تفہیم اوت تبادلہ افکار و انظار اور اپنے طریقِ اجتہاد و استنباط کو ان پر واضح کر دیا۔

ومن ذلك ما أخرجه القاضي عياض في «المدارك» من أن أبا حنيفة ومالكاً اجتمعا ذات يوم في المدينة، ثم خرج مالك وهو يتصبب عرقاً. فقال له الليث بن سعد: «أَرَاكَ تَعْرَقُ؟». قال مالك: «عَرِقْتُ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ، إِنَّهُ لَفَقِيهٌ يَا مِصْرِيُّ!».

(السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي، 409. المؤلف: مصطفى بن حسني السباعي (ت 1384هـ). الناشر: المكتب الإسلامي: دمشق - سوريا، بيروت - لبنان. الطبعة: الثالثة، 1402هـ-1982م)

ترجمہ: اسی قسم کا ایک واقعہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے "مدارک" میں بیان کیا ہے کہ ایک دن مدینہ منورہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہوئی، اور کافی دیر تک دونوں کے درمیان علمی مباحثہ و مذاکرہ ہوتا رہا۔ اس کے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے

نکلے، تو پسینہ میں نہائے ہوئے تھے۔ امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کیا بات ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ پسینہ پسینہ ہو رہے ہیں؟۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مناظرہ و مناقشہ میں پسینہ پسینہ ہوگیا۔ بلاشبہ یہ تو اے مصری! بڑا بھاری فقیہ ہے۔

اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایسے اقوال جن میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص ہوتی ہے، سراسر جھوٹ ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ہی نہیں پایا ہے۔ 150ھ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے، اور اسی سال ہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ سے استفادہ کیا، اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہادی علوم سے خوشہ چینی کی اور تین سال امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کے بعد بغداد کو روانہ ہوئے، تو فرمایا: "میں امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بارِ شتر کے بقدر علم اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں"۔

جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس قدر زیرِ بارِ احسان ہیں، تو یہ کیسے مانا جا سکتا ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں (العیاذ باللہ) کوئی بُری رائے بھی رکھتے تھے، بلکہ اُن کا یہ مقولہ تو مشہور اور زبان زدِ خاص و عام ہے:

الناس عيال في الفقه على أَبِي حنيفة.

(حسن التقاضي في سيرة ابي يوسف القاضي، ص28)

ترجمہ: لوگ فقہ اور اجتہاد میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پروردہ اور خوشہ چین ہیں۔

اسی طرح ان اقوال کا بھی کوئی اعتبار نہیں جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص میں نقل کیے گئے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے 14 سال بعد 164ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر شاگرد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔ حنفی علوم حاصل کیے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:

كتبت عن أَبِي يوسف ثلاث قاطر في ثلاث سنوات،

(حسن التقاضی فی سیرۃ ابی یوسف القاضی، ص28)

ترجمہ: میں نے تین سال میں امام ابی یوسف ؒ سے علمی یادداشتوں کے تین بڑے بستے لکھے تھے۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ان تہمتوں اور بے بنیاد الزامات کے تاریخی ماخذ کیا ہیں؟ اور حقائق کی کسوٹی پر ان کی صداقت کا معیار کیا ہے؟ اس سلسلہ میں اولاً خطیب بغدادی ؒ نے مختلف ائمہ کبار اور فقہائے عظام سے منسوب بے سند اقوالِ کاذبہ تاریخِ بغداد میں نقل کر دیئے ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے۔

كَانَ أَبُو حنيفة يتيماً فى الحديث، وَكَانَ زمنا فى الحديث، لم يكن بصاحب حديث، ليس له راى ولا حديث، جميع ما روى عن ابى حنيفة من الحديث ماة و خمسون حديثاً اخطا فى نصفها۔

یہ اور اسی نوع کے متعدد اقوال خطیب بغدادی ؒ کی تاریخ بغداد وذیولہ ط العلمیۃ (الخطیب البغدادی) کے جلد 13 ص 394 سے آگے کے صفحات پر بھی مختلف مقامات پر بکھرے ہوئے موجود ہیں۔

ترجمہ: ابوحنیفہ ؒ علمِ حدیث میں یتیم تھے، ابوحنیفہ ؒ تو حدیث میں بالکل اپاہج تھے، وہ حدیث کے آدمی نہ تھے، ابوحنیفہ ؒ کے پاس نہ تو رائے تھی اور نہ حدیث۔ ابوحنیفہ ؒ سے مروی کل ڈیڑھ سو (150) حدیثیں ہیں، جن میں سے آدھی حدیثوں میں ان سے غلطیاں ہوئی ہیں۔

سنت کے مخالفین، حدیث کے منکرین اور ابوحنیفہ ؒ کے حاسدین اپنی تقریر و تحریر میں خطیب بغدادی ؒ کے نقل کردہ یہ الزامات اور بے حقیقت تہمتیں ہمیشہ سے دہراتے آئے ہیں۔ مؤرخین میں بھی بعض دانستہ برائے مخالفت اور بعض نادانستہ طور، نہ برائے مخالفت ان الزامات کو اپنی تاریخوں میں نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ مثلاً:

ابن خلدون ؒ نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں لکھا ہے:

فابو حنيفة يقال بلغت رواية الى سبعة عشر حديثاً۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ ؒ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہنچی ہیں۔

مگر حقائق اور واقعات کی دنیا میں ان الزامات میں کہاں تک صداقت ہے۔ اسی سلسلہ میں بقدرِ ضرورت ابحاث اس کتاب میں ذکر دی گئی ہیں۔ مگر تطییبِ خاطر کے لیے چند گزارشات پیشِ خدمت ہیں:

1. امام اعظم ابوحنیفہ ؒ دین کے مسلم امام اور مجتہد ہیں۔ موافقین و مخالفین اور خطیب بغدادی ؒ کے نقل کردہ اقوال کے قائلین سب کا اس پر اجماع و اتفاق ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ جب ابوحنیفہ ؒ کو علمِ حدیث سے کوئی تعلق نہ تھا اور صرف سترہ (17) حدیثیں یاد تھیں، تو ائمہ مجتہدین نے ان کے اجتہاد و استنباط کا اعتبار کیسے کیا؟ ان کے فقہی مسائل کی تحصیل کا اہتمام، اور پھر ان کی اشاعت کا انتظام کیوں کیا؟ اور فقہ بھی ایسی جس کی عمارت کے لیے سرے سے علمِ حدیث کی بنیاد ہی نہیں تھی، کیونکر پروان چڑھی؟ اور آج تک سوادِ اعظم کے لیے قابلِ قبول کیوں بنی ہوئی ہے؟

2. امام ابوحنیفہ ؒ کے مذہب کا تحقیقی مطالعہ کرنے والے ائمہ کبار اور فقہائے عظام نے فقہ حنفی کے سینکڑوں مسائل و احکام کو صحیح احادیث کے بالکل موافق پایا۔ شارحِ قاموس سید مرتضیٰ زبیدی ؒ نے فقہ حنفی کے اصل تمام احادیثِ احکام کو عقود الجواهر المنيفة فى أدلة أبى حنيفة ؒ کے نام سے ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ ابوحنیفہ ؒ کے علمِ حدیث سے نابلد اور تہی دامن ہونے کے باوجود ان کے استنباط کردہ مسائل و احکام صحیح احادیث کے موافق کیسے ہو گئے؟!!

3. امام ابن ابی شیبہ ؒ نے مصنف میں ایسے مسائل کی تعداد ایک سو پچیس (125) گنوائی ہے، جس میں ان کے نزدیک امام ابوحنیفہ ؒ صحیح احادیث کے معیار پر پورے نہیں اترے۔ اگر ابن ابی شیبہ ؒ کے بیان کو صحیح مان لیا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک سو پچیس (125) کے علاوہ باقی ابوحنیفہ ؒ کے ہزاروں مسائل (جن کی تعداد ایک روایت کے مطابق بارہ لاکھ تراسی ہزار (1283000)

ہے اور دوسری روایت کے مطابق بارہ لاکھ (1200000) تک پہنچتی ہے) صحیح اور حدیث کے موافق ہیں۔ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ بارہ لاکھ (1200000) مسائل کے استنباط کرنے والے کے پاس حدیثیں بھی سینکڑوں اور ہزاروں میں ہونی چاہئیں۔ لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ واقعتاً امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حدیثوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود تھا، اور حدیث کے اسی ذخیرہ سے انھوں نے بارہ لاکھ مسائل کا استنباط کیا تھا۔

4. علمِ اُصولِ حدیث (کتبِ مصطلح الحدیث و کتب اسماء الرجال) میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے آراء ونظریات کو مدون کیا جاتا ہے اور رَدوقبول کے اعتبار سے اس پر بھروسہ کیا جاتا ہے، یعنی جس حدیث یا راوی کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ رَد کردیں، اسی کو مردود سمجھا جاتا ہے اور جس کی وہ تائید کردیں، اسے قبول کرلیا جاتا ہے۔ کیا ایسی عظیم علمی شخصیت کو علمِ حدیث سے کورا اور تہی دامن قرار دینا سراسر جھوٹ اور بہتان نہیں ہے؟!!

(دیکھیے میری کتاب: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث میں مقام ومرتبہ)

5. امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سنی اور پڑھی ہوئی حدیثوں کو مستقل کتابوں اور مسندوں میں پورے اہتمام کے ساتھ لکھا اور لکھنے والے کوئی معمولی شخصیتیں نہیں، بلکہ علمِ حدیث وفقہ اور اجتہاد واستنباط میں مسلم امام ہیں۔ مثلاً:

1. مسند الامام مرتب امام حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
2. مسند الامام مرتب امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری رحمۃ اللہ علیہ
3. مسند الامام مرتب امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ
4. مسند الامام مرتب امام حسن بن زیاد لؤلؤی رحمۃ اللہ علیہ
5. مسند الامام مرتب حافظ ابومحمد عبداللہ بن یعقوب الحارث البخاری رحمۃ اللہ علیہ
6. مسند الامام مرتب حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد رحمۃ اللہ علیہ
7. مسند الامام مرتب حافظ ابوالحسین محمد بن مظہر بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
8. مسند الامام مرتب حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی رحمۃ اللہ علیہ

9. مسند الامام مرتب الشیخ الثقۃ ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاری رحمۃ اللہ علیہ
10. مسند الامام مرتب حافظ ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی رحمۃ اللہ علیہ
11. مسند الامام مرتب حافظ عمر بن حسن الاشنانی رحمۃ اللہ علیہ
12. مسند الامام مرتب حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی رحمۃ اللہ علیہ
13. مسند الامام مرتب حافظ ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو البلخی رحمۃ اللہ علیہ
14. مسند الامام مرتب حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد السعدی رحمۃ اللہ علیہ
15. مسند الامام مرتب حافظ عبداللہ بن مخلد بن حفص البغدادی رحمۃ اللہ علیہ
16. مسند الامام مرتب حافظ ابوالحسن علی بن عمر بن احمد الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ
17. مسند الامام مرتب حافظ ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ
18. مسند الامام مرتب حافظ ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی رحمۃ اللہ علیہ
19. مسند الامام مرتب حافظ شیخ الحرمین عیسی المغربی المالکی رحمۃ اللہ علیہ
20. مسند الامام مرتب حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر القیسرانی رحمۃ اللہ علیہ
21. مسند الامام مرتب حافظ ابوالعباس احمد الہمدانی المعروف بابن عقدہ رحمۃ اللہ علیہ
22. مسند الامام مرتب حافظ ابوبکر محمد بن ابراہیم الاصفہانی المعروف بابن المقری رحمۃ اللہ علیہ
23. مسند الامام مرتب حافظ ابواسمعیل عبداللہ بن محمد الانصاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ
24. مسند الامام مرتب حافظ ابوالحسن عمر بن حسن الاشنانی رحمۃ اللہ علیہ
25. مسند الامام مرتب حافظ ابوالقاسم علی بن حسن المعروف بابن عساکر الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں طبع شدہ کتب یہ ہیں۔

1. مسند امام اعظم ابوحنیفہ، الامام الحارثی رحمۃ اللہ علیہ 340ھ
2. مسند امام اعظم ابوحنیفہ۔ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ 430ھ
3. مسند امام اعظم ابوحنیفہ۔ ابن المقرئ رحمۃ اللہ علیہ 381ھ
4. مسند امام اعظم ابوحنیفہ۔ ابن خسرو رحمۃ اللہ علیہ 522ھ

پھر یہ کہ جامع مسانید امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جس کو علامہ ابوالمؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی

رحمۃ اللہ علیہ نے ابوابِ فقہ کی ترتیب پر مرتب کیا تھا۔ اس میں کتاب الآثار کے نسخے بھی شامل ہیں۔ اگر ان کو علیحدہ شمار کیا جائے تو پھر اس عنوان سند کے تحت آنے والی مسانید کی تعداد اکتیس ہوگی جبکہ جامع المسانید میں صرف پندرہ مسانید ہیں اور ان کی بھی تلخیص کی گئی ہے۔ مکرر اسناد کو حذف کر دیا ہے۔ یہ مجموعہ چالیس ابواب پر مشتمل ہے اور کل روایات کی تعداد 1710 ہے۔

مرفوع روایات 916

غیر مرفوع 794

پانچ یا چھ واسطوں والی روایات بہت کم اور نادر ہیں، عام روایات کا تعلق رباعیات، ثلاثیات، ثنائیات اور وحدانیات سے ہے۔ علامہ خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجموعہ مسند کے لکھنے کی وجہ یوں بیان کی ہے، کہ میں نے ملک شام میں بعض جاہلوں سے سنا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روایتِ حدیث کم تھی۔ ایک جاہل نے تو یہ تک کہا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند بھی ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مسند بھی ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تو خود مؤطا لکھی۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ بھی نہیں۔ یہ سن کر میری حمیتِ دینی نے مجھ کو مجبور کیا کہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی 15 مسانید و آثار سے ایک مسند مرتب کروں۔ لہٰذا ابوابِ فقہ پر میں نے اس کو مرتب کر کے پیش کیا ہے۔

(دیکھیئے: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث میں مقام و مرتبہ)

باب 7

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے عدمِ روایت کی وجوہات پر بحث و تحقیق

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پر ایک بڑا اعتراض شد و مد سے یہ کیا جاتا ہے کہ امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس لئے روایت نہیں لی کیونکہ وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث میں غیر ثقہ اور ضعیف سمجھتے تھے۔ درحقیقت یہ ایک ایسا بے بنیاد اور غیر حقیقی الزام ہے جو منتقصینِ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فقط خواہشِ نفس کے زیرِ اثر وضع کیا ہے۔ گو یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی روایت نہیں لی، لیکن صرف اس بنیاد پر دعوی کرنا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ غیر ثقہ تھے، انتہائی لغو اور بے حقیقت بات ہے، جو صرف معترضینِ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی کا خاصہ ہے۔ ہم نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصانیف کھنگال ڈالی ہیں اور اُن سے متعلقہ تمام کتب کی ایک ایک سطر دیکھی ہے لیکن کہیں بھی کوئی ایک قول یا بیان ایسا نہیں پایا جس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو غیر ثقہ کہہ کر مسترد کیا ہو، یا اُن سے عدمِ اخذِ حدیث کا سبب مخالفین کی اس تاویل باطل کو قرار دیا ہو۔ لہٰذا اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ حقیقت پسندی سے اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے کیوں حدیث نہیں لی تا کہ حقیقت نکھر کر سامنے آ جائے۔ زیرِ نظر باب میں اس اعتراض کو مدنظر رکھتے ہوئے حقائق بیان کئے گئے ہیں۔

1 کسی محدث سے عدمِ روایت اُس کے ضعف کی دلیل نہیں

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث روایت نہ کرنے کی بحث کو ہم اس تناظر میں لے سکتے ہیں کہ کسی محدث کا دوسرے محدث سے حدیث روایت نہ کرنا اس کے ضعف کے باعث نہیں، بلکہ اس کے کئی اور اسباب بھی ہوتے ہیں۔ اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں کسی محدث سے حدیث روایت نہیں کی، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے اس عمل سے اس محدث کا علمی مقام کم ہوگیا ہو۔ اگر کوئی اس بات پر اصرار کرے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اگر کسی محدث کو جاننے کے باوجود ان سے حدیث روایت نہ کریں، تو اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ وہ انہیں حدیث میں کمزور سمجھتے ہیں۔ ہم اس شخص کی بات سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ایسا کہنے والا محدثین کے اخذِ حدیث کرنے کے قواعد وضوابط اور رُواۃِ حدیث کے حالات و واقعات سے صحیح طور پر آگاہ نہیں۔ بطورِ دلیل ائمۂ صحاحِ ستہ اور ائمۂ فقہاء کی چند مثالیں درج ذیل ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مختلف ائمۂ حدیث نے استاد، شاگرد ہونے یا دیگر علمی وفکری روابط کے باوجود ایک دوسرے سے حدیث روایت نہیں کی۔

2 صحیحین میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت نہیں کی گئی

معترضین کا یہ سوال کہ: "امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے عدمِ روایت ان کے ضعف یا غیر ثقہ ہونے کی طرف اشارہ ہے"۔ اگر درست مان لیا جائے تو پھر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سمیت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیحین میں کوئی ایک روایت بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے نہیں لی۔ حالانکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو ان کے نزدیک ضعیف یا غیر ثقہ نہیں سمجھے جاتے تھے۔

1. امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو خود شافعی ہیں یا مائل بہ شافعیت ہیں، لیکن جس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی حدیث نہیں لی، اسی طرح پوری صحیح البخاری میں

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے نہیں لی۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد الساری میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے:

لم يروعن الشافعي في الصحيح. (قسطلانی، ارشاد الساري لشرح صحيح البخاری، 1: 33)

ترجمہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے الصحیح میں روایت نہیں کیا۔

2. امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی الصحیح میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے ایک روایت بھی نہیں لی۔

تو کیا معترضین کے نزدیک شیخین نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حدیث میں غیر ثقہ سمجھ کر ان سے روایت نہیں لی؟ کیا اس سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ روایتِ حدیث میں ثقہ اور معتبر نہیں تھے؟ ضعیف الحدیث تھے؟ اگر اُن کی عدمِ روایت سے یہ معنیٰ اخذ کر لیا جائے، تو پھر یہ سوال بھی پیدا ہوگا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امام کے مذہب کو کس بنیاد پر قبول کیا، کیونکہ مذہب تو قائم ہی احادیث پر ہوا تھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے مذہب کی ساری بنیاد انہی احادیث پر رکھی تھی جو ان تک پہنچیں۔ اگر روایتِ حدیث میں ان کو کمزور اور ضعیف سمجھ لیا جائے، تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے مذہب کو قبول کرنا، یا ان کے مذہب کی طرف راغب ہونا، یا ان کے اصولوں پر عامل ہونا، یا عملاً ان کے مذہب کو ترجیح دینا ناقابلِ فہم ہو جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک ایسا کہیں سے بھی ثابت نہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف سمجھا ہو، بلکہ اگر کوئی ایسا سوچے تو یہ صرف اس کا زعمِ باطل ہی ہوگا۔ محدثین کے اپنے اسباب ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ بعض اصحابِ حدیث سے روایت نہیں کرتے۔ اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں، جن میں سے چند ایک کا تذکرہ موضوع کی مناسبت سے ہم ذیل میں کر رہے ہیں۔

3 امام بخاریؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے براہِ راست صرف ایک حدیث روایت کی

امام بخاریؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد ہیں۔ آٹھ مرتبہ ان کے پاس بغداد گئے، ان کی زیارت کی، اور براہِ راست ان سے سماع کیا۔

1 امام بخاریؒ نے خود اس کو بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

يقول سمعت محمد بن إسماعيل البخاري يقول: "دخلت بغداد آخر ثمان مرات، كل ذلك أجالس أحمد بن حنبل"۔

(تاریخ بغداد وذیوله ط العلمية (الخطيب البغدادي) ج2 ص22؛ طبقات الحنابلة- لابن أبي يعلى- ت الفقي (ابن أبي يعلى) ج1 ص277؛ تاریخ دمشق لابن عساکر ج52 ص60؛ التقييد لمعرفة رواة السنن والمسانيد (ابن نقطة) ص32؛ سير أعلام النبلاء- ط الحديث (شمس الدين الذهبي) ج10 ص85؛ الآداب الشرعية والمنح المرعية (شمس الدين ابن مفلح) ج2 ص150؛ المدخل إلى صحيح البخاري (محمد أبو الهدى اليعقوبي) ص32؛ روايات ونسخ الجامع الصحيح (محمد بن عبد الكريم بن عبيد) ص15)

ترجمہ: میں آخری آٹھ بار بغداد گیا ہوں، اور ہر بار امام احمد بن حنبلؒ کی مجالست اختیار کی۔

2 امام مزیؒ اور امام سیوطیؒ نے امام بخاریؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عن الإمام أحمد بن حنبل۔

(مزی: تہذیب الکمال ج24 ص431؛ سیوطی: طبقات الحفاظ، 1:252)

ترجمہ: امام بخاریؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے روایت کیا ہے۔

اس کے باوجود امام بخاریؒ نے پوری الجامع الصحیح میں امام احمد بن حنبلؒ سے براہِ راست صرف ایک حدیث روایت کی ہے، وہ بھی موقوفاً۔ یہ حدیث امام بخاریؒ نے الصحیح میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ترجمۃ الباب میں درج کی ہے:

(كتاب النكاح، بَابُ مَا يَحِلُّ مِنَ النِّسَاءِ وَمَا يَحْرُمُ وَقَوْلِهِ تَعَالَى {حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالاَتُكُمْ وَبَنَاتُ الأَخِ وَبَنَاتُ الأُخْتِ} إِلَى آخِرِ الآيَتَيْنِ إِلَى قَوْلِهِ {إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا}..... وَقَالَ لَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي حَبِيبٌ عَنْ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: "حَرُمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ وَمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ. ثُمَّ قَرَأَ {حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ} الآيَةَ.

(صحیح البخاری- ط السلطانیة (البخاری)، ج7 ص10، فوق رقم الحدیث 5106)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری، شرح صحیح البخاری میں اس مقام پر لکھتے ہیں:

وليس للمصنف في هذا الكتاب رواية عن أحمد إلا في هذا الموضع.

ترجمہ: امام بخاریؒ نے اس کتاب میں امام احمدؒ سے اس جگہ کے علاوہ اور کوئی روایت براہِ راست نہیں لی۔

امام عسقلانیؒ آگے لکھتے ہیں:

وأخرج عنه في آخر المغازي حديثاً بواسطة. (عسقلانی: فتح الباری، 9:154)

ترجمہ: امام بخاریؒ نے امام احمدؒ سے ایک اور حدیث کتاب المغازی کے آخر میں بالواسطہ لی ہے۔

امام بخاریؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے بالواسطہ حدیث الصحیح، میں کتاب المغازی، باب كَمْ غَزَا النَّبِيُّ (بخاری: ج6 ص16) کے تحت درج کی ہے۔

حدیث 1:- **حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلِ بْنِ هِلاَلٍ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ كَهْمَسٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: "غَزَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم سِتَّ عَشْرَةَ غَزْوَةً".**

(بخاری رقم 4473)

ترجمہ: حضرت بُریدہؓ فرماتے ہیں: "انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سولہ (16) غزوات میں شرکت کی تھی۔

3 امام کلاباذی رحمۃ اللہ علیہ نے رجال صحیح البخاری میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہیں کیا۔

حیرت والی بات ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد کے سفروں کے دوران خود امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اُن کے گھر میں آٹھ مرتبہ قیام کیا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان قیام کے دوران اُن سے کثیر احادیث سنیں، مگر پوری صحیح بخاری میں براہِ راست اُن سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے اور دوسری جگہ واسطہ سے لی ہے۔ کیا اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ضعیف الحدیث قرار پاتے ہیں؟ ہرگز نہیں، بلکہ اس کی دیگر وجوہات ہیں۔

4 امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الصحیح، میں اپنے شیخ الذھلی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام نہیں لیا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شیخ ہیں: امام محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد الذُّهَلی رحمۃ اللہ علیہ:
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی الصحیح میں تیس (30) مقامات پر امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث روایت کی ہے۔ مثلاً: کتاب الصوم، کتاب الطب، کتاب الجنائز، کتاب العتق اور دیگر مقامات پر۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تیس مقامات میں سے ایک مقام پر بھی بوجوہ اُن کا نام نہیں لکھا ہے۔ کسی جگہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، کسی جگہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللہ (یعنی باپ: یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کی بجائے دادا کی طرف نسبت کردی)۔ کسی جگہ لکھتے ہیں: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ (یعنی پڑدادا کی طرف منسوب کردیا)۔

(ابن خلکان: وفیات الاعیان وانباء الزمان، 195:5؛ عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح البخاری، 134:13)

گویا کسی جگہ صرف نام کا پہلا حصہ لکھا، کسی جگہ دادا کی طرف منسوب کردیا، باپ کا نام درمیان سے حذف کردیا۔ ایک مقام پر پڑدادا کی طرف منسوب کردیا، باپ اور دادا دونوں کا نام درمیان سے نکال دیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ سے تیس مقامات میں سے کسی ایک مقام پر بھی بوجوہ اُن کا پورا نام یوں نہیں لکھا:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الذُّهَلِيُّ

5 پورا نام نہ لکھنے کی وجہ: عقیدۂ خلقِ قرآن کا الزام

امام محمد بن یحییٰ الذہلی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان بڑی محبت تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے بہت استفادہ کیا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف بھی خود امام ذھلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جس وقت نیشاپور پہنچے، تو عوام الناس اور خود امام ذھلی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار استقبال کیا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ حَاتِمُ بنُ أَحْمَدَ الكِنْدِيُّ: سَمِعْتُ مُسْلِمَ بنَ الحَجَّاجِ يَقُوْلُ: لَمَّا قَدِمَ مُحَمَّدُ بنُ إِسْمَاعِيْلَ نَيْسَابُوْرَ مَا رَأَيْتُ وَالِياً وَلاَ عَالِماً فَعَلَ بِهِ أَهْلُ نَيْسَابُوْرَ مَا فعلُوا بِهِ اسْتَقبلُوْهُ مرحلَتَيْنِ، وَثَلاَثَةً. فَقَالَ مُحَمَّدُ بنُ يَحْيَى فِي مَجْلِسِهِ: "مَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْتَقبلَ مُحَمَّدَ بنَ إِسْمَاعِيْلَ غَداً فليستقبِلْهُ". فَاسْتَقبلَهُ مُحَمَّدُ بنُ يَحْيَى، وَعَامَّةُ العُلَمَاءِ، فَنَزَلَ دَارَ البُخَارِيِّيْنَ.

(سیر أعلام النبلاء - ط الحدیث (شمس الدین الذہبی) ج10 ص114؛ ابن عساکر: تاریخ مدینۃ دمشق، ج 52 ص 92؛ المعلم بشیوخ البخاری ومسلم (ابن خلفون) ص22؛ مختصر تاریخ دمشق ج22 ص29؛ ذہبی: سیر اعلام النبلاء - ط الرسالۃ، ج12 ص458؛ تاریخ الإسلام - ت تدمری (شمس الدین الذہبی) ج19 ص269؛ تغلیق التعلیق (ابن حجر العسقلانی) ج5 ص431؛ مقدمہ فتح الباری بشرح البخاری - ط السلفیۃ (ابن حجر العسقلانی) ص490؛ أبو زرعۃ الرازی وجهوده فی السنۃ النبویۃ (سعدی بن مهدی الهاشمی) ج3 ص994)

ترجمہ: جب امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نیشاپور آئے، تو جتنا اہالیانِ نیشاپور نے اُن کا پُرجوش استقبال کیا، اور کسی حکمران یا عالم کا نہ کیا۔ انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دو یا تین مرحلوں میں استقبال کیا۔ امام محمد بن یحییٰ الذہلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حلقۂ درس میں اعلان

کر دیا تھا: "جو کوئی بھی کل محمد بن اسماعیل ؒ کے استقبال کا ارادہ رکھتا ہے، وہ ضرور اُن کا استقبال کرے کیونکہ میں بھی ان کا استقبال کروں گا"۔ پس محمد بن یحییٰ ؒ اور علمائے نیشاپور کے جمِ غفیر نے آپ ؒ کا استقبال کیا۔ آپ ؒ نے شہر میں تشریف لا کر دار البخاریین میں اقامت اختیار کی۔

امام ذہلی ؒ نے امام بخاری ؒ سے اپنی اسی عقیدت کا اظہار اُن کے نیشاپور پہنچنے پر بھی کیا۔

امام ذہلی ؒ نے لوگوں سے کہا:

اِذْهَبُوا إِلَى هٰذَا الرَّجُلِ الصَّالِحِ فَاسْمَعُوا مِنْهُ

(سیر أعلام النبلاء - ط الحدیث (شمس الدین الذھبی) ج10 ص111)

ترجمہ: تم اس صالح شخص کے پاس جا کر احادیث کا سماع کرو۔

لوگوں نے امام بخاری ؒ کے پاس حاضر ہو کر اُن سے سماع کیا۔ اس قدر قربت اور باہمی احترام و محبت کے باوجود اُن کے درمیان شدید اختلاف ہوا۔ یہاں وہی معاملہ درپیش ہوا، جو امام اعظم ؒ کے ساتھ تھا کہ امام اعظم ؒ پر بعض لوگوں نے تہمت لگا دی، اور پراپیگنڈہ کیا کہ یہ مرجئہ ہیں، اور امام بخاری ؒ پر کسی نے تہمت لگا دی کہ یہ خلقِ قرآن کے قائل ہیں۔ امام ذہلی ؒ کو خبر ملی کہ امام بخاری ؒ خلقِ قرآن کے قائل ہیں، تو انہوں نے امام بخاری ؒ کی سخت مخالفت کی۔ پہلے امام ذہلی ؒ، امام بخاری ؒ کے بے حد قریب تھے لیکن بعد ازاں ان سے سخت متنفر ہو گئے، اور امام بخاری ؒ کے خلاف اس پراپیگنڈہ سے اتنے شدید متاثر ہوئے کہ اپنی مجلسِ حدیث میں حاضر ہونے والوں کو امام بخاری ؒ کے درس میں جانے یا ان سے قریب ہونے سے بھی منع کر دیا۔ امام محمد بن یحییٰ الذہلی ؒ نے اعلان کر دیا:

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: إِلَّا مَنْ يَخْتَلِفُ إِلٰى مَجْلِسِهِ فَلَا يَخْتَلِفْ إِلَيْنَا، فَإِنَّهُمْ كَتَبُوا إِلَيْنَا مِنْ بَغْدَادَ أَنَّهُ تَكَلَّمَ فِي اللَّفْظِ، وَنَهَيْنَاهُ فَلَمْ يَنْتَهِ فَلَا تَقْرَبُوهُ، وَمَنْ يَقْرَبْهُ فَلَا يَقْرَبْنَا۔

(سیر أعلام النبلاء - ط الحدیث (شمس الدین الذھبی) ج10 ص112؛ تاریخ بغداد و ذیولہ ج2 ص30؛ تاریخ دمشق ج52 ص95؛ مختصر تاریخ دمشق، ج22 ص29؛ تاریخ الإسلام - ت تدمری (شمس الدین الذھبی) ج19 ص267؛ طبقات الشافعیة الکبری للسبکی (تاج الدین ابن السبکی) ج2 ص229؛ أبو زرعة الرازی وجھودہ فی السنة النبویة (سعدی بن مھدی الھاشمی) ج3 ص996؛ العقیدة السلفیة فی کلام رب البریة و کشف أباطیل المبتدعة الردیة (عبد اللہ الجدیع) ص262)

ترجمہ: خبردار! جو کوئی بھی ان (یعنی امام بخاری ؒ) کی مجلس میں جاتا ہے، وہ ہمارے پاس نہ آیا کرے، کیونکہ علماء نے بغداد سے ہمیں لکھا ہے کہ اس نے لفظِ قرآن پر کلام کیا ہے جس سے ہم نے اسے روکا ہے، لیکن یہ باز نہیں آیا۔ پس تم اس کے قریب مت بیٹھا کرو اور جو شخص اس کے قریب جائے گا وہ ہمارے قریب نہ آئے۔

امام ذہلی ؒ نے اس حد تک امام بخاری ؒ کی مخالفت کی کہ نیشاپور میں اعلان کر دیا:

قَالَ الذُّهْلِيُّ: "لَا يُسَاكِنُنِي هٰذَا الرَّجُلُ فِي الْبَلَدِ". فَخَشِيَ الْبُخَارِيُّ وَسَافَرَ۔ (سیر أعلام النبلاء - ط الحدیث (شمس الدین الذھبی) ج10 ص114)

ترجمہ: اس شہر میں اس شخص کے ساتھ میری سکونت نہیں ہو سکتی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ امام بخاری ؒ خوف زدہ ہو کر وہاں سے کوچ کر گئے۔

امام بخاری ؒ اور امام محمد بن یحییٰ الذہلی ؒ کے درمیان اختلاف کی اس نوعیت کو امام ذہبی ؒ نے تفصیل سے درج کیا ہے۔ اس کے لیے ملاحظہ ہو: امام ذہبی ؒ کی سیر اعلام النبلاء (ج10 ص111-116 ترجمہ امام بخاری- دار الحدیث-القاھرة)

جب امام ذہلی ؒ امام بخاری ؒ کے شدید مخالف ہو گئے اور ان کی مخالفت اہلِ علم و رواۃِ حدیث میں پھیل گئی، تو چونکہ وہ حدیث میں ثقہ تھے، امام بخاری ؒ براہِ راست ان سے پڑھے تھے، اُن سے احادیث روایت کی تھیں، اور اپنی کتاب میں درج بھی کر چکے تھے، تو ہر جگہ سے اُن کا نام مٹا دیا، مگر احادیث برقرار رکھیں۔ امام

بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایتِ حدیث اور عللِ حدیث میں ماہر تھے۔ اس لئے احادیث کے بارے میں ان کو تحقیق تھی کہ جو احادیث وہ اُن سے لے چکے ہیں صحیح ہیں۔ مگر اپنے شیخ کا نام کاملاً کسی جگہ بیان نہیں کیا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ انہوں نے امام محمد بن یحییٰ الذھلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ اگر ان کا نام آ گیا تو لوگ کہیں گے کہ ایک طرف آپ رحمۃ اللہ علیہ ان سے حدیث روایت کر رہے ہیں اور دوسری طرف انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اتنا سخت فتویٰ جاری کیا ہے۔ گویا اُن کا فتویٰ اِن کی اپنی کتاب میں اُن کا نام لکھنے کی وجہ سے ان کے خلاف لوگ شہادت کے طور پر بطورِ دلیل پیش کریں گے۔ لہٰذا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تیس کے تیس مقامات سے ان کا نام حذف کر دیا۔ امام ذھلی رحمۃ اللہ علیہ باوجود یہ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے تیس احادیث روایت کی ہیں، مگر نام نہیں لیا۔ تو پتہ چلا کہ کسی سے عدمِ روایت، کسی کا نام نہ لینا یا کسی کی حدیث کو دوسرے طریق پر روایت کر لینے کا معمول ائمۂ حدیث میں موجود تھا۔ مختلف اسباب ہوا کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ وہ اس کو ضعیف فی الحدیث سمجھتے تھے۔

6 امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی

اس سلسلے کی چوتھی اور سب سے دل چسپ مثال یہ ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث روایت کی ہے۔

1 امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه مسلم. (سیوطی، طبقات الحفاظ، 1:252)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے روایت کیا ہے۔

لیکن امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی الصحیح، میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی، جتنی احادیث بھی اُن سے نقل کی ہیں، وہ الصحیح کے علاوہ دیگر کتب میں ہیں۔

2 اس بات کو امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں یوں بیان کیا ہے:

روى عنه مسلم في غير الجامع. (عسقلانی: تہذیب التہذیب، ج9ص41)

ترجمہ: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے جامع کے علاوہ روایت کیا ہے۔

3 امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے:

روى عنه مسلم في غير الصحيح. (قسطلانی: ارشاد الساری الیٰ شرح صحیح البخاری، 1:33)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے الصحیح کے علاوہ کتب میں روایت کیا ہے۔

4 اسی طرح "رجالِ مسلم" میں بھی امام احمد بن علی اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مسلم کے رواۃ میں ذکر نہیں کیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اتنا تعلق پختہ تھا کہ جب امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش ہوئے، تو انہوں نے برکت حاصل کرنے کے لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پھر عرض کیا:

يَقُولُ: سَمِعْتُ مُسْلِمَ بْنَ الْحَجَّاجِ: وَجَاءَ إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيِّ، فَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَقَالَ: "دَعْنِي حَتَّى أُقَبِّلَ رِجْلَيْكَ، يَا أُسْتَاذَ الْأُسْتَاذِينَ، وَسَيِّدَ الْمُحَدِّثِينَ، وَطَبِيبَ الْحَدِيثِ فِي عِلَلِهِ".

(معرفة علوم الحديث للحاكم (أبو عبد الله الحاكم) ص114؛ تلخيص تاريخ نيسابور - الخليفة النيسابوري (الخليفة النيسابوري) ص34؛ المدخل إلى السنن الكبرى - البيهقي - ت عوامة (أبو بكر البيهقي) ج1 ص268؛ تاريخ بغداد وذيوله ط العلمية (الخطيب البغدادي) ج13 ص103؛ طبقات الحنابلة - لابن أبي يعلى - ت الفقي (ابن أبي يعلى) ج1 ص273؛ تغليق التعليق (ابن حجر العسقلاني) ج5 ص429؛ مقدمہ فتح الباري بشرح البخاري - ط السلفية (ابن حجر العسقلاني) ص488)

ترجمہ: اے استادوں کے استاذ، سید المحدثین اور علل حدیث کے طبیب! آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے پاؤں کا بوسہ لے لوں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اتنا قریبی تعلق تھا، اس کو حافظِ حدیث ابوعبداللہ

محمد بن یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا:

قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدَ اللهِ مُحَمَّدَ بْنَ يَعْقُوبَ الْحَافِظَ يَقُولُ سمعت أبي يقول رأيت مسلم بن الحجاج بين يدى محمد بن إسماعيل البخاري وهو يسأله سؤال الصبي المتعلم۔

(تاریخ بغداد و ذیولہ، ج 2ص29؛تاریخ دمشق، ج 52 ص 89؛شرح الإلمام بأحاديث الأحكام (ابن دقيق العيد) ج1ص311؛تہذیب التهذيب-ط الهندية (ابن حجر العسقلاني) ج9ص52)

ترجمہ: میں نے مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ کو محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دیکھا کہ وہ اُن سے یوں سوال کرتے جیسے کوئی طالبعلم بچہ استاذ سے سوال کرتا ہے۔

یہ قربتِ تعلق اور شدتِ ادب تھا اور دوسری طرف عالم یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہونے کے باوجود امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے پوری صحیح مسلم میں اپنے استاد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت بھی درج نہیں کی۔ کیوں؟ اس کا سبب یہ تھا کہ امام محمد بن یحییٰ الذھلی رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے شیخ تھے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (استاد و شاگرد) کے درمیان خلقِ قرآن پر بہت سخت علمی اور اعتقادی نزاع ہو گیا ہے، اور انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف سخت فتویٰ دے دیا ہے، تو چونکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے شاگرد تھے۔ لہٰذا انہوں نے دو کام کئے: نہ کوئی حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی اور نہ ہی کوئی حدیث امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ دونوں شیوخ کو اپنے رواۃ سے یہ سوچتے ہوئے نکال دیا تا کہ میں کسی ایک کے ساتھ فریق نہ بنوں۔ چونکہ دونوں شیخ تھے، دونوں جگہ ادب کا تقاضا تھا، دونوں سے سماع اور اخذِ حدیث کیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے پھر دونوں سے اپنی صحیح میں ترکِ روایت کر دیا تا کہ نہ ایک کی طرف جھکاؤ نظر آئے کہ دوسرے کو شکویٰ ہو، اور نہ ادھر جھکاؤ ملے کہ اُدھر شکویٰ

ہو۔ یہی وہ بنیادی سبب تھا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک حدیث روایت نہیں کی، اور امام محمد بن یحییٰ الذھلی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت نہیں کی۔ بلکہ امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ سے جو کچھ بھی انہوں نے سنا تھا، یا احادیث اخذ کی تھیں وہ ساری امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ کو واپس بھیج دیں۔ ساری کتابیں اٹھا کر امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ کو بھیج دیں اور جو کچھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا اس میں سے ایک حدیث بھی اپنی صحیح مسلم میں نقل نہیں کی۔

(تاریخ بغداد و ذیولہ ج13 ص103، 104؛ تاریخ دمشق ج52 ص94؛ مرآۃ الزمان فی تواریخ الأعيان (سبط ابن الجوزي) ج 15 ص 448؛ وفيات الأعيان (ابن خلكان) ج5 ص195؛ مختصر تاریخ دمشق، ج24 ص289؛ مرآۃ الجنان وعبرة اليقظان (اليافعي) ج2 ص 129؛ قلادة النحر فی وفيات أعيان الدهر (الطيب بامخرمة) ج 2 ص 583؛ شذرات الذهب فی أخبار من ذهب (ابن العماد الحنبلي) ج3 ص271)

کیا اس عمل سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ اس لئے یہ ثابت ہوا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ضعیف فی الحدیث تھے؟ جواب ہے: نہیں۔ اگر یہ نتیجہ نکلتا ہے تو پھر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے عدمِ روایت پر بھی یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے اور اگر امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے عدمِ روایت کے باوجود اس کا نتیجہ ضعف فی الحدیث نہیں نکلتا اور یہ کہنا نہایت مضحکہ خیز بات لگتی ہے۔ تو پھر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عدمِ روایت اور اس سے بھی یہ نتیجہ نہیں نکالنا مضحکہ خیز ہوگا۔ اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امام ذھلی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی۔ تو کیا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کو ضعیف فی الحدیث مانا جائے، حالانکہ وہ ثقہ امام تھے۔ وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے شیخ تھے، مگر امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اُن سے صرف اس لئے روایت نہیں کیا کہ ان کے آپس کے اختلاف اور نزاع کی وجہ سے یہ دل برداشتہ تھے۔ اس بحث سے معلوم ہوا کہ کسی محدث کے دوسرے محدث سے

روایت نہ کرنے کے علمی، فکری، اعتقادی، نزاعی اور ماحولیاتی نوعیت کے کئی اسباب ہوتے ہیں۔

7 امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے شیوخ سے استناد اور اس کا موازنہ

مندرجہ بالا بحث کو مزید واضح کرنے کے لئے ہم امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے طرق مشائخ کا ایک مختصر سا مطالعہ کریں گے۔ جس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کئی شیوخ سے کم یا زیادہ احادیث روایت کی ہیں، لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی۔ ذیل میں چند ائمہ سے مروی احادیث کی تعداد کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

1. صاحب السنن امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ الصحیح میں 73 احادیث روایت کی ہیں حتی کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے اپنے مقدمہ صحیح میں بھی تین احادیث روایت کی ہیں۔
2. امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ أَبُو زَكَرِيَّا یحیی بن یحییٰ بن بکر بن عبد الرحمن التَّمِيمِي الْحَنْظَلِي المنقری النَّيْسَابُورِي رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بہت سی روایات اپنی الصحیح میں لی ہیں۔ صحیح مسلم کی کتاب: الإیمان، الوضوء، الصلاة، الرؤیا، الجنائز، الصوم، الهبة، الحج، النكاح، البيوع، الجهاد، الصيد، الأشربة، اللباس، الأدب، إماطة الأذى، العلم، اور اس کے علاوہ بھی بہت سی کتب اور ابواب میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کثیر روایات لی ہیں۔

(رجال صحیح مسلم (ابن مَنْجُويَه) ج2 ص353، 354 رقم 1862)

3. امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ امام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب الحارثی القَعْنَبِي رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی الصحیح میں ستر (70) احادیث روایت کی ہیں۔ یہ احادیث صحیح مسلم کی کتاب الوضوء، کتاب الصلاة، کتاب الحج، کتاب الصوم، کتاب الزكاة، کتاب النكاح، کتاب الجهاد، کتاب الأطعمة، کتاب القدرة

اور دیگر کتب میں درج ہیں۔

امام قعنبی رحمۃ اللہ علیہ کا علم الحدیث میں بہت بلند درجہ تھا۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم میں مروی ان کی ایک حدیث کو درج کرنے کے بعد لکھا ہے:

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَجَمَاعَةٌ إِجَازَةً قَالُوا: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا هِبَةُ اللهِ بْنُ الحُصَيْنِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الشَّافِعِيُّ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ المُثَنَّى، حَدَّثَنَا القَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ القَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: "طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم لِحُرْمِهِ حِيْنَ أَحْرَمَ، وَلِحِلِّهِ حِيْنَ أَحَلَّ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالبَيْتِ".

هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ عَالٍ. أَخْرَجَهُ: مُسْلِمٌ عَنِ القَعْنَبِيِّ، وَهُوَ مِنْ أَعْلَى شَيْءٍ فِي صحيحه.

(سير أعلام النبلاء - ط الحديث (شمس الدين الذهبي) ج8 ص370، 371؛ سير أعلام النبلاء - ط الرسالة (شمس الدين الذهبي) ج10 ص264؛ مجلة البحوث الإسلامية (مجموعة من المؤلفين): 1303)

ترجمہ: یہ صحیح مسلم کی اعلیٰ ترین مرویات میں سے ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَتْ: "طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِيَدَيَّ لِحُرْمِهِ حِينَ أَحْرَمَ وَلِحِلِّهِ حِينَ أَحَلَّ، قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ".

(مسلم رقم 32 - 1189؛ ورواه مالك في "الموطأ" 1 / 328 في الحج: باب ما جاء في الطيب في الحج ومن طريقه البخاري 3 / 315، في الحج: باب الطيب عند الاحرام ومسلم 33-(1189)، والنسائي 5 / 137، عن عبد الرحمن بن القاسم، عن أبيه، عن عائشة، وأخرجه البخاري 3 / 464 و10 / 308، من طريقين عن عبد الرحمن بن

القاسم، عن أبيه، عن عائشة. وأبو داود: 1745، من طريق القعنبي، به، وأخرجه أحمد 6/186، والطحاوي 2/130 من طريق شعبة، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ القَاسِمِ، عَنْ أَبِيْهِ، عن عائشة، به)

ایک طرف یہ حال ہے اور دوسری طرف امام مسلم ﵀ کا دیگر اجل محدثین سے حدیث روایت کرنے کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔ امام مسلم ﵀ کے ایک شیخ ہیں امام ابوزرعہ الرازی ﵀۔ یہ امام بخاری ﵀ اور امام ترمذی ﵀ کے بھی شیخ ہیں لیکن ان کا امام مسلم ﵀ کے ساتھ خصوصی تعلق تھا۔ خطیب بغدادی ﵀، امام ابن عساکر ﵀، ابن نقطہ ﵀، ابن الصلاح ﵀ اور امام نووی ﵀ و دیگر ائمہ نے امام احمد بن سلمہ ﵀ سے روایت درج کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

قال: سمعت أحمد بن سلمة يقول: رأيت أبا زرعة، وأبا حاتم، يقدِّمان مسلم بن الحجاج في معرفة الصحيح على مشايخ عصرهما.

(المدخل إلى السنن الكبرى - البيهقي - ت عوامة (أبو بكر البيهقي) ج1 ص368 رقم 800؛ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد، ج13 ص101؛ ابن عساکر: تاریخ مدینۃ دمشق، ج58 ص90؛ ابن نقطہ: التقیید، ج1 ص447؛ ابن الصلاح: صیانۃ صحیح مسلم، ج1 ص61؛ نووی: تہذیب الاسماء واللغات، ج2 ص91؛ شرح النووي على مسلم (النووي) ج1 ص10؛ جامع الأصول (ابن الأثير، مجد الدين أبو السعادات) ج1 ص187)

ترجمہ: میں نے امام ابوزرعہ ﵀ اور امام ابوحاتم ﵀ کو دیکھا کہ وہ حدیثِ صحیح کی معرفت میں امام مسلم بن الحجاج ﵀ کو اپنے زمانہ کے مشائخ پر مقدم کرتے تھے۔

حتی کہ امام نووی ﵀، امام ابن الصلاح ﵀ اور دیگر ائمۂ حدیث نے بیان کیا ہے کہ حافظِ حدیث امام مکی بن عبدان نیشاپوری ﵀ نے امام مسلم ﵀ کو خود فرماتے ہوئے سنا:

قَالَ مكي: وَسمعت مُسلما يَقُول: "عرضت كتابي هٰذَا الْمسند على أبي زرْعَة فَكل مَا أَشَارَ عَليّ فِي هٰذَا الْكتاب أَن لَهُ عِلّة وسببا، تركته

بقوله. وَمَا قَالَ إِنَّه صَحِيح لَيْسَ لَهُ عِلّة فَهُوَ الَّذِي أخرجته".

(فهرسة ابن خير - ط العلمية (ابن خير الإشبيلي) ص87؛ صيانة صحيح مسلم (ابن الصلاح) ص67، 100؛ المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم (أبو العباس القرطبي) ج1 ص101؛ اختصار صحيح البخاري وبيان غريبه (أبو العباس القرطبي) ج1 ص10؛ شرح النووي على مسلم (النووي) ج1 ص15، 26؛ الكافي في علوم الحديث (أبو الحسن التبريزي) ص135؛ سير أعلام النبلاء - ط الرسالة (شمس الدين الذهبي) ج12 ص568؛ مقدمة فتح الباري بشرح البخاري - ط السلفية (ابن حجر العسقلاني) ص347؛ نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر - ت عتر (ابن حجر العسقلاني) ص53)

ترجمہ: میں نے اپنی یہ کتاب (صحیح مسلم) ابوزرعہ الرازی ﵀ کی خدمت میں پیش کی۔ پس جس جس روایت پر انہوں نے اشارہ کیا کہ اس میں علت ہے تو میں نے اسے ترک کر دیا، اور جس جس روایت پر انہوں نے کہا کہ یہ صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں تو میں نے اس کو اپنی صحیح میں بیان کر دیا۔

امام ابن الصلاح ﵀ نے معروف: "مقدمہ حدیث" میں ایک روایت بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

إِسْنَادُهُ جيّدٌ، حدَّثَ بِهِ مُسْلِمٌ بِحَضْرَةِ أَبِي زُرْعَةَ.

(مقدمة ابن الصلاح = معرفة أنواع علم الحديث ت الفحل والهميم (ابن الصلاح) ص397)

ترجمہ: اس کی سند جید ہے، امام مسلم ﵀ نے اس کو امام ابوزرعہ ﵀ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

ابن الصلاح ﵀ نے امام مسلم ﵀ کے ہاں امام ابوزرعہ ﵀ کے بلند مرتبۂ علمی کی تائید بھی کی ہے۔ یعنی امام مسلم ﵀ نے اُن سے کثیر استفادہ کیا، مگر ان سے روایت صرف ایک حدیث ہی کی۔ یہ روایت امام مسلم ﵀ نے کتاب: الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار کے باب أكثر أهل الجنة الفقراء میں بیان کی ہے۔

(عُبَیْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ أَبُو زُرْعَةَ: مسلم رقم 96-2739)

حالانکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے علم الحدیث کے باب میں کثیر استفادہ کیا تھا۔ گویا امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری کتاب کی ثقاہت کی سند امام ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ سے لی۔ جس شیخ پر کتاب پیش کر کے ایک ایک روایت کی توثیق کی سند لی ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ پر کتنا اعتماد تھا، لیکن پوری الجامع الصحیح، میں ان سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ اس کے برعکس چند ائمۂ حدیث کے احوال درج کئے جا چکے ہیں جن سے امام رحمۃ اللہ علیہ نے 70، 80 اور کثیر احادیث روایت کی ہیں۔ کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرلیا جائے کہ امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ضعیف فی الحدیث تھے؟ یا قلیل الروایت تھے؟ یا اُن کا اعتماد نہیں تھا؟ کتنی بڑی مضحکہ خیز بات لگ رہی ہے۔ پوری الصحیح کی حجیت، صحت اور ثقاہت کا سرٹیفکیٹ اور اس کی ایک ایک سند پر اُن سے توثیق کروا رہے ہیں مگر خود اُن سے پوری کتاب مسلم میں ایک روایت لی ہے۔

اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دیگر شیوخ سے کثیر احادیث روایت کی ہیں مگر اپنے اجل اور اکابر شیوخ سے اتنی اقل روایتیں لی ہیں، یہاں تک کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے امیر المؤمنین فی الحدیث کے منصب پر فائز محدث اعظم سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی۔ اس سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کسی محدث کا دوسرے محدث سے روایت کرنے یا نہ کرنے کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں۔ عدمِ روایت کا سبب صرف ضعف نہیں ہوتا۔

8 امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے سننِ ترمذی میں صرف ایک روایت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ تینوں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے علل الحدیث کے باب میں 114 مقامات پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا ہے، مگر اپنی پوری کتاب میں اُن سے چند احادیث روایت کی

ہیں۔ اسی طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی صرف تین احادیث روایت کی ہیں، جبکہ بطور شاگرد ان حضرات سے کثیر استفادہ کیا ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے کا یہ حال ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری "السنن" میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے صرف یہ ایک حدیث روایت کی ہے:

حدیث 1:۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ حَجَّاجٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «أَحْصُوا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ»۔

(کتاب الصوم: بَابُ مَا جَاءَ فِي إِحْصَاءِ هِلَالِ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ، ترمذی رقم 687)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رمضان کی خاطر شعبان کے چاند کا خیال رکھو"۔

حالانکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفروں میں بھی اکٹھے رہے ہیں۔ امام ابوعبداللہ الحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی توثیق کی ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفروں میں بھی مصاحبت کی ہے۔ وہ اس دوران ان سے سماع کرتے اور ان کی خدمت کرتے تھے۔ ان کے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان قوی علاقہ اور محبت کا تعلق تھا حتی کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بیان کرتے ہوئے اپنے اہلِ زمانہ اور ہم عصروں پر فخر و مباہات فرماتے تھے کہ میں نے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر میں اُن کی سنگت اختیار کی ہے۔ (ابن عبد الہادی: مختصر طبقات علماء الحدیث، ج2 ص390)

یعنی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے صرف شاگرد ہی نہیں بلکہ اتنا قرب اور تعلق تھا لیکن ہزار ہا احادیث میں ان سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔

9 "سننِ ترمذی" میں بعض ثقہ رواۃ سے مروی احادیث کی تعداد

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دیگر شیوخ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں حتی کہ وہ شیوخ جن کا ذکر ضعفاء کے درجہ میں آتا ہے اُن سے بھی کتنی احادیث روایت کی ہیں

اور ادھر امام مسلم ؒ سے صرف ایک اور امام ابوداؤد ؒ سے تین روایتیں لی ہیں۔
امام ترمذی ؒ کی دوسرے شیوخ سے مروی احادیث کی تعداد حسبِ ذیل ہے:
امام ترمذی ؒ نے قتیبہ بن سعید ؒ سے 619، محمد بن بشار بندار ؒ سے 495، محمود بن غیلان المروزی ؒ سے 342 اور ہناد بن السری التمیمی الدارمی ؒ سے 286 احادیث روایت کی ہیں۔ اسی طرح محمد بن یحییٰ العدنی ؒ سے 181، محمد بن علاء الہمدانی ؒ سے 193، علی بن حجر السعدی سے 173، عبدالحمید بن حمید الکشی الانصاری سے 158 اور احمد بن منیع البغوی ؒ سے 257 احادیث روایت کی ہیں۔ ان نو شیوخ سے امام ترمذی نے تقریباً 2704 احادیث روایت کی ہیں یعنی "سنن ترمذی" کا نصف سے زائد حجم صرف ان نو شیوخ کی روایات سے بھرا پڑا ہے۔

10 سنن ترمذی میں بعض ضعیف رواۃ سے مروی احادیث کی تعداد

اب ذیل میں ہم امام ترمذی ؒ کے ان شیوخ کا ذکر کرتے ہیں جن کو ائمۂ جرح و تعدیل نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ اُن سے امام ترمذی ؒ نے جو احادیث "السنن" میں روایت کی ہیں وہ تعداد بھی امام بخاری ؒ، امام مسلم ؒ اور امام ابوداؤد ؒ سے مروی احادیث سے بڑھ کر ہے۔ کیا کسی محدث سے روایت کر لینے سے اُس کی ثقاہت بڑھ جاتی ہے اور کسی سے روایت نہ کرنے سے ثقاہت کم ہو جاتی ہے؟ اگر اس کو اصول بنا لیا جائے تو سنن ترمذی کے اس موازنہ میں معترض کیا کہے گا؟
امام ترمذی ؒ نے محمد بن حیان الرازی ؒ سے 27 احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے بارے میں امام ابوزرعہ الرازی ؒ اور ابن خراش ؒ کا قول ہے: یَکْذِبُ (یہ جھوٹ بولتا ہے)۔
امام ترمذی ؒ نے محمد بن یزید العجلی ؒ سے 15 احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے بارے ائمۂ جرح و تعدیل کا قول ہے: لیس بالقوی (یہ روایت میں قوی نہیں

ہے)۔
امام ترمذی ؒ سفیان بن وکیع بن الجراح ؒ سے 65 احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے بارے ائمۂ جرح و تعدیل کا قول ہے: متروك الحديث (ان سے مروی حدیث کو ترک کیا جائے گا)۔
اسی طرح انہوں نے عمر بن اسماعیل الہمدانی ؒ سے 5 احادیث روایت کی ہیں۔ یہ بھی متروک الحدیث ہے۔
الغرض امام ترمذی ؒ کے وہ شیوخ جو ائمۂ جرح و تعدیل کے نزدیک سب سے اونچے درجے کے ہیں، وہ امام بخاری ؒ، امام مسلم ؒ، امام ابوداؤد ؒ، امام دارمی ؒ اور امام ابوزرعہ ؒ ہیں، ان پانچوں چوٹی کے ائمہ کی کل مرویات کو جمع کر لیں تو ان کی کل تعداد سے اُن شیوخ کی مرویات کی تعداد زیادہ بنتی ہیں جو صرف ضعفاء ہیں۔ امام ترمذی ؒ نے جو ان سے احادیث لی ہیں صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے دیگر ذرائع سے ان کی ثقاہت پر اعتماد کر کے لی ہوں گی۔ حتی کہ امام ترمذی ؒ نے اپنے تین شیوخ جو متروکین ہیں، یعنی سفیان بن وکیع بن الجراح ؒ، عمر بن اسماعیل الہمدانی ؒ اور علاء بن مسلمہ الرواس ؒ سے کل 71 احادیث اپنی السنن میں روایت کی ہیں، اور یہ تعداد امام بخاری ؒ، امام مسلم ؒ، امام ابوداؤد ؒ اور امام ابوزرعہ ؒ جیسے اجل اور اوثق ائمہ کی کل روایات کے برابر بھی نہیں بنتی۔
اگر یہ معیار بنا لیا جائے کہ فلاں محدث نے فلاں سے روایت نہیں کیا۔ جیسا کہ امام بخاری ؒ نے امام اعظم ؒ سے روایت نہیں کیا۔ لہٰذا وہ حدیث میں ثقہ نہیں تھے یا اُن کے نزدیک ضعیف فی الحدیث تھے، تو یہ سارا اعتراض علم الحدیث، علم الرجال، اسماء الرواۃ سے مکمل ناواقفیت اور جہالت کے باعث ہے۔ اگر کوئی شخص ائمۂ حدیث ورواۃِ حدیث کی بحث اور اُن کی کتابوں میں مختلف مرویات کو پڑھے اور ان کا موازنہ کرے، تو یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ عدمِ اخذِ حدیث کے ہزاروں اسباب ہو سکتے ہیں صرف ضعف فی الحدیث واحد سبب نہیں ہے کہ اس کا الزام لگا دیا

جائے۔

11 امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے سنن نسائی میں صرف ایک روایت

ائمہ صحاح ستہ میں سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، لیکن امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول انہوں نے بھی اپنی السنن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نہیں کیا۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والأصح أنه لم يروعنه شيئًا. (قسطلانی: ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ج1 ص33)

ترجمہ: صحیح ترین یہی ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اُن سے روایت نہیں کیا۔

تحقیق کے مطابق امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "السنن" میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے صرف ایک حدیث: کتاب الصوم، بَابُ الْفَضْلِ وَالْجُودِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ میں روایت کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

حدیث 1: - أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، وَالنُّعْمَانُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: "مَا لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ لَعْنَةٍ تُذْكَرُ كَانَ إِذَا كَانَ قَرِيبَ عَهْدٍ بِجِبْرِيلَ عليه السلام يُدَارِسُهُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ". (سنن نسائی رقم 2096)

12 امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلۃ الذھب طریق سے صرف ایک روایت لی

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ اور انھوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مؤطا کو براہِ راست سماع بھی کیا ہے۔ مگر اُن سے سلسلۃ الذھب کے طریق پر صرف ایک ہی روایت لی ہے۔ باقی کسی طریق سے کوئی روایت اپنی "المسند" میں درج نہیں کی ہے۔

1 امام ابویعلیٰ خلیل عبداللہ خلیلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 446ھ) اپنی کتاب "الإرشاد" میں روایت کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: "كُنْتُ سَمِعْتُ الْمُوَطَّأَ مِنْ بِضْعَةَ عَشَرَ نَفْسًا مِنْ حُفَّاظِ أَصْحَابِ مَالِكٍ، فَأَعَدْتُهُ عَلَى الشَّافِعِيِّ، لِأَنِّي وَجَدْتُهُ أَقْوَمَهُمْ بِهِ".

(الإرشاد في معرفة علماء الحديث للخليلي (أبو يعلى الخليلي) ج1 ص231؛ عسقلانی: تہذیب التہذیب، ج9 ص27: ترجمۃ الامام الشافعی)

ترجمہ: میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مؤطا امام مالک کو دوبارہ سماعت کیا، کیونکہ میں نے انہیں باقی محدثین سے پختہ دیکھا، حالانکہ میں اسے اُن سے قبل دس سے زائد حفاظِ حدیث جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، سے سماعت کر چکا تھا۔

2 امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ذرا مختلف الفاظ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ أَحْمَدَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: سَمِعْتُ الْمُوَطَّأَ مِنَ الشَّافِعِيِّ، لِأَنِّي رَأَيْتُهُ فِيهِ ثَبْتًا وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ جَمَاعَةٍ قَبْلَهُ.

(سير أعلام النبلاء - ط الحديث (شمس الدين الذهبي) ج8 ص259 رقم 1538؛ تاريخ الإسلام - ت تدمري (شمس الدين الذهبي) ج14 ص334؛ النكت الوفية بما في شرح الألفية (برهان الدين البقاعي) ج1 ص95؛ النكت على كتاب ابن الصلاح لابن حجر (ابن حجر العسقلاني) ج1 ص264؛ سیوطی: تدریب الراوی، ج1 ص80)

ترجمہ: میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مؤطا امام مالک کو سماعت کیا کیونکہ میں نے انہیں اس میں پختہ دیکھا، حالانکہ میں اسے ان سے قبل (محدثین کی) ایک جماعت سے سن چکا تھا۔

3 امام ابوسعید علائی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی سب اسانید سے أجل الأسانيد بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے قرار دی ہے، جو کہ درج ذیل ہے:

فبنى العلامة صلاح الدين العلائي وغيره على ذلك أن أجل الأسانيد رواية أحمد بن حنبل عن الشافعي عن مالك عن نافع عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما.

(النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر (ابن حجر العسقلانی) ج1 ص265)

4 امام سبکی ؒ نے اسی سند سے ایک حدیث روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ:

مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ سِلْسِلَةَ الذَّهَبِ

کے طریق کو سلسلۃ الذھب کہا گیا ہے۔ آگے لکھتے ہیں:

فَقُلْ إِذَا شِئْتَ فِي أَحْمَدَ عَنِ الشَّافِعِيِّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالْمُزَنِيِّ عَنِ الشَّافِعِيِّ هٰكَذَا۔

(طبقات الشافعیة الکبری للسبکی (تاج الدین ابن السبکی) ج2 ص63)

ترجمہ: پھر اگر تو چاہے، تو امام احمد ؒ کا امام شافعی ؒ سے روایت کرنا، ان کا امام مالک ؒ سے، ان کا نافع ؒ سے اور ان کا ابن عمر سے۔ اسی طرح مزنی ؒ کا امام شافعی ؒ کے طریق سے روایت کرنے کو بھی سلسلۃ الذھب میں شمار کر سکتا ہے۔

گویا امام مالک ؒ کا جو حضرت نافع ؒ اور حضرت ابن عمر کے طریق سے روایت کا سلسلۃ الذھب ہے۔ یہی سلسلۃ الذھب امام احمد بن حنبل ؒ کا امام شافعی ؒ کے طریق پر امام مالک ؒ کے ذریعے سے قائم ہوتا ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق قابل غور بات یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل ؒ نے اپنی مسند میں 27647 کے قریب احادیثِ مبارکہ جمع کی ہیں۔ ان میں سے اپنے شیخ اکبر امام شافعی ؒ سے کل نو (9) احادیث روایت کی ہیں، اور اسی سلسلۃ الذھب سے آپ ؒ نے اپنی مسند میں ان نو احادیث میں سے بھی صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔

امام احمد ؒ نے اس سلسلۃ الذھب کے اعلیٰ ترین طریق سے صرف ایک حدیث کو 27647 حدیثوں میں سے درجِ ذیل مقام پر روایت کی ہے۔ باقی اور کسی جگہ بھی اس طریق سے روایت نہیں کیا:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيسَ الشَّافِعِيُّ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحدیث۔

(مسند أحمد-ط الرسالة (أحمد بن حنبل) رقم 5862)

کیا اس سے کوئی نادان معاذ اللہ یہ نتیجہ اخذ کرے گا کہ آپ ؒ نے اس اعلیٰ ترین سند کو نہیں مانا، یہ خیال کرنا جہالت، علمِ حدیث اور ائمہ کی کتب سے عدمِ واقفیت کے باعث ہے۔

13 خلاصۂ بحث

خلاصتاً اس بحث کو یوں سمیٹا جا سکتا ہے چونکہ امام بخاری ؒ کی امام اعظم ؒ سے براہِ راست ملاقات نہیں ہو سکی۔ لہٰذا مختلف ذرائع سے ان تک امام اعظم ؒ پر ارجاء کا جھوٹا الزام یا تہمت کی شہرت زیادہ پہنچی، تو انہوں نے آپ ؒ سے روایتِ حدیث ترک کر دی۔ یہ اسی طرح ہے جیسے خود امام بخاری ؒ کے شیخ امام محمد بن یحییٰ الذھلی ؒ تک امام بخاری ؒ کے خلقِ قرآن کے عقیدہ کا الزام شہرت کے طریق سے پہنچا، تو انہوں نے ان کے خلاف فتویٰ دے دیا، اور ان کے درمیان شدید نزاع ہو گیا۔ جس طرح یہ الزام امام بخاری ؒ پر لگا اور جن تک یہ الزام یا تہمت پہنچی اور براہِ راست اس کی صفائی کا موقع ان کو اُن کے ذریعہ سے نہیں مل سکا، تو انہوں نے بھی اُن سے حدیث روایت کرنا ترک کر دی، یا اُن سے قطعِ تعلق کر لیا، یا ان کے خلاف اپنا قول دیا۔ امام اعظم ؒ سے امام بخاری ؒ کا زمانہ بعد ہے، ملاقات بھی نہیں ہوئی، ان کے خلاف حاسدین اور مخالفین نے مرجئہ کی تہمت کثرت کے ساتھ لگائی، اور اس کو پھیلایا کہ بدقسمتی سے امام بخاری ؒ تک یہ ساری تہمت پہنچی، مگر اس کا رَدّ اتنی کثرت سے براہِ راست اُن تک نہیں پہنچ سکا۔ لہٰذا انہوں نے امام اعظم ؒ سے روایتِ حدیث ترک کر دی۔ لیکن اس سے ہرگز بھی یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کرنا چاہئے کہ امام بخاری ؒ کے نزدیک امام اعظم ؒ ضعیف تھے۔ اس لئے اُن سے روایت نہ کیا۔ یہ نتیجہ درحقیقت علم الحدیث اور علم الرجال سے ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے۔

14 ایمان کی تعریف سے متعلق حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا علمی اختلاف

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ الشیوخ ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ چھ واسطوں سے علمِ حدیث میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے شاگرد ہیں، اور چھ واسطوں سے ہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے شاگرد ہیں۔ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اجل محدث شاگردوں کی نسبت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بنتے ہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ الشیوخ کے طریق سے روایت نہیں لی؟ اس سلسلے میں ہم پورے فکری تعمق اور تحقیقی گہرائی میں اترنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث نہ لینے کا سبب ان کا غیر ثقہ، ضعیف یا قلیل الحدیث ہونا نہیں، بلکہ ایک علمی اختلاف کی وجہ سے تھا، جس پر دونوں ائمہ کا موقف اپنی اپنی جگہ پر بے لچک تھا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان علمی اختلاف ایمان کی تعریف پر تھا، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تصدیقِ قلبی اور زبانی اقرار کو فی نفسہ ایمان کا نام دیتے ہیں، اور اس میں عمل کو شامل نہیں کرتے، جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایمان کی تعریف میں قول وعمل دونوں کو شامل کرتے تھے۔ ذیل میں دونوں اکابر کے ان خیالات وعقائد کو مستند کتب کے حوالہ جات کی مدد سے فرداً فرداً پیش کیا جارہا ہے۔

15 امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ایمان قول وفعل کا نام ہے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایمان کی تعریف میں "قول اور عمل" دونوں کو شامل کرتے ہیں۔

1 امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بذاتِ خود اپنی "الصحیح" میں کتاب الایمان کے پہلے باب کا آغاز کرتے ہوئے ایمان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

وَهُوَ قَوْلٌ وَفِعْلٌ وَيَزِيدُ وَيَنْقُصُ.

(صحيح البخاري-ط السلطانية (البخاري) ج1ص10)

ترجمہ ایمان قول اور فعل کا نام ہے۔ یہ زیادہ اور کم بھی ہوتا رہتا ہے۔

2 امام محمد بن نعیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جس دور میں تعریفِ ایمان پر علماء کے درمیان بحث وتمحیص جاری تھی، میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ایمان کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا:

يقول سمعت محمد بن نعيم يقول سألت محمد بن إسماعيل لما وقع في شأنه ما وقع عن الإيمان فقال: "قول وعمل ويزيد وينقص".

(عسقلانی: هدى الساري مقدمة فتح الباري: 491؛ عسقلانی: تهذيب التهذيب، ج9ص45)

ترجمہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے۔ یہ زیادہ اور کم بھی ہوتا رہتا ہے۔

ان اقوال کے مطابق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایمان کا اطلاق قول اور عمل دونوں پر کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک فقط زبان سے ایمان کا اقرار کرنا ایمان نہیں، بلکہ ایمان اسی وقت کہلائے گا جب اس کے ساتھ عمل بھی ہوگا۔ جب کوئی دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والا شخص زبان پر ایمان کا اقرار کرنے کے ساتھ اعمالِ شریعت: نماز، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ پر بھی عمل کرے گا، تب کہا جائے گا کہ یہ شخص مومن ہے۔

16 امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ایمان: تصدیقِ قلبی اور زبان سے اقرار کا نام ہے

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ایمان صرف دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا نام ہے جسے إقرار باللسان و تصديق بالقلب کہا جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فی نفسہ ایمان کی تعریف میں عمل کو شامل نہیں کرتے، ہاں ایمان کی تکمیل کے لئے عمل کو ضرور واجب قرار دیتے ہیں۔

1 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الفقه الأكبر" میں لکھا ہے:

وَالْإِيمَانُ هُوَ الْإِقْرَار والتصديق وإيمان أهل السَّمَاءِ وَالْأَرْض لَا يزيد

وَلَا ينقص من جِهَة الْمُؤمن بهَا وَيزِيد وَينْقص من جِهَة الْيَقِين والتصديق والمؤمنون مستوون فِي الْإِيمَان والتوحيد متفاضلون فِي الْأَعْمَال. (الفقه الأكبر (أبو حنيفة النعمان) ص55)

ترجمہ اور ایمان زبان سے اقرار اور دل سے یقین کرنے کا نام ہے۔ اہل سماء اور اہل زمین (ملائکہ انسان جنات) کا ایمان کم و بیش نہیں ہوتا مؤمن بہ کے اعتبار سے (یعنی ان چیزوں کے لحاظ سے جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مثلاً: ذاتِ باری تعالی اور اس کی صفات، ملائکہ، انبیاء علیہم السلام، کتبِ سماویہ، یومِ آخرت وغیرہ وغیرہ)۔ لیکن ایمان، یقین اور تصدیق کے لحاظ سے کم و بیش ہوتا ہے، اور سب مؤمن ایمان اور توحید میں مساوی ہیں۔ البتہ اعمال کے اندر ایک دوسرے سے کم و بیش ہیں۔

2 اسی طرح امام اعظم رحمہ اللہ نے اپنے کتابچہ "الوصية" میں ایمان کی تعریف درج ذیل الفاظ میں بیان کی ہے:

الإيمان: إقرار باللسان وتصديق بالجنان.

(أبو حنيفة: الوصية (مجموعة شيخ زاهد الكوثري: ص635)

ترجمہ ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ کی ایمان کے بارے میں بیان کردہ تعریف سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اور آپ رحمہ اللہ کے درمیان بنیادی اختلاف کا سبب تعریف ایمان میں عمل کو داخل کرنے اور نہ کرنے پر تھا۔ امام اعظم رحمہ اللہ عمل کو ایمان کے اکمل اور اتم ہونے میں ممد و معاون سمجھتے ہیں، اور اسے نفسِ ایمان کا جزو نہیں سمجھتے، جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ عمل کو ایمان کا ہی حصہ قرار دیتے ہیں۔

17 امام بخاری رحمہ اللہ کا قول: "میں نے اپنے عقیدہ کے خلاف کسی سے روایت قبول نہیں کی"

ایمان کی تعریف پر یہی بنیادی علمی اور اعتقادی اختلاف تھا جس کی وجہ سے امام

بخاری رحمہ اللہ نے امام اعظم رحمہ اللہ کے طریق سے حدیث روایت نہیں کی۔ اس کی وضاحت خود امام بخاری رحمہ اللہ کے اپنے اقوال سے ہوتی ہے:

1 حسین بن محمد بن وضّاح رحمہ اللہ اور مکی بن خلف بن عفان رحمہ اللہ سے روایت ہے ہم نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کو کہتے ہوئے سنا:

قال: سمعت الحسين بن محمد الوضاح، ومكي بن خلف بن عفان، قالا: سمعنا محمد بن إسماعيل، يقول: " كتبت عن ألف نفر من العلماء وزيادة ولم أكتب إلا عمن قال: الإيمان قول وعمل، ولم أكتب عمن قال: الإيمان قول".

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة (اللالكائي) ج 5 ص 959 رقم 1597؛ الكمال في أسماء الرجال (عبد الغني المقدسي) ج2 ص136؛ تاریخ دمشق، ج 22 ص 24؛ نونية ابن القيم الكافية الشافية-ط عطاءات العلم ج2 ص635)

ترجمہ میں نے ایک ہزار سے زیادہ علماء سے احادیث لکھی ہیں اور میں نے صرف اس محدث سے حدیث لکھی جس نے کہا: "ایمان قول اور عمل کا نام ہے"، اور اس سے حدیث نہیں لکھی جس نے کہا: "ایمان (صرف) قول کا نام ہے"۔

2 امام محمد بن ابی حاتم سے روایت ہے کہ امام بخاری نے فرمایا:

وعن محمد بن أبي حاتم عنه أنه قال: "كتبت عن ألف وثمانين نفسًا، ليس فيهم إلا صاحب حديث". وقال أيضًا: "لم أكتب إلَّا عمن قال: "الإيمان قول وعمل".

(شرح القسطلاني = إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري (القسطلاني) ج 1 ص32؛ تغليق التعليق (ابن حجر العسقلاني) ج5 ص389؛ عسقلاني: هدى الساري مقدمة فتح الباري: ص 479؛ النكت على صحيح البخاري (ابن حجر العسقلاني) ص89)

ترجمہ میں نے بذاتِ خود ایک ہزار اسی (1080) اشخاص سے حدیث کو نقل کیا ہے، ان

میں سے ہر ایک محدث تھا، اور امام بخاری ؒ نے کہا: "میں نے حدیث کو صرف اسی محدث سے نقل کیا جس نے کہا: "ایمان قول اور عمل کا نام ہے"۔

18 امام بخاری ؒ نے امام اعظم ؒ پر ضعیف الحدیث ہونے کا الزام نہیں لگایا

چونکہ امام بخاری ؒ کے عقیدہ اور مسلک کے مطابق، ایمان: قول اور عمل دونوں کا نام تھا۔ لہٰذا انہوں نے حدیث روایت کرنے میں بھی اپنے اسی عقیدہ کا التزام کیا، اور صرف ان محدثین سے احادیث روایت کیں، جو قول اور عمل دونوں کو تعریفِ ایمان میں شامل کرتے تھے۔ اسی علمی اختلاف کے باعث انہوں نے ایمان کی تعریف میں عمل کو شامل نہ کرنے والوں سے احادیث نہ لیں، جن میں امام صاحب ؒ کا نام بھی آتا ہے۔ اس علمی اختلاف کو امام بخاری ؒ کا خود نقل کرنا ان کی ایمانداری، دیانت داری، تقویٰ، صداقت و امانت اور عدالت پر دلالت کرتا ہے۔ نیز اپنے اس بیان سے انہوں نے امام اعظم ؒ کے مخالفین پر یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ وہ امام اعظم ؒ کو قطعاً غیر ثقہ اور ضعیف نہیں سمجھتے۔

19 امام اعظم ؒ پر مرجئہ کے الزام کی حقیقت

قرونِ اولیٰ میں ایمان کو اقرار باللسان و تصدیق بالقلب، کہنے کا عقیدہ ایک باطل فرقہ مرجئہ کی ایک شاخ کا بھی تھا۔ لہٰذا جو شخص اپنا یہ عقیدہ رکھتا کہ ایمان اقرارِ لسانی اور تصدیقِ قلبی کا نام ہے اور عمل اس کی تکمیل کے لئے لازمی ہے، اسے مرجئہ کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا۔ اسی صورتِ حال کا سامنا امام اعظم ؒ کو کرنا پڑا، جبکہ آپ ؒ کا اس باطل فرقہ سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ امام بخاری ؒ نے امام اعظم ؒ کے بارے میں ان کے ترجمہ میں لکھا:

كَانَ مُرْجِئًا، سَكَتُوا عَنْهُ، وَعَنْ رَأْيِهِ، وَعَنْ حَدِيثِهِ۔

(التاریخ الکبیر للبخاری - ت الدباسی والنحال (البخاری) ج 9 ص 471 رقم (11437)

ترجمہ: وہ مرجئہ تھے، محدثین نے ان سے روایت کرنے میں، ان کی رائے لینے سے اور ان کی حدیث لینے میں سکوت اختیار کیا ہے۔

امام اعظم ؒ پر مرجئہ کا الزام لگانے کی ابتدا خوارج، قدریہ اور معتزلہ جیسے باطل فرقوں نے کی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ امام اعظم ؒ نے دورِ اول میں پھوٹنے والے ان باطل فرقوں کی شدید مخالفت کی کیونکہ یہ تمام فرقے ایسے باطل عقائد و نظریات عوام الناس میں پھیلانے میں کوشاں تھے، جن کا اسلام میں سرے سے ہی کوئی وجود نہ تھا۔

1. عقیدۂ قدریہ کے حامل انسان کے فعل کو مکمل طور پر انسان کے ارادہ کے تحت سمجھتے تھے اور اس میں ارادۂ الٰہی کے دخل کو جائز نہ سمجھتے تھے اور وہ اپنے اس عقیدہ کا پرچار بھی کرتے، جس کی وجہ سے امام اعظم ؒ نے ان کی شدید مخالفت کی۔
2. معتزلہ کا عقیدہ تھا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب غیر مؤمن ہے۔ لہٰذا وہ مرنے کے بعد ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ جو شخص بھی ان کے اس نظریہ کی مخالفت کرتا وہ اس پر مرجئہ کا اطلاق کرتے۔
3. خوارج کا عقیدہ تھا کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے، اور اس کا خون و اموال دوسروں پر حلال ہیں۔ ان کے نزدیک بھی ایسا شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔
4. چوتھا باطل فرقہ مرجئہ کا تھا، جنہوں نے خوارج کے بالکل برعکس عقیدہ اپنایا۔ انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ ایمانِ کامل اقرارِ لسانی اور تصدیقِ قلبی کا نام ہے۔ لہٰذا عمل کی اس میں ضرورت ہی نہیں، اور بعض نے ان میں سے یہاں تک کہا کہ ایمان صرف قلبی اعتقاد کا نام ہے۔ اگرچہ اعلانیہ زبان سے کفر کا اقرار کرتا پھرے، بتوں کو پوجتا رہے، یا دارالاسلام میں یہودیوں اور عیسائیوں سے ملا رہے، اور صلیب و تثلیث کو پوجے، اس کے اعمال جیسے بھی ہوں، وہ مرتے وقت کامل حالتِ ایمان میں ہی مرے گا۔ ان کا

عقیدہ تھا کہ حالتِ ایمان میں سرزد ہونے والا گناہ کوئی نقصان نہیں پہنچاتا، جیسا کہ کفر کی حالت میں اطاعتِ الٰہی کافروں کو کوئی نفع نہیں دیتی۔

(ابن حزم: الفصل فی الملل والنحل،4:154-155)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ان سب باطل عقائد سے جدا تھے۔ انہوں نے کبھی بھی ان عقائدِ باطلہ سے تعلق نہیں رکھا، بلکہ ہمیشہ ان کی سرکوبی کے لئے کام کرتے رہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں ان کا عقیدہ ملاحظہ کریں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وَلَا نقُول: "إن الْمُؤمن لَا تضره الذُّنُوب". وَلَا نقُول: "إِنَّه لَا يدْخل النَّار وَلَا نقُول إِنَّه يخلد فِيهَا وَإِن كَانَ فَاسِقًا بعد ان يخرج من الدُّنْيَا مُؤمنا وَلَا نقُول إن حَسَنَاتنَا مَقْبُولَة وسيئاتنا مغفورة كَقَوْل المرجئة. وَلَكِن نقُول: "من عمل حَسَنَة بِجَمِيع شرائطها خَالِيَة عَن الْعُيُوب الْمفْسدَة وَلم يُبْطِلهَا بِالْكفْر وَالرِّدَّة والأخلاق السَّيئَة حَتَّى خرج من الدُّنْيَا مُؤمنا. فَإِن الله تَعَالَى لَا يضيعها بل يقبلهَا مِنْهُ ويثيبه عَلَيْهَا. وَمَا كَانَ من السَّيِّئَات دون الشّرك وَالْكفْر وَلم يتب عَنْهَا صَاحبهَا حَتَّى مَاتَ مُؤمنا. فَإِنَّهُ مُؤمن فِي مَشِيئَة الله تَعَالَى إِن شَاءَ عذبه بالنَّار وَإِن شَاءَ عَفا عَنهُ وَلم يعذب بالنَّار أصلا.

(الفقه الأكبر(أبو حنيفة النعمان)، ص 45 - 47-الناشر: مكتبة الفرقان - الإمارات العربية)

ترجمہ: ہم یہ نہیں کہتے کہ مؤمن کو اس کے گناہ نقصان نہیں پہنچائیں گے، نہ یہ کہتے ہیں کہ وہ دوزخ میں نہیں جائے گا (جس طرح باطل فرقے مرجئہ اور ملاحدہ وغیرہ کہتے ہیں)، اور نہ ہی (معتزلہ اور خوارج کی طرح) یہ کہتے ہیں کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا، اگرچہ وہ فاسق ہی ہو، اور دنیا سے حالتِ ایمان میں رخصت ہوا ہو، اور نہ ہم مرجئہ کی طرح یہ کہتے ہیں کہ ہماری نیکیاں مقبول ہیں اور گناہ معاف ہیں۔ بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جس شخص نے نیکی کو اس کی تمام شرائط کے ساتھ کیا جو عیوب مفسدہ (ظاہری گناہ

مثلاً: شراب خوری، بدکاری، جھوٹ) اور معانی مبطلہ (باطنی گناہ مثلاً: تکبر اور ریا کاری) سے محفوظ ہوئی تو، اور اس شخص نے اسے کفر اور ارتداد سے ضائع نہ کیا، یہاں تک کہ دنیا سے مؤمن چلا گیا، تو اللہ تعالیٰ بھی اس نیکی کو ضائع نہیں کرے گا، بلکہ اس شخص سے اس نیکی کو قبول فرمائے گا اور اسے اس کا ثواب عنایت کرے گا۔ کفر و شرک کے علاوہ جتنے بھی گناہ ہوں گے، جس پر اس کا عامل توبہ کیے بغیر ہی حالتِ ایمان میں مر گیا، اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہوگا، چاہے وہ اسے (عدل کے باعث) جہنم میں عذاب دے، اور چاہے (فضل وکرم اور شفاعت کے باعث) معاف فرمادے، اور وہ اسے اصلاً عذاب کا مستحق نہیں ٹھہرائے گا (بلکہ جنت میں داخل کردے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا)۔

اتنے صریح الفاظ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ جان لینے کے بعد اب کسی صفائی کی ضرورت نہیں رہی۔ انہوں نے اپنے الفاظ میں وضاحت کے ساتھ اہلِ سنت و الجماعت حنفی مذہب کا عقیدہ بیان کردیا ہے کہ ہمارا عقیدہ باطل فرقوں: خوارج، معتزلہ اور مرجئہ کے برعکس قرآن وسنت پر قائم ہے۔ ہم نہ کسی مؤمن کو گناہ کبیرہ کے باعث ہمیشہ جہنم کا مستحق ٹھہراتے ہیں، اور نہ کافر، اور نہ ہی ہم اسے گناہوں کے مضر اور دخولِ جہنم سے بے خوف کرتے ہیں۔ بلکہ گناہوں کی وجہ سے مؤمن کی گرفت بھی ہوسکتی ہے، وہ جہنم میں داخل بھی ہوسکتا ہے اور اس کی معافی بھی ہوسکتی ہے، لیکن حالتِ ایمان میں مرنے والے گناہگار مؤمن کو کافر کا ٹائٹل اور جہنم کی ہمیشگی کا پروانہ نہیں تھمایا جاسکتا۔

ہماری نگاہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئہ کہنے کی یہی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے ان سب باطل فرقوں کی اتنی شدومد سے مخالفت کی، جتنی اس دور میں اور کوئی امام نہ کرسکا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے ان کے بخیے ادھیڑ کے رکھ دیئے، جس کے نتیجہ میں ان باطل فرقوں نے اس کا بدلہ اس انداز میں لیا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم خیال دوسرے ائمہ پر مرجئہ ہونے کا الزام لگادیا۔

اسی لئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بصرہ کے ایک عالم عثمان البتی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی طرف منسوب مرجئہ کے نام کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھا تھا:

فما ذنب قوم تكلموا بعدل، وسماهم أهل البدع بهذا الإسم؟ ولكنهم أهل العدل وأهل السنة، وإنما هذا اسم سماهم به أهل شنآن.

(أبو حنيفة: الرسالة إلى عثمان البتي: 632 (مجموعة كتب شيخ الفقيه زاهد الكوثري)

ترجمہ: حق پر بولنے والی قوم کا یہی تو گناہ ہوتا ہے کہ اہلِ بدعت انہیں اس (مرجئہ کے) نام سے موسوم کر دیتے ہیں؟ حالانکہ وہ اہلِ انصاف اور اہلِ سنت ہوتے ہیں، اُنہیں اس نام سے صرف کم ظرف لوگ ہی منسوب کرتے ہیں۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی تائید امام شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۴۸ھ) نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف: "الملل والنحل" (۱:۱۴۱) میں کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

لعمري! كان يقال لأبي حنيفة وأصحابه مرجئة السنة. وعده كثير من أصحاب المقالات من جملة المرجئة. ولعل السبب فيه أنه لما كان يقول: "الإيمان هو التصديق بالقلب، وهو لا يزيد ولا ينقص"، ظنوا أنه يؤخر العمل عن الإيمان. والرجل مع تخريجه في العمل كيف يفتي بترك العمل؟ وله سبب آخر، وهو أنه كان يخالف القدرية، والمعتزلة الذين ظهروا في الصدر الأول. والمعتزلة كانوا يلقبون كل من خالفهم في القدر مرجئا، وكذلك الوعيدية من الخوارج. فلا يبعد أن اللقب إنما لزمه من فريقي المعتزلة والخوارج، والله أعلم.

(الملل والنحل (الشهرستاني) ج1 ص141)

ترجمہ: مجھے اپنی عمر (عطا کرنے والے) کی قسم! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کو مرجئۃ السنۃ کہا جاتا تھا اور بہت سے کہنے والوں نے جمیع مرجئہ میں ان کو بھی شامل کیا ہے اور اس کا سبب یہ ہوسکتا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: "ایمان تصدیقِ قلبی کا نام ہے، اور یہ گھٹتا بڑھتا نہیں"۔ ان پر الزام لگانے والوں نے گمان کیا کہ وہ عمل کو مؤخر کرتے ہیں،

حالانکہ ایسا شخص جو شریعت پر عمل پیرا ہو کیسے ترکِ عمل کا فتوی دے سکتا ہے؟ ہاں (ان کو مرجئہ کہنے کا) ایک دوسرا سبب یہ ہوسکتا ہے کہ چونکہ وہ دورِ اول میں نمودار ہونے والے فتنوں: قدریہ اور معتزلہ کی مخالفت کیا کرتے تھے، اور معتزلہ تقدیر میں اپنے ہر مخالف شخص کو مرجئہ کا لقب دیتے تھے، اور یہی رویہ خوارج کا تھا۔ پس اس صورتِ حال میں یہ امر بعید نہیں کہ انہیں یہ (مرجئہ کا) لقب فریقین: معتزلہ اور خوارج کی طرف سے بدنیتی اور حسد کی وجہ سے دیا گیا ہو۔ واللہ اعلم

گزشتہ صفحات میں بیان کیا جاچکا ہے کہ امام صاحب کا عقیدہ مرجئہ کے بالکل برعکس اور اس حقیقت کا غماز تھا کہ عمل فی نفسہ ایمان کی تعریف میں شامل نہیں، لیکن اس کے بغیر ایمان ناقص اور ادھورا ہے۔ اس کے باوجود امتِ مسلمہ کی شومئ قسمت دیکھیے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف پھیلائے ہوئے باطل قوتوں کے اس جال میں پھنس کر اکثر ائمہ نے اپنی کتابوں میں امام اعظم کو مرجئہ لکھ ڈالا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کئی اکابر تابعین اور تبع تابعین کو بھی انہیں فتنوں کے سبب مرجئہ میں شمار کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند نام درج ذیل ہیں:

1. حضرت حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ
2. حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ
3. عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ
4. محارب بن دثار رحمۃ اللہ علیہ
5. حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ
6. مقاتل بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ
7. قدید بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ

ان میں سے ہر امام کو صرف اس جرم کی پاداش میں مرجئہ کہا گیا کہ انہوں نے خوارج کے برعکس اصحاب کبائر کو مؤمن قرار دیا، اور معتزلہ کی طرف سے ان پر ہمیشہ جہنم میں رہنے کے دعویٰ باطل کی دلائلِ بیّن کے ساتھ تردید کی۔ جبکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور یہ سب

ائمہ نہ صرف مرجئہ ہونے کے اس الزام سے بری تھے، بلکہ وہ سب تقویٰ وطہارت اور اطاعت واتباعِ شریعت کے بلندترین مقام پر فائز تھے۔

علامہ سید محمد مرتضی الزبیدی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1205ھ) نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ارجاء کے الزام سے بری الذمہ ہونے پر یوں تبصرہ کیا ہے:

وأما نسبة الإرجاء إليه فغير صحيح، فإن أصحاب الإمام كلهم على خلاف رأي أصحاب الإرجاء. فلو كان أبو حنيفة مرجئاً لكان أصحابه على رأيه وهم الآن موجودون على خلاف ذلك، وإذا أجمع الناس على أمر وخالفهم واحد أو اثنان لم يلتفت إلى قوله ولم يصدق في دعواه حتى إن الصلاة عند أبي حنيفة خلف المرجئة لا تجوز. ومن أجمع الأمة على أنه أحد الأئمة الأربعة المجمع عليهم لا يقدح فيه قول من لا يعرفه إلا بعض المحدثين.

(مرتضى الزبيدي: عقود الجواهر المنيفة، ج1 ص15)

ترجمہ: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ارجاء کی نسبت صحیح نہیں کیونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اصحاب، ارجاء کے اصحاب کی رائے کے خلاف ہیں۔ اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرجئہ ہوتے، تو ان کے شاگرد بھی ان ہی کی رائے پر ہوتے، حالانکہ وہ ابھی تک اس کے خلاف موجود ہیں، جب سب لوگ کسی امر پر متفق ہوں اور کوئی ایک یا دو اشخاص ان کی مخالفت کریں، تو اس کے قول کی طرف دھیان نہیں دیا جائے گا، اور نہ ہی اس کے دعویٰ کی تصدیق کی جائے گی۔ (یہ مرجئہ کے ساتھ اختلاف ہی کی وجہ سے ہے کہ) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرجئہ کے پیچھے نماز تک بھی جائز نہیں ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان چار ائمہ میں سے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے۔ لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اس شخص کا قول قادح نہیں ہوگا جس کو صرف بعض محدثین جانتے ہوں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے زیادہ طعن وتشنیع کا اس لئے بھی نشانہ بنایا گیا کیونکہ آپ

رحمۃ اللہ علیہ معتزلی، خوارجی اور قدریوں سے مناظروں کے دوران اپنی خداداد صلاحیتوں سے نہ صرف ان کے دلائل وعقائد کی دھجیاں بکھیر دیتے تھے، بلکہ انہیں لاجواب بھی کر دیتے تھے۔ اس کا جواب انہوں نے یوں دیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر مرجئہ کا الزام لگا دیا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر ارجاء کا الزام انہوں نے اس قدر عام کر دیا کہ نشہ میں دھت راہ چلتا شخص بھی (جو عمل سے بالکل خالی ہوتا)، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجئی کہہ کر مخاطب ہوتا۔

امام ہبۃ اللہ لالکائی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 418ھ) اسی قسم کی ایک روایت بیان کرتے ہیں:

مر أبو حنيفة بسكران، فقال له: "يا أبا حنيفة! يا مرجئ!". فقال له أبو حنيفة: "صدقت، الذنب مني، جئت سميتك مؤمنا مستكمل الإيمان".

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة (اللالكائي) ج5 ص1072 رقم 1838)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کسی نشہ کی حالت میں مدہوش ایک شخص کے پاس سے گزرے، تو اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: "اے ابوحنیفہ! اے مرجئی!"۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا: "تو سچ کہتا ہے، گناہ میرا ہے کہ میں نے تجھے مومن، ایمان کو درجۂ کمال تک پہنچانے والے، کا نام دیا"۔

اس روایت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی خوبصورتی سے اپنے اوپر مرجئی ہونے کا الزام رد کرنے کے ساتھ ساتھ اس شخص کو ایمان کی حقیقت سے بھی آشنا کر دیا۔ اس شخص نے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو باطل فرقوں کے پراپیگنڈہ میں آکر مرجئی کہہ کر پکارا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت تحمل اور بردباری سے اس شخص کو ایک ہی نکتہ میں اشارہ جتلا دیا کہ عقیدہ مرجئہ کے حامل افراد شریعت پر عمل کے قطعاً مخالف ہونے کے باعث اسلامی فکر سے کنارہ کشی اختیار کر کے گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے ہیں۔ اسی طرح گروہِ خوارج گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار دینے کے ساتھ ساتھ اس کا خون مسلمان پر حلال قرار دیتے ہیں۔ ان دو انتہاء سوچوں کے باعث یا تو تمہیں اسی طرح نشہ جیسے حرام اور کبیرہ گناہ کی حالت میں مرجئہ کی طرح چھوڑ دیا جائے، اور کوئی پوچھ گچھ نہ کی

جائے کہ تمہارا ایمان اور آخرت سب کچھ برباد ہو جائے، یا خوارج کی طرح کافر قرار دے کر قتل کر دیا جائے۔ اس شخص کا عقیدہ تو شاید مرجئہ کی طرح نہ ہو، مگر اس کا عمل اُن کے نظریہ کی عکاسی ضرور کر رہا تھا۔ اسی لئے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کہا کہ یہ میرا گناہ اور غلطی ہے کہ میں نے تم جیسے عمل سے بے بہرہ لوگوں کے لئے شریعت میں آسانی کی راہ نکالی، اور تم کو مرجئی اور خارجی کہنے کی بجائے مؤمن ہی رہنے دیا تاکہ شاید زندگی کے کسی موڑ پر تمہاری حالت بدل جائے اور تم راہِ راست پر آ جاؤ اور اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں تم بھی ایمانِ کامل کے درجہ کو پہنچ سکو۔

20 عمل، ایمان کا حصہ نہیں

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان کو اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب قرار دینا درحقیقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تدبر و تفکر اور فقہ و ذہانت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ عمل کو ایمان کا عین قرار دینے سے کسی بھی مؤمن پر پڑنے والے زائد بوجھ کو انہوں نے ایمان کی تکمیل کہہ کر متبعینِ شریعت کی سہولت اور آسانی کے لئے امت سے ہٹا دیا، جبکہ نادان اس عمل کو مرجئہ فکر کا حامی تصور کرنے لگے۔ حالانکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تعریفِ ایمان عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہے، کیونکہ اگر ہم عمل کو ایمان کا جزو قرار دیں، تو ایسا شخص جس نے سوائے کلمہ طیبہ پڑھنے کے کوئی اور نیک عمل نہ کیا ہو، مؤمن نہیں رہتا۔ لیکن اگر عملِ صالح کو بعد از قبولِ اسلام ایمان و اسلام کی تکمیل کے لئے ضروری قرار دیا جائے، تو وہ شخص نہ صرف بدستور مؤمن رہتا ہے بلکہ کمالِ ایمان کے حصول کے لئے اعمالِ شریعت پر بھی گامزن رہتا ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان کی تعریف میں حضور نبی اکرم ﷺ کی اُسی حکمتِ عملی کو پیشِ نظر رکھا جو آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمائی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً، تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ، فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ".

ترجمہ: تم عنقریب اہلِ کتاب کی قوم میں جاؤ گے، پس جب تم ان کے پاس پہنچو، تو (سب سے پہلے) انہیں کلمۂ توحید و رسالت: "لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ" کی گواہی دینے کی طرف بلانا، پھر اگر انہوں نے اس میں تمہاری اطاعت کر لی، تو انہیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن و رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، پھر اگر انہوں نے اس میں بھی تمہارا حکم مان لیا، تو انہیں کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوۃ کو فرض کیا ہے، جو ان کے اغنیاء سے لے کر ان کے فقراء کو لوٹا دی جائے گی"۔

مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن میں موجود اہلِ کتاب کے دلوں میں اسلام کو راسخ کرنے کے لئے طریقِ تبلیغ کو تدریجی راہنمائی کے اصولوں سے آراستہ فرمایا تاکہ بلا رکاوٹ ان اہلِ کتاب تک اسلام پہنچ جائے، اور پھر وہ بتدریج اس پر عمل پیرا ہوتے چلے جائیں۔ اگر حقیقتاً عمل، ایمان کا عین ہوتا تو آپ ﷺ یہ شہادتِ توحید و رسالت کے ساتھ ہی نماز اور زکوۃ کا حکم بھی فرماتے، حالانکہ آپ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ امام اعظم نے حضور ﷺ کی اس سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ایمان کی تعریف مقرر کی، جبکہ کمالِ ایمان کے حصول کے لئے عمل کو لازمی قرار دیا۔ لہٰذا اتباعِ سنت پر مبنی اس فکر کے نتیجے میں امام اعظم کو مرجئہ قرار دینا نہ صرف ان کے خلوصِ دین اور امانت و دیانت کو ٹھکرا دینے کے مترادف ہے بلکہ ہزار ہا سال سے سنت رسول اللہ ﷺ پر مبنی امام اعظم

رحمۃ اللہ علیہ کی ان تعلیمات پر عمل پیرا سوادِ اعظم کی بھی توہین ہے۔ مرجئہ تو اپنے غلط عقائد کی وجہ سے اس حد تک گمراہ ہو چکے تھے کہ وہ عمل کو مانتے ہی نہ تھے۔ ان میں سے ایک گروہ کے نزدیک صرف اقرارِ لسانی ہی ایمانِ کامل تھا۔ جب کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ قطعاً ایسے لغو عقائد نہ رکھتے تھے، بلکہ اُن کے عقائد میں ایسا اعتدال اور استحکام تھا جو نہ صرف منشائے الٰہی اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق تھا، بلکہ دورِ حاضر تک کی جدید اسلامی تحقیق کے مطابق بھی قطعی طور پر درست اور یقینی تھا۔

21 امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر خود خلقِ قرآن کا الزام لگایا گیا

مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک قول نقل کیا ہے جسے امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں درج کیا ہے:

كان ثقة، جليل القدر، عالماً بالحديث، وكان يقول بخلق القرآن فأنكر ذلك عليه علماء خراسان، فهرب ومات وهو مستخف.

(عسقلانی: تہذیب التہذیب، ج9 ص46)

ترجمہ: بخاری رحمۃ اللہ علیہ ثقہ، جلیل القدر اور حدیث کے عالم تھے، اور وہ قرآن کے مخلوق ہونے کا کہا کرتے تھے جس پر علمائے خراسان نے ان پر تنکیر کی تو وہ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور روپوشی میں ہی ان کا وصال ہو گیا۔

جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا انکار کیا۔ امام محمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا:

من قال عني إني قلت: لفظي بالقرآن مخلوق، فقد كذب.

(عسقلانی: تہذیب التہذیب، ج9 ص46)

ترجمہ: جس شخص نے میری طرف سے یہ کہا کہ میں نے کہا ہے: "قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں؛ تو اس نے جھوٹ بولا"۔

جس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر الفاظِ قرآن کے مخلوق ہونے کا بے بنیاد الزام لگنے کے

باوجود ان کی روایتِ حدیث اور عدالت پر کوئی اثر نہ پڑا، تو اسی طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر بھی ارجاء کا بے سروپا الزام لگنے سے ان کی عدالت وثقاہت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

22 صحاح ستہ میں مرجئہ سے بھی روایات موجود ہیں

پچھلے صفحات میں واضح ہو چکا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر مرجئی ہونے کا الزام بے حقیقت تھا، جسے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی عظمت و رفعت کو داغدار کرنے کے لئے متعصب اور بدعتی فرقوں کی جانب سے وضع کیا گیا تھا۔ اس تحقیق سے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ اس بے بنیاد الزام نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہتِ علمی اور ثقاہتِ حدیث میں کسی قسم کے ضعف کا قطعاً امکان نہ رہا، کیونکہ یہ الزام بھی اتنا ہی بے حقیقت اور بے بنیاد تھا جیسا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر عقیدۂ خلق قرآن کے سلسلے میں لگنے والا الزام غلط اور بے حیثیت تھا۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ کئی رواۃِ حدیث پر مرجئہ ہونے کا الزام لگایا گیا لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سمیت دیگر ائمۂ صحاحِ ستہ نے ان سے روایت کیا جن میں سے چند ائمہ کا تذکرہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

1 عبدالعزیز بن ابی رواد رحمۃ اللہ علیہ سے الزامِ ارجا کے باوجود روایتِ حدیث

امام عبدالعزیز بن ابی رواد رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 159ھ) کو ائمۂ حدیث نے مرجئہ کہا ہے۔

1. ابراہیم بن اسحاق الجوزجانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے متعلق لکھا ہے:

كان عابداً، غالياً في الإرجاء. (جوزجانی، أحوال الرجال، ١: ١٥٢، رقم: ٢٦٨)

ترجمہ: وہ عبادت گزار اور غالی مرجئی تھا۔

2. امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے متعلق کہا:

كان رجلا صالحًا وكان مرجئا. (عسقلانی: تہذیب التہذیب، 6: 302)

ترجمہ: عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ صالح شخص اور مرجئی تھا۔

3. امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام یحییٰ بن سلیم الطائی رحمۃ اللہ علیہ سے امام عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مرجئہ

ہونے کو نقل کیا ہے؟

کان یری الإرجاء ۔ (بخاری: التاریخ الکبیر، 2:22 رقم:1561؛ الضعفاء الصغیر، 1:74)

ترجمہ وہ ارجا کا عقیدہ رکھتا تھا۔

امام عبدالعزیز بن ابی رواد رحمۃ اللہ علیہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ درجِ ذیل حوالے ملاحظہ ہوں:

1 صحیح البخاری کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام، رقم:3582

2 سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی الصدق والکذب، رقم:1972

3 سنن أبی داود، کتاب الصلاة، باب فی اتخاذ المنبر، رقم:1081

4 سنن النسائی، کتاب الزینة، باب إسبال الإزار، رقم:5334

5 سنن ابن ماجه، کتاب الأذان، باب السنة فی الأذان، رقم:712

2 ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ سے الزام ارجا کے باوجود روایت حدیث

امام ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 168ھ) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شاگرد ہیں۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

حدّث عنه إبراهيم بن طهمان عالم خراسان۔

(ذہبی: سیر أعلام النبلاء، 6:393؛ عسقلانی: تہذیب التہذیب، 10:401)

ترجمہ ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ عالمِ خراسان نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث بیان کی ہے۔

امام ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ پر ائمہ نے ارجاء کا الزام لگایا۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرِ اعلام النبلاء میں ان کے ترجمہ میں بعض ائمہ سے ان کے مرجئی ہونے کو بیان کیا ہے۔

1 امام صالح محمد جزرہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے کہا:

ثقہ ہے، حسن الحدیث ہے، ایمان میں ارجاء کی طرف میلان رکھتے ہیں۔

2 ابوصلت عبدالسلام بن ہروی رحمۃ اللہ علیہ نے امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کو ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے کہتے ہوئے سنا کہ وہ مرجئی ہے۔

3 امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خراسان میں دو شیخ مرجئی ہیں اور دونوں ہی ثقہ ہیں:

ا۔ ابوحمزہ سکری رحمۃ اللہ علیہ ۲۔ ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ

4 امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں فرمایا:

کان مرجئاً شدیداً علی الجهمیة. (ذہبی: سیر اعلام النبلاء، 7:380-381)

ترجمہ وہ مرجئی تھا اور جہمیہ پر شدید تھا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ پر مرجئہ کا الزام لگنے کے باوجود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے احادیث کو روایت کیا ہے۔ اس پر صحاحِ ستہ کے درج ذیل حوالے ملاحظہ ہوں:

1 صحیح البخاری، کتاب الجمعة باب الجمعة فی القری والمدن، رقم:892

2 صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی وتسلیم الحجر علیه قبل النبوة، رقم:2277

3 سنن الترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی علامة المنافق، رقم: 2633

4 سنن أبی داود، کتاب الصلاة، باب فی لیلة القدر، رقم:1379

5 سنن النسائی، کتاب صلاة العیدین باب الرخصة فی الاستماع إلی الغناء وضرب الدف یوم العید، رقم:1597

6 سنن ابن ماجه، کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها، باب ما جاء فی صلاة المریض، رقم:1223

3 ایوب بن عائذ رحمۃ اللہ علیہ سے الزامِ ارجا کے باوجود روایتِ حدیث

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں خود امام ایوب بن عائذ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں ان کے بارے میں لکھا ہے:

كان يرى الإرجاء. (بخاری: التاریخ الکبیر، 420:1؛ بخاری: الضعفاء الصغیر، 18:1)

ترجمہ: وہ ارجاء کا عقیدہ رکھتا تھا۔

امام ایوب بن عائذ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدۂ مرجئہ رکھنے کے باوجود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ درجِ ذیل حوالے ملاحظہ ہوں:

1. بخاري، الصحيح، كتاب المغازي، باب بعث أبي موسى ومعاذ إلى اليمن قبل حجة الوداع، رقم: 4346
2. مسلم، الصحيح، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة المسافرين وقصرها، رقم: 687
3. سنن الترمذي، كتاب الجمعة، باب ما ذكر في فضل الصلاة، رقم: 614
4. سنن النسائي، كتاب تقصير الصلاة في السفر، باب تقصير الصلاة في السفر، رقم: 1441

4 عثمان بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ سے الزامِ ارجاء کے باوجود روایتِ حدیث

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الکمال میں امام عثمان بن غیاث راسی زہرانی بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں ان کے بارے میں ائمہ کے درجِ ذیل اقوال نقل کئے ہیں:

1. امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

مرجئة البصرة: عبد الكريم أبو أمية، وعثمان بن غياث، والقاسم بن الفضل. (مزی: تہذیب الکمال، 473:19)

ترجمہ: بصرہ کے مرجئہ یہ لوگ تھے: ابوامیہ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ، عثمان بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ اور قاسم بن

فضل رحمۃ اللہ علیہ

2. امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

ثقة وكان يرى الإرجاء. (مزی: تہذیب الکمال، 473:19)

ترجمہ: ثقہ اور مرجئی تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی صحاح میں ان سے احادیث لی ہیں، درجِ ذیل حوالے ملاحظہ فرمائیں:

1. صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب عمر بن الخطاب، رقم: 3693
2. صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عثمان بن عفان، رقم: 2403
3. سنن أبي داود، كتاب السنة، باب في القدر، رقم: 4696
4. سنن النسائي، كتاب الافتتاح باب ترك الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم، رقم: 908

5 عمر بن ذر الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے الزامِ ارجاء کے باوجود روایتِ حدیث

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الکمال اور امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب التہذیب میں امام عمر بن ذر الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ائمہ کی درج ذیل آراء نقل کی ہیں:

ا. صاحب السنن، امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان رأساً في الإرجاء وكان قد ذهب بصره.

(مزی: تہذیب الکمال، 336:21؛ عسقلانی: تہذیب التہذیب، 390:7)

ترجمہ: عمر بن ذر رحمۃ اللہ علیہ بڑا مرجئی تھا اور اس کی بینائی جاتی رہی تھی۔

2. عن يحيى بن سعيد القطان ما يدل على أنه كان رأساً في الإرجاء.

(عسقلانی: تہذیب التہذیب، 390:7)

ترجمہ: یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ سے جو مروی ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ عمر بن ذر رحمۃ اللہ علیہ

بڑا مرجئی تھا۔

3. امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ محمد بن عبداللہ اسدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا:

توفی سنة 153، وكان مرجئاً فمات فلم يشهده الثوری.

(عسقلانی: تہذیب التہذیب، 390:7)

ترجمہ: عمر بن ذر رحمۃ اللہ علیہ نے 153ھ میں وفات پائی اور وہ مرجئی تھا، اسی لیے امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ اس کے جنازے میں شریک نہ ہوئے۔

أبو ذر كوفی، ثقة، مرجی. (عسقلانی: تہذیب التہذیب، 390:7)

ابوذر رحمۃ اللہ علیہ (عمر بن ذر رحمۃ اللہ علیہ) کوفی، ثقہ اور مرجئی تھا۔

امام عمر بن ذر الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ پر مرجئہ کا الزام لگنے کے باوجود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں ان سے روایت لی ہے۔ درج ذیل حوالے ملاحظہ ہوں۔

1. صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، رقم:3218
2. سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن باب ومن سورة مریم، رقم:3158
3. سنن ابی داود، کتاب البیوع، باب فی التشدید فی ذلك، رقم:3397
4. سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب سجود القرآن السجود فی ص، رقم: 957

6. ابومعاویہ محمد بن خازم رحمۃ اللہ علیہ سے الزامِ ارجاء کے باوجود روایتِ حدیث

ائمہ کرام نے ابومعاویہ محمد بن خازم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 195ھ) پر بھی مرجئہ ہونے کا الزام عائد کیا ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ترجمہ میں مختلف ائمہ کا تبصرہ نقل کیا ہے۔

قال الآجری عن أبی داود مرجئاً، وقال مرة كان رئيس المرجئة بالكوفة، وذكره ابن حبان فی الثقات وقال: كان حافظاً متقناً ولكنه

كان مرجئاً خبيثاً. وقال ابن سعد: كان ثقة، كثير الحديث، يدلس، وكان مرجئاً. قال أبو زرعة: "كان يرى الإرجاء". قيل له: "كان يدعو إليه؟". قال: "نعم". (عسقلانی: تہذیب التہذیب، 121:9)

ترجمہ: امام آجری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: محمد بن خازم رحمۃ اللہ علیہ مرجئی تھا، ایک دفعہ فرمایا: "وہ کوفہ میں مرجئہ کا رئیس تھا"۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا: "وہ پختہ حافظِ حدیث تھا، مگر خبیث مرجی تھا"۔ امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھا، تدلیس کرتا تھا اور مرجئہ تھا"۔ امام ابوزرعہ نے کہا: "وہ ارجاء کا عقیدہ رکھتا تھا"۔ ان سے پوچھا گیا: "کیا وہ لوگوں کو ارجاء کی طرف بلاتا تھا؟"۔ انہوں کہا: "ہاں"۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ابومعاویہ الضریر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہاں تک روایت درج کی ہے:

إن وكيعاً لم يحضر جنازته للإرجاء. (ذہبی: میزان الاعتدال، 429:7)

ترجمہ: یقیناً وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ نے ارجاء کی وجہ سے اُن کے جنازہ میں شرکت نہ کی۔

امام ابومعاویہ محمد بن خازم رحمۃ اللہ علیہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ جمیع اصحابِ صحاحِ ستہ نے روایت کیا ہے۔ درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

1. صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی مسجد السوق، رقم:477
2. صحیح مسلم، کتاب الإیمان باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعاً، رقم:27
3. سنن الترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء أن الإمام ضامن والمؤذن موتمن، رقم:207
4. سنن ابی داود، کتاب السنة، باب فی النهی عن سب أصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رقم:4658

5 سنن النسائی، کتاب النکاح، باب الحث علی النکاح، رقم:3210

6 سنن ابن ماجه، کتاب الجهاد باب النية فی القتال، رقم:2783

امام ابوداؤد ؒ، امام ابن حبان ؒ، امام ابن سعد ؒ، امام ابوزرعہ ؒ اور امام وکیع ؒ کی زبانی امام محمد بن خازم ؒ کے مرجئی ہونے پر اقوال درج کئے جا چکے ہیں۔ ارجاء کا الزام عائد ہونے کے باوجود صحاحِ ستہ میں مروی ان کی روایات کو ایک نظر ملاحظہ فرمائیں:

1	صحیح بخاری میں محمد بن خازم ؒ سے مرویات کی تعداد	50
2	صحیح مسلم میں محمد بن خازم ؒ سے مرویات کی تعداد	250
3	سننِ ترمذی میں محمد بن خازم ؒ سے مرویات کی تعداد	120
4	سننِ ابوداؤد میں محمد بن خازم ؒ سے مرویات کی تعداد	85
5	سننِ نسائی میں محمد بن خازم ؒ سے مرویات کی تعداد	65
6	سننِ ابن ماجہ میں محمد بن خازم ؒ سے مرویات کی تعداد	150

یعنی صرف ایک مرجئی امام سے صحاحِ ستہ میں کل مرویات کی تعداد 720 ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ باقی اکابر ائمہ حدیث جن پر ارجاء کا الزام لگایا گیا، ان سے صحاحِ ستہ میں کل کتنی احادیث مروی ہوں گی؟

اسی مذکورہ بالا چند ائمہ کے احوال بطورِ نمونہ اس لئے درج کئے ہیں تاکہ اس سوچ کا خاتمہ کیا جاسکے کہ جس محدث پر بھی مرجئی ہونے کا الزام لگایا گیا، وہ ضعیف اور کمزور نہیں ہوتا تھا۔ اسی لئے ائمہ صحاحِ ستہ نے اُن سے سینکڑوں احادیث روایت کیں۔ اگر یہ تمام محدثین غیر ثقہ اور ضعیف ہوتے یا مرجئی ہونے کا جھوٹا الزام اتنا غلیظ ہوتا، تو محدثینِ کبار اُن سے روایت نہ لیتے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے رواۃ ہیں جن پر بعض ائمہ نے خوارج اور معتزلہ جیسے باطل فرقوں کے جھانسے میں آکر مرجئہ ہونے کا الزام لگایا لیکن امام بخاری ؒ، امام مسلم ؒ اور دیگر ائمہ صحاحِ ستہ سمیت محدثین کرام کی اکثریت نے ان سے بھی روایت کیا۔

23 ”صحیح البخاری“ میں مزید گیارہ مرجئہ رُواۃ کی فہرست

ائمۂ جرح وتعدیل اور علم الرجال کی کتب کا سرسری مطالعہ کرنے کے بعد صحیح البخاری کے درج ذیل گیارہ رواۃ عقیدۂ ارجاء کے حامل ٹھہرتے ہیں، جن کو محدثین نے مرجئی یا مائل بہ ارجاء شمار کیا ہے۔

1 ابراہیم بن یزید بن شریک التیمی ؒ (متوفی 93ھ)

(ابن ابی حاتم: الجرح والتعدیل، 145:2؛ عسقلانی: تہذیب التہذیب، 154:1)

2 عَمْرُو بْنُ مُرَّۃ ؒ (متوفی 118ھ)

(عجلی: معرفۃ الثقات، 185:2؛ عسقلانی: تہذیب التہذیب 89:8؛ سیوطی: طبقات الحفاظ، 54:1)

3 قیس بن مسلم الجدلی ؒ (متوفی 120ھ)

(عجلی: معرفۃ الثقات، 222:2؛ عسقلانی: تہذیب التہذیب 361:8)

4 سالم بن عجلان الأفطس ؒ (متوفی 132ھ)

(ابن ابی حاتم: الجرح والتعدیل، 186:4؛ ذہبی: میزان الاعتدال، 167:3)

5 شعیب بن اسحاق الدمشقی ؒ (متوفی 189ھ)

(ذہبی: الکاشف، 486:1؛ عسقلانی: تقریب التہذیب، 266:1)

6 یونس بن بُکَیر ؒ (متوفی 199ھ)

(عقیلی: الضعفاء الکبیر، 461:4؛ ذہبی: المغنی فی الضعفاء، 765:2)

7 عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحِمّانی ؒ (متوفی 202)

(عجلی: معرفۃ الثقات، 70:2؛ ذہبی: میزان الاعتدال فی نقد الرجال، 252:4)

8 شبابہ بن سوار المدائنی الفزاری ؒ (متوفی 206ھ)

(عجلی: معرفۃ الثقات، 447:1؛ ذہبی: من تکلم فیه: 97)

9 خلاد بن یحییٰ ؒ (متوفی 213ھ)

(مزی: تہذیب الکمال، 361:8؛ عسقلانی: تقریب التہذیب، 196:1)

10 بِشر بن محمد السَّخْتِيَانِيؒ (متوفی 224ھ)

(ابن حبان، الثقات، 8:144؛ عسقلانی: تقریب التہذیب، 1:124)

11 ذر بن عبداللہ الْهَمْدَانِيؒ

(ذہبی: میزان الاعتدال 3:50؛ عسقلانی: تہذیب التہذیب، 3:189)

اس مفصل تحقیق سے معلوم ہوا کہ کسی بھی محدث پر ارجاء کا الزام لگنے کے باوجود امام بخاریؒ سمیت بقیہ ائمۂ صحاح ستہ نے اُن سے روایت کیا۔ ان میں ایسے رواۃ بھی ہیں جن پر مرجئہ ہونے کا الزام خود امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر، اور الضعفاء الصغیر، میں ذکر کیا ہے، لیکن اس کے باوجود ان سے احادیث لیں۔ اس سے پتہ چلا کہ ثقہ، صدوق، اور اوثق واصدق راوی کے مرجئہ ہونے کے باوجود ائمہ نے ان سے روایت کیا، اور ان کی احادیث کو نظر انداز نہیں کیا۔ اگر درج بالا ان سترہ ائمہ کی صحاح ستہ میں مروی کل احادیث بالفرض کم از کم دو ہزار (2000) بھی شمار کی جائے، تو اس کا مطلب ہے کہ ان کے بغیر کل صحاحِ ستہ کی تکرار کے بعد دس ہزار احادیث میں سے آٹھ ہزار (8000) باقی بچیں گی۔ جب ان کُل ائمہ کی احادیث کو امام بخاریؒ نے پسند کیا ہے، اور ان کو "الصحیح" میں درج کیا ہے، تو امام اعظم ابوحنیفہؒ جو علم الحدیث میں اوثق اور اجل مقام پر فائز ہیں، یقیناً ان سے روایت لینا زیادہ قرینِ قیاس ہے، مگر اس کے باوجود امام بخاریؒ نے آپؒ سے روایت نہیں کیا، کیوں؟ اس کی وجہ ہماری نظر میں صرف وہی ہے جیسے ہم نے گزشتہ صفحات میں ذکر کیا کہ امام بخاریؒ اور امام اعظمؒ کے درمیان شدید علمی اختلاف تھا جس کے باعث انہوں نے آپؒ کی روایت کو ترک کیا جو کسی صورت آپؒ کے ضعیف فی الحدیث ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

24 بعض شبہات کا ازالہ

1 بعض ذہنوں میں یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ بعض راویوں جن میں امام اعظمؒ کے

تلانذہ بھی شامل ہیں، پر ارجاء کا الزام تھا حتی کہ امام بخاریؒ نے خود لگایا لیکن اس کے باوجود امام بخاریؒ نے ان سے روایت کیا اور امام اعظمؒ کو چھوڑ دیا، اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: ہمیں امام بخاریؒ کی امانت و دیانت اور صداقت و عدالت پر کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں، لیکن گزشتہ کئی صفحات پر پھیلی ہوئی بحث سے ہم یہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ امام اعظمؒ کے حقیقی مقام و مرتبہ اور معرفتِ حدیث پر باطل فرقوں نے اس قدر کیچڑ اچھالا، اور ان پر ارجاء کے الزام کو اس قدر ہوا دی، اور ان کی مخالفت میں اس قدر زوردار پراپیگنڈہ کیا جتنا کسی اور امام کے خلاف نہیں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ جیسے سید المحدثین اور امام المحدثین بھی غلط فہمی کے اس جال میں پھنس گئے اور امام اعظمؒ کی کامل معرفت ان تک نہ پہنچ سکی۔ کیونکہ جتنی قوت اور زور سے امام اعظمؒ نے ان باطل فرقوں کے خلاف آواز اٹھائی، اور انہیں علمی محاذ پر شکست فاش دی، انہوں نے رَدِّ عمل کے طور پر آپؒ کے خلاف اتنا ہی زہر آلود پراپیگنڈہ کیا جس کی وجہ سے آپؒ کی رفعتِ علمی کئی ائمۂ حدیث کی نظروں سے اوجھل اور پوشیدہ ہوگئی اور وہ صرف ظاہر کو ہی حقیقت سمجھ بیٹھے۔

2 اس کے بعد دوسرا سوال بعض اذہان میں یہ ابھرتا ہے کہ کیا امام بخاریؒ کے علاوہ باقی ائمۂ صحاحِ ستہ اور دیگر ائمۂ حدیث نے امام اعظمؒ سے روایت کیا ہے؟

جواب: ذہن نشین رہے کہ کئی ائمۂ حدیث نے امام اعظمؒ سے روایت کیا ہے۔ ان میں امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن حبانؒ اور امام ابن خزیمہؒ جیسے اکابرینِ حدیث شامل ہیں۔ اس کی مکمل بحث: "مرویاتِ امام ابوحنیفہؒ" جلد نمبر 4 میں پیش کی جا چکی ہے۔

باب 8

کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں ''ضعیف'' تھے؟

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ضعیف فی الحدیث کا لغو الزام لگایا جاتا ہے۔ حدیث میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی امامت وثقاہت اور صداقتِ مسلّمہ ہے، اس کا کسی صورت بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا قارئین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں امامت اور ثقاہت کا معلوم کرنے کے لئے چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

1 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ائمۂ جرح وتعدیل کی نظر میں

ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ومرتبہ محدثین وسلفِ صالحین کی نظر میں کیا ہے؟؟؟

آج کل کے نام نہاد اہلِ حدیث نے یہ شور برپا کیا ہے کہ کسی معتبر کتاب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق موجود نہیں ہے۔ تمام محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل نے ان پر جرح کی ہے۔

لہٰذا حوالوں کی روشنی میں بتلائیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ومرتبہ محدثین اور ائمۂ جرح وتعدیل کی نظر میں کیا تھا؟؟

(دیگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ومناقب جو اظہر من الشّمس ہے، یہاں مقصود نہیں)

وباللہ التوفیق: حامداً ومصلیاً ومسلماً:

حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے اوصافِ مخصوصہ: علم وعمل، زہد وتقویٰ،

ریاضت وعبادت، امانت ودیانت داری اور اجتہاد وتفقہ وغیرہ جس طرح اہلِ ایمان میں مسلّم ہیں اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ محدثیت، حدیث دانی وحدیث فہمی بھی ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔

لیکن صد افسوس ان غیر مقلدین پر جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر من گھڑت بہتان لگا کر عوام الناس کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

اور یوں کہہ کر بدنام کر رہے ہیں کہ: کسی معتبر کتاب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق موجود نہیں اور محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل نے ان پر جرح کی ہے۔

تو آیئے اور انصاف کیجئے!!!

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل نے کیا کیا فرمایا ہے۔

چند مشتے نمونے از خروارے

1 محدث جلیل امام یزید ابن ہارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کان ابو حنیفة تقیا زاھدا عالما صدوق اللسان أحفظ أھل زمانه.

(ابن ماجہ اور علم حدیث 21)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پاکباز عالم، صداقتِ شعار اور اپنے زمانے میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے۔

2 حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تھذیب میں امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے:

کان ابو حنیفة ثقة لایحدث الا بما یحفظه۔ (تھذیب التھذیب 4/632)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ تھے وہ صرف اسی حدیث کو بیان کرتے تھے جس کو وہ اچھی طرح محفوظ رکھتے تھے۔

3 صالح ابن محمد رحمۃ اللہ علیہ امام الجرح والتعدیل امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:

کان ابو حنیفة ثقة فی الحدیث۔ (تھذیب التھذیب 4/632)

4 شیخ المحدثین امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

وھو ثقة لا باس به۔ (تانیب الخطیب 152)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ تھے، ان میں کوئی خرابی نہیں تھی۔

5 حافظ محمد بن یوسف الشافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کان ابو حنیفة من کبار حفاظ الحدیث واعیانهم ولولا کثرة اعتنائه بالحدیث ما تهيأ له استنباط مسائل الفقه۔

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے حفاظِ حدیث اور ان کے فضلاء میں شمار ہوتے ہیں۔ اگر وہ بکثرت حدیث کا اہتمام نہ کرتے تو فقہ کے مسائل میں استنباط کا ملکہ ہمیں کہاں سے حاصل ہوتا۔

6 حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو عُمَرَ رحمه الله: "الَّذِينَ رَوَوْا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَوَثَّقُوهُ وَأَثْنَوْا عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِنَ الَّذِينَ تَكَلَّمُوا فِيهِ"۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ج2 ص1082 رقم 2114)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جن لوگوں نے روایت کی اور جنھوں نے ان کو ثقہ کہا، ان کی تعداد ان لوگوں سے زیادہ ہے جنھوں نے ان پر کلام کیا ہے۔

7 امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

أبو حنيفة الامام الأعظم ثقة ثبت فقيه مشهور۔

8 امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ابوحنيفة الامام الاعظم فقيه العراق۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی مشہور کتاب: تذکرۃ الحفاظ میں حفاظِ حدیث میں سے شمار کیا ہے۔

جس کے بارے میں ان کا خود بیان ہے کہ اس میں ان محدثین اور حفاظ حدیث کا ذکر ہے جن کی عدالت ثابت ہو چکی ہے اور حدیث کے کھرے کھوٹے اور صحیح وضعیف کی پرکھ میں ماہر ہیں اور ان کی طرف اس بارے میں رجوع کیا جاتا ہے۔

9 امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خدا ہم سے جھوٹ نہ بلوائے، ہم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے بہتر رائے نہیں

سنی۔ ہم نے ان کے اکثر قول کو اپنا مذہب بنالیا ہے۔ (تھذیب التھذیب 5/630)

10 امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

وكان والله! حسن الفهم جيد الحفظ۔

(أخبار أبي حنيفة وأصحابه (الصيمری) ص23؛ الشيخ ابن حجر المكی فی "الخيرات الحسان" ص34؛ مقدمۃ اعلاء السنن، ج19: قواعد فی علم الحدیث، ص325؛ مقدمۃ اعلاء السنن، ج21: ابوحنیفہ واصحابہ المحدثون، ص25)

ترجمہ خدا کی قسم! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اچھے حفظ والے اور اچھی فہم والے تھے۔

11 مکی ابن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کبار وشیوخ میں سے ہے، وہ فرماتے ہیں: كان أبو حنيفة يصدق فی قوله وفعله۔

نیز فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (تھذیب الکمال)

12 عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: "ثقة ما سمعت احداً ضعّف۔ (جامع البیان 2/1083)

ترجمہ میں نے کسی سے ان کی تضعیف نہیں سنی۔

13 حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومناقب الامام ابی حنیفة کثیرة جداً فرضی الله عنه وسکنه الفردوس آمین۔ (تھذیب التھذیب 5/631)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب وفضائل بے شمار ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہو۔ اور جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین!

14 امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک فرمایا:

ان الذی یخالف ابا حنیفة یحتاج الی ان یکون اعلی منه قدراً واوفر علماً وبعید ما یوجد ذلک۔

15 امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

الناس عیال فی الفقه علی ابی حنیفة۔

16 آخر میں اتنا قول کافی ہے:

ان الامام ابو حنیفه رحمه الله ورضی عنه قد تجاوز القنطرة وهو من کبار الائمة المشهود لهم بالعدالة والضبط فلا یضره قول القائلین فیه۔ ولا تؤثر علیه شبهات المشتبهین لقد اجمع السلف من التابعین ومن بعدهم من قادة المتکلمین فی الرجال وکبار النقاد فیه وامراء المؤمنین فی الحدیث علی الثناء علیه فی الفقه والزهد وخوف الله تعالی والصدق الحفیظ والنصح لهذه الامة۔

فقد اثنی علیه شیوخ البخاری وشیوخ شیوخه مثل علی بن المدینی، ویحی بن المعین، یحی بن سعید القطان، مکی بن ابراهیم، وکیع بن الجراح، شعبة بن الحجاج، فضل بن دکین، سفیان الثوری، ومالك، والشافعی، واحمد بن حنبل، وجعفر الصادق، عبد الله بن المبارك، فی خلق کثیر لایحصون بسهولة۔ (مقدمة اعلاء السنن، ج21: ابوحنیفه واصحابه المحدثون)

اے نام نہاد اھل حدیث !فیصلہ کیجئے!کیا آپ کے نزدیک حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ، یحیٰی بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ، امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ المغرب ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ، مکی بن ابراھیم رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ تمام قابلِ ذکر محدثین میں داخل ہیں یا نہیں؟؟

اور تہذیب التہذیب، تہذیب الکمال، تذکرہ الحفاظ، تاریخ الخطیب، جامع بیان العلم، سیر اعلام النبلاء وغیرہ معتبر کتب ہیں یا نہیں؟؟

آپ تمام قارئین بھی اس انصاف پسند نتیجہ پر پہنچے ہوں گے کہ غیر مقلدین کا دعویٰ کہ "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کسی معتبر کتاب ومعتبر عالم سے منقول نہیں" محض دھوکہ اور خالص فراڈ اور بہتان کی بدترین مثال اور سڑی ہوئی عصبیت ہے۔

عدو کو دوست لٹیرے کو رہنما کہہ دے
یہ مصلحت کی زبان نہ جانے کب کیا کہہ دے

اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائیں۔ آمین!

(درس ترمذی، غیر مقلدین کے اعتراضات: حقیقت کے آئینہ میں۔ ودیگر کتب)

2 غیر مقلد عالم مولانا صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف قرار دینا

اعتراض: غیر مقلدین نے ایک وسوسہ لوگوں کے درمیان یہ پیدا کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں ضعیف تھے۔ غیر مقلد عالم مولانا صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''ابجد العلوم'' میں لکھا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے؛ اور بات ایسی ہی ہے، جیسا کہ ان کے مذہب میں نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔

(أبجد العلوم، ص636۔ المؤلف: أبو الطیب محمد صدیق خان بن حسن بن علی ابن لطف الله الحسینی البخاری القِنَّوجی (ت 1307ھ)۔ الناشر: دار ابن حزم۔ الطبعة: الطبعة الأولی 1423ھ-2002م۔ عدد الصفحات: 734)

جواب: مگر یہ وسوسہ بھی بغض وعناد وتعصب کا نتیجہ ہے، کیوں کہ کتبِ اسماء رجال میں متعدد کبار ائمہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق وتعدیل اور حدیث میں ثقہ وقابل اعتماد ہونا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حفظِ حدیث میں جید ہونا صراحت سے مذکور ہے، یہاں چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں:

(1) امام یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ جو فنِ جرح وتعدیل کے امام ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں ثقہ (قابلِ اعتماد) تھے اور صرف وہی حدیث بیان کرتے تھے جو حفظ ہوتی اور جو حفظ نہ ہوتی تو بیان نہ کرتے۔

(تہذیب الکمال: 29/434؛ تہذیب التہذیب 10/449)

(2) امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ ہی نے ایک روایت میں فرمایا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں کوئی خرابی نہیں

(لاباس بہ) (تہذیب الکمال:29/434؛ تہذیب التہذیب 10/449)

اور ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں ''لاباس بہ'' توثیق کے لیے استعمال ہوتا تھا جیسا کہ اس فن سے مناسبت رکھنے والے جانتے ہیں۔

(تدریب الراوی:1/186؛ فتح المغیث:1/396)

(3) ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو فرمایا: "وہ ثقہ ہیں، میں نے کسی کو ان کی تضعیف کرتے نہیں سنا، یہ شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں کہ آپ حدیث بیان کریں اور اس کا حکم دیتے ہیں اور شعبہ رحمۃ اللہ علیہ تو شعبہ ہیں"۔ (الانتقاء:127)

مطلب یہ کہ شعبہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے محتاط محدث، جو کسی ضعیف سے روایت نہیں کرتے جب انہوں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث بیان کرنے کا حکم دیا تو اس کا کیا وزن ہوگا، اندازہ کیا جائے۔

(4) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ، علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے، اور وہ ثقہ تھے جن میں کوئی خرابی نہیں"۔ (الجواہر المضیۃ:1/29)

(5) امام ابن لمبارک رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق وتعدیل فرمائی ہے، چناں چہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے الانتقاء میں اپنی سند کے ساتھ اسماعیل بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں، ہر خوبی بیان کرتے اور ان کی توثیق وتعدیل کرتے اور ان کی تعریف فرماتے۔ (الانتقاء:140)

(6) امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اللہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر رحم کرے! وہ امام تھے"۔

(تذکرۃ الحفاظ:1/169)

یہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق ہے اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ کسی کے بارے میں ''امام'' کہنا بڑے اونچے درجہ کی توثیق ہے۔

(فتح المغیث:1/169)

(7) امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ''جیّد الحفظ'' (اچھے حافظہ) والے ہیں"۔

الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان، ص 82۔ المؤلف: شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المکی الشافعی، (التوفی 973ھ)۔ الناشر: مدنی کتب خانہ، کراچی)

یہ بطور نمونہ چند کبار محدثین کے اقوال پیش کئے گئے ہیں؛ جن سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ضعیف نہیں بلکہ ثقہ وقابل اعتماد تھے، حتیٰ کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ امام کہہ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق وتعریف کا حق ادا فرمادیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حافظہ کے لحاظ سے بھی قابل اعتماد تھے، جیسا کہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ''جیّد الحفظ'' تھے۔

ان ائمہ کبار کی توثیق وتعریف جو یہاں نقل کی گئی وہ محض نمونہ کے لیے ہے ورنہ بڑے بڑے محدثین وائمہ نے آپ کے فضائل ومناقب میں ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔

ہاں! بعض حضرات نے اس جلیل القدر وعظیم المرتبت امام کی تنقیص وتضعیف کی ہے؛ مگر اس کا کوئی وزن علمی دنیا نے نہیں مانا، بلکہ خود ان تنقیص کرنے والوں پر تنقید کی، کیوں کہ ان میں اکثر نے یا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے ان کی تضعیف کی ہے یا حسد کی وجہ سے کی ہے۔

چنانچہ عبداللہ بن داؤد محدث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لوگ دوطرح کے ہیں، یا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مقام سے ناواقف ہیں یا آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حسد کرنے والے ہیں"۔ (تہذیب الکمال:29/441؛ تہذیب التہذیب:10/450)

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جن محدثین نے روایت کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کی وہ ان کے مقابلہ میں زیادہ ہیں جنھوں نے ان کے بارے میں کلام کیا ہے۔ (جامع العلم:۲/۱۴۹)

آخر میں علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت پیش کرکے، دعوت غور وفکر دیتا ہوں وہ فرماتے ہیں:

"وَالصَّحِيحُ فِي هٰذَا الْبَابِ أَنَّ مَنْ صَحَّتْ عَدَالَتُهُ وَثَبَتَتْ فِي الْعِلْمِ إِمَامَتُهُ وَبَانَتْ ثِقَتُهُ وَبِالْعِلْمِ عِنَايَتُهُ لَمْ يُلْتَفَتْ فِيهِ إِلَى قَوْلِ أَحَدٍ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَ فِي جَرْحَتِهِ بِبَيِّنَةٍ عَادِلَةٍ". (جامع العلم: ج2 ص1093 رقم 2128)

ترجمہ: اس باب میں صحیح بات یہ ہے کہ جس کی عدالت صحیح طور پر ثابت ہو جائے اور علم میں اس کی امانت معلوم ہو جائے اور اس کی ثقاہت اور علم کے بارے میں اس کی عنایت ظاہر ہو جائے اس کے بارے میں کسی کے قول کی طرف توجہ نہیں دی جائیگی مگر یہ کہ اس کی جرح کے بارے میں وہ عادل گواہ پیش کرے۔

اس عبارت میں غور کرنے کے بعد فیصلہ کیجئے کہ سیدنا الامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کی ثقاہت وعدالت تواتر کے ساتھ ہر زمانہ وعلاقے میں معروف ومشہور رہی ہے؛ ان کو جہالت یا حسد یا سنی سنائی باتوں کی وجہ سے ضعیف کہنا؛ علمی دنیا میں کیا وزن رکھتا ہے؟ اگر کسی کے بارے میں محض جرح کا ہو جانا، بلا تحقیق، قابل قبول ہو تو پھر شاید ہی کوئی امام ومحدث جرح سے بچے گا؛ کیوں کہ ہر امام کے بارے میں کچھ نہ کچھ لوگ کسی نہ کسی معقول یا غیر معقول وجہ سے جرح کرنے والے مل جائیں گے، حتیٰ کہ بعض حضرات نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مدلس کہہ کر اور بعض نے خلقِ قرآن کے قائل ہونے کا الزام لگا کر متروک قرار دیا ہے، ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف کہا ہے۔ یہ سب امور اہلِ فن پر پوشیدہ نہیں، اگر ان باتوں کو قبول کر لیا جائے تو پھر کوئی بھی نہ بچ سکے گا۔

3 اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف فی الحدیث مانا جائے، تو جملہ محدثین کا سلسلہ حدیث ضعیف اور بے بنیاد ہو جاتا ہے

1. پہلا سلسلہ: وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ، اُن کو کون نہیں جانتا کہ محدثین میں کس مرتبہ کے ہیں۔ صحاح ستہ میں اُن کی روایات بکثرت موجود ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن معین رحمۃ اللہ علیہ، ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ

وغیرہ بڑے بڑے محدث فنِ حدیث میں ان کے شاگرد تھے، مگر خود وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فنِ حدیث میں شاگرد ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھی، اور ان ہی کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ تذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے۔ اب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ حدیث بواسطہ احمد بن منیع رحمۃ اللہ علیہ عن وکیع رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے، کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ احمد بن منیع رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور احمد بن منیع رحمۃ اللہ علیہ وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فنِ حدیث میں شاگرد ہیں۔ لہٰذا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ضعیف ماننے سے یہ سلسلہ سندِ حدیث بھی ضعیف ہو گیا، بلکہ تینوں بھی ضعیف ہو گئے، اور ان کی روایت قابلِ اعتبار نہیں رہی۔

2. دوسرا سلسلہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور وکیع رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فنِ حدیث میں شاگرد ہیں۔ لہٰذا یہ سلسلہ بھی بوجہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ضعیف ہونے کے ضعیف ہو گیا، بلکہ تینوں صاحب بھی ضعیف ہو گئے۔ فافہم۔

3. تیسرا سلسلہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

4. چوتھا سلسلہ: ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابونعیم فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور حافظ ابونعیم فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

5. پانچواں سلسلہ: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حافظ ذہلی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

6. چھٹا سلسلہ: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ مستدرک کے شاگرد، اور دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ ابواحمد حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور ابواحمد رحمۃ اللہ علیہ ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ

کے شاگرد، اور ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حافظ ذہلی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور حافظ ذہلی رحمۃ اللہ علیہ فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

7 امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

8 آٹھواں سلسلہ: طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، اور مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (جو بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

9 نواں سلسلہ: ابویعلیٰ موصلی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ مسند، یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، اور فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

10 ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ صحیح، اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ حافظ فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، اور فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

ناظرین کے سامنے یہ دس سلسلے محدثین کی سند کے پیش کیے ہیں، جن میں دنیا بھر کے تمام محدثین جکڑے ہوئے ہیں۔ اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ضعیف ہیں، تو محدثین بھی سب ضعیف ہیں، اور ان کے سلسلے رواۃ (راویوں) کے بھی ضعیف ہیں۔ موقع موقع سے بھی اور بھی سلاسل پیش کروں گا جن سے معلوم ہوگا کہ سب ہی محدث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بلاواسطہ یا بالواسطہ شاگرد ہیں۔

(امام ابوحنیفہ اور مُعترضین، ص9-11۔ المؤلف: مفتی سید مہدی حسن شاہجہان پوری۔ الناشر: الرحیم اکیڈمی، لیاقت آباد، کراچی۔ 1428ھ۔ 2007ء)

4 صحاح ستہ میں روایات کا نہ ہونا

اعتراض: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے، اُن کی روایات صحاح ستّہ (حدیث کی چھ مشہور کتابوں) میں موجود نہیں ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ائمہ ستّہ کے نزدیک قابل استدلال نہیں تھے۔

جواب: یہ ایک انتہائی سطحی اور عامیانہ اعتراض ہے۔ اِن ائمہ حضرات کا کسی جلیل القدر امام سے روایات کو اپنی کتاب میں درج نہ کرنا، اُس امام کے ضعیف ہونے کو لازم نہیں۔ کھلی ہوئی بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی کوئی روایت نہیں لی ہے، بلکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جن کی صحبت اٹھائی ہے، اُن کی بھی پوری صحیح بخاری میں صرف دو روایتیں ہیں: ایک روایت تعلیقاً منقول ہے اور دوسری روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کسی واسطہ سے نقل کی ہے۔ اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی روایت نقل نہیں کی، حالانکہ وہ اُن کے استاذ ہیں۔ نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی صرف تین روایات ذکر کی ہیں، حالانکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سند اصحّ الاسانید شمار کی جاتی ہے۔ اب کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ تینوں ضعیف ہیں؟؟؟

اس معاملہ میں حقیقت وہ ہے جو علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ نے ''شروط الائمۃ الخمسۃ للحازمی رحمۃ اللہ علیہ'' کے حاشیہ پر لکھی ہے کہ درحقیقت ائمۂ حدیث کے پیشِ نظر یہ بات تھی کہ وہ اُن احادیث کو زیادہ سے زیادہ محفوظ کر جائیں، جن کے ضائع ہونے کا خطرہ تھا، بخلاف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات کہ اِن کے تلامذہ اور مقلدین کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ اُن کی روایات کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے اس کی حفاظت کی زیادہ ضرورت محسوس نہ کی۔

5 ''میزان الاعتدال فی اسماء الرجال'' میں ضعیف ہونے کا ذکر

اعتراض امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''میزان الاعتدال فی اسماء الرجال'' میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ اِن الفاظ میں کیا ہے:

"النعمان بن ثابت [ت، س] بن زوطى، أبو حنيفة الكوفى.إمام أهل الرأى. ضعفه النسائى من جهة حفظه، وابن عدى، وآخرون".

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج4 ص265 رقم 9092۔ المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى: 748ھ)۔ تحقيق: على محمد البجاوى۔ الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت - لبنان۔ الطبعة: الأولى، 1382ھ-1963م۔ عدد الأجزاء: 4)

ترجمہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ اہل رائے کے امام ہیں، جنہیں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ کے لحاظ سے، ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، اور دوسرے حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔

جواب میزان الاعتدال میں یہ عبارت بلاشبہ الحاقی ہے یعنی مصنف نے خود نہیں لکھی، بلکہ کسی اور شخص نے اِسے حاشیہ پر لکھا اور بعد میں یہ متن میں شامل ہوگئی یا تو کسی کاتب کی غلطی سے یا جان بوجھ کر داخل کی گئی۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

1 خود اس کتاب کے محقق نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ''هذه الترجمة ليست فى س، ل''، یعنی یہ ترجمہ اس کتاب کے مخطوطے ''س، ل'' میں نہیں ہے۔

2 حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان الاعتدال کے مقدمہ میں یہ تصریح فرمائی ہے:

ما كان فى كتاب البخارى وابن عدى وغيرهما من الصحابة فإنى أسقطهم لجلالة الصحابة، ولا أذكرهم فى هذا المصنف، فإن الضعف إنما جاء من جهة الرواة إليهم۔ وكذا لا أذكر فى كتابى من الأئمة المتبوعين فى الفروع أحدا لجلالتهم فى الإسلام وعظمتهم فى النفوس، مثل أبى حنيفة، والشافعى، والبخارى۔ فإن ذكرت أحدا منهم فأذكره على الإنصاف، وما يضره ذلك عند الله ولا عند الناس.

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج1 ص2)

ترجمہ کتاب بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان ہے، میں اپنی اس کتاب میں ان کی جلالتِ شان کی وجہ سے ذکر نہ کروں گا، کیونکہ روایت میں جو ضعف پیدا ہوتا ہے، وہ ان کے نیچے کے روات کی وجہ سے، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وجہ سے۔ لہٰذا ان کے تراجم ساقط کر دیئے۔ اسی طرح میں اپنی اِس کتاب میں اُن بڑے بڑے ائمہ متبوعین کا تذکرہ نہیں کروں گا، جن کے مسائلِ فرعیہ اجتہادیہ میں تقلید و اتباع کی جاتی ہے، اور جن کی اسلام میں جلالتِ قدر حدِّ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے، اور نفوس میں اُن کی عظمت مسلم ہے، (خواہ اُن کے بارے میں کسی شخص نے کوئی کلام بھی کیا ہو)۔ مثلاً: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ اگر میں نے ان عالی مرتبہ شخصیات میں سے کسی کا تذکرہ کیا، تو انصاف سے کروں گا جو اُن کے لئے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ہاں نقصان دہ نہیں ہوگا۔

یعنی اُن بڑے بڑے ائمہ کی مثال میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی انھوں نے صراحۃً ذکر کیا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ انہوں نے اِس کتاب میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا ہو؟

3 دوسری دلیل یہ ہے کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے مطابق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت بھی باب الکُنیٰ میں ذکر نہیں کی ہے۔

4 حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف: ''فتح المغیث'' میں لکھتے ہیں:

أَنَّهٗ (الذهبى) تَبِعَ ابْنَ عَدِيٍّ فِي إِيْرَادِ كُلِّ مَنْ تُكُلِّمَ فِيهِ وَلَوْ كَانَ ثِقَةً، وَلَكِنَّهُ الْتَزَمَ أَنْ لَا يَذْكُرَ أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَا الْأَئِمَّةِ الْمَتْبُوعِينَ۔

(فتح المغیث بشرح ألفیة الحدیث (السخاوی) ج9 ص348)

ترجمہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے (میزان الاعتدال میں) ہر متکلم فیہ راوی کو اگرچہ وہ ثقہ ہو، لانے میں ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کی ہے، لیکن انہوں نے التزام کیا ہے کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ متبوعین رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی کا تذکرہ نہیں کریں گے۔

5 علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح الفیۃ الحدیث" میں اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "تدریب الراوی" میں بھی اقرار کرلیا ہے کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ متبوعین کو "میزان" میں ذکر نہیں کیا ہے۔

وَتَبِعَهُ عَلَى ذٰلِكَ الذَّهَبِيُّ فِي الْمِيزَانِ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ، وَالْأَئِمَّةِ الْمَتْبُوعِينَ.

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی (الجلال السیوطی، ج2 ص890)

ترجمہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "المیزان" میں اس باب میں ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کی ہے مگر انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ متبوعین رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی کا تذکرہ نہیں کیا۔

جلیل القدر ائمہ رحمۃ اللہ علیہم کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ میزان الاعتدال میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہیں ہے۔

6 کسی کے ذہن میں شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ اس عبارت میں آگے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان ائمہ میں سے کسی کو ذکر کرنے کا اثبات بھی کیا ہے۔ یاد رہے کہ انہوں نے اس کے ساتھ اضافہ کیا ہے کہ: "میں اس امام کا تذکرہ انصاف سے کروں گا جو اُن کے لئے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ہاں نقصان دہ نہیں ہوگا"۔ جب ہم میزان الاعتدال میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ دیکھتے ہیں تو ہمیں معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے کیونکہ اس میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف بیان کردینے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعدیل و امامت سے متعلق کوئی جملہ نہیں۔ جب کہ اسی میزان الاعتدال میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حفظ و اتقان میں کم درجہ کے رواۃ کا تذکرہ کرنے کے بعد اُن کی تعدیل بھی ثابت کی ہے۔ مثلاً:

(1) جعفر بن ایاس واسطی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جعفر بن إياس [ع]. أبو بشر الواسطي، أحد الثقات. أورده ابن عدي في كامله. فأساء. (میزان الاعتدال (شمس الدین الذہبی) ج1 ص402 رقم 1489)

ترجمہ یہ ثقہ راویوں میں سے ہے، ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنی کامل میں ذکر کرکے برا کیا ہے۔

(2) امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے "الکامل" میں اشعث بن عبدالملک الحمرانی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس راوی کی ثقاہت کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جلال میں آکر لکھتے ہیں:

أشعث بن عبد الملك الحمراني البصري [عو]، مولى حمران.... قلت: إنما أوردته لذكر ابن عدي له في كامله، ثم إنه ما ذكر في حقه شيئا يدل على تليينه بوجه، وما ذكره أحد في كتب الضعفاء أبدا. نعم ما أخرجا له في الصحيحين، فكان ماذا؟

(میزان الاعتدال (شمس الدین الذہبی) ج1 ص267 رقم 1001)

ترجمہ میں کہتا ہوں کہ میں اس راوی کو صرف اس لئے یہاں لایا ہوں کہ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب: "الکامل" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ پھر انہوں نے اس کے حق میں کچھ ایسی چیزیں ذکر کی ہیں جو ایک طرح سے اس کے لین (کمزور راوی) ہونے پر دلالت کرتی ہیں، حالانکہ کسی محدث نے انہیں کبھی کتب ضعفاء میں ذکر نہیں کیا، وہ راوی کتنا اچھا ہے جس سے شیخین (بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ) نے صحیحین میں روایت نقل کی ہے۔ پس اس پر جرح کیا حیثیت رکھتی ہے؟

حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ایسی شخصیت ہیں جنہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی امامت و ثقاہت کو کھلے دل سے تسلیم کیا ہے۔ انہوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی عظمت پر ایک مستقل کتاب بنام: "مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه" تصنیف کی ہے۔ پھر انہوں نے علم الرجال پر اپنی معرکہ آراء تصانیف: "التذکرۃ الحفاظ" اور "سیر اعلام النبلاء" میں بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو خراجِ عقیدت پیش

کیا ہے۔ لہٰذا یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ وہ میزان الاعتدال میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تجریح میں کلمات لکھ دیتے اور تعدیل پر خاموش رہتے۔ تینوں مشہورِ عالم کتب کے مقابل ایک کتاب میں چند سطروں پر مشتمل امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جرح کا مذکور ہونا ہی اس کے من گھڑت ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

7 پھر جن بڑے بڑے ائمہ کا تذکرہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان الاعتدال میں نہیں کیا، اُن حضرات کے تذکرہ کے لیے انہوں نے ایک مستقل کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' لکھی ہے، اوراس کتاب میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نہ صرف تذکرہ موجود ہے، بلکہ ان کی بڑی مدح وتوصیف بیان کی گئی ہے، جیسا کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ''تذکرۃ الحفاظ'' میں لکھتے ہیں:

وقال ابن المبارك: «أبو حنيفة أفقه الناس»... وقال يزيد: «ما رأيت أحدًا أورع ولا أعقل من أبي حنيفة».

(تذکرۃ الحفاظ = طبقات الحفاظ للذہبی (شمس الدین الذہبی) ج1 ص127)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سب لوگوں سے بڑے فقیہ تھے''۔ حضرت یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فضیلت وتقویٰ والا اور زیادہ عقل مند نہیں دیکھا''۔

اورحافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر کیا ہے:

قال أبو داود رحمه الله: «أن أبا حنيفة كان إماما».

(تذکرۃ الحفاظ = طبقات الحفاظ للذہبی (شمس الدین الذہبی) ج1 ص127)

ترجمہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وہ تو امام تھے۔

8 حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''لسان المیزان'' کو میزان الاعتدال پر ہی مبنی کیا ہے، یعنی جن رجال کا تذکرہ میزان الاعتدال میں نہیں ہے۔ اُن کا تذکرہ لسان المیزان میں بھی نہیں ہے، سوائے چند ایک کے اور لسان المیزان میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ موجود نہیں۔ یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے

بارے میں یہ عبارت اصل میزان الاعتدال میں بھی نہیں تھی، بعد میں بڑھادی گئی۔

9 شیخ عبدالفتاح ابوغدّہ الحلبی رحمۃ اللہ علیہ کی فیصلہ کن تحقیق

حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اوران کی علمی دیانت کو دیکھتے ہوئے گمان نہیں گزرتا کہ وہ اپنی کتب کے مقابلے میں ایک ایسا جملہ لکھ کر خود اپنا رد کریں گے۔ اس ضمن میں کئی کتب کے مصنف مشہور محقق، شام سے تعلق رکھنے والے شیخ عبدالفتاح بن محمد ابوغُدَّۃ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1417ھ/ 1997ء) نے میزان الاعتدال میں موجود ترجمہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق کے لئے فیصلہ کن تحقیق کی ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں بہت سے مخطوطات کی چھان بین کی۔ شیخ ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق میزان الاعتدال کے کئی قدیم ثقہ نسخوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ نہیں ہے، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ بعض مبغض ناقلین کی طرف سے اضافہ ہے۔ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی یہ کامل تحقیق امام محمد عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل'' ص61-64 کے حاشیہ میں درج کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

1 قد رجعت إلى المجلد الثالث من ميزان الاعتدال المحفوظ في ظاهرية دمشق تحت الرقم (368 حديث)، وهو جزء نفيس جداً. كله بخط العلامة الحافظ شرف الدين عبد الله بن محمد الواني الدمشقي المتوفى سنة 749 هـ. تلميذ مؤلفه الذهبي رحمهما الله تعالى، وقد قرأه عليه ثلاث مرّات مع المقابلة بأصل الذهبي، كما صرّح بذلك في ظهر الورقة 109 وظهر الورقة 159، وفي غير موطن منه تصريحات كثيرة له بالقراءة والمقابلة أيضاً. فلم أجد فيه ترجمة للإمام أبي حنيفة النعمان في حرف النون ولا في الكنى،

وكذلك لم أجد له ترجمة في النسخة المحفوظة في المكتبة الأحمدية بحلب تحت الرقم 337 وهي نسخة جيدة كتبت سنة 1160 هـ بخط على

بن محمد الشهير بابن مشمشان، في مجلد واحد كبير

ترجمہ: میں نے دمشق کے مکتبہ ظاہریہ (تحت الرقم 368 حدیث) میں محفوظ میزان الاعتدال کی تیسری جلد دیکھی ہے، یہ جزء نہایت عمدہ حالت میں ہے جو مکمل امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد علامہ حافظ شرف الدین عبداللہ بن محمد الوانی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 749ھ) کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے یہ نسخہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے تین مرتبہ پڑھا اور ان کے اصل مسودہ سے اس کا مقابلہ کیا، جیسا کہ انہوں نے صفحہ 109، 159 اور دیگر جگہوں میں بھی کئی مرتبہ اس قراءت اور مقابلہ کی تصریح کی ہے۔ میں نے اس نسخہ میں حرف النون اور کنٰی میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کہیں نہیں دیکھا۔

اسی طرح میں نے حلب میں واقع مکتبہ احمدیہ میں محفوظ نسخہ (تحت الرقم 337) میں بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ نہیں پایا، یہ نسخہ عمدہ ہے جسے 1160ھ میں علی بن محمد المعروف ابنِ مشمشان رحمۃ اللہ علیہ کے خط سے ایک بڑی جلد میں لکھا گیا ہے۔

2 وقد سَنَحَتْ لي في أوائل رمضان المبارك من سنة 1382 هـ زيارة المغرب الأقصى، فزرت مدينة الرباط، ورأيت في «الخزانة العامة» فيها نسخة من ميزان الاعتدال في مجلد واحد رقمها (129ق) ناقصة يبتدي القسم الموجود منها من أوائل ترجمة عثمان بن مقسم البُرّيّ، وهو يوافق أواخر الصفحة 190 من الجزء الثاني المطبوع بمصر سنة 1325 هـ وينتهي بآخر الكتاب وفي حواشي هذه النسخة كتبت إلحاقات كثيرة جداً في كل صفحة حتى في بعض الصفحات أخذت الإلحاقات الحواشي الثلاث، وتارة الحواشي الأربعة للصفحة. وهي بخط واحد دون الحواشي الملحقة على جوانب الصفحات والأوراق المدرجة فيها، وقد كتبت على الورقة الأخيرة من أصل النسخة قراءات كثيرة وتواريخ لها ولنسخها، فكان من ذلك أن النسخة قرأت على مؤلفها أكثر من ست مرات. وهذا نص ما كتب في حواشي الورقة الأخيرة بحسب

تواريخه لا بحسب ترتيب كتابتها.

ترجمہ: مجھے 1382ھ ماہِ رمضان المبارک کے اوائل میں مراکش جانے کا اتفاق ہوا، تو میں (مراکش کے دار الحکومت) رباط گیا، اور وہاں کے مشہور کتب خانہ: "الخزانة العامة" میں (129ق نمبر کے تحت) میزان الاعتدال کا ایک جلد میں قلمی نسخہ دیکھا، یہ نسخہ نامکمل ہے جس میں تراجم کی ابتداء عثمان بن مقسم البُرّیّ سے ہوتی ہے جو 1325ھ میں مصر سے طبع شدہ جزء ثانی کے آخری صفحہ 190 کے موافق ہے اور یہ موافقت پھر کتاب کے آخر تک چلتی ہے۔ اس نسخہ کے ہر صفحہ میں کثیر حواشی درج کئے گئے ہیں، یہاں تک کہ بعض صفحات میں ایک تہائی تک حواشی ہیں اور کسی صفحہ میں ایک چوتھائی تک۔ یہ حواشی ایک ہی خط سے درج ہیں اور یہ اُن حواشی کے علاوہ ہیں جو ان صفحات اور اوراق کے جوانب میں درج ہیں۔ اصل نسخہ کے آخری ورقہ میں اس کی کثیر قراءات، اُن کی تواریخ اور ان کی کتابت بھی لکھی ہوئی ہے، اس میں ہے کہ یہ نسخہ مؤلف یعنی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے چھ مرتبہ سے زائد پڑھا گیا۔ ذیل میں اُسی آخری صفحہ میں تحریر حواشی کو ترتیبِ کتابت کی بجائے تواریخ کے لحاظ سے درج کیا جا رہا ہے۔

بعد ازاں شیخ ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے ان شاگردوں کے نام مع سَن لکھے ہیں جنہوں نے بذاتِ خود میزان الاعتدال کے مخطوط کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پڑھا۔ وہ نام یہ ہیں:

(1) عبداللہ المقریزی رحمۃ اللہ علیہ نے 729ھ میں۔

(2) ابوبکر بن السراج رحمۃ اللہ علیہ 733ھ میں۔

(3) دوبارہ ابوبکر بن السَّرَّاج رحمۃ اللہ علیہ ہی نے اس نسخہ کو 739ھ میں پڑھا۔

(4) سعید بن عبداللہ الذھلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سارا نسخہ مدرسہ صدریہ دمشق میں 12 رمضان المبارک 743ھ میں قرآت کیا۔

(5) علی بن عبدالمؤمن بن علی الشافعی بعلبکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سارا نسخہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے

12 رجب 745ھ کو پڑھا۔

(6) احمد بن عمر بن علی القوصی رحمۃ اللہ علیہ نے ربیع الثانی 746ھ میں۔

(7) ابوالقاسم ابن الفارقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی۔

(8) محمد بن عبداللہ بن علی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" اس کے حواشی اور تخریجات سمیت کئی مرتبہ طویل نشستوں میں حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پڑھی۔ آخری مرتبہ انہوں نے اسے 747ھ میں صدریہ دمشق میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پڑھی۔

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی الدرر الکامنة (3:338) کے مطابق امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے منگل کی رات 748ھ کو وفات پائی۔ رحمة الله تعالی علیهم اجمعین

(یعنی یہ آخری نسخہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ایک سال قبل پڑھا گیا)

تحقیق کے آخر میں شیخ علامہ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

3 قلت: قد رجعت أيضاً لهذه النسخة العظيمة النادرة المثال في عالم المخطوطات، فلم أجد فيها ترجمة للإمام أبي حنيفة رضي الله عنه. وهذا مما يقطع معه المرء بأن الترجمة المذكورة في بعض نسخ الميزان ليست من قلم الذهبي، وإنما هي دخيلة على الكتاب بيد بعض الحائقين على الإمام أبي حنيفة، وذلك أنها جاءت في سطرين لا تليق بمقام الإمام الأعظم، ولا تحاكي تراجم الأئمة الذين ذكرهم الذهبي لدفع الطعن عنهم، وهم دون أبي حنيفة إمامة ومنزلة، فقد أطال النفس في تراجمهم طويلاً، وجلّى مكانتهم وإمامتهم أفضل تجلية.

وكتاب الميزان هذا مرتع واسع لإلحاق تراجم فيه للنيل من أصحابها، وقد امتد إليه قلم غير الذهبي في مواطن، فيجب طبعه عن أصل مقروء على المؤلف، كالجزء المحفوظ بظاهرية دمشق وهو يبتدئ بحرف الميم وينتهي بآخر الكتاب، وكالقسم الموجود في خزانة

الرباط. وإنما أطلت في هذه التعليقة كثيراً، تنزيهاً لمقام الإمام أبي حنيفة، وتبرئة لساحة الحافظ الذهبي رحمه الله، وتعريفاً بالمخطوطات الموثوقة من ميزان الاعتدال ليصار إلى طبعه عنها ممن يوفقه الله تعالى.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ میں نے دنیا بھر میں پائے جانے والے مخطوطات کے نسخوں میں اس عظیم نادر اور بے مثال مخطوط کا مطالعہ کیا ہے، مگر میں نے کہیں بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ نہیں پایا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میزان الاعتدال کے بعض نسخوں میں موجود مذکورہ ترجمہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر کیا ہوا نہیں ہے، بلکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض متعصبین نے اسے کتاب میں داخل کیا ہے، اور یہ بھی دو سطروں میں ہے جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقام کے لحاظ سے مناسب نہیں ہے، اور نہ ان ائمہ کے تعارف کا ترجمان ہے، جنہیں ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے طعن دور کرنے کی غرض سے ذکر کیا ہے۔ اگرچہ وہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے امامت اور مقام میں کم ہیں۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان ائمہ کے تراجم میں طویل گفتگو کی ہے، اور ان کے مرتبہ و امامت کو خوب تر واضح کیا ہے۔

یہ کتاب المیزان اپنے اندر تراجم کو ضم کرنے کے لحاظ سے وسیع چراگاہ کی حیثیت رکھتی ہے، ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بھی اس میں کئی جگہ دوسروں کا قلم استعمال ہوا ہے۔ پس اس کی طباعت اُس اصل کے مطابق ہونی چاہیے جو مؤلف پر پڑھی گئی، جیسے مکتبہ ظاہریہ دمشق میں محفوظ مخطوط جس کی ابتداء حرف میم سے ہوتی ہے، اور آخر کتاب تک چلتی ہے، اور خزانۃ الرباط میں موجود مخطوط کی طرح۔ میں نے اس تعلیق کو طوالت دے دی ہے تاکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام جرح سے پاک ہو سکے، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے میدانِ تحقیق کو اس سے چھٹکارا مل سکے، اور میزان الاعتدال کے ثقہ مخطوطات کا تعارف ہو جائے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ توفیق دے وہ اس کو صحیح حالت میں طبع کرا سکے۔

علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغُدَّہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس مفصل مکمل تحقیق سے یہی نتیجہ لگتا ہے کہ حافظ

شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "میزان الاعتدال" میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جرح خود ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھی ہوئی نہیں ہے، بلکہ بعد کے زمانہ کی پیداوار ہے۔ یہ کسی حاسد اور متعصب کا کارنامہ بھی ہوسکتا ہے اور کسی کاتب کی خطا بھی۔

10 اسی طرح حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دام ظلہ العالی نے فرمایا: ''میں نے مراکش کے دارالحکومت رباط کے مشہور کتب خانہ ''الخزانة العامرہ'' میں 129ق نمبر کے تحت ''میزان الاعتدال'' کا ایک قلمی نسخہ دیکھا، جس پر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے شاگردوں کے پڑھنے کی تاریخیں درج ہیں اور اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد نے اُن کے سامنے اُن کی وفات سے صرف ایک سال پہلے اسے پڑھا تھا، اس نسخہ میں بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ یہ اس بات کا دستاویزی ثبوت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ عبارت کسی نے بعد میں بڑھائی ہے، اصل نسخہ میں موجود نہیں تھی۔ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا دامن امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تضعیف اور تنقیص کے الزام سے بالکل پاک ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ایسی بات لکھ بھی کیسے سکتے ہیں جب کہ خود انہوں نے ایک مستقل کتاب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب پر لکھی ہے۔ جس کا نام ہے:

مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه

11 پھر جہاں تک حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے، بے شک وہ شروع میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف تھے، لیکن بعد میں جب وہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بنے، تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اور جلالتِ قدر کا احساس ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سابقہ خیالات کی تلافی کے لیے مسندِ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرمائی۔ لہٰذا اُن کے سابقہ قول کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف حجت میں پیش کرنا قطعاً درست نہیں۔

(فائدہ) مسندِ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے سترہ یا اس سے زائد کتابیں لکھی گئیں، جن کو بعد میں علامہ ابن خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے ''جامع مسانید الامام الاعظم'' کے نام سے جمع کردی ہیں۔

باب 9

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر قلتِ حدیث اور قلتِ روایت کا الزام

1 قلتِ حدیث کا الزام

بعض معترضین کو جب اور کچھ نہیں سوجھتا تو وہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر قلتِ حدیث کا الزام لگا دیتے ہیں۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قلیل الحدیث اور احادیث سے ناواقف جیسے افسوسناک القاب دیتے ہیں، حالانکہ یہ صرف اور صرف طعنہ زنی اور بددیانتی ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اس الزام سے قطعاً بری ہے، اور اس براءت پر گذشتہ ابواب میں مذکورہ تفصیلات شاہدِ عادل ہیں۔ یاددہانی کے لیے درجِ ذیل چند اقوال ملاحظہ فرمائیں:

1 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں:

أنا عالم بعلم أهل الكوفة.

(موفق: مناقب الإمام الأعظم، 2:152؛ ابن حجر ہیتمی: الخیرات الحسان: 91)

ترجمہ: میں اہلِ کوفہ کے جمیع علمِ حدیث کا عالم ہوں۔

2 بصرہ کے نامور محدث حافظ سعید بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۵۶ھ) فرماتے ہیں:

فَقَالَ سَعِيدٌ: "كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ عَالِمَ الْعِرَاقِ".

(الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ابن عبد البر) ص 130؛ مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه (شمس الدين الذهبی) ص30)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ عراق کے عالم حدیث تھے۔

3 صحاحِ ستہ کے راوی محدثِ کبیر حافظ اسرائیل بن یونس (متوفی 160ھ) درج ذیل الفاظ میں امام ابوحنیفہ کے مقامِ حدیث پر تبصرہ کرتے ہیں:

قال سمعت أسرائيل يقول: "نِعْمَ الرَّجُلُ النُّعْمَانُ، مَا كَانَ أَحْفَظَهُ لِكُلِّ حَدِيثٍ فِيهِ فِقْهٌ وَأَشَدُّ فَحْصِهِ عَنْهُ، وَأَعْلَمُهُ بِمَا فِيهِ مِنَ الْفِقْهِ".

(أخبار أبي حنيفة وأصحابه (الصيمري) ص 23؛ تاريخ بغداد وذيوله ط العلمية (الخطيب البغدادي) ج13 ص339؛ الطبقات السنية في تراجم الحنفية (تقي الدين ابن عبد القادر التميمي) ص27؛ سيوطي: تبييض الصحيفة: ص111؛ حاشية ابن عابدين = رد المحتار ط الحلبي (ابن عابدين) ج 1 ص 61؛ أصول الدين عند الإمام أبي حنيفة (محمد بن عبد الرحمن الخميس) ص108؛ البدور المضية في تراجم الحنفية (محمد حفظ الرحمن الكملائي) ج1 ص265)

ترجمہ نعمان ؒ کتنے اچھے شخص ہیں، انہوں نے ہر اس حدیث کو سب سے زیادہ حفظ کیا جس سے کوئی فقہی مسئلہ اخذ ہوسکتا ہے، وہ حدیث میں بہت زیادہ غور وخوض کرنے والے اور اس میں فقہی مسئلہ کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

4 امیر المومنین فی الحدیث سفیان ثوری ؒ (متوفی 161ھ) کی زبانی امام اعظم ابو حنیفہ ؒ کی معرفتِ حدیث کا تذکرہ سنیے۔ انہوں نے فرمایا:

قال: إن كان أبو حنيفة يركب في العلم أحد من سنان الرمح، كان والله! شديد الأخذ للعلم، ذابا عن المحارم، متبعا لأهل بلده، لا يستحل أن يأخذ إلا بما يصح عنده من الآثار عن النبي صلى الله عليه وسلم، شديد المعرفة بناسخ الحديث ومنسوخه، وكان يطلب أحاديث الثقات والآخر من فعل النبي صلى الله عليه وسلم.

(أخبار أبي حنيفة وأصحابه (الصيمري)، ص75؛ صالحي: عقود الجمان: 191)

ترجمہ یقیناً ابوحنیفہ ؒ علم کی تہہ تک بآسانی پہنچ جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ ؒ علمِ حدیث کو مضبوطی سے تھامنے والے تھے۔ لوگوں کو حرام چیزوں سے روکنے والے

تھے، اپنے اہل شہر کے لیے بہترین نمونۂ اتباع تھے۔ آپ ؒ حضور نبی اکرم ﷺ کی صحیح احادیث کو ہی لیتے، ناسخ ومنسوخ احادیث کی حد درجہ معرفت رکھتے، ثقہ راویوں سے مروی احادیث اور حضور نبی اکرم اللہ کے آخری فعل کی جستجو میں لگے رہتے تھے۔

5 حافظ حسن بن صالح ؒ (متوفی 169ھ) بیان کرتے ہیں:

قال ثنا الحسن بن صالح قال: "كان ابو حنيفة شديد الفحص عن الناسخ من الحديث والمنسوخ فيعمل بالحديث إذا ثبت عنده عن النبي صلى الله عليه وسلم وعن أصحابه. وكان عارفا بحديث أهل الكوفة وفقه أهل الكوفة شديد الاتباع لما كان عليه الناس ببلده. وقال كان يقول إن لكتاب الله ناسخا ومنسوخا وإن للحديث ناسخا ومنسوخا، وكان حافظا لفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم الأخير الذي قبض عليه مما وصل إلى أهل بلده.

(أخبار أبي حنيفة وأصحابه (الصيمري) ص25؛ موفق: مناقب الامام الاعظم 1:90)

ترجمہ امام ابوحنیفہ تمام اہل کوفہ کے علم الحدیث اور فقہ الحدیث کے عالم تھے اور اپنے شہر کے رہنے والے محدثین تک رسول اللہ ﷺ کے آخری افعال سے متعلق پہنچنے والی تمام احادیث کے حافظ تھے۔

6 صحاحِ ستہ کے راوی حافظ یحییٰ بن آدم ؒ (متوفی 203ھ) بیان کرتے ہیں:

إن للحديث ناسخًا ومنسوخا كما في القرآن ناسخ ومنسوخ، وكان النعمان جمع حديث أهل بلده كله. (موفق: مناقب الامام الاعظم 1:93)

ترجمہ یقیناً احادیث میں بھی ناسخ ومنسوخ ہیں جس طرح قرآنی آیات میں ناسخ ومنسوخ ہیں۔ لہٰذا (احادیث کی معرفت کے لئے) نعمان بن ثابت ؒ نے اپنے شہر کے رہنے والے جمیع محدثین کی مرویات کو اپنی ذات میں جمع کیا تھا۔

7 امام احمد بن حنبل ؒ اور حافظ علی بن مدینی ؒ کے شیخ حافظ یزید بن ہارون ؒ

(متوفی 206ھ) نے آپ ؒ کو "احفظ اهل زمانه" (اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حافظِ حدیث) کا قابلِ قدر لقب دیا ہے۔

(أخبار أبي حنيفة وأصحابه (الصيمري) ص48؛ صالحی: عقود الجمان: 194؛ مرعی حنبلی: تنویر بصائر المقلدین: 20)

8 بشر بن موسیٰ ؒ اپنے شیخ اور صحاح ستہ کے راوی حافظ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید مقری ؒ (متوفی ۲۱۳ھ) کا معمول بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ المقرئ- وكان إذا حَدَّثَنَا عن أبي حنيفة- قَالَ: "حَدَّثَنَا شاهنشاه"۔

(خطیب بغدادی: تاریخ بغداد و ذیولہ، 13:344؛ کردری: مناقب الامام الاعظم 1:92؛ صالحی شامی: عقود الجمان: 199)

ترجمہ وہ جب بھی ہم سے امام ابوحنیفہ ؒ کے طریق سے کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے: "ہم سے یہ حدیث علم کے شہنشاہ نے بیان کی ہے"۔

اب بھی اگر کوئی شخص ابوحنیفہ ؒ کو ضعیف فی الحدیث یا قلیل الحدیث مانے، تو اس کی بدنصیبی پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ ؒ کو حدیث میں شہنشاہ (بادشاہوں کے بادشاہ) کا لقب ہم نے یا موجودہ دور کے کسی عالم نے نہیں دیا، بلکہ حافظِ حدیث، امام اور شیخ الاسلام ابوعبدالرحمٰن مقری ؒ نے دیا ہے جو علمِ حدیث میں امام صاحب ؒ کی عظمت پر مہرِ تصدیق ثبت کرنے کے لئے کافی ہے۔

9 صحیح بخاری کی گیارہ ثلاثیات کے راوی حافظ شیخ امام مکی بن ابراہیم ؒ (متوفی 215ھ) کے سامنے امام اعظم ؒ کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

كان أعلم أهل زمانه۔

(خطیب بغدادی: تاریخ بغداد و ذیولہ، 13:345؛ سیوطی: تبییض الصحیفۃ: ۱۰۵؛ صالحی: عقود الجمان: ۱۹۵)

ترجمہ آپ ؒ اپنے اہلِ زمانہ میں سب سے زیادہ علمِ حدیث جاننے والے تھے۔

10 حافظ شمس الدین ذہبی ؒ نے اپنی کتاب: "تذکرۃ الحفاظ" (1:168-169 رقم 163)

میں حفاظِ حدیث کے پانچویں طبقہ میں: "ابو حنيفة، الإمام الأعظم، فقيه العراق، النعمان بن ثابت ؒ" کے گرانقدر الفاظ سے آپ ؒ کا ذکر کیا ہے۔

11 محدثِ شہیر، محققِ کبیر، متعدد علمی و تحقیقی کتب کے مصنف حافظ ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی شافعی ؒ (849-911ھ) نے بھی اپنی کتاب: "طبقات الحفاظ" (80 رقم:156) میں امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کو حفاظِ حدیث کے پانچویں طبقہ میں شمار کیا ہے۔

ائمۂ اعلام کی مذکورہ بالا تصریحات و تحقیقات امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے کثیر الحدیث اور حافظِ حدیث ہونے پر منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان لوگوں پر بڑی حیرت ہوتی ہے جو برائے نام مطالعہ کر کے ایسے جلیل القدر امام فی الحدیث پر بغیر ثبوت قلتِ حدیث کا الزام تھوپ دیتے ہیں۔

2 قلتِ روایت کا الزام

معترضین کی ڈھٹائی کا بھی کیا کہنا! جب امام اعظم ؒ پر قلتِ حدیث سے متعلق ان کے لغو اعتراض کا پول کھلتا ہے، تو وہ پینترا بدل کر کہتے ہیں کہ اگر ابوحنیفہ ؒ حافظِ حدیث تھے، تو ان سے کثیر احادیث کیوں مروی نہیں ہیں؟ یہاں ایک جملۂ معترضہ کہتا چلوں کہ یہ منافقوں کی علامات میں سے ہے کہ وہ حق بات قبول کرنے کی بجائے طرح طرح کے حیلے بہانے بناتے ہیں۔ معترضینِ امام ابوحنیفہ ؒ بھی کچھ اسی قسم کی خصوصیات رکھتے ہیں۔ مندرجہ بالا اعتراض کا جواب دیتے ہوئے جب ہم تاریخ کے اوراق پلٹتے ہیں، اور یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا کثیر احادیث کے حامل بزرگانِ دین نے کثیر احادیث کو روایت بھی کیا؟ تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں اس کا جواب نفی میں ملتا ہے۔

3 اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلیل الروایۃ ہونے کی وجوہات

سب سے پہلے ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اولین ماندہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال کا جائزہ لیتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کم وبیش ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے صرف چار کثیر الروایہ تھے، جن کے نام اور مرویات کی تعداد درج ذیل ہے۔

	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	مرویات
1	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	5374
2	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	2630
3	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	2286
4	ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	2210

(ابن حزم: اسماء الصحابۃ الرواۃ: 31، 32؛ سیوطی: تدریب الراوی، 2: 217)

باقی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سمیت دیگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی مرویات ملاحظہ کریں:

5	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	1660
6	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	1540
7	حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ	1170
8	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	848
9	حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ	700
10	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	537
11	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	527
12	حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ	179
13	حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ	170
14	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	155
15	حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	146

16	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	142
17	حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ	100
18	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	60
19	ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	60
20	حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ	14

(ابن حزم: اسماء الصحابۃ الرواۃ: 32، 35، 44)

کیا کوئی کم عقل اور نادان اس فہرست کو پڑھ کر یہ کہے گا کہ کثیر الروایۃ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سمیت حضرات معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ودیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم احادیث سے ناواقف تھے، کیونکہ ان سے احادیث کم روایت ہوئی ہیں؟ اس سے بڑھ کر نادانی اور جہالت کی کوئی بات نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو دن رات اور سفر وحضر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت و رفاقت نصیب ہوئی، ان کے بارے میں ایسا سوچنا سراسر نادانی ہے۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے قلتِ روایت ہونے کی دو اہم وجوہ تھیں:

1. حفاظتِ حدیث کی خاطر وہ روایت کرنے میں شدید احتیاط برتتے اور انہوں نے اس کے لئے خود کڑی شرائط عائد کر رکھی تھیں۔
2. دین کے بعض دیگر ضروری امور جن میں وصالِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابھرنے والے فتنوں کا تدارک بھی تھا۔

لہٰذا ان ذمہ داریوں کی وجہ سے کثرتِ روایت نہ کر سکے۔ ان دونوں وجوہ واسباب پر ہم ذیل میں قدرے تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔

4 قلتِ روایت کی پہلی وجہ: روایتِ حدیث کی کڑی شرائط

روایت حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے حد احتیاط کرتے اور وہ اس معاملہ میں دیگر

رواۃ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کو بھی سختی سے احتیاط برتنے کی تلقین کرتے۔

1. امام ابن قتیبہ دینوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 276ھ) نے اجل صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایتِ حدیث میں شدید احتیاط کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

وَكَانَ عُمَرُ أَيْضًا شَدِيدًا عَلَى مَنْ أَكْثَرَ الرِّوَايَةَ، أَوْ أَتَى بِخَبَرٍ فِي الْحُكْمِ لَا شَاهِدَ لَهُ عَلَيْهِ. وَكَانَ يَأْمُرُهُمْ بِأَنْ يُقِلُّوا الرِّوَايَةَ، يُرِيدُ بِذٰلِكَ: أَنْ لَا يَتَّسِعَ النَّاسُ فِيهَا وَيَدْخُلَهَا الشَّوْبُ، وَيَقَعُ التَّدْلِيسُ وَالْكَذِبُ مِنَ الْمُنَافِقِ وَالْفَاجِرِ وَالْأَعْرَابِيِّ. وَكَانَ كَثِيرٌ مِنْ جُلَّةِ الصَّحَابَةِ، وَأَهْلِ الْخَاصَّةِ بِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَأَبِي بَكْرٍ، وَالزُّبَيْرِ، وَأَبِي عُبَيْدَةَ، وَالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، يُقِلُّونَ الرِّوَايَةَ عَنْهُ. بَلْ كَانَ بَعْضُهُمْ لَا يَكَادُ يَرْوِي شَيْئًا كَسَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، وَهُوَ أَحَدُ الْعَشَرَةِ الْمَشْهُودِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ. وَقَالَ عَلِيٌّ رضی الله عنه: "كُنْتُ إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم حَدِيثًا، نَفَعَنِي اللهُ بِمَا شَاءَ مِنْهُ، وَإِذَا حَدَّثَنِي عَنْهُ مُحَدِّثٌ، اسْتَحْلَفْتُهُ، فَإِنْ حَلَفَ لِي صَدَّقْتُهُ وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ حَدَّثَنِي، وَصَدَقَ أَبُو بَكْرٍ"، ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيثَ.

(تأويل مختلف الحديث (ابن قتيبة) ص89، 90)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص پر سختی کرتے جو بہ کثرت حدیث کی روایت کرتا، یا کسی گواہ کے بغیر احکام میں کوئی حدیث بیان کرتا۔ آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کو حکم دیتے تھے کہ روایت کم کیا کرو۔ اس سے آپ رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ ہوتا تھا کہ لوگ روایتِ حدیث میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کریں، اور احکامِ دین کو خلط ملط نہ کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ منافق، فاجر اور جاہل کی طرف سے احادیث میں تدلیس اور کذب داخل ہو جائے۔ کثیر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص رفقاء حضرات جیسے: ابوبکر رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قلیل روایت کرتے تھے، بلکہ ان میں سے بعض ایک حدیث بھی روایت نہ کرتے، جیسے حضرت سعید بن زید بن

عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ، حالانکہ وہ جنت کی بشارت پانے والے مشہور دس صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں جب کبھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی حدیث سنتا تو مجھے اللہ تعالیٰ اس سے جتنا چاہتا نفع عطا کرتا، اور جب کوئی محدث مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی حدیث بیان کرتا، تو میں اس سے حلف لیتا۔ پس اگر وہ میرے سامنے حلف اٹھالیتا، تو میں اس کو صحیح تسلیم کر لیتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سچے ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی۔

2. اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

كان ممن يتحرى في الأداء، ويشدد في الرواية ويزجر تلامذته عن التهاون في ضبط الألفاظ، ويقل من الرواية للحديث.

(ذہبی: تذکرۃ الحفاظ، 1:13-14)

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ حدیث کی ادائیگی میں نہایت تحقیق کرتے، روایتِ حدیث میں تشدد سے کام لیتے، اور اپنے شاگردوں کو ضبطِ الفاظ میں بے اعتنائی برتنے سے سختی سے منع کرتے، اسی احتیاط کی وجہ سے) آپ رضی اللہ عنہ بہت کم احادیث روایت کرتے تھے۔

حفاظتِ حدیث کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایتِ حدیث میں شدید احتیاط اور سختی سے کام لیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے مروی احادیث بہت تھوڑی ہیں۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حدیث کی روایت کے لئے کڑی شرائط مقرر کیں جس کے باعث آپ سے قلیل احادیث روایت ہوئیں۔

3. علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ اسی حقیقت کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں:

والإمام أبو حنيفة إنما قلت روايته لما شدد في شروط الرواية والتحمل، وضعف رواية الحديث اليقيني إذا عارضها الفعل النفسي وقلت من أجلها روايته فقل حديثه لا أنه ترك رواية الحديث متعمدا، فحاشاه من ذلك. ويدل على أنه من كبار المجتهدين في علم الحديث اعتماد مذهبه بينهم والتعويل عليه واعتباره ردا وقبولا

وأما غيره من المحدثين وهم الجمهور، فتوسعوا فى الشروط وكثر حديثهم، والكل عن اجتهاد. وقد توسع أصحابه من بعده فى الشروط وكثرت رواياتهم. (ابن خلدون: مقدمة: ص445)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس لئے قلیل احادیث مروی ہیں کہ انہوں نے روایت وتحمل میں کڑی شرائط لگائی ہیں، ان کے نزدیک فعلِ نفسی کے متعارض حدیثِ یقینی کی روایت ضعیف ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے ان کی روایات کم ہوئیں، اور ان کی احادیث میں کمی واقع ہوئی۔ اس لئے نہیں کہ انہوں نے جان بوجھ کر روایت حدیث کو ترک کیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس الزام سے بعید ہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کبار مجتہدین حدیث میں سے ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ ان ائمہ کے نزدیک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر اعتماد اور ردو قبول میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اعتبار کیا جاتا ہے، جبکہ ان کے علاوہ جمہور محدثین نے شرائطِ روایت میں نرمی کی ہے۔ لہٰذا ان سے کثیر احادیث مروی ہیں، اور یہ سب اجتہاد سے ہے۔ اس کے برعکس بعد ازاں ان کے شاگردوں نے شروط میں نرمی اختیار کی تو ان کی روایات بھی زیادہ ہوگئیں۔

امام اسماعیل بن محمد جراحی عجلونی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1162ھ) اپنی کتاب: "عقد الجوهر الثمين" کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

قد أجمع الناقلون عنه من أهل الأصول وأهل الحديث أنه يقدم الحديث على القياس المعتبر، نعم لم يكن هو رضى الله عنه من المكثرين كسائر الأئمة، وليس من شروط الإمام والاجتهاد الإكثار فى الرواية، لأن الاجتهاد إنما يتوقف على حفظ السنن وتحملها لا على أدائها وتبليغها. فالصديق رضى الله عنه إمام الصحابة وأفقههم وأحفظهم لا يشك فيه مسلم لم يكثر، وإنما روى أحاديث معدودة. .....فهو رضى الله عنه حافظ حجة فقيه، لم يكثر فى الرواية لما شدد فى شروط الرواية والتحمل وشروط القبول.

(عجلونی، عقد الجوهر الثمين فى أربعين حديثا من أحاديث سيد المرسلين: 3، المخطوط باستنبول، فی ہامش نسخہ ط)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھنے والے تمام اہلِ اصول اور محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ وہ صحیح حدیث کو قیاسِ معتبر پر مقدم رکھتے تھے۔ ہاں یہ بات اپنی جگہ برحق ہے کہ وہ دوسرے ائمہ کی طرح کثرت سے احادیث بیان نہیں کرتے تھے۔ امام اور مجتہد ہونے کے لئے کثرتِ روایت شرط بھی نہیں ہے کیونکہ اجتہاد کا تعلق سنن واحادیث کو یاد رکھنے اور ان کے تحمل پر ہوتا ہے، نہ کہ ان کی روایت اور تبلیغ پر۔ (بالکل اس طرح جیسے) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے امام اور پیشوا تھے، ان سب سے بڑھ کر فقیہ اور حافظِ حدیث تھے جن کے بارے میں کوئی مسلمان شک نہیں کر سکتا۔ انہوں نے بھی کثیر احادیث کو روایت نہیں کیا، بلکہ اُن سے بھی چند احادیث مروی ہیں۔۔۔۔

پس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حافظِ حدیث، ثقاہت میں حجت اور اعلیٰ پائے کے فقیہ ہیں۔ انہوں نے کثرت سے روایات اس لئے نہیں کیں کہ ان کے ہاں روایتِ حدیث، تحملِ حدیث اور اس کے قبول کی شرائط بہت سخت تھیں۔

5 قلتِ روایت کی دوسری وجہ: اہم اجتہادی ذمہ داریاں

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس لئے بھی احادیث کم مروی ہوئیں کہ اُن کا شعبہ مختلف تھا۔ وہ محض روایتِ حدیث پر توجہ مرکوز کرنے کی بجائے دین کے عملی استحکام، امتِ مسلمہ کی معاشرتی، معاشی اور سیاسی اصلاح، نیز دین میں داخل ہونے والے نئے فتنوں کی سرکوبی میں مشغول تھے۔ دیگر اہم ضروریاتِ دین اور امت کے معاملات میں مصروفیت کی وجہ سے وہ اس میدان میں آگے نہ بڑھ سکے۔ اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ کثیر الروایۃ نہ ہونے کے باعث وہ کثیر احادیث سے ناواقف تھے۔

کچھ اسی طرح کی صورتحال کا سامنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عہد

میں محدثین کی اچھی خاصی تعداد روایت واشاعتِ حدیث میں مشغول تھی، مگر یہ حقیقت ہے کہ قرآن وسنت کی بنیاد پر نت نئے مسائل کا حل، احکامِ دین کی توضیح وتفسیر اور اصولِ دین کی ترتیب وتدوین جیسے اہم ترین محاذوں پر فائز رجال کار کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی، یعنی یہ وہ لوگ تھے جو احادیث کو محض حفظ اور روایت کرنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ حدیث کی روشنی میں اجتہاد واستنباطِ مسائل تک پہنچنا ان کا اصل منصب تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس ابتدائی زمانہ میں آپ ؒ نے روایتِ حدیث کی بجائے فہم وفقۂ قرآن وحدیث اور شریعت کی ترتیب وتدوین کا میدان چنا اور ساری زندگی اس میں صرف کردی۔ اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ؒ کثیر احادیث سے بے بہرہ تھے۔ ہم گزشتہ صفحات میں درج کر چکے ہیں کہ ائمۂ حدیث نے امام اعظم ؒ کو حفاظِ حدیث کی صف میں شامل کیا ہے۔

محدثِ شام حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی ؒ لکھتے ہیں:

إنما قلّت الرواية عنه، وإن كان متسع الحفظ الأمرين: أحدهما: اشتغاله عن الرواية باستنباط المسائل من الأدلة. كما كان أجلاء الصحابة كأبي بكر وعمر وغيرهما يشتغلون بالعمل عن الرواية، حتى قلّت روايتهم بالنسبة إلى كثرة اطلاعهم، و كثرة رواية من دونهم بالنسبة اليهم. الأمر الثاني: أنه كان لا يرى الرواية إلا لمن يحفظ.

(صالحی: عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم: 319-320)

ترجمہ: وسیع الحفظ ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہ ؒ سے دووجہوں سے قلیل احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ ؒ روایت کی بجائے دلائلِ شرعیہ سے مسائل کے استنباط میں مشغول رہتے تھے۔ جیسا کہ اکابر صحابہ ؓ میں سے جیسے حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ اور ان کے علاوہ دیگر روایت کی بجائے عمل میں مشغول رہتے تھے، یہاں تک کہ کثیر احادیث کو جاننے کے باوجود ان سے قلیل احادیث مروی ہیں، حالانکہ ان سے کم درجہ کے صحابہ ؓ کی مرویات ان سے زیادہ

ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ صرف اسے ہی روایت کی اجازت دیتے تھے جو (سماعت سے لے کر روایت کرنے تک) اس حدیث کا حافظ بھی ہو۔

6 ابن خلدون ؒ کی عبارت سے پیدا ہونے والے اشکال کا ازالہ

بعض معترضین، امام اعظم ؒ کی قلتِ روایت پر دلیل کے طور پر علامہ ابن خلدون ؒ کا یہ قول بھی درج کرتے ہیں:

يُقَالُ: بلغت روايته إلى سبعة عشر حديثاً أو نحوها.

(ابن خلدون: مقدمة: 444)

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ ابوحنیفہ ؒ سے مروی روایات کی تعداد سترہ یا اس کی مثل ہیں۔

جن لوگوں کے پاس مضبوط دلیل نہیں ہوتی، وہ اسی طرح کمزور سہارے ڈھونڈتے ہیں۔ امام اعظم ؒ کی روایات سے متعلق یہ جملہ تین لحاظ سے حجت نہیں۔

1. ابن خلدون ؒ نے یہ جملہ: يُقَالُ کے صیغہ سے لکھا ہے۔ دین کا ہر طالبِ علم بخوبی آگاہ ہے کہ یہ صیغۂ مجہول ہونے کے سبب ضعیف ہے۔ لہٰذا اس کی کوئی اصل نہیں۔ کیونکہ يُقَالُ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ انہوں نے سنی سنائی غیر مصدقہ بات کو نقل کر دیا۔ جہاں تک علامہ ابن خلدون ؒ کی اپنی عقیدت اور رائے کا تعلق ہے وہ خود ابن خلدون ؒ نے اس مقام پر صراحتاً بیان کر دی ہے:

قد تقوّل بعض المبغضين المتعسفين إلى أن من كان قليل البضاعة في الحديث، فلهذا قلّت روايته، ولا سبيل إلى هذا المعتقد في كبار الأئمة، لأن الشريعة إنما تؤخذ من الكتاب والسنة.

(ابن خلدون: مقدمة: 444)

ترجمہ: بعض حاسد اور متعصب لوگوں نے یہ جھوٹا الزام لگایا ہے کہ ان ائمۂ مجتہدین کے پاس حدیث کا تھوڑا سرمایہ تھا۔ اس لئے ان سے احادیث کم روایت ہوئیں۔ اکابر ائمہ کی

شان میں اس طرح کا گمان رکھنا کسی طرح بھی درست نہیں، کیونکہ شریعت قرآن و سنت سے اخذ کی جاتی ہے (جواُن کے کثیر علمِ قرآن وحدیث پر دلالت کرتا ہے)۔

اس تصریح کو مدِ نظر رکھتے ہوئے دیکھا جائے، تو اس بات کا اِمکان واضح ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت یہ قول آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کسی حاسد نے اضافہ کیا ہو۔

2 بفرضِ محال یہ جملہ ابنِ خلدون رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر بھی دیں، تو بھی اس سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کثیر الحدیث ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ اصولِ حدیث میں دو اصطلاحیں استعمال ہوتی ہیں:

(1) تحملِ حدیث یا اخذِ حدیث: اس سے مراد ہے استاد سے حدیث حاصل کرنا۔

(2) روایتِ حدیث یا ادائے حدیث: اس سے مراد ہے حاصل کردہ احادیث کو آگے روایت کرنا۔

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخذِ حدیث کی قلّت کو بیان ہی نہیں کیا، بلکہ روایتِ حدیث کی قلت کا ذکر کیا ہے۔ مطلب یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سیکڑوں احادیث کے حافظ تھے، مگر روایتِ حدیث میں شدید احتیاط اور سخت شرائط کے پیش نظر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کم احادیث مروی ہیں۔

3 اگر علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے عمداً یہ جملہ لکھا ہے، تو اس صورت میں بھی ان سے اس معاملہ میں شدید خطا ہوئی ہے، کیونکہ مسانیدِ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں مروی سینکڑوں احادیث آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کثیر الروایہ ہونے پر گواہ ہیں۔ پھر یہ کہ انہوں نے اس جملہ میں أو نحوھا کہہ کر مرویاتِ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بیان کیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس موضوع پر ان کی معلومات یقینی نہیں، بلکہ محض ظنی ہیں۔ بہر کیف ہر حوالے سے یہ دلیل کمزور ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

باب 10

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مخالفتِ حدیث کا الزام

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمۂ مجتہدین پر کچھ لوگوں نے بارہا یہ الزام لگایا کہ یہ لوگ حدیثِ نبوی کے بجائے اپنی اختراعی فقہ پر عمل کرتے ہیں، اور پھر ان کے پیچھے چلنے والے بھی اسی ڈگر پر چلتے چلے آرہے ہیں، جو ان کے اماموں نے بنایا ہے۔

یہ لوگ عام مسلمانوں کو یہ کہہ کر بھی بزرگانِ دین اور اسلافِ امت سے بدگمان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کا نقشہ بدل دیا تھا، اور یہی وہ لوگ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کھلے عام اختلاف کے مرتکب ہوئے ہیں۔ (معاذ اللہ)

سوال یہ ہے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اگر یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کسی غلط فہمی کی بناء پر یہ بات کی ہے، یا کسی نے ان کے بارے میں انہیں غلط خبریں پہنچائی ہیں، یا پھر ان کا فقہی موقف (اپنی تحقیق کی رو سے) ان سے علیحدہ بنتا تھا۔ تو یہ الگ بات ہے اور ہمیں ان سے زیادہ گلہ (شکوہ) نہیں۔ ہاں ان میں سے بہت سے وہ لوگ بھی تھے جن پر جب حقیقت کھلی، تو وہ اپنے ان الزامات سے تائب ہوئے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم وتکریم میں پھر کسی سے پیچھے نہیں تھے۔ اور اگر ان کے طعن ومخالفت کا سبب یہ غلط فہمیاں نہیں ہیں، تو ہم سمجھتے ہیں کہ پھر اس کا سبب سوائے حسد وتعصب کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

دورِ حاضر میں جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جو طوفانِ بدتمیزی برپا کیا ہے کیا انہوں نے کبھی اس بات پر غور کرنے کی زحمت بھی گوارا کی ہے کہ جس بنیاد پر یہ

لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو احادیثِ نبوی کی مخالفت کا مجرم گردانتے ہیں، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اسلام سے باہر نکالنے پرا دھار کھائے بیٹھے ہیں، اور دیگر اسلام دشمن گروہ اسی بنیاد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حدیثِ نبوی کی صریح مخالفت کا الزام دھر کر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل دکھا رہے ہیں۔

1 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مخالفتِ حدیث کا رافضی الزام

جس طرح غیر مقلدین حدیثِ نبوی اور فقۂ حنفی میں تضادات دکھا کر امت کو گمراہ کرنے میں مگن ہیں، روافض احادیثِ نبوی اور عملِ صحابہ رضی اللہ عنہم دکھا کر اسلام کے صفِ اول کے بزرگوں پر اعتماد ختم کرانے میں بھی غیر مقلدین سے آگے آگے ہیں۔ اسی بنیاد پر یہ لوگ مسلمانوں میں یہ تاثر عام کرنے میں رات دن مصروف ہیں کہ یہ وہ دین ہی نہیں جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیا تھا، بلکہ یہ وہ دین ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی مرضی کے مطابق ترتیب دیا اور یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے بجائے اپنے اختراعی موقف پر عمل کرتے رہے، کیونکہ ان لوگوں کی اصل غرض اسلام کا حلیہ بگاڑ دینا تھا۔ استغفر اللہ العظیم و اتوب الیہ۔

2 مخالفتِ حدیث کا بھونڈا الزام

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین کو حسد و تعصب کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر سوائے الزام تراشی کے کچھ نہیں سوجھتا۔ جب وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت، کثیر الحدیث اور کثیر الروایۃ ہونے پر ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں۔ تو اپنے پنڈورا باکس سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف مخالفتِ حدیث کا لغو الزام نکال لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ سچ کہتے ہیں کہ حسد انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتا۔ معترضین راگ الاپتے ہیں کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کی مخالفت کی ہے۔ آیئے ان کے لغو اور بے بنیاد حقائق کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔

1 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بذاتِ خود دین کے بنیادی مراجع پر اظہار خیال کیا ہے:

يَقُول آخذ بِكِتَاب الله فَمَا لم أجد فبسنة رَسُول الله صلى الله عليه وسلم فَإِن لم أجد فِي كتاب الله وَلَا سنة آخذ بقول أَصْحَابه۔ الخ

(تاریخ ابن معین - روایة الدوری (یحیی بن معین) ج 4 ص 63 رقم 3163؛ أخبار أبي حنيفة وأصحابه (الصيمري) ص 24؛ المدخل إلى السنن الكبرى - البيهقي - ت الأعظمي (أبو بكر البيهقي) ص 203 رقم 245؛ تاریخ بغداد و ذیولہ ج 13 ص 365؛ تهذيب الكمال فی أسماء الرجال (المزی، جمال الدين) ج 29 ص 443؛ مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه (شمس الدين الذهبي) ص 34؛ التكميل فی الجرح والتعديل ومعرفة الثقات والضعفاء والمجاهيل (ابن كثير) ج 1 ص 378)

ترجمہ: سب سے پہلے کتاب اللہ سے مسئلہ اخذ کرتا ہوں جب اس میں نہ پاؤں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے، پھر جب قرآن سنت دونوں میں نہ پاؤں، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا قول لیتا ہوں۔

2 ایک روایت کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ما جاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فعلى الرأس والعين، بأبي هو وأمي! وليس لنا مخالفته۔

(شعرانی: المیزان الکبریٰ ج 1 ص 65؛ الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ابن عبد البر) ص 144؛ ذہبی: سیر اعلام النبلاء ج 6 ص 401)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی تمام احادیث میرے سر، آنکھوں پر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان! ہمارے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کا تصور بھی جائز نہیں۔

3 جو شخص حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے، اس کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فَقَالَ: "لَعَنَ اللهُ مَنْ يُخَالِفُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِهِ"۔

(الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ابن عبد البر) ص 141)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مخالفِ رسول اللہ ﷺ پر لعنت کرے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی یہ سارے اقوال اس بات پر صریح دلیل ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قرآنِ مجید کے بعد احادیثِ نبوی کو دین کا دوسرا بنیادی ماخذ تسلیم کرتے تھے۔ لہٰذا یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ احادیثِ مبارکہ کی مخالفت کرتے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ احادیثِ رسول کی ثقاہت اور حجیت کو تسلیم کیے بغیر دین کے علم میں حجت اور دلائلِ شرعیہ میں مقام اجتہاد پر فائز ہو جائیں؟ حالانکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین میں ایک سے بڑھ کر ایک علم و فضل میں مرجعِ خلائق تھا، مگر ان سب ائمۂ کرام نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا مقتداء اور امام کہنے میں فخر محسوس کیا۔ بھلا یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ جس شریعت میں وہ امامت کے منصب پر فائز ہوں، اس شریعت اور دین کے مرکز و محور کی مخالفت پر (نعوذ باللہ) کمربستہ رہے ہوں؟ یہ الزام بھی دیگر بے بنیاد الزامات کی طرح بھونڈا، لغو اور بے سروپا ہے۔

3 فقہ حنفی کا امتیاز

اس عنوان پر علامہ زاہد کوثری مصری رحمۃ اللہ علیہ نے زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ میں ایک مختصر مقالہ سپردِ قلم کیا ہے۔ ہم یہاں اس کا اختصار ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں:

فقہ حنفی صرف ایک شخصی رائے نہیں؛ بلکہ چالیس علماء کی جماعتِ شوریٰ کی ترتیب دادہ ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اسناد کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ جماعت شوریٰ چالیس افراد پر مشتمل تھی جن میں ممتاز ہستیاں یہ تھیں:

أَبُو يُوسُف، وَزفر بن الْهُذَيْل، وَدَاوُد الطَّائِي، وَأَسد بن عَمْرو، ويوسف بن خَالِد السَّمْتِي (أحد مَشَايخ الشَّافِعِي)، وَيحيى بن زَكَرِيَّا بن أبي زَائِدَة.

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، زفر بن الہذیل رحمۃ اللہ علیہ، داؤد الطائی رحمۃ اللہ علیہ، اسد بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ، یوسف بن خالد السمتی رحمۃ اللہ علیہ، (یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں سے ہیں)، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدۃ رحمۃ اللہ علیہ۔ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں ان اسماء کا ذکر کیا ہے:

كَانَ أَصحابُ أبي حنيفة عشرة: أَبُو يوسف، وزُفَر، وأسد بن عمرو البجلي وعافية الأودي، وداود الطائي، والقاسم بن معن المسعودي، وعلي بن مسهر، ويحيى بن زكريا بن أبي زائدة، وحبان، ومندل ابنا علي العنزي.

(تاريخ بغداد-ط العلمية (الخطيب البغدادي) ج14 ص248)

یعنی خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ان اسماء کا اور اضافہ کیا ہے:

عافیہ ازدی رحمۃ اللہ علیہ، قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ، علی بن مسہر رحمۃ اللہ علیہ، حبان رحمۃ اللہ علیہ، مندل رحمۃ اللہ علیہ

اسد بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہلے ایک مسئلہ کے مختلف جوابات پیش کیے جاتے، پھر جو اس کا سب سے زیادہ تحقیقی جواب ہوتا، آپ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے۔ اسی طرح ایک ایک مسئلہ تین تین دن زیر بحث رہتا۔ اس کے بعد کہیں وہ لکھا جاتا تھا۔ صیمری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسائل میں بحث و تمحیص کرتے۔ اگر اس وقت قاضی عافیہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ موجود نہ ہوتے، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: "اُن کے آنے تک ابھی مسئلہ کا فیصلہ ملتوی رکھو"۔ جب وہ تشریف لے آتے، اور وہ بھی دوسروں کی رائے سے اتفاق کر لیتے۔ تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: "اب اس کو لکھ لو"۔ جب تک مسئلہ تحقیق و تفتیش کے یہ مراحل طے نہ کر لیتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کو لکھنے سے منع کرتے۔

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ التاریخ والعلل میں لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: "اے یعقوب! جو کچھ مجھ سے سنا کرو، اسے فوراً ہی نہ لکھ لیا کرو کیونکہ کبھی ایک مسئلہ کے متعلق میری رائے آج کچھ ہوتی ہے اور کل کچھ ہو جاتی ہے"۔ اس روایت سے موفق مکی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کی تائید ہوتی ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک شورائی مسلک ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تلامذہ پر اپنے مسائل تسلیم کرنے کے متعلق کبھی جبر نہیں کیا؛ بلکہ ہمیشہ اس کی پوری آزادی دی کہ وہ بہت خوشی سے اپنی اپنی رائے پیش کریں۔ پھر اس پر خوب جرح و قدح ہو، اس کے بعد اگر سمجھ میں آ جائے، تو اس کو قبول کر لیں۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحب ؒ کی مجلسِ شوریٰ نقلی و عقلی ہر دو لحاظ سے بہت مکمل مجلس تھی۔ اس میں اگر حفاظ و محدثین، عربیت و تفسیر کے جاننے والے شامل تھے، تو زفر بن ہذیل ؒ جیسے میزانِ عقل پر تولنے والے بھی موجود تھے۔ ان ہی اہلِ علم و فہم علماء کے تبادلۂ خیالات کا نتیجہ تھا کہ مسئلہ کا ہر پہلو اتنا صاف ہوجاتا تھا اس کے مصالح و مضار سب اس طرح سامنے آجاتے تھے کہ زمانہ کی ہر ضرورت کی اس میں پوری پوری رعایت ہوجاتی تھی۔

خطیب امام ابو یوسف ؒ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

قَالَ: كُنَّا عِنْدَ وكيع يومًا فقال رَجُل: «أخطأ أبُو حنيفة». فقال وكيع: «كيف يقدرُ أبُو حنيفة يُخطئ ومعه مثل أبي يوسف وزُفر فِي قياسهما، ومثل يَحْيَى بْن أبي زائدة، وحفص بْن غياث، وحبان، ومندل فِي حفظهم الحديث، والقاسم بْن معن فِي معرفته باللغة العربية، وداود الطائي، وفُضيل بْن عياض فِي زهدهما وورعهما؟ من كَانَ هُؤُلَاءِ جلساؤه لم يكد يُخطئ لأنه إن أخطأ ردوه».

(تاریخ بغداد-ط العلمیة (الخطیب البغدادی) ج14 ص250)

ترجمہ: کسی شخص نے وکیع ؒ سے کہا: "ابوحنیفہ ؒ نے اس مسئلہ میں غلطی کی ہے"۔ وکیع ؒ نے فرمایا: "ابوحنیفہ ؒ غلطی کر کیسے سکتے ہیں، جبکہ ان کے ساتھ ابو یوسف ؒ اور زفر ؒ جیسے قیاس کے ماہر، یحییٰ بن ابی زائدہ ؒ، حفص بن غیاث ؒ، حبان ؒ اور مندل ؒ جیسے حفاظِ حدیث اور قاسم بن معن ؒ جیسے لغت و عربیت کے جاننے والے، داؤد طائی ؒ اور فضیل بن عیاض ؒ جیسے زاہد و متقی شامل ہوں۔ اگر وہ غلطی کھائیں گے تو کیا یہ لوگ ان کی اصلاح نہ کریں گے"۔

(مقدمۃ نصب الرایۃ (الزیلعی، جمال الدین) ج4 ملخصاً)

دراصل فقۂ حنفی کی عام مقبولیت کا منجملہ دیگر اسباب کے ایک سبب یہ بھی تھا مگر اس کا یہی کمال محدثین کی نظروں میں موجبِ نقصان بن گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ عام محدثین کے

فکر کا انداز بالکل اس سے جداگانہ تھا۔ وہ اس تمام غور و خوض کو رائے کی مداخلت تصور کرتے تھے، اور وہ اس میں بڑی حد تک معذور بھی تھے، کیونکہ آئین شریعت کی اس طرح ترتیب و تشکیل کا امت میں یہ پہلا قدم تھا۔ اُسے اوپری نظروں سے دیکھا جانا چاہیے تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ پھر شدہ شدہ دوسرے اماموں کو بھی اس ترتیب کی ضرورت محسوس ہوئی حتی کہ کوئی امام ایسا نہیں رہا جس کی فقہ بالآخر اسی مرتب شکل پر نہ آگئی ہو، مگر "البادي اظلم: پہل کرنے والا ظالم تر ہے" کے قاعدہ کے موافق اصحاب الرائے کا اولین مخاطب صرف حنفیہ رہ گئے۔

ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن ؒ جو امام مالک ؒ کے استاد ہیں، اپنی اسی خدمت کی وجہ سے ربیعۃ الرائے ؒ کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ عبدالعزیز بن ابی سلمہ ؒ کہتے تھے: "اے اہلِ عراق! تم تو ربیعہ الرائے ؒ کہتے ہو، اور خدا کی قسم ہے! میں نے ان سے بڑھ کر کوئی حافظِ حدیث نہیں دیکھا"۔ ابنِ سعد ؒ فرماتے ہیں: "یہ ثقہ اور کثیر الحدیث شخص تھے مگر اس کے باوجود ان کی طرف رائے کی نسبت اتنی مشہور ہو گئی کہ ان کا لقب ہی ربیعۃ الرائے ؒ پڑ گیا تھا۔

یہ مسئلہ بہت اہم اور طویل الذیل ہے کہ فقۂ حنفی کے امتیازی اصول کیا کیا ہیں؟ اور کیا اُن کو مداخلتِ رائے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ ان تمام کا استقصاء اس مختصر تذکرہ میں نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے طور پر یہاں ہم صرف ایک دو مثالیں پیش کرتے ہیں جن پر غور کرنے کے بعد آپ فقۂ حنفی کی گہرائی معلوم کرسکیں گے اور اس کے بعد یہ یقین کرنا بھی آسان ہوجائے گا کہ محدثین کی فقۂ حنفی سے برہمی اور حنفیہ کی معذوری دونوں اپنی اپنی جگہ بجا ہیں۔ امام شاطبی ؒ ابن عبدالبر ؒ سے نقل کرتے ہیں:

بہت سے محدثین امام صاحب ؒ پر طعن کرنا اس لیے جائز سمجھتے تھے کہ ان کے نزدیک آپ ؒ نے بہت سی صحیح اخبارِ آحاد کو ترک کر دیا تھا؛ حالانکہ امام صاحب ؒ کا ضابطہ یہ تھا کہ آپ ؒ پہلے خبرِ واحد کا اُس باب کی دوسری احادیث کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھتے، قرآنِ کریم کے بیان سے بھی ان کو ملاتے۔ اگر وہ قرآنِ

کریم اوران احادیث کے بیان کے مطابق ہوجاتیں تو ان پر عمل کر لیتے ورنہ انھیں شاذ قرار دیتے اور عمل نہ کرتے۔ (الموافقات: 3/ 24)

انصاف کیجئے کہ ایک آئینی نظر کے لیے آئین سازی کا کتنا صحیح راستہ تھا مگر جن مزاجوں میں معیارِ صحت صرف اسناد ٹھہر گیا ہو، وہ اس کا نام صحیح احادیث کا ترک رکھ لیتے تھے۔

1 اس کی بہت مشہور مثال حدیثِ مصراۃ ہے۔ حنفیہ پر اس مسئلہ کی وجہ سے ہمیشہ لے دے کی گئی اور یہ الزام لگایا گیا ہے کہ انھوں نے محض اپنی رائے سے اس حدیث کو ترک کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر حنفیہ نے تاوان کے وسیع باب میں اس قسم کا تاوان کہیں نہ دیکھا، اوراس لیے یہاں بھی اس باب کے عام ضابطہ ہی پر عمل کرلیا، تو کچھ بجا بھی نہیں کیا۔ بقول حافظ ابوعمرو رحمۃ اللہ علیہ کون ایسا ہے جس نے ہر باب کی ہر حدیث کو من وعن تسلیم کیا ہو۔ اپنے استقراء واجتہاد کے بعد جب ایک حدیث کو مختار و معمول بہ بنالیا گیا ہے، تو اس کی مخالف حدیث میں سب نے تاویل وتوجیہ جائز قرار دی ہے، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ حنفیہ نے اکثر مواضع میں اصول کو جزئیات پر قربان نہیں کیا۔ جب کسی بات میں ان کے نزدیک صاحبِ شریعت سے ایک قاعدہ کلیہ ثابت ہوگیا، تو پھر انھوں نے اس کے برخلاف جزئیات کو عموماً قابلِ تاویل سمجھا ہے۔ مثلاً: انسانی حاجت کے لیے بیٹھنے کا ایک آئین یہ ہے کہ قبلہ کو اپنے سامنے یا پشت کی جانب نہ رکھنا چاہیے۔ اس ضابطہ کو حنفیہ نے پہلے منقول اور معقول ہر طریق پر جانچا تولا۔ جب اُن کے نزدیک ادب واحترام کا یہ آئین ثابت ہوگیا، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے صرف ایک جزئی واقعہ کی بنا پر کہ انھوں نے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قضائے حاجت کے لیے قبلہ کی جانب پشت کیے ہوئے بیٹھے دیکھا تھا۔ اس ضابطۂ کلیہ کی تاویل نہیں کی؛ بلکہ اس واقعہ ہی کی کوئی توجیہ کرلینا زیادہ مناسب سمجھا۔

2 دوسری مثال نماز میں بات کرنے کا مسئلہ ہے۔ عام طور پر احادیث سے نماز میں بات کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں بھی یہاں کسی استثناء کی طرف

ادنیٰ اشارہ نہیں ملتا۔ صرف ایک ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ نماز میں کسی کو سہواً اور کسی کو عمداً کچھ بات چیت کرنے کی نوبت آگئی تھی۔ اس کے باوجود ان کی نمازوں کو فاسد نہیں سمجھا گیا۔ دیگر ائمہ نے اس ایک جزئی واقعہ کی وجہ سے اصل قاعدہ ہی کی تخصیص وتوجیہ شروع کردی ہے۔ حنفیہ نے یہاں بھی قاعدہ میں کوئی تخصیص نہیں کی؛ بلکہ اس کو بدستور اپنے عموم پر قائم رکھا ہے اور اس ایک واقعہ ہی کی کوئی توجیہ تاویل کرنا مناسب خیال کیا ہے۔

اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں جہاں حنفیہ نے قاعدہ کلیہ کے مقابلہ میں جزئیات ہی کی تاویل کا راستہ اختیار کرلیا ہے۔ ضابطہ ہمیشہ ایک رہتا ہو، اور جزئیات منتشر۔ اس لیے تاویل کرنے والوں کی صف میں زیادہ پیش پیش حنفیہ ہی نظر آنے لگے۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ اس کا نام ترکِ حدیث رکھ لیجئے یا عمل بالحدیث رکھیے۔

اسی قسم کے امتیازات ہیں جن کی بنا پر ہر دور میں امت کا نصف بلکہ دوتہائی حصہ اسی فقہ پر عمل پیرا رہا ہے۔ اوراسی اصولی نظر کی وجہ سے حنفی فقہ میں اتنی لچک ہے کہ اتنی دوسری فقہ میں نہیں۔ اگر علماء انسانوں کی ضرورت اور دینِ حنیف کی سہولت دونوں کو پیش نظر رکھتے، تو ان کو حنفی کتاب الحیل پر اتنا غصہ نہ آتا اور نہ وہ حنفیہ کو محض رائے کا مقلد قرار دیتے۔

4 بعض احادیث کے ترک پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

معترضین بعض احادیث میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کا ذکر کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم اُن احادیث کی تشریح وتوضیح میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بیان کرتے ہیں۔

5 بیع مصراۃ پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

عرب میں رواج تھا کہ جب انہوں نے کوئی بکری، اونٹنی یا گائے فروخت کرنا ہوتی، تو وہ اس کے تھنوں کو باندھ دیتے، تا کہ وقتِ فروخت اس کے تھنوں میں زیادہ دودھ جمع

ہو، اور یوں اس کی قیمت لگ جائے۔ ایسے جانور کو "مصراۃ" کہا جاتا تھا۔ خریدار زیادہ دودھ دیکھ کر اس جانور کو زیادہ قیمت پر خرید لیتا، لیکن بعد میں اس سے اتنا دودھ حاصل نہ ہوتا۔

بیع مصراۃ پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ خریدار اس جانور کو واپس نہیں کر سکتا۔ البتہ دودھ کے سلسلہ میں جو اس سے دھوکہ کیا گیا ہے، اس کا جرمانہ بازار میں جانور کی قیمت کے مطابق فروخت کنندہ سے وصول کیا جائے گا۔

(حاشیۃ ابن عابدین=رد المحتار ط الحلبی (ابن عابدین) ج5 ص44)

حدیث کی رُو سے اس قسم کی بیع سے ممانعت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حدیث 1:۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم: "مَنِ اشْتَرَىٰ شَاةً مُصَرَّاةً فَلْيَنْقَلِبْ بِهَا فَلْيَحْلُبْهَا، فَإِنْ رَضِيَ حِلَابَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِلَّا رَدَّهَا وَمَعَهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ"۔ (صحیح مسلم۔ط الترکیۃ رقم 23-(1524)

ترجمہ جو شخص مصراۃ بکری خریدے، پھر لے جا کر اس کا دودھ نکالے۔ پس اگر اس کو دودھ (کی مقدار) پسند آ جائے، تو اس کو رکھ لے، بصورتِ دیگر اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ استعمال شدہ دودھ کے عوض ایک صاع (یعنی ساڑھے چار سیر) کھجوریں بھی دے۔

مذکورہ بالا حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے مخالفین کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔

حالانکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس حدیث پر عمل نہ کرنے کی درج ذیل وجوہات ہیں:

1 یہ حدیث خبرِ واحد ہے اور قرآن کی صریح مخالف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

آیت 1:۔ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ○ (البقرۃ:194)

ترجمہ پس جو تم پر دست درازی کرے، تم بھی اسی طرح اس پر دست درازی کرو۔ البتہ اللہ

سے ڈرتے رہو اور یہ جان رکھو کہ اللہ انہی لوگوں کے ساتھ ہے، جو اس کی حدود توڑنے سے پرہیز کرتے ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کسی شے کے بدلہ میں دوسرے پر زیادتی کرنا ناجائز ہے، جبکہ مذکورہ بالا حدیث پر عمل کرنے سے اگر ایک صاع کھجوریں مستعمل دودھ سے زیادہ ہوں تو فروخت کنندہ کی طرف سے زیادتی ہوتی ہے، اور اگر کم ہوں تو خریدار کی طرف سے۔ دونوں صورتوں میں یہ حدیث قرآنی حکم سے ٹکراتی ہے۔

2 یہ حدیث سنتِ مشہورہ کے بھی خلاف ہے۔ سننِ ترمذی و دیگر کتب میں یہ حدیث مبارکہ ہے:

حدیث 2:۔ أَنَّ الْخَرَاجَ بِالضَّمَانِ۔

(ترمذی رقم 1285، 1286؛ ابن ماجہ رقم 2243؛ ابوداؤد رقم 3508، 3509، 3510)

ترجمہ نفع اس کا ہے جو ضامن ہو۔

خریدار خریدی ہوئی شے کا ضامن بنتا ہے، جس طرح شے کا نقصان ہونے کی صورت میں وہی اس کا خسارہ برداشت کرتا ہے۔ اسی طرح وہی اس کے نفع کا حقدار بھی بنتا ہے۔ لہٰذا خریدار سے خریدی ہوئی چیز سے منفعت اٹھانے پر تاوان کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

3 یہ حدیث اپنے متن کے لحاظ سے مضطرب ہے۔

کسی روایت میں ایک صاع کھجوروں کا ذکر ہے۔ (مسلم رقم 23-(1524)

کسی میں ایک صاع طعام کا۔ (مسلم رقم 25-1524)

کسی میں دودھ کی مثل۔ (ابن ماجہ رقم 2240)

اور کسی میں دودھ کے بدلے میں دگنے دودھ۔ (ابن ماجہ رقم 2240) کا ذکر ہے۔

4 یہ حدیث قیاس کے بھی خلاف ہے کیونکہ ظلم کا تاوان اس کی مثل یا قیمت سے ہوتا ہے۔ کھجوریں ان جیسی نہیں ہیں۔

مذکورہ بالا دلائل سے واضح ہوا کہ بیعِ مصراۃ کے سلسلہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جو موقف

اپنایا ہے وہ قرآن مجید، حدیثِ مشہور اور قیاس کے عین مطابق ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت یا منسوخ ہے اور یا مضطرب ہونے کی وجہ سے متروک ہے۔

6 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قراءتِ خلف الامام پر عمل نہ کرنا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ لوگ کس طرح مخالفتِ حدیث کا الزام دھرتے ہیں اسے دیکھیے:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حدیث 3:۔"لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ"۔ (بخاری رقم 756؛ مسلم رقم 34-394)

ترجمہ اس کی نماز نہیں ہوتی جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی۔

غیر مقلد علماء کا اس پر متفقہ موقف یہ ہے کہ یہ صحیح حدیث امام اور مقتدی سب کے لئے ہے اور جس شخص نے ایسا نہیں کیا، اس کی نماز ہی نہیں ہوگی، وہ بے نمازی سمجھا جائے گا۔ قطع نظر اس بات سے کہ محدثین اس کا کیا معنی بتاتے ہیں؟ اس حقیقت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایسے جلیل القدر بزرگوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جو فاتحہ خلف کی قائل نہ تھی۔ یہ کون تھے؟ اسے دیکھیے، شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جو امام کے پیچھے تمام نمازوں میں قراءت کے قائل نہ تھے یہ تھے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہم۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (1176ھ) لکھتے ہیں:

زیرا کہ خواندنِ فاتحہ باامام درصحابہ رضی اللہ عنہم شائع نبود۔ (مصفی شرح مؤطا ج1 ص131)

ترجمہ چنانچہ امام کے ساتھ سورت فاتحہ کا پڑھنا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں شائع نہ تھا۔

(احسن الکلام ص66)

رفض زدہ لوگ یہ کہہ کر امت کو اپنے اسلاف سے بدگمان کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی صریح مخالفت کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ امام کے پیچھے بھی سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں اس قدر آگے نکل گئے کہ انہوں نے نماز کا طریقہ ہی بدل دیا اور کہہ دیا کہ فاتحہ خلف الامام کے بغیر بھی نماز ہوجاتی ہے۔

جب ان رفض زدہ لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا، تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ ان کا جواب یہ ہے:

"فاتحہ خلف الامام پڑھنا فرض ہے، بغیر فاتحہ پڑھے ہوئے نماز نہیں ہوتی"۔

(فتاویٰ نذیریہ، ج1 ص398)

"میری تحقیق یہ ہے کہ فاتحہ کے بغیر منفرد ہو، یا مقتدی، کسی کی نماز نہیں ہوتی"۔

(فتاویٰ ثنائیہ، ج1 ص555)

"جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے، اس کی نماز ناقص ہے، کالعدم ہے، بے کار ہے، باطل ہے"۔ (فصل الخطاب ص1۔ ماخوذ از احسن الکلام ج1 ص57)

رفض زدہ لوگوں کے ان فتاویٰ سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر وہ تمام تابعین رحمۃ اللہ علیہم، تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم، مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اور مسلمین، جو فاتحہ خلف الامام کے نہ قائل تھے، اور نہ اس پر عامل تھے، ہمیشہ بے نماز رہے، اور بے نماز ہی اس دنیا سے رخصت ہوئے، اور یہ سب کچھ حدیث کے ہوتے ہوئے انہوں نے کیا تھا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

7 فرض نماز کھڑی ہونے کے باوجود نماز پڑھنا

حدیث 4:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ"۔ (مسلم رقم 63-710)

ترجمہ   جب فرض نماز کھڑی ہو جائے، تو پھر کوئی اور نماز نہیں۔

رفض زدہ لوگ کہتے ہیں کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے، تو اس فرضی نماز کے سوا کوئی دوسری نماز جائز نہیں، یعنی جو شخص جماعت کھڑی ہونے کی حالت میں دوسری نماز پڑھے گا، تو اس نے حضور ﷺ کی صحیح حدیث کی کھلی مخالفت کا ارتکاب کر دیا۔ اب دیکھئے: کون کون اس فتوے کی زد میں آتے ہیں۔

حدیث 5:۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس حال میں مسجد آئے کہ فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی، اور آپ رضی اللہ عنہ نے ابھی تک فجر کی سنتیں ادا نہیں کی تھیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے جماعت میں داخل ہونے سے قبل دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر جماعت میں شامل ہو گئے۔

فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ۔ (شرح معانی الآثار، رقم 2198)

حدیث 6:۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نمازِ فجر کے لئے مسجد میں آئے، تو دیکھا کہ جماعت شروع ہو چکی تھی، اور انہوں نے ابھی تک دو رکعت سنت نہیں پڑھی تھی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ جماعت میں داخل ہوئے۔ (شرح معانی الآثار، رقم 2202)

حدیث 7:۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے کیا کیا؟ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْإِمَامِ۔ (شرح معانی الآثار، رقم 2200)

یہ صرف تین صحابی رسول ﷺ کا عمل نہیں ہے اور بھی صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے جماعت کے ہوتے علیحدہ اپنی سنتیں ادا کی تھیں۔

رفض زدہ لوگ چھوٹتے ہی یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ اللہ کے ان تینوں بندوں نے حضور ﷺ کی حدیث کی مخالفت کی ہے جب حضور ﷺ نے یہ فرمادیا کہ کوئی نماز نہیں پڑھی جائے گی مگر انہوں نے کھلے عام نماز پڑھی اور ان کو کسی نے بھی نہیں روکا۔ جب ان لوگوں نے حضور ﷺ کی حدیث کی مخالفت کی، تو سوال یہ ہے کہ ان کی یہ نماز ہوئی یا نہیں؟ رفض زدہ لوگ اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں: جو لوگ

جماعت کے ہوتے ہوئے فجر کی سنتیں پڑھتے ہیں ان کی سنتیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ہوگی ہی نہیں۔ (سبیل الرسول ص، 104)

کیا ان لوگوں کا جماعت کی موجودگی میں سنتیں پڑھنا رسول خدا ﷺ کی نافرمانی نہیں ہے، جب کہ حضور ﷺ نے "لاصلوٰۃ" فرما کر ہر نماز کی نفی فرمادی ہے۔

(صلوٰۃ رسول ص 42)

اسی گروہ کے ایک اور مفتی صاحب لکھتے ہیں:

جس وقت فرض نماز کی تکبیر ہو جائے، اس وقت کوئی نماز نہیں ہوتی بموجبِ حدیثِ ہٰذا۔ ہر وہ شخص جو صبح کے فرض (جماعت کے) ہوتے ہوئے سنتیں پڑھے، وہ خدا اور رسول ﷺ کا نافرمان ہے۔۔۔۔ یہ سراسر نبی علیہ السلام کی نافرمانی ہے۔ اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے۔ (فتاوی ستاریہ ج3 ص40)

ایک اور رفض زدہ تو یہاں تک چیخ پڑے کہ یہ تو صریح غداری ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

یہ مسئلہ (کہ جماعت ہوتے فجر کی سنتیں پڑھی جا سکتی ہیں) صریحاً غداری کے زمرہ میں آتا ہے۔ (حدیث اور غیر اہل حدیث ص 85)

رفض زدہ گروہ کے ان بیانات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم بھی حضور ﷺ کی حدیث کی علانیہ مخالفت کرتے تھے اور انہیں کوئی روکنے والا نہ تھا۔ استغفر اللہ العظیم

8 چھوہاروں کے عوض تازہ کھجوروں کی بیع

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تازہ کھجوروں اور خشک کھجوروں (یعنی چھوہاروں) کو ایک دوسرے کے عوض برابر برابر وزن میں فروخت کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔

(المبسوط للسرخسی (شمس الأئمۃ السرخسی) ج12 ص185)

ایک روایت میں اس قسم کی بیع سے ممانعت وارد ہوتی ہے:

حدیث 8:۔ عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: "سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ التَّمْرِ

بِالرُّطَبِ؟"۔ فَقَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ: "أَيَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ؟"۔ قَالُوا: "نَعَمْ"۔ فَنَهٰى عَنْهُ۔ (سنن نسائی رقم 4545)

ترجمہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا: "خشک کھجور (یعنی چھوہارے) کو تر کھجور کے بدلے میں فروخت کرنا کیسا ہے؟"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں موجود لوگوں سے دریافت کیا: "تر کھجور خشک ہو کر (وزن میں) کم ہو جاتی ہے؟"۔ انہوں نے کہا: "ہاں"۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بیع سے منع فرمایا۔

حدیث مذکور پر عمل نہ کرنے کی وجہ خود امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنتے ہیں۔ شمس الائمۃ ابوبکر سرخسی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر ائمہ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بغداد گئے، تو ان سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھا گیا۔ اہل بغداد امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کی مخالفت کے سبب سخت نالاں تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "رَطب (تازہ کھجور) یا تو تمَر (چھوہارے) کے ضمن میں آئے گی، یا وہ اس کی جنس سے نہیں ہوگی۔ پس اگر وہ چھوہاروں کی جنس سے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث: "وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ" (مسلم رقم 80-1587) (چھوہاروں کی فروخت چھوہاروں کے عوض جائز ہے) کی اتباع میں اسے جائز ہونا چاہیے، اور اگر وہ چھوہاروں کی جنس سے نہیں ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان:

حدیث 9:- إِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ.

(المبسوط للسرخسی (شمس الأئمة السرخسی) ج12 ص185)

مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حدیث 10:- فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْأَصْنَافُ، فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ، إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ. (مسلم رقم 81-1587)

ترجمہ جب دو چیزوں کی جنس بدل جائے تو جس طرح مناسب سمجھو فروخت کرو۔"

کے تحت اس بیع کو جائز ہونا چاہیے۔ پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حدیثِ سعد رضی اللہ عنہ

بھی پیش کی گئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مدار هذا الحديث على زيد بن أبي عياش وزيد بن أبي عياش لا يقبل حديثه۔ (المبسوط للسرخسی (شمس الأئمة السرخسی) ج12 ص185)

ترجمہ اس حدیث کا مدار زید بن ابی عیاش رحمۃ اللہ علیہ پر ہے اور زید بن ابی عیاش رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث قابلِ قبول نہیں ہوتی۔

حافظ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی واقعہ اور اس پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمِ حدیث میں معرفت کی دلیل کے طور پر مخالفین کے سامنے یوں دہرایا:

فقال ابن المبارك: "كيف تقولون له لا يعرف؟ لقد سئل عن الرطب بالتمر"۔ قال: "لا بأس به"۔ فقالوا: "حديث سعد؟"۔ فقال: "ذاك حديث شاذ، لا يؤخذ برواية زيد ابي عياش، فمن تكلم بهذا؟ لم يكن يعرف الحديث"۔ (أخبار أبي حنيفة وأصحابه (الصيمری) ص26)

ترجمہ تم ان کے متعلق کیسے کہتے ہو کہ انہیں حدیث کی معرفت نہیں، حالانکہ (میرے سامنے) ان سے تازہ کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض بیچنے کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اس میں کوئی حرج نہیں"۔ اس پر لوگوں نے کہا: "حدیث سعد رضی اللہ عنہ کا کیا حکم ہے؟" (جس میں اس بیع کی ممانعت ہے)۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "وہ حدیث شاذ ہے اسے زید ابو عیاش رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے نہیں لیا جائے گا"۔ بتاؤ جو شخص (علمِ حدیث میں) ایسے ضابطہ کی گفتگو کرے تو وہ حدیث کو نہیں جانتا؟

مذکورہ بالا بحث سے ثابت ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف عین قرآن وسنتِ مشہورہ کے مطابق ہے، اس میں کسی قسم کی بھی مخالفت قرآن وسنت نہیں۔

9 الإشعار مُثلَة کے متعلق تحقیق

اِشعار کا مطلب ہے: "حاجی جس اونٹ کو قربانی کے لئے لے کر جائے، تو نشانی کے

طور پر اس کے کوہان کی دونوں جانبوں میں سے کسی ایک جانب کی کھال کو تیز دھار والی چیز سے کاٹا جائے حتیٰ کہ اس سے خون بہہ نکلے اور اس خون میں اس کی کوہان کو لتھیڑ دیا جائے"۔

قربانی کے جانور کا اِشعار کرنا حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے:

حدیث 11:۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ "أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم ۔۔ وَأَشْعَرَ الْهَدْيَ فِي الشِّقِّ الْأَيْمَنِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، وَأَمَاطَ عَنْهُ الدَّمَ"۔(ترمذی رقم906)

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ نے ذوالحلیفہ کے مقام پر ہدی (قربانی کے جانور) کو دائیں جانب سے زخمی کر کے نشان لگایا، اور اس سے خون کو صاف کیا۔

معترضین کے نزدیک امام ابوحنیفہ ؒ نے اس حدیث کی بھی مخالفت کی ہے۔ دلیل کے طور پر وہ سنن ترمذی سے امام وکیع بن الجراح ؒ کا درج ذیل قول نقل کرتے ہیں:

وَسَمِعْتُ أَبَا السَّائِبِ يَقُولُ: كُنَّا عِنْدَ وَكِيعٍ، فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ مِمَّنْ يَنْظُرُ فِي الرَّأْيِ: أَشْعَرَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَيَقُولُ أَبُو حَنِيفَةَ: "هُوَ مُثْلَةٌ!"۔ قَالَ الرَّجُلُ: فَإِنَّهُ قَدْ رُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ: "الْإِشْعَارُ مُثْلَةٌ"۔ قَالَ: فَرَأَيْتُ وَكِيعًا غَضِبَ غَضَبًا شَدِيدًا، وَقَالَ: "أَقُولُ لَكَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَتَقُولُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ! مَا أَحَقَّكَ بِأَنْ تُحْبَسَ ثُمَّ لَا تَخْرُجَ حَتَّى تَنْزِعَ عَنْ قَوْلِكَ هٰذَا"۔

(ترمذی رقم906)

ترجمہ: امام ابوعیسی ترمذی ؒ فرماتے ہیں: میں نے ابوسائب ؒ کو کہتے ہوئے سنا: ہم وکیع ؒ کے پاس تھے کہ انہوں نے اہل الرائے میں سے ایک شخص سے کہا: "رسول اللہ ﷺ نے اشعار کیا (نشان لگایا)، جبکہ ابوحنیفہ ؒ کہتے ہیں: "یہ مثلہ (اعضاء کا کاٹنا) ہے"۔ اس شخص نے کہا: "ابراہیم نخعی ؒ بھی کہتے ہیں کہ اشعار مثلہ ہے"۔

میں نے وکیع ؒ کو دیکھا، سخت غضب ناک ہوئے اور فرمایا: "میں تمہارے سامنے کہہ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اور تو کہتا ہے: ابراہیم نخعی ؒ نے یوں کہا (اس گستاخی کے باعث)، تم اس قابل ہو کہ تمہیں قید کیا جائے اور اس وقت تک نہ چھوڑا جائے جب تک تم اپنے قول سے باز نہ آجاؤ"۔

پچھلی بحث سے بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ نے بفرضِ محال اگر کسی حدیث کو ترک کیا ہے، تو یا تو صحتِ حدیث میں سقم تھا، یا پھر اس کے مقابل قرآن وسنت سے پختہ دلیل تھی۔ بغیر کسی وجہ کہ آپ ؒ نے کسی حدیث کو ترک نہیں کیا۔

اِشعارِ بُدن بھی کچھ اسی قسم کا معاملہ ہے۔ امام ابوحنیفہ ؒ جیسے فقیہ اور مجتہد سے یہ کیسے ممکن تھا کہ حدیث کی مخالفت کرتے ہوئے اِشعار کو مثلہ قرار دیتے۔ اس کے درج ذیل جوابات ہیں:

1 اکابر صحابہ ؓ اور تابعین ؒ کے نزدیک اِشعار سنتِ مؤکدہ کی بجائے اباحت اور تخییر کے درجے میں ہے۔

(1) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے شاگرد حضرت اسود ؒ نے آپ ؓ سے اِشعارِ بُدن کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ ؓ نے فرمایا:

حدیث 12:۔فَقَالَتْ: "إِنْ شِئْتَ، إِنَّمَا تُشْعِرُ لِتُعْلَمَ أَنَّهَا بَدَنَةٌ"۔

(المصنف-ابن أبي شيبة-ت الحوت (أبو بكر بن أبي شيبة) رقم13206)

ترجمہ: اگر تم چاہو تو کر سکتے ہو کیونکہ اشعار صرف بدنہ کی پہچان کے لئے ہے۔

(2) حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا:

حدیث 13:۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: "إِنْ شِئْتَ فَأَشْعِرِ الْهَدْيَ، وَإِنْ شِئْتَ فَلَا تُشْعِرْ"۔(المصنف-ابن أبي شيبة-ت الحوت (أبو بكر بن أبي شيبة) رقم13211)

ترجمہ: اگر تم چاہو تو ہدی (قربانی کے جانور) کو اشعار کر سکتے ہو اور اگر چاہو تو نہ کرو۔

(3) دو مختلف اسناد سے تابعین: عطاء بن ابی رباح ؒ، طاؤس ؒ اور مجاہد بن جبیر ؒ بیان کرتے ہیں کہ اشعار واجب نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا:

"أَشْعِرِ الْهَدْيَ إِنْ شِئْتَ، وَإِنْ شِئْتَ فَلَا تُشْعِرْ"۔

(المصنف-ابن أبي شيبة-ت الحوت (أبو بكر بن أبي شيبة) رقم 13204، 13205)

ترجمہ: تم چاہو، ہدی کو اِشعار کرو اور چاہو تو نہ کرو۔

مذکورہ بالا روایات سے واضح ہوا کہ اشعار ہدی پر مکلفین کو اختیار دیا گیا ہے۔ انہیں اس کا پابند نہیں کیا گیا۔

2 امام اعظم ابوحنیفہؒ مطلقاً اِشعارِ ہدی کے انکاری نہیں تھے، بلکہ انہوں نے اس اِشعار کی تردید کی ہے جو اُن کے زمانہ کے لوگ بے احتیاطی سے کرتے تھے کہ اس سے جانور کو تکلیف دی جاتی یا اس کی ہلاکت کا خدشہ ہوتا۔

(1) اس موقف پر جلیل القدر فقیہ، حنفی محدث حافظ ابوجعفر طحاویؒ کی تصریح پڑھیے۔ وہ فرماتے ہیں:

قال الطحاوي رحمه الله تعالى: "ما كره أبو حنيفة رحمه الله تعالى أصل الإشعار، وكيف يكره ذلك مع ما اشتهر فيه من الآثار. وإنما كره إشعار أهل زمانه؛ لأنه رآهم يستقصون ذلك على وجه يخاف منه هلاك البدنة لسرايته خصوصاً في حر الحجاز. فرأى الصواب في سد هذا الباب على العامة؛ لأنهم لا يراعون الحد. فأما من وقف على ذلك بأن قطع الجلد فقط دون اللحم، فلا بأس بذلك۔

(المبسوط للسرخسي (شمس الأئمة السرخسي)، ج 4 ص 138؛ عسقلانی: فتح الباری، 3: 544؛ عینی: عمدۃ القاری، 10:35)

ترجمہ: ابوحنیفہؒ نے اصل اِشعار کو مکروہ نہیں کہا۔ آپؒ اسے مکروہ کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ اس میں مشہور آثار مروی ہیں؟ آپؒ نے اپنے اہلِ زمانہ کے لئے اسے مکروہ قرار دیا تھا، کیونکہ آپؒ نے انہیں دیکھا کہ وہ بہت گہرائی میں اونٹ کی کوہان کو زخمی کرتے تھے جس کے باعث اس کی ہلاکت کا خطرہ ہوتا تھا، خاص طور پر حجاز کی گرمیوں میں۔ پس آپؒ نے بہتر خیال کرتے ہوئے سدِ ذرائع کے طور پر عامۃ

الناس کو اس سے منع کیا، جو احتیاط سے کام نہیں لیتے تھے۔ مگر جو شخص گوشت کے بغیر صرف اس کی کھال میں معمولی نشان لگا کر خون نکالنے پر قادر ہو، تو اس کے لئے اشعار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(2) اِشعار سے متعلق امام اعظمؒ کے نقطۂ نظر پر علامہ ابن حزمؒ نے مبالغہ آرائی کی حد تک ہرزہ سرائی کی ہے، لیکن حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے درج ذیل جملہ لکھ کر اُن کی تردید کردی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

يتعين الرجوع إلى ما قال الطحاوي فإنه أعلم من غيره بأقوال أصحابه. (فتح الباری ج 3 ص 545)

ترجمہ: امام طحاویؒ نے جو کچھ کہا ہے، اس کی طرف رجوع کرنا مناسب ہے، کیونکہ وہ کسی بھی دوسرے شخص کے مقابلے میں اپنے ساتھیوں کے اقوال کی حکمتوں کو زیادہ سمجھنے والے ہیں۔

(3) سنن ترمذی میں مروی یہ فتویٰ: "الإشعار مثلة" جانور کو اِشعار کرنا مثلہ ہے۔ صرف امام اعظمؒ کا نہیں، آپؒ کے شیخ حضرت ابراہیم نخعیؒ بھی اسی فتویٰ کے قائل تھے۔ اُن کی مراد بھی مطلقاً اِشعار کا رد نہیں بلکہ اپنے زمانہ کے لوگوں کا رد تھا جو اس میں مبالغہ کرتے تھے۔ یاد رہے کہ نحوی قاعدہ کے مطابق الإشعار میں الف لام معہود ہے جو اُس دور میں ہونے والے اِشعار پر محمول ہوگا۔

3 پالتو جانوروں کو بے دردی سے زخمی کرنا اور ان پر ظلم کرنا احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں لعنت اور مُثلہ کے زمرے میں داخل ہے۔ محدثین نے مثلہ کی کراہت پر ابواب قائم کر کے احادیث بیان کی ہیں۔ ذیل میں چند ایک کا تذکرہ وضاحت مضمون کا متقاضی ہے۔

(1) سعید بن جبیرؒ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھا کہ ان کا گزر چند لڑکوں یا لوگوں کے ایک گروہ پر ہوا، جو ایک مرغی کو باندھ کر نشانہ بازی کر رہے تھے۔ جب انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا تو منتشر ہو گئے۔ حضرت ابن عمر

نے ان سے پوچھا:

حدیث 14:۔ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: "مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ إِنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم لَعَنَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا"۔ (بخاری رقم 5515)

ترجمہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی ہے جو ایسا کرے۔

(2) دوسری سند سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا:

لَعَنَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم مَنْ مَثَّلَ بِالْحَيَوَانِ. (بخاری رقم 5515)

ترجمہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی ہے جو جانور کا مثلہ کرے۔

ان روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر ؓ نے فرمانِ رسول ﷺ کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرغی پر ظلم وستم کرنے والے کو لعنت اور مثلہ کا مستحق گردانا ہے۔ یہ عام پالتو جانور ہے جبکہ قربانی کے لئے ذبح ہونے والے بڑے جانوروں کو اللہ رب العزت نے اپنے شعائر میں شمار کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

آیت 1:۔ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ (الحج:36)

ترجمہ اور (قربانی کے) اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے شعائر اللہ میں شامل کیا ہے، تمہارے لیے اُن میں بھلائی ہے۔

لہٰذا یہ جانور تعظیم وتکریم کے زیادہ حقدار ہیں، اور اگر انہیں اِشعار کرنے کے لئے حد سے تجاوز کیا جائے، تو احادیثِ مبارکہ کی اتباع میں یہ جانوروں کا مثلہ ہوگا۔ یہی حدیث کا وہ بے مثل درک ہے جس کی بناء پر امام اعظم ابوحنیفہ ؒ اور آپ ؒ کے شیخ ؒ نے اپنے اہلِ زمانہ کے عملِ اِشعار کو مثلہ قرار دیا۔

4 سننِ ترمذی کی روایت سے محدث اور فقیہ کے مابین فرق بھی سامنے آتا ہے۔ محدث ظاہر بین نگاہوں سے صرف حدیث کے الفاظ دیکھتا ہے جبکہ فقیہ حقیقت بین نگاہوں سے حدیث میں پوشیدہ معانی ومعارف اور جس ماحول میں وہ عمل ہو رہا ہوتا ہے، اس تک بھی رسائی رکھتا ہے۔ اسی فرق کی وجہ سے محدث، امام وکیع ؒ حدیث کے

ظاہری الفاظ کو ملحوظ رکھ کر جلال میں آ گئے اور امام ابوحنیفہ ؒ کے شیخ امام ابراہیم نخعی ؒ کو مخالفِ حدیث بنا دیا۔ غالباً یہ امام وکیع ؒ کے اوائل دور کی بات ہوگی کیونکہ یہی وکیع ؒ بعد ازاں جب امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے تلمیذِ رشید بنے تو ان کے حلقۂ درس میں شامل ہونے کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے۔

امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معین ؒ فرماتے ہیں:

كان وكيع يفتي بقول أبي حنيفة، وكان قد سمع منه شيئًا كثيرًا.

(تاریخ بغداد وذیولہ ج13 ص501)

ترجمہ وکیع بن جراح ؒ، امام ابوحنیفہ ؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہ ؒ سے کثیر احادیث کا سماع کیا تھا۔

10 نمازِ جنازہ میں سورت فاتحہ نہ پڑھنا

حدیث 15:۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں:

"أَنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم، قَرَأَ عَلَى الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ"۔

(سنن ابن ماجہ رقم 1495)

ترجمہ نبی ﷺ نے جنازہ کی نماز میں سورت فاتحہ (بعد تکبیرِ اولیٰ کے) پڑھی۔

(صلوۃ الرسول ص ۴۷۸)

اس گروہ کے ایک نواب صاحب کا فرمان ہے کہ چونکہ نمازِ جنازہ بھی نماز ہی کی طرح ہے۔ اس لئے اس میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ اگر نمازِ جنازہ میں سورت فاتحہ نہ پڑھی گئی، تو نماز ہی نہیں ہوگی:

پس این قدر در فرضیتِ قراءتِ فاتحہ دریں نماز بلکہ در شرطیتش کہ عدمش عدمِ نماز باشد، کافی است (بدور الاہلۃ ج ا ص ۹۲)

اب دیکھیں کہ صحابہ کرام ؓ نمازِ جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھنے کو فرض سمجھتے تھے، یا نہیں؟

حدیث 16: ۔مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ؛ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ.(موطأ مالك-رواية يحيى-ت الأعظمي رقم 777)

ترجمہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نمازِ جنازہ میں قراءت نہیں کرتے تھے۔

حدیث 17: ۔مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ؛ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ، كَيْفَ يُصَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَنَا، لَعَمْرُ اللهِ، أُخْبِرُكَ. أَتَّبِعُهَا مِنْ أَهْلِهَا. فَإِذَا وُضِعَتْ كَبَّرْتُ. وَحَمِدْتُ اللهَ. وَصَلَّيْتُ عَلَى نَبِيِّهِ. ثُمَّ أَقُولُ: اللّٰهُمَّ! عَبْدُكَ. وَابْنُ عَبْدِكَ. وَابْنُ أَمَتِكَ. كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ. وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ. وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ. اللّٰهُمَّ! إِنْ كَانَ مُحْسِناً، فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ. وَإِنْ كَانَ مُسِيئاً، فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهِ. اللّٰهُمَّ! لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ. وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ.

(موطأ مالك - رواية يحيى - ت الأعظمي، رقم 775؛المصنف - عبد الرزاق - ط التأصيل الثانية رقم 6623؛ ابن حبان رقم 3073؛؛)

ترجمہ حضرت ابوسعید المقبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نمازِ جنازہ کس طرح پڑھتے ہیں۔توانھوں نے فرمایا:"اللہ کی بقا کی قسم! میں تمہیں خبردوں گا۔میں جنازہ کے ساتھ اُس کے گھر سے آتا ہوں۔جب وہ رکھا جاتا ہے،تو میں تکبیر کہہ کر اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں۔اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔پھر کہتا ہوں:اے اللہ! یہ تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا اور تیری لونڈی کا بیٹا ہے۔یہ گواہی دیتا تھا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں،اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں۔اور تُو اس کو جانتا ہے۔اے اللہ! اگر وہ نیکیاں کرنے والا تھا،تو اس کی نیکیاں زیادہ کردے۔اور اگر وہ برائیاں کرنے والا تھا،تو اس کی سئیات سے درگزر فرما۔اے اللہ! اس کے اجر سے ہمیں محروم نہ فرما،اور اس کے بعد ہمیں آزمائش میں مبتلا نہ کرنا"۔

حدیث 18: ۔حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لیس فیها قراءة شیء من القرآن۔

(المبسوط للسرخسی، (شمس الأئمة السرخسی) ج 2 ص 64؛بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (الكاسانی) ج1 ص313)

ترجمہ نماز جنازہ میں قرآن کے کسی حصہ کی بھی قرات نہیں ہے۔

حدیث 19: ۔عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: "لَمْ يُوَقِّتْ لَنَا فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ قِرَاءَةٌ وَلَا قَوْلٌ، كَبِّرْ مَا كَبَّرَ الْإِمَامُ، وَأَكْثِرْ مِنْ طِيبِ الْكَلَامِ". رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ۔

(مجمع الزوائد رقم 4153؛ معجم کبیر طبرانی رقم 9604،9606؛؛الثقات لابن حبان ج9 ص259؛ شرح مختصر الطحاوی للجصاص (أبو بكر الرازی الجصاص) ج2 ص214)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:"ہمارے لئے نمازِ جنازہ میں قراءت اور کوئی خاص دعا مقرر نہیں فرمائی گئی۔جب امام تکبیر کہے،تو تم بھی تکبیر کہو،اور عمدہ کلام (ثناء و دعا وغیرہ) کی کثرت کرو"۔

حدیث 20: ۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم لم يُوَقِّتْ فيها قَوْلًا ولا قِرَاءَةً"۔

(المغنی لابن قدامة - ت الترکی، ج3 ص411؛بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (الكاسانی) ج1 ص313)

ترجمہ "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بارے میں ہمارے لئے کوئی خاص دعا اور قراءت مقرر نہیں فرمائی"۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک نمازِ جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض، واجب نہ تھا، اور نہ انہوں نے اس کو فرض قرار دیا تھا۔اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نمازِ جنازہ میں سورہ فاتحہ کے علاوہ کوئی اور ثناء، دعا پڑھے، تو نمازِ جنازہ ادا ہوگی یا نہیں؟

رفض زدہ گروہ کا اس پر فتویٰ ملاحظہ کیجئے:

اگر امام یا مقتدی نے نمازِ جنازہ میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی، تو نماز باطل ہوگی۔

(فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۵ ص ۱۸۵)

ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ مختلف روایات کی روشنی میں کس کا موقف کیا تھا؟ مگر یہ کہنا کہ صحابہ ؓ، تابعین ؒ، تبع تابعین ؒ اور وہ تمام لوگ جو نمازِ جنازہ میں سورت فاتحہ کی قرات نہیں کرتے، حضور ﷺ کی حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور وہ سب بے نمازی ہیں، قطعاً اہلِ سنت کا مسلک و مذہب نہیں ہے۔ ہاں رفض زدہ گروہ یہ بات کہتے رہتے ہیں۔

ہم نے یہ تین مثالیں جن کا تعلق نماز سے ہے، آپ کے سامنے پیش کی ہیں، ورنہ حدیث کی کتابوں میں آپ کو سینکڑوں ایسی مثالیں مل جائیں گی۔ امام ترمذی ؒ کی جامع ترمذی اٹھائیے اور دیکھئے، آپ ؒ حدیثِ نبوی لکھنے کے بعد صحابہ ؓ، تابعین ؒ اور اہل علم کا مذہب نقل کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ بعض صحابہ ؓ اس حدیث پر عمل کرتے تھے اور بعض صحابہ ؓ نے حدیثِ مذکور کے برعکس ایک موقف اپنایا تھا، مگر امام ترمذی ؒ نے کبھی کسی ایک فریق کو نشانۂ طنز وطعن بنایا اور نہ کسی کے بارے میں یہ فتویٰ صادر کیا کہ اس حدیث پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے وہ بے وضو، بے نماز اور گنہ گار ہو گئے، اور ان کے پڑھے پڑھائے سارے جنازے بے کار ہو گئے ہیں بلکہ جن لوگوں نے ان مسائل میں ذرا بھی سختی دکھائی، خود امام ترمذی ؒ نے انہیں متشدد کہہ کر ان کی بات کا وزن کم کر دیا ہے۔

سو خلفائے راشدین ؓ اور صحابہ کرام ؓ میں سے کسی کا عمل حدیث کی کتابوں میں پائی جانے والی کسی حدیث کے خلاف نظر آئے، تو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی حدیث کی مخالفت کی تھی (جیسا کہ رفض زدہ لوگ سمجھتے ہیں)۔ ان کے پاس اس عمل کی ضرور کوئی نہ کوئی وزنی دلیل ہوگی۔ جامعہ محمد بن سعود الاسلامیہ کے استاد دکتورعبد الکریم بن علی بن محمد النملة نے اپنی کتاب: "مخالفة

الصحابي للحديث النبوي الشريف (دراسة، نظرية، تطبيقية)" میں اس پر بحث کی ہے۔ اور شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر ؒ نے اپنی کتاب: "مقام ابی حنیفہ ؒ" بھی میں ایک اور انداز سے اس کی واضح اور قابلِ ملاحظہ مثالیں پیش کی ہیں۔

اگر غیر مقلدین یہ بات نہ مانیں، تو پھر انہیں یہ ماننا پڑے گا کہ حضور ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہوتے ہی ان حضرات نے آپ ﷺ کے کہے اور کئے ہوئے کی مخالفت شروع کر دی تھی، اور ان کو کوئی روکنے والا تک نہ تھا۔ ہم اہلِ سنت غیر مقلدین اور روافض کا یہ موقف کسی صورت تسلیم نہیں کرتے۔

اس تفصیل کے بعد گو کہ اب اس بات کی ضرورت نہیں رہتی کہ ہم غیر مقلدوں کے ان الزامات کا جواب دیں جو انہوں نے امام ابوحنیفہ ؒ پر مخالفتِ حدیث کا الزام نہ صرف لگایا بلکہ اس کی تکرار اور گردان میں وہ اس نچلی سطح تک گر گئے کہ آپ ؒ کو ایک نئے مذہب کا بانی بتا کر دائرۂ اسلام سے ہی نکال باہر کر دیا۔

11 خلاصۂ کلام

مذکورہ بالا علمی و تحقیقی دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ نے کبھی قرآن وسنت کی مخالفت نہیں کی۔ آپ ؒ نے جن احادیث کو ترک کیا ان کی وجوہات الگ تھیں مثلاً:

1. وہ احادیث آپ ؒ کے قائم کردہ اخذِ حدیث کے معیار پر پورا نہیں اترتی تھیں۔ جیسے صحابہ کرام ؓ سمیت امام بخاری ؒ، امام مسلم ؒ اور دیگر ائمہ نے اخذِ حدیث کے لئے شرائط مقرر کیں۔ آپ ؒ نے بھی اس میں حد درجہ سختی کی۔
2. قرآن وسنت کے صریح مخالف احادیث کو بھی آپ ؒ نے قبول نہیں کیا۔
3. متضاد اخبارِ آحاد میں سے پختہ دلائل کی بنیاد پر کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دی۔

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے، تو امام ابوحنیفہ ؒ پر مخالفتِ حدیث کے

الزام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

12 مخالفتِ حدیث کا مفہوم کیا ہے؟

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قابلِ غور بیان پہلے ملاحظہ کریں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اس مقام پر اصولی طور پر یہ بحث بھلی معلوم ہوتی ہے کہ مخالفتِ حدیث کا مفہوم کیا ہوتا ہے؟ کیا ہر مقام پر مخالفت سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ کی مخالفت مراد ہوتی ہے، یا ان کے الفاظ کے اندر جو معنیٰ اور مدلول پنہاں ہوتا ہے، اس کی مخالفت بھی مراد ہوتی ہے؟ اور اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری الفاظ کی تو مخالفت کرتا ہے، لیکن ان کے اندر جو معنیٰ مستنبط ہوتا ہے، اس کی اطاعت کرتا ہے، جو بظاہر لفظوں سے متبادر نہیں ہوتا، تو کیا اس کو مخالفتِ حدیث کا ملزم قرار دیا جا سکتا ہے، اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی چیز سے منع فرمادیا ہے، تو کیا ہر مقام پر اس منع اور نہی سے حرمت اور کراہتِ تحریمہ ہی مراد ہوگی، یا اس سے ترکِ اولیٰ اور کراہتِ تنزیہیہ بھی مراد ہو سکتی ہے؟ اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی حکم ارشاد فرمایا ہے، تو کیا ہر مقام پر وہ امر اور وجوب ہی کے لئے ہوگا، یا کہیں محض ارشاد اور مشورہ کے لئے بھی سکتا ہے، جس کا نہ ماننے والا عاصی اور نافرمان نہیں کہلایا جا سکتا؟"۔ (مقامِ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ص 231)

13 مخالفتِ حدیث کا الزام، حقیقت اور واقعیت

کسی کا خوبصورت سا عربی کا شعر ہے:

وَ كَمْ مِنْ عَائِبٍ قَوْلًا صَحِيحًا
وَ آفَتُهُ مِنَ الْفَهْمِ السَّقِيمِ

(أبو الطيب المتنبی)

ترجمہ بہت سے لوگ صحیح قول پر اعتراض کرتے ہیں اور اصل غلطی یہ ہوتی ہے کہ وہ سمجھتے غلط

ہیں۔

حدیث کی مخالفت کی حقیقت کیا ہے؟ کسی شخص، فرد، جماعت اور گروہ پر مخالفتِ حدیث کا الزام کب صادق آئے گا؟ اس بارے میں ضرورت ہے کہ ایک تفصیلی بحث کی جائے۔

بہت سے بزعمِ خود واقف کار اور درحقیقت ناآشنائے علم وفن یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی حدیث کے ظاہر کی مخالفت کی جارہی ہو، تو وہ حدیث کی مخالفت ہے، اور جھٹ سے کسی پر بھی مخالفتِ حدیث کا الزام لگا دیتے ہیں، اور یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ تم لوگ حدیث چھوڑ کر اپنے امام اور فلاں وفلاں کی پیروی کر رہے ہو۔

حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے: "رفع الملام عن الأئمة الأعلام" کتاب لکھنے کا جو داعیہ تھا وہ یہ کہ بعض جاہل قسم کے لوگ یہ اعتراض کرتے پھرتے تھے کہ فلاں امام نے فلاں حدیث کی مخالفت کی ہے۔ اور اس طرح کے دوسرے اعتراضات۔ اس پر انہوں نے یہ کتاب لکھی۔ اس کتاب میں وہ لکھتے ہیں:

"ہوسکتا ہے کہ ایک خبر جو آج ہم تک سندِ ضعیف اور منقطع یا کسی مجہول راوی کے واسطے سے پہنچ رہی ہو، وہ ان ائمہ کرام کے پاس صحیح سند سے پہنچی ہو۔ اسی بناء پر انہوں نے اس پر اپنے قول کا مدار رکھا ہو۔

بَلِ الَّذِينَ كَانُوا قَبْلَ جَمْعِ هٰذِهِ الدَّوَاوِينِ كَانُوا أَعْلَمَ بِالسُّنَّةِ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ بِكَثِيرٍ، لِأَنَّ كَثِيرًا مِمَّا بَلَغَهُمْ وَصَحَّ عِنْدَهُمْ قَدْ لَا يَبْلُغُنَا إِلَّا عَنْ مَجْهُولٍ، أَوْ بِإِسْنَادٍ مُنْقَطِعٍ، أَوْ لَا يَبْلُغُنَا بِالْكُلِّيَّةِ، فَكَانَتْ دَوَاوِينُهُمْ صُدُورَهُمُ الَّتِي تَحْوِي أَضْعَافَ مَا فِي الدَّوَاوِينِ، وَهٰذَا أَمْرٌ لَا يَشُكُّ فِيهِ مَنْ عَلِمَ الْقَضِيَّةَ۔

(رفع الملام عن الأئمة الأعلام، ص18۔ المؤلف: تقي الدين أبو العَباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني

الحنبلي الدمشقي (ت 728ھ).طبع ونشر: الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد. الرياض- المملكة العربية السعودية.عام النشر: 1403ھ-1983م.عدد الصفحات: 89)

ترجمہ بلکہ ان دواوین کے جمع ہونے سے پہلے جو ائمۂ مجتہدین گزرے ہیں، وہ متاخرین سے سنت سے واقفیت کے معاملہ میں بہت آگے تھے۔ اس لئے بہت ساری احادیث ایسی ہیں جو ان تک پہنچی اور ان کے نزدیک صحیح ثابت ہوئیں، لیکن وہ ہم تک کسی مجہول راوی یا منقطع سند کے واسطے سے پہنچتی ہیں، یا بالکل ہی نہیں پہنچتی ہیں۔ ان کے دواوین ان کے سینے تھے جس میں موجودہ کتبِ حدیث سے کہیں بڑھ کر احادیث جمع تھیں اور یہ ایسی بات ہے جس میں کوئی بھی شک نہیں کرے گا۔

آپ نے حضرت ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانِ ذیشان سن لیا۔ کتنی صراحت اور وضاحت کے ساتھ انہوں نے یہ کہہ دیا کہ یہ عین ممکن ہے کہ انہوں نے جس حدیث کی بناء پر اپنے قول کی بنیاد رکھی ہو، وہ ان کی نگاہ میں صحیح ہو، اور انہیں صحیح سند سے پہنچی ہو، اور وہی حدیث ہم تک کمزور، منقطع سند اور مجہول راویوں کے واسطہ سے پہنچی ہو۔ اتنے پر ہی بس نہیں۔ ذرا آگے بڑھ کر دیکھتے ہیں کہ حضرت ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی حدیث پر عمل کرنے اور کسی حدیث کے ترک کرنے میں کسی مجتہد کی کیا دلیل ہے؟ وہ اس کے سینہ میں مخفی ہے، اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مجتہد کسی حدیث کو ترک کرنے پر اپنی دلیل کا اظہار نہیں کرتا، لیکن اس کے پاس حجت اور دلیل ہوتی ہے۔

وَفِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَحَادِيثِ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ لِلْعَالِمِ حُجَّةٌ فِي تَرْكِ الْعَمَلِ بِالْحَدِيثِ لَمْ نَطَّلِعْ نَحْنُ عَلَيْهَا؛ فَإِنَّ مَدَارِكَ الْعِلْمِ وَاسِعَةٌ، وَلَمْ نَطَّلِعْ نَحْنُ عَلَى جَمِيعِ مَا فِي بَوَاطِنِ الْعُلَمَاءِ. وَالْعَالِمُ قَدْ يُبْدِي حُجَّتَهُ وَقَدْ لَا يُبْدِيهَا، وَإِذَا أَبْدَاهَا فَقَدْ تَبْلُغُنَا وَقَدْ لَا تَبْلُغُنَا، وَإِذَا بَلَغَتْنَا فَقَدْ نُدْرِكُ مَوْضِعَ احْتِجَاجِهِ وَقَدْ لَا نُدْرِكُهُ. (رفع الملام عن الائمۃ الاعلام ص35)

ترجمہ اور بہت ساری احادیث میں یہ ممکن ہے کہ عالم (مجتہد) کے پاس حدیث پر عمل ترک

کرنے کی دلیل ہو، جس پر ہم مطلع نہ ہو سکے ہوں۔ بے شک مدارکِ علم وسیع ہیں اور علماء کے سینوں میں کیا ہے؟ ہم اسے نہیں جان سکتے اور عالم کبھی اپنے دلیل کا اظہار کرتا ہے، اور کبھی نہیں کرتا۔ جب وہ اظہار کرتا ہے تو ہم تک اس کی دلیل پہنچتی ہے اور تب ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ میں اس کی دلیل کیا ہے اور کبھی ہم اس کی دلیل کو نہیں جان سکتے۔

اس کے بعد ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر یہ بات کہی ہے کہ یہ عذر مجتہدین کا ہے، لیکن جو حاضر وقت ہے اس پر فرض ہے کہ وہ اس حدیث پر جو صحیح ثابت ہو چکی ہو، اس پر عمل کرے۔

لیکن اس کا متحمل بھی وہی شخص ہو سکتا ہے جو کم از کم اجتہاد فی المذہب یا قرآن وحدیث میں گہرا رسوخ رکھتا ہو۔ ورنہ ہرا یرے غیرے کے ہاتھ میں یہ اختیار تھما دینا دین کو ضائع اور برباد کرنے کے مترادف ہوگا۔

اب ہم کچھ ایسی مثالیں پیش کریں گے جس سے پتہ چلے گا کہ اگر کسی جگہ ظاہری طور پر حدیث کی مخالفت کی جا رہی ہو، تب بھی اس کو مخالفتِ حدیث کا نام دینا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث سے بظاہر جو مطلب سمجھ میں آ رہا ہے، اشارۃ النص اور دلالۃ النص اس کے خلاف ہو۔ اور جو شخص ظاہرِ حدیث کے خلاف عمل کر رہا ہے در حقیقت وہی منشائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کر رہا ہو۔

(1) بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو قبیلۂ بنی قریظہ بھیجا اور ان کو تاکید کی:

"لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ". فَأَدْرَكَ بَعْضَهُمُ الْعَصْرُ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: "لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا". وَقَالَ بَعْضُهُمْ: "بَلْ نُصَلِّي، لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذٰلِكَ". فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ. (بخاری رقم 4119)

ترجمہ "تم میں سے کوئی بھی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں جا کر"۔ چنانچہ راستہ

میں ان میں سے بعض پر عصر کی نماز کا وقت آ گیا۔ ان میں سے بعض نے کہا: "ہم تو بنی قریظہ ہی میں جا کر نماز پڑھیں گے"۔ اور بعض دیگر نے کہا: "ہم تو نماز یہاں ہی پڑھیں گے کیونکہ آپ ﷺ کا مطلب یہ نہیں تھا" (ان کے کہنے کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خیال میں ہم عصر تک بنی قریظہ پہنچ سکتے تھے اسی لئے آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے)۔ انہوں نے نماز پڑھ لی۔ جب آپ ﷺ کے سامنے ذکر ہوا، تو آپ ﷺ نے کسی کو ملامت نہ کی۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ "زاد المعاد" میں اس حدیث کی شرح میں ان لوگوں کو جنہوں نے وقت پر عصر کی نماز پڑھ لی ان کو فقیہ گردانتے ہیں اور دوہرے اجر کا مستحق قرار دیتے ہیں۔ (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد-ط الرسالۃ (ابن القیم) ج3ص119)

حالانکہ بظاہر دیکھا جائے اور عربی زبان سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ اس میں کس قدر تاکید ہے۔ اس کے باوجود ایک گروہ منشائے رسول ﷺ پر نظر رکھ کر ظاہر الفاظ کے خلاف عمل کرتا ہے۔ اور دربارِ رسالت سے ایسا کرنے والوں کی بھی تصدیق ہوتی ہے، اور ان پر کوئی انکار نہیں ہوتا ہے۔ اس حدیث کی شرح میں حافظ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

قال السهيلي وغيره: في هذا الحديث من الفقه أنه لا يعاب على من أخذ بظاهر حديث أو آية ولا على من استنبط من النص معنى يخصصه۔ (فتح الباري بشرح البخاري-ط السلفية، ج7ص409)

ترجمہ: اس حدیث سے جو فقہ حاصل ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے کسی حدیث یا آیت کے ظاہر پر عمل کیا، تو ان پر کوئی عیب نہیں اور ان لوگوں پر بھی کوئی عیب نہیں، جنہوں نے نص سے کوئی معنی مستنبط کیا جو اس کو مخصص کرتا ہو۔

(2) آنحضرت ﷺ کی لونڈی حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو منافقین کے ایک گروہ نے ان کے چچازاد بھائی حضرت مابور رضی اللہ عنہ سے متہم کر دیا۔ یہ خبر اس انداز سے پھیلی کہ خود آنحضرت ﷺ کو بھی اس خبر کا یقین آ گیا اور کچھ قرائن وشواہد بھی ایسے تھے کہ جن کی وجہ سے

آپ ﷺ کا یقین بے جا نہ تھا۔

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لِعَلِيٍّ: "اذْهَبْ فَاضْرِبْ عُنُقَه". فَأَتَاهُ عَلِيٌّ فَإِذَا هُوَ فِي رَكِيٍّ يَتَبَرَّدُ فِيهَا، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: "اخْرُجْ"، فَنَاوَلَهُ يَدَهُ فَأَخْرَجَهُ، فَإِذَا هُوَ مَجْبُوبٌ لَيْسَ لَهُ ذَكَرٌ. فَكَفَّ عَلِيٌّ عَنْهُ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّهُ لَمَجْبُوبٌ مَا لَهُ ذَكَرٌ".

(مسلم رقم 59-2771)

ترجمہ: آپ ﷺ نے (غیرت میں آ کر) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "مابور رضی اللہ عنہ کو جہاں ملے، جاؤ جا کر اس کی گردن اڑا دے"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے تو دیکھا کہ وہ ایک کنویں میں پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھا ہے، تاکہ وہ ٹھنڈک حاصل کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: "نکل یہاں سے"۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا، تاکہ اس کو یہاں سے نکالیں۔ اس کو جو وہاں سے کھینچا، تو اس کشمکش میں اس کا تہہ بند کھل گیا۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تو مجبوب و نامرد ہے، اس کا تو آلہ تناسل ہی نہیں ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا: "یا رسول اللہ! وہ تو مجبوب و نامرد تھا اور اس کا سرے سے آلہ تناسل ہی نہ تھا"۔

مستدرک حاکم کے الفاظ یہ ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو دیکھا تو معلوم ہوا:

فَإِذَا هُوَ لَمْ يَخْلُقِ اللهُ عز وجل لَهُ مَا لِلرِّجَالِ شَيْءٌ مَمْسُوحٌ.

(مستدرک حاکم رقم 6821)

ترجمہ: اللہ نے فطرتاً اس کا آلہ ہی پیدا نہیں کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باوجود اس کے کہ دربارِ رسالت سے قتل کا قطعی حکم مل چکا تھا۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ نے جب محسوس کیا کہ قتل کی جو علت اور منشاء تھی وہ یہاں سرے سے مفقود ہے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ قتل سے باز رہے، اور آنحضرت ﷺ سے جا کر پورا ماجرا عرض کیا۔ آنحضرت ﷺ نے تفصیل سن کر فرمایا:

"الشَّاهِدُ يَرَى مَا لَا يَرَى الْغَائِبُ". (حسن لغیرہ: مسند احمد رقم 628)

ترجمہ حاضر جو کچھ دیکھتا ہے وہ غائب نہیں دیکھ سکتا۔

ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منشائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری الفاظ کے خلاف عمل کیا، اور اس کو قتل نہ کیا، بلکہ چھوڑ دیا۔ کیا اس کو کوئی مخالفتِ حدیث کا الزام دے سکتا ہے۔ اگر کسی کا جواب ہاں میں ہو، تو وہ صرف فاتر العقل ہی ہو سکتا ہے۔

ایسا ہی سمجھنا چاہئے کہ مجتہدین اور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اگر کہیں حدیث کے ظاہر الفاظ کے خلاف عمل کیا ہے، تو انہوں نے منشائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم سے بہتر سمجھا ہے اور کوئی اس میں اشارۃ النص اور دلالۃ النص ہوگا جس کی بنیاد پر انہوں نے ظاہری الفاظ پر عمل سے گریز کیا ہے۔

(3) لیجئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہی ایک اور روایت وہ فرماتے ہیں:

فَإِنَّ أَمَةً لِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم زَنَتْ فَأَمَرَنِي أَنْ أَجْلِدَهَا، فَإِذَا هِيَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِنِفَاسٍ، فَخَشِيتُ إِنْ أَنَا جَلَدْتُهَا أَنْ أَقْتُلَهَا، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: "أَحْسَنْتَ". (مسلم 34-1705)

ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نوکرانی نے زنا کیا۔ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جا کر اس کو کوڑے لگا دو"۔ میں گیا تو دیکھا کہ اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر میں نے اس کو سزا دی، تو کہیں وہ مر ہی نہ جائے۔ میں بغیر سزا دیئے واپس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، اور سارا قصہ سنا دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تو نے اچھا کیا ہے"۔

اس حدیث میں غور کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری حکم تو یہ تھا کہ جاؤ اور جا کر حدِ شرعی قائم کرو۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے تفقہ اور اجتہاد سے یہ سمجھا کہ اس پر عمل کیا، تو جس پر حد قائم کیا جا رہی ہے وہ مر سکتی ہے اور اس سے نوزائیدہ بے یارومددگار اور ماں کی ممتا و شفقت سے محروم ہو جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ظاہر الفاظ کے مطابق عمل نہیں کیا، اور اس پر دربارِ رسالت سے

تصدیق ملتی ہے کہ تو نے اچھا کیا۔ اب اگر ائمہ مجتہدین میں سے کوئی ایک اگر کسی حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرے، اور اس کے کسی معنیٰ خاص کر دے، یا مشروط کر دے، تو کیا وہ مخالفتِ حدیث کے زمرہ میں آتا ہے۔

(4) یہاں ہم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہی ایک بات پیش کر دیتے ہیں جو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز اور شہرہ آفاق کتاب "کتاب الخراج" میں نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: مشہور حدیث ہے:

"مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا فَهِيَ لَهُ"۔

ترجمہ "بنجر زمین کو جو آباد کرے، زمین اس کی ہے"۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "زمین اس کی تب ہوگی جب وہ حاکم سے اجازت لے"۔ اس پر حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس کو اجازتِ حاکم سے اس لئے مشروط کر دیا تا کہ کوئی جھگڑا نہ ہو، اور فساد و نزاع کی نوبت نہ آئے"۔

(الخراج، ص 76۔ المؤلف: أبو يوسف يعقوب بن إبراهيم بن حبيب بن سعد بن حبتة الأنصاری (المتوفى: 182ھ)۔ الناشر: المكتبة الأزهرية للتراث)

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ زمین کی خرید و فروخت صرف بیچنے اور خریدنے والے کے درمیان ہونی چاہئے۔ لیکن پوری دنیا میں یہ نظام اور قانون رائج ہے کہ حکومت کو آگاہ کر کے رجسٹری کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ تاکہ نزاع کا سدباب کیا جا سکے۔ منشائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناواقفوں نے اس کو بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفتِ حدیث میں شمار کر لیا ہے۔

5 لیجئے بات اقضی الصحابۃ یعنی کارِ قضاء میں سب سے ممتاز صحابی رسول، داماد رسول اور شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آ جاتی ہے۔ صلح حدیبیہ کا واقعہ مشہور ہے تمام لوگ اس سے واقف ہی ہوں گے۔ حضرت صلح نامہ مرتب کیا جا رہا ہے تو لکھا گیا:

هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری رقم 2699)

ترجمہ یہ وہ عہد نامہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فریقِ ثانی سے طے کیا ہے۔

اس پر مشرکین نے اعتراض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ مٹائے جائیں کیونکہ ہم اگر ان کو اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانتے تو یہ سارا جھگڑا پھر کا ہے کا ہوتا؟

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا:

امْحُ: رَسُولُ اللهِ.

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ مٹادو۔

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب سنئے:

لَا، وَاللهِ! لَا أَمْحُوكَ أَبَدًا.

یعنی خدا کی قسم! میں تو کبھی نہ مٹاؤں گا۔ (بخاری رقم 2699)

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ظاہری الفاظ کیا ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم دے رہے ہیں کہ الفاظ مٹادو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں: "خدا کی قسم! کبھی نہ مٹاؤں گا"۔ اگر کوئی ظاہر پرست اور حدیث کے ظاہری مطلب کو ہی سب کچھ سمجھنے والا ہو، تو وہ تو یہی کہے گا: "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حدیث کی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی"۔ لیکن انسان اگر عقل وشعور رکھتا ہو، تو وہ جان لے گا کہ اس ظاہری مخالفت کے پیچھے کتنی عظیم جان نثاری اور کس قدر محبت چھپی ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح میں مشہور محدث اور فقیہ امام نووی لکھتے ہیں:

"یہ کارروائی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کی ہے، ادب اور استحباب کے باب سے ہے، کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول سے یہی سمجھتے تھے کہ اس نوشت کا مٹانا خود علی رضی اللہ عنہ پر لازم نہیں، اور اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کوئی گرفت نہیں کی۔ اگر ان کے لیے بدستِ خود مٹانا ضروری ہوتا، تو نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے اس حکم کا ترک جائز ہوتا، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اس مخالفت پر برقرار رہنے دیتے۔ (شرح مسلم 2/104)

(6) علاوہ ازیں آپ دیکھیں کہ حدیث میں موت کی خواہش سے ممانعت کی گئی ہے لیکن شراح حدیث اس کو دنیوی ضرر سے مقید کرتے ہیں۔ حالانکہ ظاہر حدیث میں اس کی

جانب کوئی اشارہ نہیں ہے۔ بڑے بڑے بزرگانِ دین اور ائمہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے موت کی تمنا کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ والوں کی بدعہدی اور عدمِ اطاعت سے تنگ آ گئے، تو انہوں نے موت کی دعا کی جیسا کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ میں بیان کیا ہے۔

پھر جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابنائے وقت کی روش سے عاجز آ گئے اور مستقل دربدری کا شکار ہونا پڑا۔ تو انہوں نے بھی موت کی دعا کی۔ چنانچہ امام عبدالقدوس بن عبدالجبار سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

فَسَمِعته لَيْلَة من اللَّيَالِي وَقد فرغ من صَلَاة اللَّيْل يَدْعُو، وَيَقُول فِي دُعَائِهِ: "اللّٰهُمَّ! إِنَّه قد ضَاقَت عَليّ الأَرْض بِمَا رَحُبَتْ، فاقبضني إِلَيْكَ.

(من روى عنهم البخاري في الصحيح (ابن عدی) ص61؛ تاریخ دمشق لابن عساکر، ج52 ص98؛ تاریخ بغداد وذیولہ، 2/33؛ الكمال في أسماء الرجال (عبد الغني المقدسي) ج2 ص140؛ المعلم بشيوخ البخاري ومسلم (ابن خلفون) ص26؛ طبقات الشافعية الکبریٰ 2/14؛ مرآة الزمان في تواريخ الأعيان (سبط ابن الجوزی) ج10 ص379)

ترجمہ ایک رات میں نے ان کو دعا کرتے ہوئے سنا: "اے اللہ! زمین باوجود کشادہ ہونے کے مجھ پر تنگ ہو گئی ہے۔ سو تو مجھے اپنی طرف اٹھالے"۔

آپ اگر صرف ظاہر پرست ہیں، تو یقیناً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر مخالفتِ حدیث کا الزام لگا دیں گے، لیکن اگر خدا نے تفقہ اور حدیث کی گہرائی اور گیرائی اور تہہ میں چھپے درِ مکنون کو سمجھنے کی لیاقت بخشی ہے، تو سمجھ جائیں گے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طرزِ عمل کسی بھی لحاظ سے خلاف حدیث نہیں ہے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث (تکلیف و پریشانی وجہ سے موت کی دعا نہ کرنے کی) کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "اس سے مراد بدنی اور دنیاوی ضرر ہے۔ اگر کوئی دینی آفت اور پریشانی ہو، اور اس میں کوئی موت کی تمنا کرے، تو وہ درست اور جائز ہے"۔ (البدایہ والنہایہ 1/19)

(7) اسی طرح دیکھئے۔ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا۔

(مسلم رقم 47-1532؛ بخاری رقم 2079،2082،2109،2110،2114)

ترجمہ خرید و فروخت کرنے والوں کو اپنا سودا رد کرنے کا اختیار ہے جب تک کہ وہ متفرق نہ ہوجائیں۔

کچھ ائمہ نے اس تفرق سے تفرق بالابدان مراد لیا ہے کہ دونوں کی مجلس ختم ہوجائے اور دونوں ایک دوسرے سے جسمانی لحاظ سے ہی الگ ہوجائیں۔جب کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا (جب تک وہ دونوں الگ نہ ہو جائیں) سے تفرقِ اقوال مراد لیا ہے، یعنی بیع و شراء کی بات ختم کر کے کوئی دوسری بات نہ کرنے لگیں۔تب تک ان کو سودا رد کرنے کا اختیار ہوگا۔کچھ حضرات اسی حقیقت کو نہ سمجھنے کی بناء پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مخالفتِ حدیث کا الزام لگا دیا۔بلکہ ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے توبہ کرایا جائے اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔

اور ایک مشہور محدث نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مراد اور مفہوم کو مخالفتِ حدیث کے معنیٰ میں لیا اور جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بات کی وضاحت اس طور پر کی کہ اگر دونوں کشتی میں ہوں، تو پھر تفرق بالابدان کیسے مراد ہوسکتا ہے؟ اس کو انہوں نے حدیث کو رد کرنے کے معنیٰ میں مراد لیا، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر حدیث مسترد کرنے کی تہمت لگائی۔

(اثر الحدیث الشریف فی اختلاف الفقہاء (شیخ محمد عوامہ)؛ أثر علل الحدیث فی اختلاف الفقہاء (ماہر الفحل) ج ص 188-190)

جب کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث میں باوجود اس کے کہ ان کا قول تَفَرَّقَا سے تفرق بالابدان ہی کے مراد کی جانب ہے۔انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے یہ کہتے ہوئے عذر پیش کیا۔

"مالك لم يرد الحديث ولكن تاوله على غير ذالك"۔

(العلل ومعرفة الرجال 1/228)

ترجمہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کو رد نہیں کیا، لیکن اس کی تاویل (تفسیر) دوسری کی۔

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے صاف طور پر کہا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کو رد نہیں کیا ہے۔حالانکہ آج کا دور جو انٹرنیٹ اور موبائل کمیونیکشن کا ہے خرید و فروخت بھی آن لائن ہوتا ہے۔اب کوئی بتائے کہ اس میں تفرق بالابدان کس طور پر ممکن ہے۔

(8) مشہور حدیث ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا یَبُولَنَّ أَحَدُکُمْ فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ یَغْتَسِلُ مِنْهُ۔ (مسلم رقم 95-282)

ترجمہ تم میں سے کوئی ٹھہرے پانی میں پیشاب نہ کرے۔ہوسکتا ہے کہ پھر اس سے (کسی ضرورت کی بناء پر) غسل کرے۔

تمام علماء و فقہاء اور ہر سلیم الطبع شخص یہی کہے گا کہ اس ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مفہوم پانی کو گندگی اور نجاست سے بچانے کی ہے۔چاہے وہ کسی طرح سے اس پانی میں جائے۔بایں طور کہ کوئی پانی کے قریب پیشاب کرے، اور پیشاب بہہ کر اس پانی میں چلا جائے۔یا کوئی کسی برتن میں پیشاب کر کے اس پانی میں ڈال دے۔اور یہی حکم بڑے استنجاء کا بھی ہوگا۔

لیکن ظاہر یہ حضرات کیا کہتے ہیں وہ پڑھئے۔

حکی عن داؤد بن علی الظاهری ان النهی یختص ببول الانسان بنفسه وان الغائط لیس کالبول. و کذا اذابال فی اناء ثم صبه فی الماء اوبال بقرب الماء۔

ترجمہ داؤد بن علی ظاہری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں ممانعت صرف انسان کے پیشاب سے مخصوص ہے، اور پاخانہ پیشاب کے حکم میں نہیں ہے (یعنی کوئی اس پانی میں بڑا استنجاء کرے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا)، اور اسی طرح جب کوئی شخص

برتن میں پیشاب کر کے پانی میں ڈال دے، یا پانی کے قریب پیشاب کرے، اور وہ بہہ کر پانی میں چلا جائے، تو کوئی حرج نہیں۔ اس پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے سخت اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وھذا الذی ذھب الیہ خلاف الاجماع وھو من اقبح مانقل عنہ فی الجمود علی الظاھر واللہ اعلم۔ (شرح مسلم 1/138)

ترجمہ: داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب اجماع کے خلاف ہے، اور جمود علی الظاہر کی بدترین مثال ہے۔

اس پر امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سخت اعتراض کیا ہے۔

(دیکھئے احکام الاحکام 1/8)

مثالیں اور بھی ہیں۔

(9) سننِ فطرت یعنی فطری طور پر جو انسان کو کرنا چاہیے اس میں سے ایک بغل کے بالوں کو ختم کرنا بھی ہے۔ حدیث کے اندر اس کے بارے میں الفاظ آئے ہیں۔

نَتْفُ الْإِبِطِ۔

(بخاری رقم 5889، 6297؛ مسلم 257-49، 257-50، 258-51، 261-56)

"نَتْفُ" کے معنی اکھاڑنے اور موچنے کے ہیں۔ تو حدیث کے لحاظ سے اور ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ ہر مسلمان جو بغل کے بال بلیڈ سے مونڈتا ہے، وہ حدیث کی اور ارشادِ رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے۔ اب بتائیے کہ کتنے مسلمان مخالفتِ حدیث کے الزام سے بچیں گے۔ بجائے خود وہ لوگ جو عمل بالحدیث کے مدعی ہیں ان میں کتنے لوگ ایسے ملیں گے جو اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہیں۔ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علمت ان السنۃ النتف ولکن لااقوی علی الوجع۔ (شرح مسلم جلد 1/129)

ترجمہ: میں جانتا ہوں کہ سنت بغل کے بالوں کا اکھاڑنا ہی ہے لیکن میں درد برداشت نہیں کرسکتا۔

فقہاء نے یہ طے کیا ہے کہ رسول پاک ﷺ کا منشاء بغل کے بالوں کا صاف کرنا ہے، خواہ وہ نتف کے ذریعہ ہو، بلیڈ یا چونا کے ذریعہ۔ جیسے بھی ہو۔ یہ مقصد حاصل کیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ نتف کے دیگر طریقوں پر ترجیح اور افضلیت حاصل ہے۔ لیکن بلیڈ یا دوسرے طریقوں کو کام میں لانے والوں کو کوئی مخالفتِ حدیث کا الزام اگر دیتا ہے۔ تو اپنے عقل وفہم کی محدودیت کو ظاہر کررہا ہے۔

(10) مشہور حدیث جو استنجاء کے وقت رخ کس طرح ہونا چاہیے حدیث میں آتا ہے:

شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا۔ (بخاری رقم 144، 394؛ مسلم رقم 264-59)

ترجمہ: مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرلو۔

لیکن دیکھئے ہم سبھی برصغیر کے رہنے والے اپنے بیت الخلاء کا رخ جنوب وشمال کرتے ہیں۔ کیا یہ حدیث کی مخالفت نہیں ہے۔

اگر کوئی کم فہم ہوگا، تو یہی سمجھے گا لیکن جسے خدا نے عقل دی ہے، وہ جان لے گا کہ اس ارشاد رسول ﷺ کا پسِ منظر کیا ہے اور منشائے رسول کیا ہے۔

دراصل یہ حکم اہلِ مدینہ کو اور ان کے ساتھ ایسے لوگوں کو دیا گیا تھا جن کا قبلہ جنوب یا شمال میں پڑتا ہے۔ تو ان کو کہا گیا ہے استنجاء کے وقت وہ اپنا رخ مغرب یا مشرق کی طرف کرلیں۔ یعنی اصل مقصد قبلہ کا احترام ہے۔ اب ہم لوگ جو ہندوستان و پاکستان اور بنگلہ دیش یا وہ ممالک جن کا قبلہ مغرب میں پڑتا ہے وہ اس حدیث کے ظاہر پر عمل کریں گے، تو بتائیے یہ منشائے رسول ﷺ کی خلاف ورزی ہوگی یا نہیں۔ تو پتہ چلا کبھی ظاہر حدیث پر عمل کرنا منشائے رسول ﷺ کی خلاف ورزی کی زمرے میں آتا ہے، اور حدیث پر عمل تبھی ہوسکتا ہے جب حدیث کے ظاہر کو چھوڑتے ہوئے اصل مقصد اور روحِ شریعت کے مطابق عمل کیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ علمائے امت نے ہر دور میں مقاصدِ شریعت کا خیال رکھا ہے، اور ظاہر پر جمود سے بچنے کی ترغیب دی ہے۔ اسی مقصد کے لیے علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے "الموافقات" لکھی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسرارِ دین کے فہم

کو عام کرنے کیلئے "حجۃ اللہ البالغۃ" اور "الخیر الکثیر" جیسی بے مثال کتابیں تالیف کیں۔

ظاہر پر جمود ہمیشہ سے نقصان دہ ہوتا آیا ہے۔اس کے نقصان کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ قرافی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وَالْجُمُودُ عَلَى الْمَنْقُولَاتِ أَبَدًا ضَلَالٌ فِي الدِّينِ وَجَهْلٌ بِمَقَاصِدِ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَالسَّلَفِ الْمَاضِينَ۔

(إعلام الموقعين عن رب العالمين-ط العلمية (ابن القيم)، ج2 ص66)

ترجمہ: منقولات پر ہمیشہ جمود اختیار کرنا دین میں گمراہی کا پیش خیمہ ہے اور علمائے مسلمین اور اسلاف کے مقاصدِ شرعیہ کے فہم سے جہالت کا ثبوت ہے۔

نوٹ: اس موضوع کی تیاری میں مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

14 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر حدیث کی مخالفت کے الزام کا جواب غیر مقلد عالم یحییٰ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے

غیر مقلدین اکثر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پہ الزام لگاتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ احادیث کو رد کرتے تھے یا حدیث کی مخالفت کرتے تھے۔

غیر مقلدین کے اس الزام کا جواب غیر مقلدین کے عالم یحییٰ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "دوام حدیث" میں تفصیل سے دیا ہے۔

یحییٰ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حدیث کے متعلق ان کے اقوال" کا عنوان دے کر لکھتے ہیں کہ "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کو اسی طرح مانتے تھے جس طرح دوسرے ائمہ مانتے ہیں۔۔۔بعض جگہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بعض احادیث کے متعلق الفاظ مروی ہیں کہ یہ حدیث "رجز" یا "ہذیان" ہے۔یہ سراسر غلط ہے۔۔۔ان کی سندیں صحیح نہیں۔۔اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ "امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جو "ضعفاء" میں شمار کیا ہے۔اس کی وجہ یہ نہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ حدیث کو رد کر دیتے تھے، بلکہ اس لئے ضعیف کہا ہے کہ محدثین کو جس قسم کے حافظہ کی ضرورت ہوتی ہے، ان کے خیال میں وہ اس معیار پہ پورے نہیں اترتے۔حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ثقہ کہنے والے جرح کرنیوالوں سے زیادہ ہیں۔۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے متبع ہیں"۔

(دوام حدیث، جلد 1 صفحہ 329 تا 339)

تو یحییٰ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پہ حدیث کی مخالفت اور حدیث کو رد کرنے کا الزام لگانا غلط ہے۔

یحییٰ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حوالہ غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

15 امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ (235ھ) محدث کا دعویٰ

چونکہ غیر مقلدین بعض محدثین بالخصوص صاحب المصنف شیخ بخاری محدث ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ (235ھ) کے حوالہ سے اعتراضات کی تکرار کرتے رہتے ہیں۔اس لیے آیئے دیکھیں کہ محدث امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ (235ھ) کے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر لگائے گئے الزام کی حقیقت کیا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حدیث کی کتاب: "المصنف" ایک باب اس طرح قائم کیا ہے:

كِتَابُ الرَّدِّ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ: هٰذَا مَا خَالَفَ بِهِ أَبُو حَنِيفَةَ الْأَثَرَ الَّذِي جَاءَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(المصنف-ابن أبي شيبة-ت الحوت. ج7 ص277 رقم الكتاب35)

جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے 125 مسائل میں احادیث وآثار کی مخالفت کی ہے۔

عرض یہ ہے کہ محدث امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ (235ھ) نے جن احادیث کی روشنی میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی مخالفت کی ہے، ایک غلط فہمی

کے سوا کچھ نہیں ہے۔ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اگر ان روایات کی روشنی میں کوئی مسئلہ اخذ کیا اور اس سے کوئی فقہی نتیجہ نکالا اور اسے اپنا موقف بنایا، تو اس کا یہ معنیٰ کہاں سے نکل آیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اسی معنیٰ پر رہنا چاہیے تھا، اوران کے لئے جائز نہ تھا کہ وہ ان احادیث کو سامنے رکھ کر کوئی دوسرا موقف اپنائیں۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تو بتایا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے 125 احادیث کی مخالفت کی، مگر یہ نہیں بتایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اپنے موقف پر بھی احادیث موجود تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اگر ان حدیثوں پر عمل نہیں کیا، تو اس کا یہ مطلب کس طرح لیا جا سکتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اپنے موقف پر کوئی حدیث اور اثر موجود نہ تھا۔ کاش کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصول امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے سامنے رکھتے، تو شاید انہیں یہ اعتراض کرنے کی نوبت ہی پیش نہ آتی۔ حافظ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ (اور دوسرے علماء) کی یہ بات صحیح نہیں ہے۔ ان سے اس قسم کی باتیں صادر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصول سمجھنے میں محنت نہیں کی، اور نہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قواعد واصول میں غور وتامل کیا۔ اس لئے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قواعد میں سے ایک یہ ہے کہ خبرِ واحد جب اصول مجمع علیہا کے مخالف ہو، تو وہ قابلِ قبول نہیں۔ کما ذکرہ الحافظ ابن عبدالبر المالکی رحمۃ اللہ علیہ۔ (الخیرات الحسان ص162۔ طبع: مدنی کتب خانہ، پشاور)

ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بعد ازاں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے اور بتایا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان روایات کو کیوں قابلِ استدلال نہ جانا، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ موقف کیوں نہیں اپنایا جو امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ کاش کہ وہ اس پر غور کر لیتے تو وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر مخالفتِ حدیث کا الزام نہ لگاتے۔ غیر مقلدین اس بات کا تو بڑا پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراضات اور الزامات درست ہیں، مگر وہ نہیں بتاتے کہ امام محی الدین عبدالقادر القرشی المصری رحمۃ اللہ علیہ (775ھ) نے "الدرر المنيفة في الرد على ابن أبي شيبة فيما أورده على أبي حنيفة" میں اس کا بڑا

عالمانہ جواب دیا ہے پھر محدث اور فقیہ علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ (879ھ) نے "الأجوبة المنيفة عن إعتراضات إبن أبي شيبة على أبي حنيفة" کے نام سے اس کا فاضلانہ جواب لکھا۔ صاحب سیرت شامیہ علامہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (942ھ) نے بھی اس کے جواب میں ایک مستقل کتاب لکھنی شروع کی تھی، اور اس کا ایک حصہ لکھ بھی لیا تھا، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کی اس لئے تکمیل نہ کر پائے کہ ان دنوں آپ رحمۃ اللہ علیہ سیرتِ شامیہ کی تکمیل میں مصروف تھے۔ (دیکھئے عقود الجمان ص ۴۰۳)

علامہ مصطفی بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ و بکاتب چلپی رحمۃ اللہ علیہ (1067ھ) نے کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون میں "الرد علی من رد علی أبی حنیفۃ" نامی ایک اور کتاب کا بھی ذکر کیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

الرد، على من رد على أبي حنيفة. وافتخر به، وجعله بابا في كتابه، وهو الحافظ: أبو بكر بن أبي شيبة. فشرع الراد في تحرير مسائله أولا مع أدلته، ثم تقرير أصل المسألة مع أجوبته، في مختصر. أوله: (الحمد لله الذي هدانا إلى الصراط المستقيم ... الخ)

(كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون-ط: إسطنبول، ص840)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر مولانا احمد حسن سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "الاجوبة اللطيفه عن بعض رد ابن ابی شيبة على أبي حنيفة" کے نام سے اس کا جواب لکھا، لیکن اس میں صرف چند اعتراضات کے جوابات دئے گئے ہیں۔

عرب کے معروف فاضل علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ (1371ھ) نے "النكت الطريفة في التحدث عن ردود إبن أبي شيبة على أبي حنيفه" میں امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان الزامات پر بڑی عالمانہ اور شاندار گفتگو فرمائی ہے۔

اسی سلسلہ کی جلد نمبر 10 "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ" بھی ایک حقیر سی کوشش ہے۔

محدث جلیل علامہ عبدالرشید نعمانی ؒ لکھتے ہیں:

"امام ابن ابی شیبہ ؒ کے اس باب ہی کو لے لیجئے اور جن ائمہ حدیث نے اس کا جواب لکھا ہے وہ بھی اٹھا لیجئے اور پھر خود فیصلہ کیجئے کہ ان مسائل میں امام ابوحنیفہ ؒ کا مذہب حدیث کے مخالف ہے یا ابن ابی شیبہ ؒ کے مذہبِ فقہی کے"۔

(ابن ماجہ اور علم حدیث ص48)

ان جلیل القدر محدثین نے دلائل سے یہ بات واضح کر دی ہے کہ محدث ابوبکر بن ابی شیبہ ؒ کے اعتراضات میں کوئی وزن نہیں ہے۔ یہ غلط فہمی کی پیداوار ہیں۔ نیز دوسرے علماء نے بھی امام ابن شیبہ ؒ کے ان اعتراضات کی حقیقت کھولی ہے جس سے یہ بات واضح ہے کہ امام صاحب ؒ پر مخالفتِ حدیث کا الزام درست نہیں ہے۔ اب ذرا ان الزامات کی حقیقت دیکھئے۔ علامہ محمد زاہد بن الحسن الکوثری ؒ (1371ھ) لکھتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ ؒ پر کئے جانے والے 125 اعتراضات میں سے ان مسائل میں نصف تعداد (51) وہ ہیں جن میں احادیثِ مختلفہ دونوں طرف موجود ہیں، یعنی ان میں مختلف احادیث موجود ہیں۔ اب کسی مجتہد نے ایک حدیث لی ہے، کسی نے دوسری کو اختیار کیا ہے، کیونکہ حدیث کو قبول کرنے کی شرائط اور وجوہِ ترجیح ہر مجتہد کی الگ الگ ہیں۔ لہٰذا کسی مجتہد پر یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا کہ اس نے صریح حدیث کی مخالفت کی ہے۔ اس لیے کہ مسائلِ اجتہادیہ میں کوئی بات حتمی نہیں ہوتی۔

(ان مسائل کے تعداد 51 ہیں، جن کے نمبر یہ ہیں: 1، 3، 6، 11، 18، 22، 23، 24، 25، 26، 28، 30، 33، 34، 37، 39، 40، 48، 49، 51، 55، 56، 59، 60، 66، 68، 73، 75، 78، 79، 80، 83، 85، 88، 91، 96، 97، 98، 99، 100، 101، 102، 105، 107، 110، 112، 114، 119، 124، 125)

ان مسائل کے دوسرے حصہ کو ہم پانچ حصوں میں تقسیم کریں گے:

(1) یہ وہ مسائل ہیں جن میں امام اعظم ؒ نے خبرِ واحد کو ترک کر کے نصِ قرآنی پر فتویٰ

دیا ہے۔

(ان کی تعداد پانچ (5) ہے، ان کے ارقام یہ ہیں: 15، 27، 32، 45، 118)

(2) بعض وہ مسائل ہیں جن میں خبرِ مشہور اور غیر مشہور دونوں تھیں، آپ ؒ نے خبرِ مشہور کو ترجیح دی ہے، اُن میں سے آپ ؒ نے قوی دلائل کو اختیار کیا ہے۔

(یہ پندرہ (15) مسائل ہیں، جن کے ارقام یہ ہیں: 9، 13، 14، 20، 36، 39، 41، 42، 52، 82، 90، 93، 94، 103، 104)

(3) بعض مسائل میں فہمِ حدیث کا فرق ہے اور یہی وہ مسائل ہیں جن میں امام اعظم ؒ کی دقتِ نظر آشکارا ہوتی ہے جو انہی کا حصہ ہے۔

(ان کی تعداد بتیس (32) ہے، جن کے رقم نمبر یہ ہیں: 2، 4، 5، 7، 8، 10، 12، 16، 17، 29، 31، 35، 38، 43، 44، 47، 50، 53، 54، 57، 58، 61، 62، 65، 70، 71، 72، 74، 81، 84، 86، 89، 95، 109، 111، 113، 120، 122)

(4) اس حصہ میں ہم بر سبیل تنزل یہ مان لیتے ہیں کہ ان مسائل میں امام اعظم ؒ سے سہو ہوا ہے۔

(ان کی تعداد تین (3) ہے، ان کے رقم نمبر یہ ہیں: 19، 46، 121)

(5) امام ابن ابی شیبہ ؒ نے جو رائے امام اعظم ؒ کی طرف منسوب کی ہے، وہ غلط ہے، وہ آپ ؒ کی رائے نہیں ہے جس پر ہمارے اصحاب کی کتب شاہد ہیں۔

(ان کی تعداد پندرہ (15) ہے، ان کے رقم نمبر یہ ہیں: 39 **(والخطأ في العزو فيها من وجه)**، 44 **(ولم يُنبّه المؤلّف (الكوثري) على خطأ العزو فيها)**، 63، 67، 69، 76، 77، 87، 92، 102 **(والخطأ في العزو فيها من وجه)**، 106، 108، 115، 116، 117)

(النكت الطريفة في التحدث عن ردود ابن أبي شيبة على أبي حنيفة ص64، 65)

اب وہ مسائل جن کے بارے میں علی سبیل التنزل یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام صاحب ؒ سے ان میں خطا ہوئی ہے جن کی نسبت امام صاحب ؒ کے مدونہ مسائل کی

کثرت کے اعتبار سے صفر کے قریب ہوتی ہے، کیونکہ ان کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار(1270000) تک بیان ہوئی ہے۔ گویا ایک لاکھ میں ایک مسئلہ غلط ٹھہرا۔ اور یہ کون کہہ سکتا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ معصوم تھے۔ (انوار الباری ج1 ص230)

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ اس بحث میں لکھتے ہیں:

"امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بزعمِ خود یہ دعویٰ کیا ہے کہ ایک سو پچیس (125) مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث و آثار کی مخالفت کی ہے، لیکن اس کی حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ امام بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فہم سے جو کچھ احادیث سے سمجھا ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فہم و تفقہ کو اس سے متصادم پاتے ہوئے حدیث کی مخالفت کی بھیانک شکل میں پیش کر دیا۔ بالفاظِ دیگر ان دونوں بزرگوں کے درمیان تفقہ اور اس کے طریقِ کار کا اختلاف ہے۔ گویا یوں کہہ لیجئے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مذہب کے خلاف کیا ہوئے بلکہ ان کے زعم میں حدیث ہی کے مخالف ہو گئے (معاذ اللہ) اور اس سے بڑھ کر اس کی اور کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (مقام ابی حنیفہ ص299)

اب ذرا اس پہلو پر بھی غور کیجئے کہ محدث ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے المصنف میں کل کتنی احادیث و آثار نقل کئے ہیں؟ اس کتاب میں 37943 احادیث و آثار ہیں۔

(تقديم وضبط: كمال يوسف الحوت: الناشر: (دار التاج - لبنان)، (مكتبة الرشد-الرياض)، (مكتبة العلوم والحكم-المدينة المنورة)

دوسرے نسخہ جس کے المحقق: سعد بن ناصر بن عبد العزيز أبو حبيب الشثري (الناشر: دار كنوز إشبيليا للنشر والتوزيع، الرياض - السعودية) ہیں، اس میں کل تعداد 40754 ہے۔

دار القرطبہ لبنان نے شیخ محمد عوامہ کی تحقیق کے ساتھ جو المصنف شائع کیا ہے اس میں احادیث و آثار کی کل نمبر 39098 لکھے ہیں۔ اگر امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے 125 احادیث کی مخالفت کی ہے، تو سوال

پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے باقی 38973 احادیث و آثار پر عمل نہیں کیا؟ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ باقی 38973 میں سے کسی ایک اور حدیث واثر کی مخالفت کرتے، تو پھر یہ تعداد 125 کے جائے 126 ہوتی، مگر یہ تعداد 125 ہی ہے۔ اس سے زیادہ نہیں ہے۔ کیا ہمارے غیر مقلد دوست اس پر غور کریں گے؟

جامعہ دمشق کے شعبہ فقہ اسلامی کے صدر معروف عالم ڈاکٹر مصطفی سباعی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"محدث ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "مصنف" میں ایک باب باندھا ہے جس میں وہ مسائل گنائے ہیں جن میں (ان کے خیال میں) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے احادیثِ صحیحہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ ان کی تعداد 125 ہے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تنقید صحیح ہے، تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے علاوہ جو مسائل منقول ہیں، وہ حدیث کے موافق ہیں، اور جو مسائل آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں ان کی تعداد تراسی ہزار (83000) بتائی جاتی ہے۔ بعض روایات کے مطابق ان کی تعداد لاکھوں پہنچتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے جن مسائل کو خلافِ حدیث بتایا ہے، ان کے علاوہ لاتعداد دیگر مسائل کو وہ موافقِ حدیث قرار دیں گے یا نہیں؟ قطع نظر اس سے کہ کوئی حدیث مروی ہو یا نہ ہو۔ اگر ان سب یا بعض کے بارے میں احادیث منقول ہوں گی، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سینکڑوں بلکہ ہزاروں احادیث موجود ہیں، اور اگر ان مسائل میں سے کسی کے بارے میں بھی کوئی حدیث منقول نہ ہو، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ احادیث کی تعداد ایک 125 سے زائد نہیں ہے، حالانکہ ائمۂ اہلِ اسلام اور محدثین میں سے کوئی شخص بھی اس کا قائل نہیں ہے۔

(السُّنَّةُ وَمَكَانَتُهَا فِي التَّشْرِيعِ الإِسْلَامِي۔ تَأْلِيفُ الدُّكْتُور الشَّيْخ مُصْطَفَى السِّبَاعِي ص450- مترجم ص580)

اس تفصیل سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مخالفتِ حدیث کا بایں معنیٰ

اعتراض حضور ﷺ کی احادیث کے مقابلہ میں رائے اور قیاس پر عمل پیرا رہے، کسی صورت درست نہیں ہے۔ اگر ہم امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی 125 روایات سے یہ بات مان بھی لیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے مخالف تھے، تو پھر یہ اعتراض صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر نہیں رہے گا، دیگر ائمہ مجتہدین اور فقہائے عظام بھی اس الزام کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ کیا دیگر ائمہ سے ایسے مسائل نہیں ملتے جن سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیث کے خلاف ہیں، اور محدثین اور علمائے دینِ متین نے اس کی نشاندہی بھی کی ہے۔ کیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں نہیں کہا گیا کہ انہوں نے حدیثِ نبوی کی مخالفت کی ہے؟

16 امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفتِ حدیث؟

امام محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ (159ھ) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (179ھ) کے ہمعصر بزرگ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے مشہور محدث اور فقیہ تھے۔ حق بات کہنے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر اس لئے تنقید کرتے تھے کہ ان کے خیال میں آپ رحمۃ اللہ علیہ حدیثِ نبوی کے بجائے عملِ اہلِ مدینہ، ان کے اجماع یا اپنی رائے پر عمل کرتے تھے۔

محدثِ جلیل حافظ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) ایک مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "امام ابن ذئب رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اس لئے اپنی تنقید کا نشانہ بنایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے ہوتے ہوئے اس پر عمل نہ کرتے تھے"۔

وَقَدْ كَانَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ وَهُوَ مِنْ فُقَهَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فِي عَصْرِ مالك ينكر على مالك اختباره تَرْكَ الْعَمَلِ بِهِ.

(التمهيد-ابن عبدالبر-ط المغربية، ج14 ص9،10)

مفسر شہیر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (774ھ) آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وَرُبَّمَا أَنْكَرَ عَلَى مَالِكٍ فِي تَرْكِهِ الْأَخْذَ بِبَعْضِ الْأَحَادِيثِ، لِمَآخِذَ كَانَ

يَرَاهَا مَالِكٌ مِنْ إِجْمَاعِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَغَيْرِ ذَٰلِكَ مِنَ الْمَسَالِكِ.

(البداية والنهاية التركي (ابن كثير)، ج13 ص480)

ترجمہ: بسا اوقات انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بعض باتوں پر اعتراضات کئے ہیں کہ انہوں نے بعض احادیث سے حجت پکڑنے کو ترک کیا ہے جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان احادیث کو اہلِ مدینہ کے اجماع کے نقطۂ نظر سے دیکھتے تھے۔ اس قسم کے اور بھی مسائل ہیں (جس میں انہوں نے احادیث کے بجائے اہلِ مدینہ کے اجماع کو سامنے رکھا تھا)۔

حضرت امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ (175ھ) کی علمی جلالت سے کون ناواقف ہوگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے ستر (70) مسائل کی نشاندہی کی ہے جس کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی سنت کے خلاف ہیں اور پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نام خط لکھ کر ان مسائل کی نشاندہی بھی کی تھی۔

حافظ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ ذَكَرَ يَحْيَى بْنُ سَلَّامٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ غَانِمٍ فِي مَجْلِسِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْأَغْلَبِ يُحَدِّثُ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّهُ قَالَ: "أَحْصَيْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ سَبْعِينَ مَسْأَلَةً، كُلُّهَا مُخَالِفَةٌ لِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِمَّا قَالَ فِيهَا بِرَأْيِهِ. قَالَ: وَلَقَدْ كَتَبْتُ إِلَيْهِ أَعِظُهُ فِي ذَٰلِكَ.

(جامع بيان العلم وفضله (ابن عبدالبر)، ج2 ص1080 رقم 2105)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر اسی پہلو سے جرح کی تھی۔ محدث جلیل حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بحث میں لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تردید میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ ان کے بہت سے مسائل احادیث کے خلاف ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے مناقب الشافعی میں اس کتاب کا دیباچہ نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حزم اندلسی رحمۃ اللہ علیہ جو اربابِ ظواہر کے امام ہیں، اپنی کتاب: "مراتب الديانة" میں لکھتے ہیں کہ موطا مالک

میں ستر (70) سے زیادہ ایسی حدیثیں ہیں کہ جن پر خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عمل نہیں کیا ہے۔ (تدریب الراوی ص23)

بعض مغاربہ نے ایک مستقل کتاب میں ان مسائل کو جمع بھی کر دیا ہے کہ جن میں مالکیہ کا عمل موطا کی احادیث کے صریحاً خلاف ہے۔

(تعجیل المنفعۃ لابن حجر عسقلانی ص4)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خبر ملی کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث: "البیعان بالخیار" پر عمل کے قائل نہیں ہیں۔ تو انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اسے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اگر اس حدیث کے ظاہر پر عمل نہیں کیا، یا اس کو قابلِ استدلال نہیں سمجھا، تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس حدیث کو منسوخ سمجھتے ہوں، یا ان کے پاس اس کی کچھ دوسری وجوہات ہوں۔ اس لئے اس قسم کے بیانات سے صرفِ نظر کر لینا چاہیئے۔ امام ابن ذئب رحمۃ اللہ علیہ کی اس سخت تنقید سے نہ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی علمی جلالت میں کوئی کمی آتی ہے، اور نہ ہی علماء نے اس تنقید کی وجہ سے ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ کو طعن کا نشانہ بنایا ہے۔ یہ دونوں بزرگ اپنے زمانے میں مدینہ منورہ کے عالم تھے۔

وَبِكُلِّ حَالٍ فَكَلَامُ الْأَقْرَانِ بَعْضِهِم فِي بَعْضٍ لَا يُعَوَّلُ عَلَى كَثِيرٍ مِنْهُ فَلَا نَقَصَتْ جَلَالَةُ مَالِكٍ بِقَوْلِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ فِيهِ، وَلَا ضَعَّفَ الْعُلَمَاءُ ابْنَ أَبِي ذِئْبٍ بِمَقَالَتِهِ هَذِهِ بَلْ هُمَا عَالِمَا الْمَدِيْنَةِ فِي زَمَانِهِمَا رضى الله عنهما. وَلَمْ يُسْنِدْهَا الْإِمَامُ أَحْمَدُ فَلَعَلَّهَا لَمْ تَصِحَّ.

(سیر أعلام النبلاء-ط الحدیث (شمس الدین الذهبي) ج6 ص564)

ہم بھی یہی بتانا چاہتے ہیں کہ محدث ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خیال کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی مخالفت کی ہے۔ اس سے نہ تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت اور امامت میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے، اور نہ اس سے امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں

فرق آتا ہے۔ ضروری نہیں کہ محدث ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث سے جو رائے اختیار کریں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بھی اس رائے کو قبول کرنا لازم ٹھہرے۔ تاہم یہ بات کسی کے لئے قبول نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو محض اس لئے طعن کا نشانہ بنایا جائے کہ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر تنقید کی تھی جیسا کہ غیر مقلد علماء کرتے ہیں۔

17 امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ (204ھ) کی مخالفتِ حدیث؟

حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مصر کے مشہور فقیہ اور محدث تھے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی رہ چکے ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام: " الرد على الشافعي فيما خالف فيه الكتاب والسنة" یعنی ان مسائل میں شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا رد کہ جن میں ان سے کتاب وسنت کے خلاف ہوا ہے۔ (طبقات الشافعیہ ج1 ص224)

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"جس طرح امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو ستر (70) حدیثوں کا مخالف بتایا ہے، اور حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ستر (70) سے زائد حدیثوں کا تارک گردانا ہے، یا جس طرح امام محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا مخالف گردانا ہے۔ (اور ان کے رد میں ایک کتاب: الرد على الشافعي وما خالف فيه الكتاب والسنة نامی لکھی ہے) (مقام ابی حنیفہ ص299)

18 حدیث کو بلا وجہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے رد نہیں کیا

اس سے ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ العیاذ باللہ تعالیٰ یہ سب ائمۂ حدیث کی مخالفت کرتے تھے۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ اگر ایسا کرتے، تو ان کی امامت تو کیا، خود ان کے اسلام پر کلام

ہوتا۔ ان حضرات سے اگر کہیں یہ بات ملے کہ انہوں نے کسی حدیث کو ترک کیا ہے، تو ان کے پاس اس ترک کے کئی مضبوط وجوہات اور دلائل ہوں گے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی حدیث کو سرِ عام مسترد کر دے، اور تمام مکاتبِ فکر کے معروف اور ممتاز علماء اور فقہاء پھر بھی اس کی جلالتِ علمی اور امامت کی تعریف کریں، اور اسے تقریری اور تحریری طور پر بھرپور خراجِ تحسین پیش کریں، اور امت کی ایک بہت بڑی تعداد اب تک اسے دین میں اپنا امام سمجھے، اس کی دینی بصیرت پر بھرپور اعتماد رکھے، اور اس کی پیروی میں چلنا دین پر ہی چلنا جائے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) جامع بیان العلم میں لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو عُمَرَ: "لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ عُلَمَاءِ الْأُمَّةِ يُثْبِتُ حَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، ثُمَّ يَرُدُّهُ دُونَ ادِّعَاءِ نَسْخِ ذٰلِكَ بِأَثَرٍ مِثْلِهِ أَوْ بِإِجْمَاعٍ أَوْ بِعَمَلٍ يَجِبُ عَلَى أَصْلِهِ الِانْقِيَادُ إِلَيْهِ أَوْ طَعْنٍ فِي سَنَدِهِ، وَلَوْ فَعَلَ ذٰلِكَ أَحَدٌ سَقَطَتْ عَدَالَتُهُ فَضْلًا عَنْ أَنْ يُتَّخَذَ إِمَامًا وَلَزِمَهُ اسْمُ الْفِسْقِ، وَلَقَدْ عَافَاهُمُ اللهُ عز وجل مِنْ ذٰلِكَ.

(جامع بیان العلم وفضلہ (ابن عبدالبر)، ج2 ص1080، 1081)

ترجمہ: علمائے امت میں سے کسی کو یہ حق نہیں کہ ایک حدیث کو حضور ﷺ سے ثابت مانتے ہوئے پھر اس کو بغیر ادعاء نسخ کے رد کر دے، خواہ اس نسخ کے ثبوت میں اسی درجہ کی حدیث پیش کرے، یا اجماع کو، یا کسی ایسے عمل کو کہ جس کا تسلیم کرنا اس کے اصول پر ضروری ہے، یا پھر اس حدیث کی سند میں طعن کو ملامت کرے، ورنہ اگر یونہی رد کر دے، تو اس کا امام بنانا تو درکنار، اس کی عدالت ہی سرے سے ساقط ہو جائے گی اور فسق کا گناہ اس پر عائد ہو جائے گا۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (728ھ) کا فرمان دوبارہ ملاحظہ فرمائیں:

"خوب سمجھ لو کہ جو ائمہ امت میں قبولِ عام کا درجہ حاصل کر چکے ہیں، ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ سنت سے بھی گریز اور حضور اکرم ﷺ کی

مخالفت کی جرات کرے، کیونکہ ان سب کے نزدیک ہر شخص کا قول متروک و مردود ہو سکتا ہے، بجز رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل کے کہ آپ ﷺ کی پیروی کو وہ پورے وثوق کے ساتھ واجب سمجھتے ہیں۔ بنابریں اگر ان میں سے کسی کا کوئی ایسا قول ملے جو کسی حدیثِ صحیح کے خلاف ہو، تو ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ اس ترکِ حدیث میں ان کا کوئی نہ کوئی عذر ضرور موجود ہوگا"۔ (رفع الملام عن الأئمة الأعلام، ص8، 9)

محدثِ جلیل حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (1420ھ) لکھتے ہیں:

"بات یہ ہے کہ یہ اجتہادی مسائل ہیں اور ان میں ضروری نہیں کہ جو روایت ایک کے نزدیک قابلِ قبول ہو، وہ دوسرے کے نزدیک بھی ہو۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے علم میں اس کی سند میں کوئی خرابی موجود ہو، یا اس کی تحقیق میں وہ منسوخ ہو، یا پھر اس کے ذہن میں اس کی کوئی اور توجیہ ہو"، (یا وہ کسی دوسری حدیث کو اپنا مستدل بنا رہا ہو۔ ناقل)۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث ص47 حاشیہ)

سو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اپنے موقف پر قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے اور اگر ان میں سے کوئی بات واضح نہ ہو پائی تو جس طرح دیگر ائمہ نے قیاسِ شرعی سے کام لیا اور مسئلہ واضح کیا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی اصول پر عمل پیرا ہوئے تھے۔

حاصل یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مخالفت حدیث کا الزام لگانا کسی صورت درست نہیں ہے۔ حضرت مولانا منصور علی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"ہر امام کا ماخذ قرآن اور حدیث ہے۔ اگر ایک امام مجتہد نے ایک حدیث سے اخذ کیا ہے تو دوسرے امام مجتہد کا ماخذ دوسری حدیث ہے۔ غرض کوئی امام مخالف قرآن اور حدیث کے نہیں کہتا، اور کسی کو ان پر طعن کرنا نہیں پہنچ سکتا، اور اگر ایسی ہی مخالفت موردِ الزام ہے جیسا کہ یہ (غیر مقلدین) کہتے ہیں تو کوئی متقدمین ومتاخرین سے ایسا نہیں کہ من وجہ مخالفت حدیث کی اس سے نہ ہوئی، بلکہ جو لوگ ان پر طعن کرتے ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ سب سے زیادہ حدیث کے مخالف ہیں"۔

(فتح المبین فی کشف عقائد غیر المقلدین ص 18)

غیر مقلدوں کے خواص اور ان کے عوام کو اگر اب بھی ہماری ان گذارشات سے اتفاق نہیں، اور دن رات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مخالفتِ حدیث کا الزام دھرنے کا بھوت ہی سوار ہے، تو پھر وہ کم از کم اپنے ہی شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (1320ھ) کا درجِ ذیل بیان ضرور ملاحظہ کر لیں جو انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں دیا ہے۔ شاید ان میں سے کسی کو عبرت حاصل ہو، اور امت کے ایک جلیل القدر اور عظیم المرتبت امام کے بارے میں وہ آئندہ بدکلامی اور گستاخی سے باز آجائے۔ موصوف کہتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عمداً کسی حدیث کی مخالفت نہیں کی، اور اگر کسی جگہ خلاف نظر آتا ہے، تو یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے اس کے مقابل کسی دوسری حدیث پر عمل کیا، جو ان کے نزدیک زیادہ صحیح اور رائج ہے"۔

(عبقات من باب الاستفسارات ج 2 ص 136 حوالہ معیار الحق ص)

باب 11

الزامِ قلتِ حدیث اور تنقیصِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مشتمل اقوال کی حقیقت اور اعتراضات کے جوابات

1 فتویٰ دینے والے مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

مخالفین اور حاسدین قلتِ روایت کی آڑ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث دانی اور فقہی قدر و منزلت کو مجروح کر کے حنفیت کا راستہ روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر قلتِ روایت کوئی عیب نہیں اور نہ یہ کوئی عار کی بات ہے اور نہ قلتِ روایت، قلتِ علم اور قلتِ فقہ و اجتہاد کو مستلزم ہے۔

خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے 545 روایات مروی ہیں، حالانکہ وہ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے اور تمام زندگی بارگاہِ نبوت میں باریاب رہے۔

خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے 586 روایات منقول ہیں، حالانکہ وہ پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش اور تربیت میں رہے، اور چوبیس سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوت و جلوت کے رفیق رہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو 22 سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی رفاقت اور خدمت حاصل رہی، مگر اس کے باوجود ان کے مرویات کی تعداد 848 ہے۔

دراصل بات یہ ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ براہِ راست حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کر کے روایات بیان کرنے میں حد درجہ محتاط رہتے تھے کہ مبادا نقلِ روایت میں کوئی فرق ہو جائے، اور وعید کے مستحق ٹھہریں۔ اس لیے بہت کم روایات ان سے مروی ہیں۔ مگر ان حضرات نے اپنے حدیث کی وافر معلومات کو مسائل اور فتاویٰ کی صورت میں بیان کیا، جیسا کہ الاصابۃ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ سے ایک مستقل ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے۔

(الإصابة في تمييز الصحابة، ج1 ص89۔ المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (ت 852ھ)۔ تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود وعلى محمد معوض۔ الناشر: دار الكتب العلمية-بيروت۔ الطبعة: الأولى-1415ھ)

2 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی راہ چلے

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شرکائے تدوینِ فقہ نے بھی حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق کو اختیار کیا۔ ظاہری الفاظ کا تتبع، روایتی اعتبار سے حدیث کے ضعیف وقوی ہونے کا معیار اور ناسخ ومنسوخ اور آخری عمل کی تحقیق کیے بغیر صرف نقلِ روایت کے بجائے انھوں نے مذکورہ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مستحکم، جامع اور محتاط طریقہ کو اختیار کیا۔ احادیث کے ساتھ ساتھ آثار اور فتاویٰ اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تعامل کی تلاش وجستجو کی اور معانی حدیث کی تعیین میں ان سے مدد لی۔ فقہ حنفی کی یہ فضیلت اور فضل وتفوق، حاسدین ومعاندین اور متعصبین ومخالفین کے لیے وجہ حسد ومخالفت بن گئی۔ جب کچھ نہ بن پڑا، تو قلتِ روایت کا الزام دھر دیا۔

اس کے علاوہ محققین نے قلتِ روایت کے اشکال سے ایک دوسرا جواب دیا ہے کہ احادیث کی دو قسمیں ہیں:

ایک وہ قسم جن کا تعلق احکام سے ہے، اور دوسری قسم وہ ہے جن کا تعلق احکام سے نہیں۔ دوسری قسم کی روایات میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور فقہاء حد درجہ محتاط رہے ہیں، بلکہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے ان کی روایت سے اجتناب کیا ہے اور دوسروں کو بھی منع کیا ہے۔

پہلی قسم کی احادیث جن کا تعلق احکام سے تھا، جن کا جاننا اور ان پر عمل کرنا ضروری تھا۔ لہٰذا ان سے نہیں روکا گیا، بلکہ ان کی روایت کی تاکید کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے، تو انھوں نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احادیث کی روایت کم کرو، بجز اُن احادیث کے جن کی عمل کے لیے ضرورت ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَاللهِ! مَا مِنْ حَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَكُمْ فِيهِ خَيْرٌ إِلَّا حَدَّثْتُكُمُوهُ. (مسلم رقم 47-29)

ترجمہ: جن احادیث میں تم لوگوں کا دینی فائدہ تھا، وہ سب میں نے تم سے بیان کر دی ہیں۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تشریح نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

قَالَ الْقَاضِي عِيَاضٌ رحمه الله: "فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ كَتَمَ مَا خَشِيَ الضَّرَرَ فِيهِ وَالْفِتْنَةَ مِمَّا لَا يَحْتَمِلُهُ عَقْلُ كُلِّ وَاحِدٍ وَذٰلِكَ فِيمَا لَيْسَ تَحْتَهُ عَمَلٌ وَلَا فِيهِ حَدٌّ مِنْ حُدُودِ الشَّرِيعَةِ. قَالَ: وَمِثْلُ هٰذَا عَنِ الصَّحَابَةِ رضى الله عنهم كَثِيرٌ فِي تَرْكِ الْحَدِيثِ بِمَا لَيْسَ تَحْتَهُ عَمَلٌ وَلَا تَدْعُو إِلَيْهِ ضَرُورَةٌ أَوْ لَا تَحْمِلُهُ عُقُولُ الْعَامَّةِ أَوْ خُشِيَتْ مَضَرَّتُهُ عَلَى قَائِلِهِ أَوْ سَامِعِهِ.

(المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، ج1 ص229۔ المؤلف: أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (ت 676ھ)۔ الناشر: دار إحياء التراث العربي -

بیروت۔الطبعة: الثانية،1392ھ)

ترجمہ حضرت عبادہ ؓ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے وہ روایات بیان نہیں کیں، جن سے مسلمانوں کے کسی ضرر یا فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوتا تھا، یا جن کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا تھا، اور یہ وہ روایات تھیں جن کا تعلق احکام سے یا کسی حد سے نہ تھا۔ ایسی احادیث کا روایت نہ کرنا کچھ حضرت عبادہ ؓ سے مخصوص نہیں بلکہ ایسا کرنا دوسرے صحابہ ؓ سے بھی بہت زیادہ ثابت ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ ؒ نے بھی حضرات خلفائے راشدین ؓ اور فقہاء صحابہ ؓ کے ارشادات کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف وہی احادیث روایت کیں جن کا تعلق احکام سے تھا۔

3 شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ کا فیصلہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ کا نام لینا اور اُن سے انتساب کرنا آسان ہے، مگر اُن کی بات مان جانا بعض کج باطنوں کے لیے آزمائش اور امتحان ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ نے حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت علی ؓ، حضرت ابن مسعود ؓ کو قلتِ روایت کے باوجود مکثرینِ صحابہ ؓ میں شمار کیا ہے۔ آپ ؒ تحریر فرماتے ہیں:

جمہور محدثین نے مکثرینِ صحابہ ؓ آٹھ شخصیتیں قرار دی ہیں: حضرت ابوہریرہ ؓ، حضرت عائشہ صدیقہ ؓ، حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ، حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ، حضرت انس ؓ، حضرت جابر ؓ اور حضرت ابوسعید خدری ؓ۔ اور متوسطین میں سے حضرت عمر ؓ، حضرت علی ؓ اور حضرت ابن مسعود ؓ کو شمار کیا ہے، لیکن اس فقیر کے نزدیک ان حضرات سے احادیث بڑی کثرت سے موجود ہیں، کیونکہ جو احادیث بظاہر موقوف ہوتی ہیں، وہ بھی حکماً وحقیقتاً مرفوع ہیں، اور ان حضرات سے بابِ فقہ، بابِ احسان اور بابِ

حکمت میں جس قدر ارشادات مروی ہیں، وہ بہت سی وجوہ سے مرفوع کے حکم میں ہیں۔ لہٰذا ان حضرات کو مکثرین کے حکم میں داخل کرنا زیادہ موزوں ہے۔

(ازالۃ الخفاء ص214)

مذکورہ تینوں صحابہ کرام ؓ جن سے 5 سو سے لے کر ایک ہزار سے کم تک احادیث مروی ہیں، اگر ان کو مکثرینِ صحابہ ؓ میں شمار کیا جانا صحیح ہے، تو امام اعظم ابوحنیفہ ؒ جن کی صریح مرفوع احادیث (جو ان کی مسانید وغیرہ میں ہیں) کے علاوہ احادیثِ موقوفہ، مسائل واحکام، آثارِ صحابہ ؓ، تو ہزاروں صفحات میں پھیلے اِن سے مروی ہیں۔ لہٰذا امام ابوحنیفہ ؒ کی طرف قلتِ روایت کی نسبت کسی طرح بھی درست قرار نہیں دی جا سکتی۔

4 حضرت مسروق ؒ اور شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ کی شہادت

جلیل القدر تابعی حضرت مسروق ؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ کی دو شہادتیں ملاحظہ فرمائیں۔ جلیل القدر تابعی حضرت مسروق ؒ فرماتے ہیں:

عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: "شَامَمْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فَوَجَدْتُ عِلْمَهُمُ انْتَهَى إِلَى سِتَّةٍ: إِلَى عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، ثُمَّ شَامَمْتُ السِّتَّةَ فَوَجَدْتُ عِلْمَهُمُ انْتَهَى إِلَى عَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللهِ"۔

(معجم کبیر طبرانی 8513: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ غَيْرَ الْقَاسِمِ بْنِ مَعِينٍ، وَهُوَ ثِقَةٌ: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (نور الدين الهيثمي) رقم 14943-وصوابه ابن معن، فليصحح؛ الفسوي في "المعرفة والتاريخ" 1/ 444-445؛ ابن عساكر في "تاريخ دمشق" 33/ 154-155؛ الذهبي في "السير" 1/ 493؛ الطبقات الكبرى-ط الخانجي (ابن سعد) ج2 ص303؛ إعلام الموقعين عن رب العالمين-ت مشهور (ابن القيم) ج2 ص25)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو گہری نظر سے دیکھا، تو سب کے علوم کا سرچشمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو پایا، اور اس کے بعد پھر زیادہ گہری نظر سے دیکھا، تو ان چھ حضرات کے علوم کا خزانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پایا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے:

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاذ الاستاذ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مذہب کی بنیاد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مسائل وفتاویٰ پر قائم کی۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ علمائے کوفہ کے علوم کا مخزن تھے، اور ان کی فقہ کے اکثر مسائل اصل میں سلف یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، اور حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے وہی مسائل جمع کیے تھے، جن کو مشہور احادیث اور قوی دلائل کی صحیح کسوٹی پر کَس لیا تھا۔

(حجۃ اللہ البالغہ ص149-151)

اسی بحث کی تکمیل کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تحریر فرمایا، اس کا خلاصہ یہ ہے:

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل اور فتاویٰ کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل کیا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قوانین کلیہ سے جزئیات کا حکم دریافت کرنے میں غیر معمولی ملکہ رکھتے تھے۔ فنِ تخریج اور مسائل کی باریکیوں پر اپنی دقیقہ رسی سے پوری طرح حاوی تھے۔ فروعات کی تخریج پر کامل توجہ تھی۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اقران کے اقوال ومسائل کو اگر مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق اور کتاب الآثار امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مرویات سے موازنہ کر کے دیکھو گے، تو چند مسائل کے سوا سب میں اتفاق واتحاد پاؤ گے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص149-151)

5 کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں ''یتیم'' تھے؟

اعتراض 1 خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ میں ہے: امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

كَانَ أَبُو حنيفة يتيماً في الحديث. (تاریخ بغداد وذیولہ ج13 ص417 رقم113)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں ''یتیم'' تھے۔

جواب: حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مداح ہیں۔ اس کی تفصیل اس کتاب کے پہلے، تیسرے اور اس حصے میں بیان ہو چکی ہے۔ امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے اسی سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْفِرَبْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، حَدَّثَنَا علي بن إِسْحَاق، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ المبارك يَقُول كَانَ أَبُو حنيفة في الحديث يقيم. (الكامل في ضعفاء الرجال (ابن عدی) ج8 ص237)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں مضبوط ہیں''۔

معلوم ہوتا ہے کہ اوپر والی روایت کی سند میں کسی راوی کے تساہل، عدمِ توجہ یا کاتب کی عدمِ توجہ کی وجہ سے ''يقيم'' کو ''يتيم'' بنا دیا گیا ہے جو کہ درست نہیں ہے، کیونکہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مداحین میں سے ہیں۔

2 ''یتیماً فی الحدیث'' کا کلمہ تنقیص اور جرح کے لیے نہیں بلکہ کلمۂ مدح ہے کیونکہ محاورہ میں ''یتیم'' کے معنی یکتا، منفرد اور بے مثل کے بھی آتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

كل شئ مفرد يعني نظيره فهو يتيم يقال درة يتيمة۔

ترجمہ: ہر وہ اکیلی چیز جس کی مثال کمیاب ہو، ''یتیم'' ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: درة يتيمة (نایاب موتی)۔

یہ کوئی کلمہ جرح کا نہیں ہے اور نہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس سے تضعیف ثابت ہوتی ہے کیوں کہ یتیم کے معنی محاورہ میں یکتا اور بے نظیر کے بھی آتے ہیں۔

صحاح ج2 ص349 میں ہے:

''وکل شیء مفرد بغیر نظیرہ فھو یتیم درۃ یتیمۃ''۔

ترجمہ ہر وہ چیز جس کا ثانی نہ ہو وہ یتیم کہلاتی ہے۔اس لیے درۃ یتیمہ کہا جاتا ہے۔

قال الاصمعی: "الیتیم: الرملۃ المنفردۃ۔ قال: و کل منفرد و منفردۃ عند العرب یتیم و یتیمۃ"۔

ترجمہ اصمعی ؒ نے کہا: ''یتیم: ریت کے ایک اکیلے ذرہ کو کہتے ہیں''۔اور کہا: ''ہر اکیلی چیز کو یتیم کہا جاتا ہے''۔

پس عبداللہ بن مبارک ؒ کے قول کا یہ مطلب ہوا کہ امام ابوحنیفہ ؒ حدیث میں یکتا اور بے نظیر تھے چنانچہ اس کی تائید خود ابن مبارک ؒ کے دوسرے قول سے ہوتی ہے۔

مناقب کردری ج1 ص229 میں ہے:

عن المبارک قال: "اغلب علی الناس بالحفظ و الفقہ و الصیانۃ و الدیانۃ و شدۃ الورع"۔

ترجمہ ابن مبارک ؒ نے فرمایا: ''امام ابوحنیفہ حفظ، فقہ، علم، پرہیزگاری اور دیانت اور تقویٰ میں سب لوگوں پر غالب تھے''۔

عبداللہ بن مبارک ؒ امام صاحب ؒ کے شاگرد تھے۔انہوں نے حضرت امام اعظم ؒ کی بہت زیادہ تعریفیں کی ہیں۔مناقب موفق ابن احمد مکی ج2 ص51 میں ہے۔سوید بن نصر ؒ کہتے ہیں:

سمعت ابن المبارک یقول: "لا تقولوا رأی ابی حنیفۃ ولکن قولوا تفسیر الحدیث"۔

ترجمہ ابن مبارک ؒ فرماتے تھے: ''یہ نہ کہو کہ یہ امام ابوحنیفہ ؒ کی رائے ہے بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث کی تفسیر ہے''۔

وایضاً فیہ قال: المحروم من لم یکن لہ حفظ من ابی حنیفۃ۔

ترجمہ نیز فرمایا: ''جس نے امام صاحب ؒ سے کچھ حاصل نہیں کیا وہ محروم ہے''۔

وایضاً قال عبداللہ بن المبارک: "ھاتوا فی العلماء مثل ابی حنیفۃ و الا دعونا ولا تعذبونا"۔

ترجمہ عبداللہ بن مبارک ؒ نے فرمایا: ''تمام علماء میں امام ابوحنیفہ ؒ جیسا کوئی عالم پیش کرو ورنہ ہمیں چھوڑ دو اور ہمیں نہ ستاؤ''۔

وایضا قال: "علیکم بالاثر ولابد للاثری من ابی حنیفۃ، یتعرف بہ تاویل الاحادیث و معناہ"۔

ترجمہ نیز فرمایا: ''تمہارے اوپر حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے اور حدیث کے سمجھنے کے لیے امام ابوحنیفہ ؒ کا قول ضروری ہے تاکہ اس کے ذریعہ حدیث کی صحیح تاویل اور معنی معلوم ہو جائیں''۔

اور بہت سے اقوال عبداللہ بن مبارک ؒ کے امام صاحب ؒ کی شان میں شائع اور کتابوں میں مذکور ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ معترض نے جو عبداللہ بن مبارک ؒ کو جارح امام صاحب ؒ سمجھا ہے یہ محض نفس پرستی اور غلط فہمی ہے

باقی امام عبداللہ بن مبارک ؒ تو امام ابوحنیفہ ؒ کے ایسے مداح ہیں کہ ان کی زبان مبارک سے امام صاحب ؒ کے بارے میں ہمیشہ مدح اور منقبت ہی صادر ہوئی ہے۔مثلاً: وہ خود فرماتے ہیں:

افقہ الناس ابوحنیفۃ ما رایت فی الفقہ مثلہ۔

ترجمہ لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ ابوحنیفہ ؒ ہیں، میں نے فقہ میں ان کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔

یہی امام عبداللہ بن مبارک ؒ یہ بھی فرماتے ہیں:

لولا ان اللہ تعالیٰ اغاثنی بابی حنیفۃ وسفیان کنت کسائر الناس۔

ترجمہ اگر اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ ؒ اور امام سفیان ؒ کے ذریعہ میری مدد نہ کرتا تو میں عام

لوگوں کی طرح ہوتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مزید مدح کرتے ہوئے امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان کان الاثر قد عرف واحتیج الی الرائ؛ فرای مالك وسفیان وابی حنیفة وابوحنیفه احسنهم وادقهم فطنة واغوصهم علی الفقه وهوافقه الثلاثة۔

ترجمہ: اگر اثر (حدیث) میں فقہ کی ضرورت پیش آئے تو اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے معتبر ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان سب میں عمدہ اور دقیق سمجھ کے مالک ہیں۔ فقہ کی باریکیوں میں گہری نظر رکھنے والے اور تینوں میں بڑے فقیہ ہیں۔

بلکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ناز کرتے ہوئے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هاتوا فی العلماء مثل ابی حنیفة والا فدعونا ولا تعذبونا۔

ترجمہ: علماء میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مثل لاؤ ورنہ ہمیں معاف رکھو اور کوفت نہ دو۔

ان کے علاوہ کئی اقوال امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت وشان میں امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ میں مختلف کتب میں پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا یتیماً فی الحدیث سے جرح سمجھنا امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی غلطی ہے۔

وروی عن ابن دوما إلی عَلیّ بن إِسْحَاق التِّرْمِذِی قَالَ: قَالَ ابن المبارك: كَانَ أَبُو حنيفة يتيما فی الحديث. هذا بالمدح أشبه منه بالذم فإن الناس قد قالوا درة يتيمة إذا كانت معدومة المثل، وهذا اللفظ متداول للمدح لا نعلم أحدا قال بخلاف، وقيل يتيم دهره، وفريد عصره وإنما فهم الخطيب قصر عن إدراك ما لا يجهله عوام الناس. (تاریخ بغدادوذیوله ج22 ص93)

ترجمہ: حافظ ابوالحسن احمد بن ایبک ابن الدمیاطی رحمۃ اللہ علیہ (م749ھ) فرماتے ہیں:

''یتیماً فی الحدیث'' کا لفظ مدح کے زیادہ مشابہ ہے نہ کہ ذم کے، کیونکہ عام طور پر جب کسی چیز کی مثالیں کم ملتی ہوں، تو لوگ ''درة یتیمة'' کا لفظ بولتے رہتے ہیں اور یہ لفظ عام طور پر رائج ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ کسی نے اس میں اختلاف کیا ہو جیسا کہ یتیمِ دھر اور فریدِ عصر وغیرہ الفاظ بولے جاتے ہیں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی فہم اس بات کو سمجھنے سے قاصر رہی جس سے عوام بھی بے خبر نہیں۔

6 کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں؟

1 مقدمہ ابن خلدون میں ذکر کردہ قول کا تحقیقی جائزہ

اعتراض: تاریخ ابن خلدون میں ہے:

فابو حنيفة يقال بلغت رواية الی سبعة عشر حديثاً۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہنچی ہیں۔

جواب: اس کا جواب بہت واضح ہے کہ علامہ عبدالرحمن بن محمد ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ (م۸۰۸ھ) نے کسی مجہول شخص کا قول نقل کیا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ خود لفظ ''یُقَالُ'' سے تعبیر کرنے میں اس کے ضعف اور باطل ہونے کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔ بلکہ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یوں رد فرمایا ہے:

وقد تقوّل بعض المبغضين المتعسّفين إلی أنّ منهم من كان قليل البضاعة فی الحديث. فلهذا قلّت روايته. ولا سبيل إلی هذا المعتقد فی كبار الأئمّة لأنّ الشّريعة إنّما تؤخذ من الكتاب والسّنّة.

(ديوان المبتدأ والخبر فی تاريخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوی الشأن الأكبر، ص561۔ المؤلف: عبد الرحمن بن محمد بن محمد، ابن خلدون أبو زيد، ولی الدين الحضرمی الإشبيلی (المتوفی: 808ھ)۔ الناشر: دار الفكر، بيروت۔ الطبعة: الثانية، 1408ھ-1988م)

ترجمہ: بغض سے بھرے اور تعصب میں ڈوبے لوگوں نے بعض ائمہ کرام پر یہ الزام لگایا ہے

کہ ان کے پاس حدیث کا سرمایہ بہت کم تھا۔ اسی وجہ سے ان کی روایتیں بہت کم ہیں۔ کبار ائمہ کی شان میں اس قسم کی بدگمانی رکھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں کیونکہ شریعت قرآن وحدیث سے لی جاتی ہے۔

اس صراحت سے معلوم ہوا کہ سترہ حدیثیں روایت کرنے کا الزام وغیرہ محض متعصبین کا تعصب ہے۔ ائمہ حضرات کے دامن اس جیسے الزام سے پاک ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحیح راویات واسانید سے مروی اخبار وآثار بیان کردیے جائیں جن سے امام صاحب ؒ کی حدیث میں وسعتِ اطلاع، وفورِ علم اور جلالتِ شان معلوم ہو۔ چنانچہ:

۱ امام ابوعبداللہ الصیمری ؒ اور امام موفق بن احمد مکی ؒ نے اپنی سند سے امام حسن بن صالح ؒ سے روایت کیا ہے: ”امام ابوحنیفہ ؒ ناسخ منسوخ احادیث کی پہچان میں بہت ماہر تھے۔ حدیث جب نبی اقدس ﷺ یا آپ ﷺ کے اصحاب سے ثابت ہوتو اس پر عمل کرتے تھے اور اہل کوفہ (جو اس وقت حدیث کا مرکز تھا) کی احادیث کے عارف تھے، حضور ﷺ کے آخری فعل کے حافظ تھے۔

۲ امام موفق مکی ؒ سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام ابو یوسف ؒ فرماتے ہیں: ”امام ابوحنیفہ ؒ کے قول کی تقویت میں کبھی مجھے دو احادیث ملتی اور کبھی تین، میں انہیں امام صاحب ؒ کے پاس لاتا، تو آپ ؒ بعض کو قبول کرتے بعض کو نہیں اور فرماتے کہ یہ حدیث صحیح نہیں یا معروف نہیں۔ تو میں عرض کرتا حضرت آپ ؒ کو کیسے پتا چلا؟ تو فرماتے کہ میں اہل کوفہ کے علم کو جانتا ہوں“۔

۳ امام یحییٰ بن نصر بن حاجب ؒ فرماتے ہیں: ”میں امام ابوحنیفہ ؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو ان کا گھر کتابوں سے بھرا ہوا تھا میں نے عرض کیا: ”یہ کیا ہیں؟“۔ فرمایا: ”یہ ساری احادیث ہیں، میں ان سے وہ بیان کرتا ہوں جس سے عوام کو نفع ہو“۔

۴ امام حافظ اسماعیل العجلونی الشافعی ؒ (م 1162ھ) فرماتے ہیں:

(ابو حنیفہ) فھو رضی اللہ عنہ حافظ، حجۃ، فقیہ۔

ترجمہ حضرت امام ابوحنیفہ ؒ حافظ، حجت اور فقیہ ہیں۔

قارئین آپ اندازہ فرمائیں کہ اس قول میں امام صاحب ؒ کو حافظ اور حجت کہا گیا۔ حافظ ایک لاکھ احادیث کی سند ومتن اور احوال رواۃ کے جاننے والے کو کہتے ہیں اور حجۃ تین لاکھ حدیثوں کے حافظ کو کہتے ہیں۔

۵ امام محمد بن سماعہ ؒ فرماتے ہیں: ”امام ابوحنیفہ ؒ نے اپنی تمام تصانیف میں ستر ہزار سے کچھ اوپر احادیث ذکر کی ہیں اور اپنی کتاب الآثار چالیس ہزار احادیث سے انتخاب کر کے لکھی ہے“۔

امام اعظم ؒ پر قلتِ حدیث کا الزام غلط محض ہے۔ آپ ؒ کثیر الحدیث تھے اور اصطلاحِ محدثین میں حافظ وحجت تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور روزِ قیامت اپنے امام ابوحنیفہ ؒ کی معیت اور صحابہ کرام ؓ کی پیروی میں بہشت کے ان اعلیٰ درجات میں جگہ عطا فرمائے جہاں ہمیں نبی اکرم ﷺ کی ہمسائیگی کا شرف نصیب ہو۔ آمین!

اس کی بہت عمدہ اور شافی بحث کے لیے مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

الموسوعه الحديثيه لمرويات الامام ابی حنيفة، ج 1 ص 39 تا 59۔ جمعه واعده وعلق عليه: العلامه المحقق الشيخ لطيف الرحمن البهرائجی القاسمی۔ الناشر: دار الكتب العلمية۔ الطبعة: الأولى 1442ھ-2021م۔ عدد المجلدات: 20۔ عدد الصفحات: 7816۔

7 قراءت شاذہ کتاب منحول اور تکفیرِ امام ابوحنیفہ ؒ

امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کی شخصیت سیاسی، اجتماعی، اخلاقی، علمی، فقہی اور دینی حیثیت سے فضل وتفوق، برتری اور جس امتیاز کی حامل ہے، اسی تناسب سے مخالفین و حاسدین، بعض معاصرین اور تحزب پسند افراد نے آپ ؒ کی مخالفت میں آپ ؒ کی ذات پر کیچڑ اُچھالنے میں جو غضب ڈھایا ہے، اس کی جھلک قارئین اس

کتاب میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ذیل میں ان میں سے چند بے جا خرافات اور ان کے مقابلہ میں واقعاتی حقائق نذرِ قارئین ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قراءتِ سبعہ کے مشہور قاری حضرت عاصم کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے قراءتِ قرآن حاصل کی تھی۔ انہی کی قراءت بروایتِ امام حفص رحمۃ اللہ علیہ اس وقت دنیائے اسلام میں رائج ہے۔لیکن حاسدین نے ان کی طرف یہ مشہور کر دیا جو عام طور پر کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قراءتِ شاذہ کو اختیار کرتے اور روایت کرتے، اور ان میں سے مسائل و احکام کا استنباط کر کے فقہ کی تدوین کرتے رہے۔ دراصل ہوا یوں کہ محمد بن جعفر خزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے قراءتِ شاذہ میں ایک رسالہ مرتب کیا، اور ان میں درج کردہ قراءتِ شاذہ کی نسبت حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کر دی، جس سے بعض مفسرین اور مصنفین کو دھوکہ ہوا۔ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد بطورِ قولِ فیصل "الخیرات الحسان" سے نقل کر دیا جاتا ہے:

ائمہ اور علماء کی ایک جماعت نے جن میں دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ کتاب موضوع (خود ساختہ، من گھڑت) ہے، اور امام ابوحنیفہ سے بری ہیں۔

(الخیرات الحسان ص138)

مخالفین بالخصوص اہلِ حدیث میں سے غالی لوگ کتاب منخول (جس میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کئے گئے ہیں) کی نسبت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کرتے ہیں، علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے الخیرات الحسان میں اس کے بارے میں تصریح فرمائی ہے:

یہ کتاب ایک معتزلی کی تصنیف ہے جس کا نام محمود غزالی رحمۃ اللہ علیہ ہے جو حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نہیں ہے۔

کتاب منخول کو حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرنے والے اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں، جب ان کے سامنے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم کا یہ اقتباس پیش کیا جاتا ہے، جس میں انھوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو عابد و زاہد اور ایک عظیم

عارف باللہ قرار دیا ہے:

وأما أبو حنيفة رحمه الله تعالى فلقد كان أيضاً عابداً، زاهداً، عارفاً بالله تعالى، خائفاً منه، مريداً وجه الله تعالى بعلمه.

(إحياء علوم الدين، ج1 ص28. المؤلف: أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (ت505هـ). الناشر: دار المعرفة-بيروت)

ترجمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عابد، زاہد، عارف باللہ، اللہ سے خوف کرنے والے اور اپنے علم کے ذریعہ اللہ کی مرضی کے طالب تھے۔

باب 12

کیا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر قلتِ عربیت کا الزام درست ہے؟

جب انسان کسی سے متعلق بدظنی اور غلط فہمی کا شکار ہو جائے، تو اس کی معمولی باتیں بھی اسے گناہِ کبیرہ محسوس ہوتے ہیں اور ان کی تشہیر گو یا وہ اپنا دینی فریضہ تصور کرتا ہے۔ یہی حال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے معترضین کا ہے۔ بعض لوگوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے صادر ایک کلمہ "بِأَبَا قُبَيْسٍ" پر اعتراض کیا ہے کہ حرفِ جار کی وجہ سے ان الفاظ کو "بِأَبِيْ قُبَيْسٍ" ہونا چاہئے تھا۔

1 یہ ملحوظ رہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عربی لغت میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ اکابر ائمہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس وصف کا اعتراف کیا ہے۔ ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إن شعر الإمام كان ألطف وأفصح من شعر الشافعي، وجودة الشعر لا تكون إلا بكمال البلاغة۔ (کردری: مناقب الامام الاعظم، 1:59)

ترجمہ بے شک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اَشعار سے زیادہ لطیف اور فصیح تھے اور شعر کی عمدگی کمال بلاغت کے بغیر وقوع پذیر ہو ہی نہیں سکتی۔

2 عربی لغت ونحو کے بڑے بڑے نام امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ حافظ وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ خود گواہی دیتے ہیں: "ماہرِ لغت وعربیت قاسم بن معن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ ہے، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ درس میں بیٹھتے تھے"۔ (خوارزمی: جامع المسانید، 1:33؛ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد، 14:247)

3 علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق بعض قبائلِ عرب کی لغت میں لفظِ "أَب" اگر یائے

متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف مضاف ہو، تو اضافت کے وقت تمام حالتوں (رفعی، نصبی اور جری) میں اس کے ساتھ الف کا استعمال ہوتا ہے۔ امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لغت بنو الحارث بن کعب، زبید، خثعم اور ہمدان کی طرف منسوب کی ہے۔ ابوالخطاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس لغت کی نسبت بنو کنانہ کی طرف کی ہے اور بعض ائمۂ لغت نے بنو العنبر، بنو الجہم اور ربیعہ کے بعض خاندانوں کی طرف اس لغت کو منسوب کیا ہے اور یہی لغت اہلِ کوفہ کی ہے۔

(زاهد الكوثري: تأنيب الخطيب على ما ساقه في ترجمة أبي حنيفة من الأكاذيب: 22)

اہل کوفہ و دیگر قبائل کی لغت میں اس طرح کی کئی مثالیں کتب حدیث میں بھی موجود ہیں۔ جیسا کہ صحیح البخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے: "أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ" کہا (حالانکہ نحو کی رُو سے اِسے "أَبُوْ جَهْلٍ" ہونا چاہیے)۔

(بخاری رقم 3963، 4020؛ مسند احمد رقم 12304)

حافظ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ کی شرح میں ہیں:

وقد وجهت الرواية المذكورة بالحمل على لغة من يثبت الألف في الأسماء الستة في كل حالة كقوله: إن أباها وأبا أباها۔

(فتح الباري بشرح البخاري-ط السلفية (ابن حجر العسقلاني) ج7 ص295)

ترجمہ مذکورہ روایت کی توجیہ اُس لغت پر محمول ہے جو اسمائے ستہ میں ہر حالت میں الف کا استعمال کرتے ہیں، جس طرح کسی شاعر کا کلام ہے: إن أباها وأبا أباها۔ (اسے بھی عربی قاعدے کے مطابق "إن أباها وأبا أبيها" ہونا چاہیے تھا)۔

اسی طرح اہلِ کوفہ: "أَنْتَ أَبُوْ سَعْدَةَ" کی بجائے "أَنْتَ أَبَا سَعْدَةَ" پکارتے۔

(معجم کبیر طبرانی رقم 308)

1 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عربیت پر اعتراض

بعض معاندین نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کو علومِ عربیت میں کمال حاصل نہ تھا۔ غیر مقلدوں کے نواب صدیق حسن خان قنوجی رحمۃ اللہ علیہ کی جسارت دیکھیے۔ نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''التاج المکلل'' میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی فقہ اور ورع کی تعریف کرتے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں:

''ولم یکن یعاب بشیءٍ سوی قلّة العربیة''۔

(التاج المکلل من جواهر مآثر الطراز الآخر والأول (صدیق حسن خان) ص126)

ترجمہ: ان میں کوئی عیب نہیں تھا، سوائے قلّتِ عربیت کے۔

موصوف لکھتے ہیں:

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عربی زبان سے بھی پوری طرح واقف نہ تھے۔

(ابجد العلوم، ج:3، ص:100، ماخوذ از ندائے شاہی مرادآباد، ص:56، دسمبر 2013ء)

اس کا ماخذ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کردہ قول ہے:

أخبرنا العتيقي، حدّثنا محمّد بن العبّاس، حَدَّثَنَا أَبُو أَيُّوبَ سُلَيْمَانُ بْنُ إِسْحَاقَ الْجَلابُ قَالَ: سمعت إبراهيم الحربي يقول: كان أَبُو حنيفة طلب النحو في أول أمره. فذهب يقيس فلم يجئ، وأراد أن يكون فيه أستاذا. فقال: قلب وقلوب، وكلب وكلوب. فقيل له: كلب وكلاب. فتركه ووقع في الفقه فكان يقيس، ولم يكن له علم بالنحو. فسأله رجل بمكة فقال له رجل شج رجلا بحجر، فقال هذا خطأ ليس عليه شيء، لو أنه حتى يرميه بأبا قبيس لم يكن عليه شيء.

(تاریخ بغداد وذیوله ط العلمیة، (الخطیب البغدادی)، ج13 ص333)

ترجمہ: ابراہیم الحربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ابتدائی دور میں علمِ نحو حاصل کرتے تھے۔ تو اس میں قیاس کرنا شروع کر دیا، اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ اس میں استاد بن جائیں۔ تو وہ کہنے لگے: قلب کی جمع قلوب ہے، اور کلب کی جمع بھی کلوب ہے۔ تو ان سے کہا گیا کہ کلب کی جمع کلاب ہے۔ تو انھوں نے اس علم کو حاصل کرنا چھوڑ دیا،

اور فقہ میں مشغول ہو گئے۔ ان کو نحو کا علم حاصل نہیں تھا۔ تو ایک آدمی نے ان سے مکہ میں پوچھا کہ اگر کوئی آدمی دوسرے کو پتھر مار کر اس کا سر پھوڑ دے، تو اس کی کیا سزا ہے؟ تو جواب میں کہا کہ یہ خطا ہے۔ اس پر کوئی چیز لازم نہیں آتی۔

لو أنه حتى يرميه بأبا قبيس لم يكن عليه شيء.

ترجمہ: اگر بیشک وہ اس پر ابوقبیس بھی پھینکے، تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔

خطیب رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض اس میں یہ ہے کہ ''بِأَبِي قُبَيْس'' کی جگہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''بِأَبَا قُبَيْس'' کہا، جو اس کی دلیل ہے کہ وہ نحو میں کمزور تھے۔

علامہ دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مختصر بیان کیا ہے:

وَقَدْ قِيلَ لِأَبِي حَنِيفَةَ، وَكَانَ فِي الْفُتْيَا وَلُطْفِ النَّظَرِ وَاحِدُ زَمَانِهِ، مَا تَقُولُ فِي رَجُلٍ تَنَاوَلَ صَخْرَةً فَضَرَبَ بِهِ رَأْسَ رَجُلٍ فَقَتَلَهُ، أَتَقِيدُهُ بِهِ؟ فَقَالَ: لَا، وَلَوْ رَمَاهُ بِأَبَا قُبَيْسٍ.

(تأویل مختلف الحدیث، ص134۔ المؤلف: أبو محمد عبد الله بن مسلم بن قتیبة الدینوری (ت 276ھ)۔ الناشر: المکتب الاسلامی - مؤسسة الإشراق۔ الطبعة: الطبعة الثانیة-مزیده ومنقحة: 1419ھ-1999م۔ عدد الصفحات: 528)

1 روایت کی سند قابلِ قبول نہیں

علامہ زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ اس روایت پر سندی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

1. اس روایت کے مرکزی راوی ابراہیم بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 285ھ ہے۔ تو اس کے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان تو بیابان ہیں (یعنی ایسے راوی ہیں جن کا سر، پاؤں معلوم نہیں)۔ تو یہ خبر مقطوع ہے، اور خبر مقطوع تو ان (خطیب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مذہب شوافع حضرات) کے نزدیک مردود ہے (تو خطیب رحمۃ اللہ علیہ کیسے اس کو پیش کر رہا ہے؟)۔ پھر اس کی سند میں جو محمد بن العباس رحمۃ اللہ علیہ ہے، وہ ابن حیویہ الخزاز رحمۃ اللہ علیہ ہے اور خود تاریخ بغداد (ج 3 ص 122) میں خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ازہری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ترجمہ ذکر کیا

ہے کہ اس میں تسامح تھا۔ بعض دفعہ پڑھنے کا ارادہ کرتا، تو اس کلام کا اصل کے پڑھے ہوئے کلام کے قریب بھی نہ ہوتا تھا۔ پھر وہ اس کو ابوالحسن بن الرزاز رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے پڑھتا، کیونکہ اس کو اس کتاب پر اعتماد تھا، اگرچہ اس میں اس کو سماع نہیں تھا، لیکن ایسا آدمی ثقہ کیسے ہو سکتا ہے جو اس حدیث کو بیان کرے جس میں اس کو سماع نہیں ہے؟ اور ہو سکتا ہے کہ کتاب میں کمی بیشی یا تبدیلی یا اس جیسی کوئی اور خرابی ہو گئی ہو، اور اس جیسا ان (شوافع) کے نزدیک مردود التحدیث ہے (کہ اس بات کو رد کر دیا جاتا ہے)۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ ابوالحسن الرزاز رحمۃ اللہ علیہ جس کی کتاب پر وہ اعتماد کرتا تھا، وہ علی بن احمد رحمۃ اللہ علیہ ہے، جو ابن طیب الرزاز رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت سے مشہور تھا، اور یہ معمر آدمی تھا، اور اس کی وفات خزاز رحمۃ اللہ علیہ سے بعد میں ہوئی۔ خود خطیب رحمۃ اللہ علیہ (ج 11 ص 331) نے صراحت سے لکھا ہے کہ اس کا ایک بیٹا تھا جس نے اس کی اصل کتابوں میں کمزور قسم کی سنی سنائی باتیں شامل کر دی تھیں۔ تو کیا قیمت ہو سکتی ہے اس شخص کی جو اس پر اعتماد کرے، اس کے اصول میں سے بیان کرتا ہے، اور کتنے ہی اہلِ علم گزرے ہیں جن کو مسودہ اگر ایک رات بھی غائب ہو جاتا، تو وہ اپنے مسودہ سے روایت کا انکار کر دیتے تھے، چہ جائیکہ اس کے مسودہ کے علاوہ سے روایت کی جائے۔ ان (شوافع) کا اپنے اصول وقواعد میں انتہائی حریص ہونا خود خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب: الکفایۃ میں لکھا ہے (مگر یہاں کچھ پاس داری نہیں) اور متساہل کا درجہ قبول سے ساقط ہونا تو ان کے ہاں متفقہ بات ہے۔

(تانیب الخطیب ص 44 تا 45 عربی؛ تانیب الخطیب، اردو ص 96، 97)

2 روایت کا متن بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے خلاف ہے

رہی بات متن کے لحاظ سے، تو خبر میں انتہائی کمزوری ہے، اور یہ خلاف ہے اس کے جو تواتر سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے۔ اس لیے کہ مثقل (بوجھل، بھاری) چیز کے ساتھ قتل، تو خیمہ کی لکڑیوں کے ساتھ قتل کی طرح ہے، جیسا کہ حدیث میں ثابت

ہے اور یہ صورت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شبہ عمد ہے جس کی وجہ سے قاتل پر کفارہ اور اس کی عاقلہ (برادری، ہم پیشہ لوگ) پر دیتِ مغلّظہ واجب ہوتی ہے۔ اور اسی طرح ایسے پتھر کے ساتھ قتل کرنا جو شیشہ کی طرح تیز کناروں والا نہ ہو۔ اور خطیب رحمۃ اللہ علیہ "شج" (زخمی کرنا) کے متعلق بحث کر رہا ہے، اور اس کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کر رہا ہے کہ بیشک مثقل چیز کے ساتھ قتل ان کے نزدیک قتل خطا ہے، حالانکہ تواتر کے ساتھ ان سے جو مذہب ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک خطا نہیں، بلکہ خطا عمد ہے، اور اسی کو شبہ عمد کہتے ہیں۔

(تانیب الخطیب ص 45 تا 46 عربی؛ تانیب الخطیب، اردو ص 97، 98)

3 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قتل بالمثقل کے متعلق مذہب اور رائے

اس اصل روایت میں مکہ مکرمہ کا ذکر ہی نہیں، یہ تو بڑھانے والوں نے اضافہ کیا تا کہ تاثر دیا جائے کہ اس سے مراد (مکہ مکرمہ کے قریب کا) کوہِ ابی قبیس ہے، اور اس اضافے سے مقصود یہ ہے کہ امام رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب: "قتل بالمثقل" کے بارے میں جی بھر کر طعن و تشنیع کیا جائے، حالانکہ بہت واضح ہے کہ پہاڑ آلہ قتل نہیں بن سکتا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قتل بالمثقل (یعنی بھاری چیز سے قتل کرنے) کے متعلق مذہب اور رائے وہ ہے جس کو امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں ذکر کیا ہے:

اثر 1: ۔قَالَ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوسُفَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: «فِي الْقَتْلِ عَلَى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ: قَتْلُ عَمْدٍ، وَهُوَ مَا تَعَمَّدْتَ ضَرْبَهُ بِالسِّلَاحِ، فَفِيهِ الْقِصَاصُ، وَقَتْلُ خَطَإٍ وَهُوَ الشَّيْءُ تُرِيدُهُ فَتُصِيبُ غَيْرَهُ بِسِلَاحٍ، فَالدِّيَةُ فِيهِ عَلَى الْعَاقِلَةِ، وَشِبْهُ الْعَمْدِ مَا تَعَمَّدْتَ ضَرْبَهُ بِغَيْرِ سِلَاحٍ، فَفِيهِ الدِّيَةُ مُغَلَّظَةٌ عَلَى الْعَاقِلَةِ إِذَا أَتَى ذَلِكَ عَلَى النَّفْسِ، وَشِبْهُ الْعَمْدِ فِي الْجِرَاحَاتِ كُلُّ شَيْءٍ تَعَمَّدْتَ ضَرْبَهُ بِسِلَاحٍ

أَوْ غَيْرِهِ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ فِيهِ الْقِصَاصَ فَفِيهِ الدِّيَةُ مُغَلَّظَةٌ"۔

(الآثار لأبي يوسف ص 218 رقم 961؛ كتاب الآثار لمحمد بن الحسن، باب ما لا يستطاع فيه القصاص، ج1 ص495، 496- مطبوعة دار النوادر)؛ الأصل لمحمد بن الحسن - ت بوينو كالن (محمد بن الحسن الشيباني) ج 4 ص 437، ج 6 ص 547؛ شرح مشكل الآثار (الطحاوي) ج12 ص465؛ النتف في الفتاوى للسغدي ج2 ص 658؛ المبسوط للسرخسي (شمس الأئمة السرخسي) ج 26 ص 59؛ البحر الرائق شرح كنز الدقائق ومنحة الخالق وتكملة الطوري (زين الدين ابن نجيم - ابن عابدين) ج8 ص327؛ البناية شرح الهداية (بدر الدين العيني) ج13 ص62)

ترجمہ: حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "قتل کی تین صورتیں ہیں: قتلِ خطا، قتلِ عمد اور قتلِ شبہِ عمد۔ پس قتلِ خطا یہ ہے کہ تو کسی کو اسلحہ یا کسی اور چیز سے مارنا چاہے، اور وہ غلطی سے تیسرے شخص کو جا لگے۔ اس میں دیت اخماساً ہے۔ اور قتلِ عمد یہ ہے جس میں تو اپنے ساتھی کو مارنے کا ارادہ کرے، پھر اسلحہ سے ضرب لگائے، تو اس میں قصاص ہے، اس میں مقتول کے ورثاء صلح بھی کر سکتے ہیں اور معاف بھی۔ اور قتلِ شبہِ عمد یہ ہے کہ کسی کو بالا رادہ اسلحہ کے بغیر مارے، تو اس میں دیت مغلظہ ہے، اور یہ دیت عاقلہ (یعنی کنبہ) پر ہوتی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قتل کی تمام صورتوں میں ہمارا یہی مذہب ہے سوائے ایک صورت کے کہ جب تو کسی کو ایسی چیز سے مارے جو اسلحہ کی طرح ضرب لگائے یا اس سے زیادہ بھی سخت ہو، تو اس میں بھی قصاص ہے، اور یہ امام کا پہلا قول ہے، جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ قصاص صرف اسلحہ کی صورت میں ہے۔ (اسلحہ کے ساتھ نہ ہو تو قصاص نہیں)۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بالآخر امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کی، اور اسلحہ کے ساتھ قتل، جس میں ارادۂ قتل ہو اور بلا اسلحہ قتل کے درمیان فرق کیا۔

قتل بالمثقل کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے دلائل کتبِ احناف، کتبِ

تخریج خصوصاً نصب الرایہ ج 4، ص 330 میں اور امام ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ کی احکام القرآن ج 2، ص 228 میں شرح وبسط کے ساتھ تحریر ہیں، ساتھ ہی ائمۂ سلف مثلاً: ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، شعبی رحمۃ اللہ علیہ، حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ، حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ، ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے مذاہب بھی مرقوم ہیں، جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کتب میں ہے۔

نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، احمد، ابن راہویہ اور ابن ابی شیبہ وغیرہ کے نزدیک احادیث وآثارِ صحیحہ ہیں جو مذہب کی تائید کرتے ہیں۔

ان احادیث میں سے عبداللہ بن عمرو عن النبی کی روایت ہے۔

حدیث 1:- قَالَ: "أَلَا إِنَّ دِيَةَ الْخَطَإِ شِبْهِ الْعَمْدِ مَا كَانَ بِالسَّوْطِ، وَالْعَصَا، مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ: مِنْهَا أَرْبَعُونَ فِي بُطُونِ أَوْلَادِهَا"۔

(سنن ابی داؤد رقم 4547، 4588؛ مسند احمد رقم 6533، 6552؛ ابن ماجہ رقم 2627، 2627/م؛ سنن نسائی رقم 4796؛ ابن حبان رقم 6011؛ النسائی: سنن الکبریٰ رقم 6969، 6970، 6972، 6973؛ المعجم الكبير للطبراني ج13، 14 رقم 14532؛ سنن دار قطنی رقم 3170)

ترجمہ: فرمایا: "سنو! قتلِ خطا یعنی قتلِ شبہِ عمد کوڑے یا لاٹھی سے ہونے کی دیت سو (100) اونٹ ہے جن میں چالیس اونٹنیاں ایسی ہوں گی جن کے پیٹ میں بچے ہوں"۔

اور اسی طرح حدیث ابن عباس عن النبی ہے، فرمایا:

حدیث 2:- شِبْهُ الْعَمْدِ قَتِيلُ الْحَجَرِ وَالْعَصَا، فِيهِ الدِّيَةُ مُغَلَّظَةٌ، مِنْ أَسْنَانِ الْإِبِلِ۔ (نصب الراية: الزيلعي، جمال الدين) ج4 ص332)

ترجمہ: قتلِ شبہِ عمد پتھر اور لاٹھی سے ہونے کی دیت مغلظہ مخصوص عمر کے اونٹ ہیں۔

اسے ابن راہویہ نے نقل کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے "حدیث رَضْخ" کو معلول قرار دیا ہے جیسا کہ عنقریب آرہا ہے۔

پس اس مسئلہ میں امام پر تشنیع دراصل ائمۂ سلف پر تشنیع ہے جو زیرِ بحث مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم نوا ہیں۔ یونہی اُن احادیث پر بھی طعن ہے جن کو ائمہ نے دلیل

بنایا۔ اگر چہ قتل بالمثقل میں فتویٰ وجوبِ قود (دیت کے لازم) ہونے پر ہے جیسا کہ اِمامَین کی رائے ہے۔

یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ اجتہادی مسائل میں طعن وتشنیع جائز نہیں۔ لہٰذا جس نے اس حدیث کے اطراف کا احاطہ کیا، وہ جانتا ہے کہ اگر وہ روایت ثابت بھی ہو، تو امام رحمۃ اللہ علیہ پر طعن وتشنیع کا فائدہ نہیں دیتی، نہ قتل بالمثقل میں رائے کی جہت سے مفید ہے اور نہ ہی ضعفِ عربیت کی دلیل قرار دی جاسکتی ہے، جیسا کہ بہت سے مالکیہ اور شافعیہ نے کیا، عربی زبان میں وہ کمزور ہوسکتا ہے جو عربی علوم کی آغوش میں پروان نہ چڑھا ہو، جبکہ ائمۂ علومِ عربیہ اور زبانِ عربی میں کمزور نہیں ہوسکتے، اور زبانِ عرب میں وہ کمزور ہوسکتا ہے جو قبائلِ عرب کے وجوہِ تصرفات واستعمالات سے جاہل ہو، اور لغتِ عرب کی وسعتوں کا احاطہ نہ کرسکے، تو وہ اس طرح کی روایات سے طعن وتشنیع شروع کردیتا ہے جس کی شناعت خود اس کی طرف لوٹ آتی ہے۔

(تانیب الخطیب ص46-49۔ طبع: دار الکتب، پشاور، 1410ھ)

4 نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا ماخذ

یہاں نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علمِ حدیث کے اعتبار سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ البتہ قلّتِ عربیہ کا الزام لگایا ہے اور یہ الزام کسی طرح بھی درست نہیں۔ دراصل یہ جملہ نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی ابنِ خلکان رحمۃ اللہ علیہ کی ''وفیات الاعیان'' سے نقل کیا ہے، لیکن آگے خود قاضی ابنِ خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے اِس الزام کی جو تردید نقل کی ہے۔ اسے نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقل نہیں کیا (اب اِس ادھوری بات کے نقل کرنے کو کیا کہا جائے ؟؟؟)۔

5 قاضی ابنِ خلکان رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

قاضی ابنِ خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر قلّتِ عربیہ کا جو الزام عائد کیا

گیا۔ اِس کی بنیاد صرف ایک واقعہ پر ہے، اور وہ یہ کہ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مسجدِ حرام میں تشریف فرما تھے۔ وہاں ایک مشہور نحوی نے اُن سے پوچھا:

''اگر کوئی شخص کسی کو پتھر مار کر ہلاک کردے، تو اس پر قصاص آئے گا یا نہیں؟''۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''نہیں''۔ اس پر نحوی نے متعجب ہوکر پوچھا:

''ولو رماه بصخرة؟'' (اگر چہ اس نے چٹان سے مارا ہو؟)۔

اس پر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''نعم ولو رماه باباقبيس''۔

اس سے اس نحوی نے یہ مشہور کردیا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عربیت میں مہارت نہیں، کیونکہ ''بابی قبیس'' کہنا چاہیئے تھا۔ لیکن قاضی ابنِ خلکان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض درست نہیں کیونکہ بعض قبائلِ عرب کی لغت میں اسماء ستّہ مکبّرہ کا اعراب حالتِ جرّی میں بھی الف سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک شاعر کا مشہور شعر ہے:

إن أباها و أبا أباها

قد بلغا في المجد غايتاها

ترجمہ: بلاشبہ اُس (عورت) کا باپ اور اُس کے باپ کا باپ (دادا)، دونوں بزرگی کی انتہاء کو پہنچ گئے۔

یہاں قاعدہ کی رُو سے ''ابا ابیھا'' ہونا چاہیئے تھا، لیکن شاعر نے حالتِ جری میں بھی اعراب الف سے ظاہر کیا۔

(وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان، ج5 ص413، ج27 ص92۔ المؤلف: أبو العباس شمس الدين أحمد بن محمد بن إبراهيم بن أبي بكر ابن خلكان البرمكي الإربلي (المتوفى: 681ھ)۔ الناشر: دار صادر - بيروت؛ تاریخ ابن الوردی ج1 ص188؛ مكانة الإمام أبي حنيفة في الحديث ص145)

لہٰذا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا قول انہی قبائلِ عرب کی لغت کے مطابق تھا۔ صرف اس واقعہ کو بنیاد کر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت پر قلّتِ عربیت کا الزام

ناانصافی اور شاید حسد کے سوا کچھ نہیں۔ یہاں اِس بحث کا مختصر خلاصہ ذکر کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، علامہ ظفر احمد عثمانی نوراللہ مرقدہ کی کتاب ''انجاء الوطن من الازدراء بامام الزمن'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

6 العلامہ، الحافظ محمد بن ابراہیم الوزیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

امام، حافظ علامہ ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم ابن الوزیر الیمانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 840ھ) "الرَّوضُ البَاسِمُ فی الذَّبِّ عَنْ سُنَّةِ أبی القَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" میں سید جمال الدین علی بن محمد بن ابی القاسم رحمۃ اللہ علیہ کا رد لکھا کیونکہ سید جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم وعربیت میں شک پیدا کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لا يخلو إمّا أن ينكر صدور الفتوىٰ عنه رضى الله عنه، وينكر نقل الخلف والسّلف لمذاهبه فى الفقه، أو يقرّ بذلك، إن أنكره أنكر الضّرورة، ولم تكن لمناظرته صورة، وإن لم ينكره فهو يدلّ على اجتهاده، ولنا فى الاستدلال به على ذلك مسالك:

المسلك الأوّل: أنّه ثبت بالتّواتر فضله وعدالته، وتقواه وأمانته، فلو أفتى بغير علم وتأهّل لذلك وليس له بأهل لكان جرحاً فى عدالته، وقدحاً فى ديانته وأمانته، ووصماً فى عقله ومروءته، لأنّ تعاطى الإنسان ما لا يحسنه، ودعواه لمعرفة ما لا يعرفه، من عادات السّفهاء، ومن لا حياء له ولا مروءة من أهل الخسّة والدّناءة، ووجوه مناقبه مصونة عن ابتذالها وتسويدها بهذه الوصمة القبيحة، والبدعة (5) الشّنيعة.

المسلك الثّانى: أنّ رواية العلماء لمذاهبه، وتدوينها فى كتب الهداية، وخزائن الإسلام، تدلّ على أنّهم قد عرفوا اجتهاده لأنّه لا يحلّ لهم رواية مذهبه إلاّ بعد المعرفة بعلمه لأنّ إيهام ذلك من غير معرفة محرّم،

لما يتركّب عليه من الأحكام الشّرعيّة المجمع عليها، كانخرام إجماع أهل عصره بخلافه، والمختلف فيها، كانخرام إجماع من بعده بخلافه، وجواز تقليده بعد موته.

المسلك الثّالث: أن نقول: الإجماع منعقد على اجتهاده، فإن خالف فى ذلك مخالف فقد انعقد الإجماع بعد موته، وإنّما قلنا بذلك لأنّ أقواله متداولة بين العلماء الأعلام، سائرة فى مملكة الإسلام، فى الشّرق والغرب واليمن والشّام، من عصر التّابعين من سنة خمسين ومائة إلى يوم النّاس هذا وهو أوّل المائة التّاسعة بعد الهجرة، لا ينكر على من يرويها ولا على من يعتمد عليها، والمسلمون بين عامل عليها، وساكت عن الإنكار على من يعمل عليها، وهذه الطّريقة [هى] (3) التى يثبت بمثلها دعوى الإجماع فى أكثر المواضع.

المسلك الرّابع: أنّه قد نصّ كثير من الأئمة والعلماء على أنّ أحد الطّرق الدّالّة على اجتهاد العالم هى: انتصابه للفتيا، ورجوع عامّة المسلمين إليه من غير نكير من العلماء والفضلاء، وموضع نصوص العلماء على ذلك فى علم أصول الفقه، وهناك يذكر الدّليل على أنّ ذلك كاف فى معرفة اجتهاد العالم وجواز تقليده.

وممن ذكر ذلك من أئمة الزّيديّة، وشيوخ المعتزلة المنصور بالله فى كتابه: "الصّفوة"، وأبو الحسين البصرى فى كتابه "المعتمد"، وهذا فى سكوت سائر العلماء عن النّكير على المفتى، فكيف بسكوت ركن الإسلام من عصابة التّابعين، ونبلاء سادات المسلمين الذين هم من خير القرون بنصّ سيّد المرسلين، فقد كان الإمام أبو حنيفة معاصراً لذلك الطّراز الأوّل كما سيأتى، وقد تطابق الفريقان من أهل السّنّة والاعتزال، على التّعظيم لأبى حنيفة والإجلال، أمّا أهل

السّنّة: فذلك أظهر من الشّمس، وأوضح من أن يدخل فيه اللبس.

وليس يصحّ في الأفهام شيء
إذا احتاج النّهار إلى دليل

وأمّا المعتزلة: فقد تشرّفوا بالانتساب إليه، والتّعويل في التّقليد عليه، كأبي عليّ، وولده أبي هاشم من متقدّميهم، وأبي الحسين البصري، والزّمخشريّ من متأخّريهم، وهم وإن قدّرنا دعواهم الاجتهاد، والخروج من التّقليد، فذلك إنّما كان بعد طلبهم العلم وطول المدّة، وهم قبل ذلك وفي خلال ذلك معترفون باتباع أقواله، وبعد ذلك لم يستنكفوا من الانتساب إلى اسمه والمتابعة في المعارف لرسمه، وفي كلام علّامتهم الزّمخشريّ: "وتّد الله الأرض بالأعلام المنيفة، كما وطّد الحنيفيّة بعلوم أبي حنيفة. الأئمة الجلّة الحنفية، أزمّة الملّة الحنيفيّة، الجود والحلم حاتميّ وأحنفيّ، والدّين والعلم حنيفيّ وحنفيّ". وقد عقد الحاكم أبو سعد فصلاً في فضل أبي حنيفة، وعلمه ذكره في كتابه "سفينة العلوم"، وقد أطبق أهل التّاريخ على تعظيمه، وأفرد بعضهم سيرته رضي الله عنه في كتاب سمّاه "شقائق النّعمان في مناقب النّعمان": ولو كان الإمام أبو حنيفة جاهلاً ومن حلية العلم عاطلاً ما تطابقت جبال العلم من الحنفيّة على الاشتغال بمذاهبه، كالقاضي أبي يوسف، ومحمّد بن الحسن الشّيبانيّ، والطّحاويّ، وأبي الحسن الكرخيّ، وأمثالهم وأضعافهم. فعلماء الطّائفة الحنفيّة في الهند، والشّام، ومصر، واليمن، والجزيرة، والحرمين، والعراقين منذ مئة وخمسين من الهجرة إلى هذا التاريخ يزيد على ستمائة سنة، فهم ألوف لا ينحصرون، وعوالم لا يحصون من أهل العلم والفتوى، والورع والتّقوى، فكيف يجترىء هذا المعترض، ويجوّز عليهم أنّهم

تطابقوا على الاستناد إلى عامّي جاهل لا يعرف أنّ الباء تجرّ ما بعدها، ولا يدري ما يخرج من رأسه من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ ما هذا إلا كلام عامّي أو أعمى يخبط من الجهل في ظلماً.

وهبك تقول هذا الصّبح ليل
أيعمى العالمون عن الضّياء

وأمّا ما قدح به على الإمام أبي حنيفة من عدم العلم باللّغة العربيّة فلا شكّ أنّ هذا كلام متحامل، متنكّب عن سبيل المحامل، فقد كان الإمام أبو حنيفة من أهل اللّسان القويمة واللّغة الفصيحة.

وليس بنحويّ يلوك لسانه
ولكن سيلقيّ يقول فيعرب

وذلك لأنّه أدرك زمان العرب، واستقامة اللّسان، فعاصر جريراً والفرزدق، ورأى أنس بن مالك خادم رسول الله صلى الله عليه وسلم مرّتين، وقد توفّي أنس بن مالك سنة ثلاث وتسعين من الهجرة، والظّاهر أنّ أبا حنيفة ما رآه وهو في المهد، بل رآه بعد التّمييز. يدلّ على ذلك أنّ أبا حنيفة كان من المعمّرين، وتأخّرت وفاته إلى سنة خمسين ومائة، وقد جاوز التسعين من العمر. وهذا يقتضي أنّه بلغ الحلم، وأدرك بعد موت رسول الله صلى الله عليه وسلم بقدر الثّمانين سنة لأنّه عليه السلام توفّي بعد مضي عشر من الهجرة، وهذا يدلّ على تقدم أبي حنيفة وإدراكه زمان العرب، وهو أقدم الأئمة وأكبرهم سنّاً، فهذا مالك على تقدّمه توفّي بعده بنحو ثلاثين سنة، ولا شكّ أنّ تغيّر اللّسان في ذلك الزّمان كان يسيراً، وأنّه لم يشتغل في ذلك الزّمان بعلم اللّغة وفنّ الأدب أحد من مشاهير العلماء المتبوعين المعتمد عليهم في التّقليد، لعدم مسيس الحاجة إلى ذلك في ذلك

العصر كما أشار إلى ذلك أبو السّعادات ابن الأثير فى ديباجة كتابه: "النّهاية"، و كما لا يخفى ذلك على من له أنس بعلم التّاريخ، فلو أوجبنا قراءة علم العربيّة فى ذلك الزّمان على المجتهد لم نقتصر على أبي حنيفة، ولزم أن لا يصحّ احتجاج علماء العربيّة بأشعار جرير والفرزدق. وهذا ما لم يقل به أحد، وإنّما اختلّ اللّسان الاختلال الكثير فى حقّ بعض النّاس بعد ذلك العصر، وقد سلم من تغيّر اللّسان من لم يخالط العجم فى الأمصار من خلّص العرب، وأدرك الزّمخشرى كثيراً منهم ممن لزم البادية، وأكثر ما أسرع التّغيّر إلى العامّة ومن لا تمييز له. وقد قال الأمير العالم الحسين بن محمد فى كتاب: "شفاء الأوام": إنّ الإمام يحيى بن الحسين رضى الله عنه كان عربيّ اللّسان حجازيّ اللّغة من غير قراءة. وروى علّامة الشّيعة علىّ بن عبد الله بن أبي الخير أنّه قرأ فى العربيّة أربعين يوماً. وهذا وهو توفى على رأس ثلاث مائة من الهجرة.

وأمّا سنة ثمانين من الهجرة، فليس أحد من أهل التّمييز يعتقد أنّ أهل العلم فى ذلك الزّمان كانوا لا يتمكّنون من معرفة معانى كلام الله ورسوله إلا بعد قراءة فى علم العربيّة، ولو كان ذلك منهم لنقل ذلك، وعرف شيوخ التّابعين فيه، وليت شعرى من كان شيخ علقمة بن قيس، وأبي مسلم الخولانى، ومسروق [ابن] الأجدع، وجبير بن نفير، و كعب الأحبار، أو من كان شيوخ من بعدهم من التّابعين: كالحسن، وأبي الشّعثاء، وزين العابدين، وإبراهيم التّيميّ، والنّخعيّ، وسعيد بن جبير، وطاووس، وعطاء والشعبى ومجاهد، وأضرابهم. فما خصّ أباحنيفة بوجوب تعلّم العربيّة، وفى أيّ المصنّفات البسيطة يقرأ فى ذلك الزّمان؟.

وأمّا قوله: بأبا قبيس فالجواب عنه من وجوه:

الأوّل: أنّ هذا يحتاج إلى طرق صحيحة، والمعترض قد شدّد فى نسبة الصّحاح إلى أهلها مع اشتهار سماعها، والمحافظة على ضبطها، فكيف بمثل هذا؟!.

الثّانى: أنّه إن ثبت بطرق صحيحة، فإنّه لم يشتهر، ولم يصحّ مثل شهرة صدور الفتيا، ودعوى الاجتهاد عن الإمام أبي حنيفة، وقد تواتر علمه وفضله، وأجمع عليه، وليس يقدح فى المعلوم بالمظنون، بل بما لا يستحق أن يسمّى مظنوناً.

الثالث: أنّا لو قدّرنا أنّ ذلك صحّ عنه بطريق معلومة لم يقدح به لأنّه ليس بلحن بل هو لغة صحيحة، حكاها الفراء عن بعض العرب وأنشد:

إنّ أباها وأبا أباها
قد بلغا فى المجد غايتاها

الرّابع: سلّمنا أنّ هذا لحن لا وجه له، فإنّه لا يدلّ على عدم المعرفة، فإنّ كثيراً من علماء العربيّة يتكلّم بلسان العامّة ويتعمّد النّطق باللّحن، بل قد يتكلّم العربى بالعجميّة ولا يقدح ذلك فى عربيّته، وعلى الجملة؛ فكيف ما دارت المسألة فإنّ ذلك لا يدلّ على قصور الإمام أبي حنيفة، بل يدلّ على غفلة المعترض به وتغفيله، وجرأته على وصم هذا الإمام الجليل وتجهيله.

(الرَّوضُ البَاسِمُ فى الذّبِّ عَنْ سُنَّةِ أبي القَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ج1 ص308-316. المؤلف: ابن الوزير، محمد بن إبراهيم بن على بن المرتضى بن المفضل الحسنى القاسمى، أبو عبد الله، عز الدين، من آل الوزير (ت 840هـ). الناشر: دار عالم الفوائد للنشر والتوزيع. عدد الأجزاء: 2)

ترجمہ سید جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض دو حال سے خالی نہیں۔ وہ آپ (امام اعظم) رحمۃ اللہ علیہ

سے صدورِ فتویٰ کا انکار کردیں، اور فقہ میں مذہبِ حنفیہ کے سلف وخلف ائمہ کی نقل کو نہ مانیں یا پھر اس کا اقرار کریں۔ اگر انکار کریں گے، تو ضرورت وبداہت کا انکار کریں گے۔ پھر ان سے مناظرہ کی ضرورت نہیں رہے گی، اور اگر اس کا انکار نہیں کرتے، تو اس کا اقرار امام رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کی دلیل ہوگا۔ اس پر استدلال کے لیے ہمارے پاس کئی صورتیں اور طریقے ہیں:

طریق 1: پہلا طریق یہ ہے کہ آپ (امام اعظم) رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت، عدالت، تقویٰ اور امانت تواتر سے ثابت ہے۔ پس اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ علم واہلیت کے بغیر فتویٰ دیتے رہے، تو اس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت مجروح ہوتی ہے، جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی امانت ودیانت میں قدح واقع ہوتی ہے۔ نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عقل ومُروّت پر داغ ہے۔ اس لیے کہ انسان اگر ایسا عمل بجالائے جسے وہ احسن طریقے سے نہ کرسکے، یا ایسی چیز کا دعویٰ کرے جس کی اُسے پوری معرفت نہ ہو، تو یہ سفہاء کی عادات میں سے ہے، اور حیاء ومُروّت سے محرومی ہے، جو خسیس اور کمینے لوگوں کا وصف ہے، جبکہ آپ (امام اعظم) رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اس طرح کی بوسیدگی سفاہت اور کالک سے پاک اور محفوظ ہیں۔

طریق 2 بے شک علماء کا مذہب امام رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کرنا اور اپنی کتبِ ہدایت وخزائنِ اسلام میں مدون کرنا اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اجتہادِ امام رحمۃ اللہ علیہ سے بخوبی آگاہ تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے ان کے لیے کسی مذہب سے آگاہ ہونے کے بعد ہی اس کو روایت کرنا حلال تھا، کیونکہ بلامعرفتِ مذہب اس کا ایہام (یعنی لوگوں کو وہم میں مبتلا کرنا) حرام ہے۔ اس لیے کہ اس پر وہ شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں جن پر اجماع ہوتا ہے، اور یہ ایسا ہی ہے جیسے وہ مذہب کے خلاف اس زمانے کے اجماع میں سوراخ پڑنا (یعنی اجماع کا جاتے رہنا) اور مختلف فیہ احکام ایسے ہیں جس میں اس کے بعد اجتماع میں نقص پیدا ہونا کہ وصالِ امام رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس کی تقلید کا جواز نہ رہے۔

طریق 3 ہمارے استدلال کا تیسرا طریق یہ ہے ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد پر

اجماع منعقد ہے، اور اگر کسی نے امام رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کی، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال اور اجماع علی الاجتہاد کے بعد کی۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ امام رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی اقوال علمائے اسلام میں متداول رہے۔ یہ اقوال شرق وغرب کی ساری اسلامی دنیا میں پھیل گئے۔ عہدِ تابعین میں 150 ہجری سے آج نویں صدی ہجری کے اوائل تک یہ فقہی اقوال منقول ہوتے رہے اور علماء ان کو آگے منتقل کرتے رہے، کوئی ان اقوال کا اور ان پر اعتماد کرنے والوں کا انکار نہیں کرتا جبکہ مسلمانوں کی تعداد ہمیشہ ان پر عمل پیرا رہی، اور کچھ ایسے ہیں جو عمل کرنے والے مسلمانوں پر نکیر نہیں کرتے بلکہ خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ ہمارے استدلال کا یہ طریقہ اکثر مقامات پر اس قسم کے دعویٰ کا اثبات کرتا ہے۔

طریق 4 ہمارے استدلال کا چوتھا طریق یہ ہے کہ بے شمار ائمہ وعلماء نے اس حقیقت کو واضح کیا کہ دنیا کے احوال پر دلالت کرنے والے طریقوں میں سے ایک طریقہ مفتیانِ کرام کا تقرر ہے، جن کی طرف عوام الناس رجوع کرتے ہیں، جبکہ علماء وفضلاء اس عمل پر نکیر نہیں کرتے۔ اس مسئلہ پر علماء کے نصوص کا مقام علمِ اصول ہے اور وہاں یہ دلیل مذکور ہے کہ ایک عالم کے اجتہاد اور اُس کی تقلید کے جواز کو پہچاننے کے لیے اتنا ہی ہے کہ علماء وفضلاء نے اس کے تقرر اور پھر فتویٰ پر اعتراض نہیں کیا، جن علماء نے اس دلیل کو ذکر کیا اُن میں زیدی ائمہ اور معتزلی شیوخ میں سے منصور باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الصفوۃ" اور ابوالحسین البصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "المعتمد" میں تحریر کیا۔ یہ تو مفتی کے تقرر پر علماء کے سکوت کی بات ہے۔ بھلا اس عدمِ نکیر اور سکوت کے متعلق کیا رائے ہے جو گروہِ تابعین، ساداتِ مسلمین کا رکنِ اسلام کے بارے ہے جبکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت ونص سے یہ حضرات خیر القرون میں سے ہیں، اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعین کی اس اولین گروہ کے ہم عصر ہیں۔

اہلِ سنت اور معتزلہ دونوں گروہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم وتکریم اور عزت وجلالت پر ہمنوا اور یک زبان ہیں، جہاں تک اہلِ سنت کا تعلق ہے، ان کا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی

عظمت ورفعت پر اتفاق اظہر من الشّمس ہے اور اس میں کچھ التباس نہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا:

وليس يصحّ في الأفهام شيء
إذا احتاج النّهار إلى دليل

ترجمہ جب دن کا وجود محتاجِ دلیل ہو، تو ذہنوں میں کوئی چیز صحیح نہیں ہوتی۔

جہاں تک فرقۂ معتزلہ کا تعلق ہے، ان میں سے اکثر نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اپنی نسبتِ تقلید کا شرف حاصل کیا ہے، جیسے متقدمین میں ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ اور اس کا بیٹا ابو ہاشم رحمۃ اللہ علیہ اور متاخرین میں ابوالحسن البصری رحمۃ اللہ علیہ اور زمخشری رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ کشاف ہیں اور وہ اس علمی مقام پر فائز ہیں کہ اگر ہم ان کے لیے دعویٰ اجتہاد اور تقلید سے خروج کو فرض کریں، تو ایسا ان کے حق میں علم کی زیادہ طلب اور طویل مدت کے بعد ہی ممکن ہوگا جبکہ وہ اس سے پہلے اور اس عرصے میں اقوالِ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کرنے کا اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے اس علمی مقام کے حصول کے بعد بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبتِ تقلید کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی نقوش پر گامزن ہونے سے بے تعلقی اور بے زاری کا اظہار نہیں کیا۔

صاحب کشاف علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے زمین میں بلند پہاڑ میخیں بنا کر گاڑ دیئے، اور زمین کو مضبوط و استحکام کیا۔ یونہی عالی شان ائمۂ احناف نے علومِ امام اعظم کے ساتھ دین حنیف کی سرزمین کو مقام کیا، اس لیے کہتے ہیں:

الجود والحلم حاتميّ وأحنفيّ، والدّين والعلم حنيفيّ وحنفيّ۔

ترجمہ سخاوت اور حوصلہ حاتمی اور احنفی ہے، جبکہ دین و علم حنیفی اور حنفی ہے۔

حاکم ابوسعد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "سفينة العلوم" میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل پر ایک پوری فصل باندھی۔ تمام اہلِ تاریخ کا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمتِ شان پر اتفاق ہے۔ بعض علماء نے سیرتِ امام رحمۃ اللہ علیہ پر مستقل کتاب بنام "شقائق النّعمان

في مناقب النّعمان" (مصنف: جاراللہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ) لکھی۔

اگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علمِ دین سے بے خبر اور محروم ہوتے، تو ائمۂ احناف کے بلند علمی پہاڑ، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب سے اشتغال نہ رکھتے، جیسے امام قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوالحسن کرخی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر سینکڑوں، ہزاروں اربابِ علم اس سلسلہ سے وابستہ نہ ہوتے۔ ہند، شام، مصر، یمن، جزیرہ، حرمین اور عراقین میں علمائے احناف 150 ہجری سے تادمِ تحریر ساڑھے چھ سو (650) سال سے زائد عرصہ میں حدوشمار سے باہر، ہزاروں اہلِ فتویٰ وتقویٰ علماء اس زریں سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ پس معترض اعتراض کی کیسے جرات و جسارت کرسکتا ہے؟ کہ اتنے اربابِ علم ایک عامی کی نسبت تقلید پر اتفاق کرلیں جس کو علم نہ ہو کہ "باء" (حرفِ جار) کے بعد لفظ مجرور آتا ہے، اور جس کے دماغ سے کوئی حدیث باہر نہیں نکلتی؟ ایسی بات (دعویٰ) کوئی عامی اور اندھا ہی کرسکتا ہے جو جہالت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہو۔

وهبك تقول هذا الصّبح ليل
أيعمى العالمون عن الضّياء

(البيت لأبي الطّيّب المتنبّي ((ديوانه)): (10/1) مع شرح العكبري)

ترجمہ کیا گری بات کرتا ہے کہ یہ صبح رات ہے، کیا جاننے والے اندھے ہوگئے ہیں کہ انہیں روشنی کا پتا نہیں چل رہا؟۔

یہ جو معترض نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر لغتِ عرب کی معرفت نہ ہونے کا الزام لگایا ہے۔ اس کا یہ بلاشبہ ظلم و زیادتی ہے، صحیح محمل و محل سے دور ہے، کیونکہ امام رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق قدیم اہلِ زبان سے تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ فصیح زبان کے حامل تھے۔

وليس بنحويّ يلوك لسانه
ولكن سيلقيّ يقول فيعرب

ترجمہ اور وہ نحوی نہیں جو زبان چبا کر بات کریں بلکہ پیدائشی فصیح اللسان ہیں۔ اس لیے

صاف عربی میں کلام کرتے ہیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ؒ نے عربوں کا زمانہ زبان دانی واستقامت پایا۔ آپ ؒ جریر ؒ اور فرزدق ؒ کے ہم عصر تھے۔ آپ ؒ نے خادمِ رسول حضرت انس بن مالک ؓ کی دوبار زیارت کی، کیونکہ حضرت انس بن مالک ؓ کا وصال 93 ہجری میں ہوا، اور ظاہر ہے کہ آپ ؒ نے حضرت انس ؓ کو اس وقت تو نہیں دیکھا، جب آپ ؒ پنگوڑھے میں تھے، بلکہ سنِ تمیز میں زیارت کی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کافی عمر کے تھے۔ آپ ؒ کا وصال 150 ہجری میں ہوا، جبکہ آپ ؒ کی عمر نوے (90) سال سے متجاوز تھی۔

یہ اس کو متقاضی ہے کہ (جب آپ ؒ نے حضرت انس ؓ کی زیارت کی) آپ ؒ اس وقت حدِ بلوغت میں تھے اور نبی اکرم ﷺ کے وصال شریف کے بعد تقریباً اسی سال کا زمانہ دیکھا کیونکہ حضور ﷺ کا وصال مبارک 10 ہجری میں ہوا۔ اور یہ حقیقت حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کے مقدم ہونے اور قدیم عربوں کا زمانہ پانے پر دلالت کرتا ہے۔ آپ ؒ دیگر ائمۂ مجتہدین (یعنی امام مالک ؒ، امام شافعی ؒ اور امام احمد بن حنبل ؒ وغیرہ) سے مقدم اور عمر میں بڑے ہیں۔ دیکھیے، یہ امام مالک ؒ ہیں جن کا شمار متقدمین ائمہ میں ہوتا ہے مگر وہ امام اعظم ؒ کے تیس سال بعد فوت ہوئے۔

یہ حقیقت شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اس زمانے میں زبان کا تغیر بہت کم تھا اور مشاہیر ائمہ ومتبوع ائمہ میں سے کوئی علمِ لغت وفنِ ادب کے حصول میں مشغول نہ ہوا، کیونکہ اس زمانے میں انہیں اس کی ضرورت نہ تھی جیسا کہ ابوسعادات ابن اثیر ؒ نے النہایہ کے دیباچہ میں اس کی طرف اشارہ کیا، اور جس شخص کو علمِ تاریخ سے انس ہے اس پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں۔

سو اگر ہم اس زمانے میں علمِ عربیت کا حصول مجتہد کے لیے ضروری قرار دیں، تو ہم اس کا اقتصار امام ابوحنیفہ ؒ ہی پر نہ کریں گے (بلکہ دیگر ائمہ کے لیے بھی لازم ٹھہرائیں

گے) اور پھر اُس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ ان علماء کا جریر ؒ، اور فرزدق ؒ کے اشعار کو بطورِ شاہد پیش کرنا صحیح نہ ہو، جبکہ کوئی اس کا قائل نہیں۔ بے شک زبان کا ایسا اختلال تو اس زمانے کے بعد بعض لوگوں میں رونما ہوا۔ مگر ان امصار میں خالص عربوں کے ساتھ عجمیوں کے اختلاط کے باوجود ان کی زبان اختلال اور تغیر سے محفوظ رہی، اور صاحبِ کشاف زمخشری ؒ کی ملاقات بہت سے بادیہ نشین علماء سے ہوئی (جبکہ زمخشری ؒ چھٹی صدی ہجری کے عالم ہیں ان کی وفات سنہ 538 ہجری میں ہوئی)۔ عوام الناس اور تمیز سے عاری لوگوں میں تبدیلی بہت تیزی سے آتی ہے۔

امیر عالم حسین بن محمد ؒ اپنی کتاب "شفاء الاوام" میں لکھتے ہیں: "امام یحییٰ بن الحسین ؒ عربی اللسان اور حجازی اللغت تھے، مگر انہوں نے یہ زبان کسی سے نہیں پڑھی"۔ اور شیعہ عالم علی بن عبداللہ بن ابی الخیر روایت کرتے ہیں: امام یحییٰ ؒ نے چالیس دن عربی پڑھی اور وہ سنہ 300 ہجری کے اختتام پر فوت ہوئے۔

جہاں تک سنہ 80 ہجری کا تعلق ہے، کوئی ذی فہم یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ اس زمانے میں لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے کلام کا معنی ومفہوم عربی علوم پڑھنے کے بعد سمجھنے پر قادر ہوئے۔ اگر ایسا ہوتا تو ضرور منقول ہوتا، اور تابعین شیوخ اس سے آگاہ ہوتے۔ کاش! میں جان لیتا کہ عربی زبان میں ابومسلم خولانی ؒ، علقمہ بن قیس ؒ، مسروق اجدع ؒ، جبیر بن نفیر ؒ اور کعب احبار ؒ کے (عربی زبان میں) اساتذہ کون تھے؟ اور بعد کے تابعین مثلاً: امام حسن بصری ؒ، ابوالشعثاء ؒ، امام زین العابدین ؒ، امام ابراہیم تیمی ؒ، امام ابراہیم نخعی ؒ، حضرت سعید بن جبیر ؒ، حضرت طاؤس ؒ، حضرت عطاء ؒ، حضرت مجاہد ؒ، امام شعبی ؒ اور ان جیسے تابعین کے عربی زبان میں شیوخ کون تھے؟ پھر (اساطینِ علم کے اساتذہ کا علم نہیں تو) امام ابوحنیفہ ؒ کے لیے عربی زبان کے تعلیم کی تخصیص کیوں کی گئی؟ اور اس زمانے میں کون سی بسیط مصنفات تھیں جن سے عربی زبان کی تعلیم دی جاتی تھی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول "بأبا قبيس" کا جواب

جہاں تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول "بأبا قبيس" کا تعلق ہے، اس کا جواب چند وجوہ پر ہے:

وجہ 1 پہلی صورت یہ ہے کہ اس کا ثبوت طریقِ صحیح (سندِ صحیح) کا محتاج ہے، جبکہ معترض (سید جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ) نے صحاح کی ان کے مصنفین کی طرف نسبت میں سختی برتی ہے حالانکہ ان کی سماعت اور ضبط کی حفاظت مشہور ہے۔ پھر اس روایت زیرِ نظر میں ایسا کیوں کر ہے؟

وجہ 2 اگر وہ روایت صحیح سند سے ثابت ہو، تو اس نے شہرت کا درجہ پایا، جیسے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ (یعنی فقہی کام) اور دعویٰ اجتہاد نے شہرت پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل (کا ثبوت) متواتر ہے، اور اس پر اجماعِ امت ہے، اور (یہ اصول ہے کہ) ظنی چیزوں سے یقینی اور معلوم ومعروف چیزوں کی قدح نہیں ہوسکتی، بلکہ اس طرح کی قدح سے تو وہ ظنی کہلانے کی مستحق بھی نہیں۔

وجہ 3 (اس روایت کے جواب کے تیسری صورت یہ ہے کہ) اگر ہم فرض کریں وہ اعتراض پر مبنی روایت معلوم طرق (اسناد) سے صحت کو پہنچتی ہے، پھر بھی اس سے قدح نہیں ہو سکتی، کیونکہ وہ لحن نہیں بلکہ صحیح لغت کے حوالے سے حکایت کی گئی ہے۔ فراء رحمۃ اللہ علیہ اور بعض اہلِ عرب نے اس کے ثبوت میں یہ شعر پڑھا:

إنّ أباها وأبا أباها
قد بلغا في المجد غايتاها

ترجمہ بے شک اس کا باپ اور دادا شان وشوکت کی انتہاء کو پہنچے۔

وجہ 4 جواب کی چوتھی صورت یہ ہے کہ تسلیم کرلیا کہ وہ لحن ہے۔ اس صورت میں بھی وہ قدح نہیں۔ ایسے کلمہ کا استعمال عدمِ معرفت کی دلیل نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بکثرت علماء عوام الناس کی زبان میں کلام کرتے ہیں اور وہ ان کا لحن دانستہ ہوتا ہے بلکہ علماء

بعض اوقات عجمی زبان میں کلام کرتے ہیں۔ اس سے ان کی عربیت میں قدح واقع نہیں ہوتی۔

خلاصہ اس مسئلہ کو جس انداز میں بھی دائر کریں، اس سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں کوتاہی ثابت نہیں ہوتی بلکہ معترض کی غفلت کا احساس ہوتا ہے اور امام رحمۃ اللہ علیہ پر ایسے اعتراض سے اس کی جرات وجسارت اور جہالت کا اظہار ہوتا ہے۔

7 الحافظ أبو عبد الله محمد بن محمود بن النجار البغدادي رحمۃ اللہ علیہ (578-643ھ) کی تحقیق

فأقول وبالله التوفيق.

هذا من يكون عالما بالعربية. لأن الشرع مردود إلى ما ورد عن النبي صلى الله عليه وسلم. والعربية مردودة إلى العرب. فما جاء عنهم أخذنا به. فإن كان كثيرا جوزناه وإن كان قليلا جدا. قال سيبويه في مثل هذا: سمعنا من العرب من يقول ذاك. فإن كان قد سمعه من فصيح أو موثوق به نبه عليه. فقال سمعناه ممن يوثق بعربيته، وقوله: بأبا قبيس. قد جاء مثله للعرب وهو قولهم:

إن أباها وأبا أباها ... قد بلغا في المجد غايتاها

فهذا منقول عن العرب.

وقد قرئ في قوله تعالى: إِنْ هذانِ لَساحِرانِ. [طه 63] ولم يقرأ إن هذين غير أبي عمرو.

(كتاب الرّد على أبي بكر الخطيب البغدادي، ج22 ص5، 6. تأليف: الإمام الحافظ محبّ الدّين أبي عبد الله محمّد بن محمود ابن الحسن بن هبة الله بن محاسن المعروف بابن النجّار البغدادي (المتوفى سنة 643ھ). دراسة وتحقيق مصطفى عبد القادر عطا الجزء الثاني والعشرون. دار الكتب العلمية بيروت-لبنان)

ترجمہ: یہ کلام اس سے صادر ہوسکتا ہے جو عربی زبان کا ماہر ہو، اس لیے کہ شریعتِ الٰہی کا منبع وہ ارشادات ہیں جن کا صدور نبی اکرم ﷺ سے ہو۔ اور عربی زبان کو اہلِ عرب سے حاصل کرنا چاہیے، جو اہلِ عرب سے منقول ہو، اسی کو ہم قبول کریں گے، اگر وہ کثرت سے منقول ہو۔ اگر وہ قلیل ہو، تو ہم اس کو جائز کہیں گے۔ امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے مثل فرماتے ہیں: ہم نے اہلِ عرب کو ایسا کہتے ہوئے سنا ہے۔ پھر اگر وہ کسی فصیح وثقہ سے سنا ہوتا، تو اس پر تنبیہ فرماتے تھے۔ پھر انھوں نے فرمایا کہ ہم نے اس کلام کو اس شخص سے سنا ہے جو عربی میں ثقہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول بأبا قبیس بھی اسی طرح کا ہے۔ اسی کے مثل اہل عرب کا قول ہے:

إن أباها و أبا أباها
قد بلغا في المجد غايتاها

یہ قول اہلِ عرب سے منقول ہے۔

اسی لغت میں قرآن مجید کی اس آیت کو بھی پڑھا گیا ہے:

آیت 1:- قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ○ (طٰهٰ:63)

ترجمہ: آخر کار کچھ لوگوں نے کہا: ''یہ دونوں تو محض جادوگر ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہاری زمین سے بے دخل کر دیں اور تمہارے مثالی طریقِ زندگی کا خاتمہ کر دیں۔

إن هٰذَين کی لغت میں صرف ابوعمرو بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ہی پڑھا ہے۔

آگے مصنف نے اس کے تائید میں بہت سارے اقوال و اشعار بیان کر کے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کی ہے۔

علامہ حموی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید میں بھی بہت عمدہ کلام فرمایا ہے:

(معجم البلدان، ج1 ص81۔ المؤلف: شهاب الدين أبو عبد الله ياقوت بن عبد الله الرومي الحموي (ت 626ھ)۔ الناشر: دار صادر، بيروت۔ الطبعة: الثانية،

1995م۔ عدد الأجزاء:7)

8 حدیث سے استدلال

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک حدیث میں فرماتی ہیں:

أَلَا يُعْجِبُكَ أَبَا فُلَانٍ۔

(الجامع الصحيح، ج7 ص362 رقم 3568۔ للإمام الحافظ أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري (ت256ھ)۔ بحاشية: المحدث أحمد علي السهارنفوري (ت 1297ھ)۔ تحقيق وتعليق: الأستاذ الدكتور تقي الدين الندوي۔ الناشر: مركز الشيخ أبي الحسن الندوي للبحوث والدراسات الإسلامية - مظفر فور، أعظم جراه، يوبي، الهند۔ الطبعة: الأولى، 1432ھ-2011م۔ عدد الأجزاء: 15؛ تغليق التعليق (ابن حجر العسقلاني) ج4 ص50 رقم 3568؛ مشارق الأنوار على صحاح الآثار (القاضي عياض) ج1 ص15)

جواب: کیا تجھے أَبَا فُلَانٍ (فلاں کا باپ) تعجب میں نہیں ڈال دیتا۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قَوْله: (أَبُو فلَان) كَذَا فِي رِوَايَة كَرِيمَة والأصيلي، وَفِي رِوَايَة الْأَكْثَرين: أَبَا فلَان، أما الرِّوَايَة الأولى فَلَا إِشْكَال فِيهَا، وَأما الثَّانِيَة فعلى لُغَة من قَالَ: (لَا وَلَو رَمَاه بأبا قبيس)

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري (بدر الدين العيني)، ج16 ص115)

ترجمہ: اس حدیث میں دو روایات ہیں۔ کریمہ کی روایت میں أَبُو فلَان ہے، جب کہ اکثر کی روایت میں أَبَا فلَان ہے۔ پہلی روایت کے الفاظ میں تو کوئی اشکال نہیں ہے جب کہ دوسری روایت کے الفاظ، وہ اس لغت کے مطابق ہیں جو (لَا وَلَو رَمَاه بأبا قبيس) میں بیان کی گئی ہے۔

9 العلامہ محمد زاہد بن الحسن الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

پھر اس کلمہ: بأبا قبیس کی وجہ سے مخالفین بہت خوش ہوئے تا کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی لغت میں کمزوری پر دلیل بنا سکیں۔ عربی شاعر کا قول شواہد عربیہ میں معروف ہے (یعنی کسی کلام کے مطابق عربی شاعر کا کلام ثابت ہو جائے، تو اس کلام کا عربی میں صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے، تو یہاں بھی شاعر کا کلام ثابت ہے۔ اس لیے اس کلام کو غلط قرار دینا کوئی دانش مندی نہیں ہے)۔

إن أباها و أبا أباها
قد بلغا في المجد غاياتاها

ترجمہ: بلاشبہ اُس (عورت) کا باپ اور اُس کے باپ کا باپ (دادا)، دونوں بزرگی کی انتہاء کو پہنچ گئے۔

(اگر اعتراض ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے باء جارہ داخل ہونے کے باوجود بأبا قبیس پڑھا ہے۔ تو اس شعر میں بھی و أبا أباها میں پہلا أبا مضاف ہے، اور آگے أبیها ہونا چاہیے۔ مگر شاعر أباها ہی کہہ رہا ہے۔ تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ أب پر اگر جارہ داخل ہو، تو اس کو الف کے ساتھ أباها پڑھا جا سکتا ہے)۔ اور أب اگر یا متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف مضاف ہو، تو اضافت کے وقت اس کو تمام حالتوں (رفعی، نصبی، جری) میں الف کے ساتھ اس کا استعمال عرب کے کئی قبائل کی لغت میں پایا جاتا ہے، جیسا کہ حنین بن نزار، قیس عیلان اور بنی الحارث بن کعب، اور یہی لغت ہے اہلِ کوفہ کی۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کوفی ہیں۔ (تو اگر انھوں نے اپنی لغت کے مطابق کلام کیا ہے، تو اعتراض کیسا؟)، بلکہ یہ لغت تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بھی ہے، کیونکہ انھوں نے فرمایا:

فَقَالَ: أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ.

(بخاری رقم 3963، 4020؛ مسند احمد رقم 12304؛ المختصر النصیح فی تهذیب الکتاب

الجامع الصحيح، (المهلب بن أبي صفرة) رقم 2362 (4020)؛ الجمع بين الصحيحين للحميدي رقم 1968)

(حالانکہ مشہور قاعدہ کے مطابق ابوجہل ہونا چاہیے تھا)، جیسا کہ اُن کی یہ کلام صحیح بخاری میں ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید میں فرماتے ہیں:

قوله: (أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ) وهذا نظيرُ قول أبي حنيفة: ولو ضُرِبَ بأَبَا قُبَيْس. وهذه لغةٌ في الأسماء الستة الكبَّرة مطردة. وجَهِلَ من طَعَنَ فيه على أبي حنيفة.

(فيض الباري على صحيح البخاري، ج 5 ص 37 تحت رقم 4020۔ المؤلف: (أمالي) محمد أنور شاه بن معظم شاه الكشميري الهندي ثم الديوبندي (ت 1353ھ)۔ المحقق: محمد بدر عالم الميرتهي۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت - لبنان۔ الطبعة: الأولى، 1426ھ - 2005م۔ عدد الأجزاء: 6)

امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لغت بنی الحارث، زبید، خثعم اور ہمدان کی طرف منسوب کی ہے، اور ابوالخطاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس لغت کی نسبت بنو کنانہ کی طرف کی ہے، اور ان میں سے بعض نے بنو العنبر، بنو الجہم اور ربیعہ کے بعض خاندانوں کی طرف اس لغت کی نسبت کی ہے۔ نیز کسائی رحمۃ اللہ علیہ، ابوزید رحمۃ اللہ علیہ، ابوالخطاب رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالحسن الاخفش رحمۃ اللہ علیہ جیسے ائمہ عربیت سے یہ لغت منقول ہے۔ تو اس کے بعد انکار کے حیلے بہانے کرنا یقیناً مردود ہے۔ اگر آپ اس بارہ میں تفصیل دیکھنا چاہتے ہیں تو امام بدرالدین العینی رحمۃ اللہ علیہ کی الشواہد الکبریٰ کی طرف مراجعت کریں۔ تو جو کلام عرب کے اتنے قبائل کی لغت کے موافق ہو، تو اس کو صرف وہی آدمی غلطی شمار کرے گا، جو علمِ نحو کی چند مختصر کتابوں کے علاوہ باقی کتابوں سے ناواقف ہو۔

پھر یہ بات بھی قابلِ وضاحت ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں ابوقبیس سے مراد

وہ بلند پہاڑ نہیں جو مکہ میں ہے۔اس لیے کہ مسعود بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب التعلیم میں روایت کی ہے کہ ابن الجہم رحمۃ اللہ علیہ نے فراء رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ اباقبیس اس لکڑی کا نام ہے جس پر گوشت لٹکایا جاتا ہے (یعنی قصاب جس پر عام طور پر گوشت لٹکاتے ہیں، اس لکڑی کو اباقبیس کہتے ہیں)۔اور ابوسعید السیرافی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کلام میں اباقبیس سے یہی لکڑی مراد لی ہے۔(کتاب التعلیم)

تو ابوقبیس خیمے اور چھت کے ستونوں والی لکڑی کے قبیل سے ہے،اور شاید کہ اس جیسی لکڑی کو ابوقبیس کا نام دینے کی وجہ یہ ہو کہ وہ لکڑی کے ستونوں کی قسم سے ہے جن کی حالت تو یہ ہونی چاہیے کہ ان کو آگ سینکنے کے لیے جلانا چاہیے۔

اس واقعہ میں مکہ کا ذکر نہیں ہے۔پختہ بات ہے کہ اس کا اضافہ اس آدمی نے کیا ہے جو وہم پیدا کرنا چاہتا ہے کہ بے شک اس سے مراد ابوقبیس کا پہاڑ ہے تاکہ مثقل چیز کے ساتھ قتل کے بارہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بہت زیادہ عیب لگایا جا سکے، حالانکہ یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ پہاڑ تو آلۂ ضرب بن ہی نہیں سکتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مثقل چیز کے ساتھ قتل کے بارہ میں وہی ہے جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں نقل کی ہے۔

(تانیب الخطیب ص46 تا48؛ تانیب الخطیب مترجم ص98 تا100)

10 مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1974ء) کی تحقیق

معترض کا کہنا ہے کہ امام رحمۃ اللہ علیہ کو عربی زبان کم آتی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ لغت عرب کے صحیح عالم نہ تھے۔اس سلسلہ میں انہوں نے جو حکایت نقل کی ہے۔وہ تاریخِ ابن خلکان میں مذکور ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

"امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جیسے امام کے دین، ورع اور حفظ وتحفظ میں شک نہیں اور ان پر کوئی عیب نہیں لگایا جا سکتا بجز قلت عربیت کے، قلتِ عربیت کی مثال ابوعمرو بن علاء بصری

نحوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ سوال ہے جو انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے قتل بالمثقل کے بارے میں کیا کہ اس سے قود (دیت) واجب ہوتی ہے کہ نہیں؟

تو امام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں فرمایا: "نہیں، (یعنی اس سے دیت لازم نہیں آتی) جیسا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کا قاعدہ ہے برخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے (کہ ان کے نزدیک دیت لازم آتی ہے)۔ابوعمرو رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "خواہ قاتل منجنیق کے پتھر سے قتل کرے؟"۔ فرمایا: "ہاں، ولو قتله بابا قبيس" (خواہ اباقبیس سے قتل کرے)۔مراد یہ ہے کہ خواہ اس کے سر پر ابوقبیس پہاڑ جو مکہ مکرمہ کے نواح میں پھیلا ہے، مار کر اسے ہلاک کر دے۔اور علماء نے امام رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس اعتراض کا اعتذار اس طرح پیش کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کی زبان میں جواب دیا جو کہتا ہے کہ کلمات ستہ معربہ بالحروف کی تینوں حالتوں میں الف استعمال ہوتا ہے اور اپنے بیان کی تائید میں یہ شعر پڑھا:

إن أباها و أبا أباها
قد بلغا في المجد غايتاها

ترجمہ: بلاشبہ اُس (عورت) کا باپ اور اُس کے باپ کا باپ (دادا)، دونوں بزرگی کی انتہاء کو پہنچ گئے۔

اور یہ اہلِ کوفہ کی لغت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اہلِ کوفہ سے ہیں۔پس یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی لغت ہے (اور محلِ اعتراض نہیں)۔واللہ اعلم۔

(تذکرۃ الراشد برد تبصرۃ الناقد، ص289۔ مطبع: انوار محمدی، 1301ھ)

میں (ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں:

اس عبارت سے استدلال کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ امام رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی طرف منسوب کیے جانے والے الزام سے محفوظ اور سالم تسلیم کرے، کیونکہ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کی ہے کہ امام رحمۃ اللہ علیہ پر قلتِ عربیت کے سوا کوئی عیب نہیں لگایا جاتا، جو دیگر تمام معائب ومطاعن کے باطل ہونے کو مستلزم ہے، جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف

منسوب کیے جاتے ہیں۔مثلاً: روایتِ حدیث میں کمزور ہونا، حدیثِ حفظ کرنے میں کوتاہ ہونا اور احادیث میں کم دل چسپی رکھنا، قیاس کو اخبار و احادیث پر مقدم کرنا، اور دیگر الزامات جن کا ذکر قبل ازیں جوابات کے ساتھ ہو چکا ہے۔پس معترض کو امام رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے پر توبہ کرنا لازم ہے، جو اس نے اس طرح کے جھوٹ باندھ کر کی ہے۔ہم یہاں اس اعتراض کا جواب بھی دیتے ہیں:

اولاً پس امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے یہ اعتذار وہی ہے جو خود ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا، اس کے باوجود تیرے دل میں کھٹک ہو کہ وہ زبان جو اس اعتذار کا مبنیٰ ہے، ضعیف ہے، صحیح نہیں۔تو اس کا توڑ اس حدیث سے کر جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں مروی ہے۔انہوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا:"کون ہے جو جا کر دیکھے کہ ابو جہل کے ساتھ کیا ہوا؟"۔تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گئے اور اسے اس حال میں پایا کہ عفراء رضی اللہ عنہا کے بیٹوں نے اس پر وار کیا اور وہ ٹھنڈا ہو گیا (یعنی مر گیا)۔تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا:"أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ؟" تو ابا جہل ہے؟ (یعنی ابو جہل کہنے کے بجائے أَبَا جَهْلٍ کہا، یعنی حالتِ رفعی کی بجائے حالتِ نصبی میں کہا)۔

(بخاری رقم 3963؛ مسند احمد رقم 12304)

بخاری ہی میں دوسری جگہ یہ الفاظ ہیں:

فَقَالَ: "أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ؟". قَالَ ابْنُ عُلَيَّةَ: قَالَ: سُلَيْمَانُ: "هٰكَذَا قَالَهَا أَنَسٌ". (بخاری رقم 4020)

"کیا تو ہی ابو جہل ہے؟"۔ابن علیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے:
"حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کہا یعنی:"أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ؟"۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "فتح الباری" میں فرماتے ہیں:

قوله أنت أبا جهل كذا للأكثر وللمستملي وحده أنت أبو جهل والأول هو المعتمد في حديث أنس هذا فقد صرح إسماعيل بن علية عن سليمان التيمي بأنه هكذا نطق بها أنس الخ۔

(فتح الباری بشرح البخاری-ط السلفية (ابن حجر العسقلانی) ج7ص295-298)

ترجمہ بخاری کے اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے، صرف مستملی رحمۃ اللہ علیہ کے نسخہ میں "أنت أبو جهل" ہے جبکہ حدیث انس رضی اللہ عنہ میں پہلا نکتۂ نگاہ معتمد ہے۔اس کی تصریح اسماعیل بن علیہ رحمۃ اللہ علیہ نے سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نطق پر اس طرح آیا:"أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ؟" اور یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طرح زبان پر لائے۔اس کی تخریج اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ نے از طریق مقدمی از یحییٰ قطان سے کی۔اس روایت کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ یہ ان لوگوں کی لغت پر محمول ہے جو چھ اسماء میں ہر حال میں الف استعمال کرتے ہیں۔اس کو ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بطریق محمد بن مثنیٰ رحمۃ اللہ علیہ استادِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:"أَنْتَ أَبُوْ جَهْلٍ" اور یہ بعض راویوں نے اصلاح کی ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ملخصاً مع تقدیم وتاخیر)

یہ واضح ہے کہ یہ لفظاً روایت کیا گیا ہے معنیً نہیں، اور یہ اس کا مؤید ہے جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"ولو رماه بابا قيس" اور یہ کہ یہ لغت صحیح ہے، خطاء پر مبنی نہیں، جیسا کہ متعصبین اپنی جہالت اور فرطِ تعصب کی بناء پر لحنِ امام رحمۃ اللہ علیہ کا گمان کرتے ہیں۔امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قبائلِ بلحارث، زبید، خثعم اور ہمدان کی طرف منسوب کیا، جبکہ ابو الخطاب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کنانہ کی زبان قرار دیا، اور بعض اہلِ لغت اسے بلعنبر، بلہجیم، قبائلِ ربیعہ کی زبان کہتے ہیں، مگر مبرد رحمۃ اللہ علیہ اس کا انکار کرتا ہے جو ائمۂ لغت ابو زید رحمۃ اللہ علیہ، ابو الخطاب رحمۃ اللہ علیہ اور ابو الحسن کسائی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل سے اس کا انکار اسی کی طرف لوٹایا گیا ہے۔امام عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "شرح الشواهد" میں اس کو بیان کیا ہے۔

فيه استعمال المثنى بالألف في حالة النصب وهو قوله: "غايتاها"، وكان القياس أن يقول: غايتيها، فنسب الكسائي هذه اللغة إلى بلحارث وزبيد وخثعم وهمدان ونسبها أبو الخطاب لكنانة، ونسبها

بعضهم لبلعنبر، وبلجهيم وبطون من ربيعة، وأنكره المبرد مطلقًا، وهو مردود بنقل الأئمة أبي زيد وأبي الخطاب وأبي الحسن والكسائي ومما سمع من ذلك قوله: ضربت يداه. ويشهد لذلك ما ثبت في صحيح البخاري من حديث أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "مما صنع أبو جهل". فانطلق ابن مسعود فوجده قد ضربه ابنا عفراء حتى برد. فقال له: أنت أبا جهل؟ قال ابن علية: قال سليم هكذا.

قال أنس رضي الله عنه: وهو واضح، وهو مما روي بلفظه لا بمعناه وهذا يؤيد ما روي عن الإمام أبي حنيفة رضي الله عنه من قوله: "لا وَلَوْ رَمَاهُ بِأَبَا قُبَيْسٍ حيث لم يقل بأبي قبيس، وأن هذه لغة صحيحة، وأنه ليس بخطأ، كما زعم بعض المتعصبين حتى لحنوا الإمام في ذلك بجهلهم وإفراطهم في تعصبهم، ومن شأن المسلم ومقتضى الإسلام أن لا يتكلم في حق إمام من هؤلاء الأئمة، ولا سيما الأئمة الأربعة؛ فإنهم من خواص الله تعالى وسرج دينه المتين.

(المقاصد النحوية في شرح شواهد شروح الألفية المشهور بـ "شرح الشواهد الكبرى"، ج1 ص193، 194. المؤلف: بدر الدين محمود بن أحمد بن موسى العيني (855 ھ). الناشر: دار السلام للطباعة والنشر والتوزيع والترجمة، القاهرة - مصر. الطبعة: الأولى، 1431 ھ - 2010 م. عدد الأجزاء: 4)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "البهجة المرضية شرح الألفية" میں اس قول: "وقصرها من نقصهن أشهر" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا یعنی "قصر أب وأخ وحم" مطلقاً الف کے ساتھ ہے، جیسے کسی کا قول ہے:

إن أباها و أبا أباها
قد بلغا في المجد غايتاها

ترجمہ: بلاشبہ اُس (عورت) کا باپ اور اُس کے باپ کا باپ (دادا)، دونوں بزرگی کی انتہاء کو پہنچ گئے۔

علامہ خالد بن عبداللہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی شرح الفیہ میں ہے:

"والأب والأخ والحم قصر من أولى من نقصهن". الخ

یعنی ان حروف کا قصر کرنا نقص سے اولیٰ ہے۔ "قصرھن" سے مراد یہ ہے کہ ان کے آخر میں الف ہے جو تینوں احوال یعنی رفع، نصب اور جرّ میں اپنے لام کلمہ سے بدلا ہوا ہے۔ اس لیے حرکاتِ مقدرہ سے ان کا اعراب لایا گیا جیسے بقولِ جوہری رحمۃ اللہ علیہ "ابوالنجم" (بعض کے نزدیک رؤبہ) کا قول ہے۔

إن أباها و أبا أباها
قد بلغا في المجد غايتاها

ترجمہ: بلاشبہ اُس (عورت) کا باپ اور اُس کے باپ کا باپ (دادا)، دونوں بزرگی کی انتہاء کو پہنچ گئے۔

احمد السجاعی رحمۃ اللہ علیہ ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کی شرح الفیہ کے حاشیہ میں ناظم کے قول "وارفع بواو ۔۔الخ" کے تحت کہتے ہیں:

"یہ قضیہ اور کلامِ شارح کا قضیہ، اولاً یہ ہے کہ اسمائے ستہ معربہ بالحروف نہیں لیکن ان کو صحیح قرار دینے کے بعد کہتے ہیں کہ ان کے اعراب حرکاتِ مقدرہ سے بھی آتے ہیں۔ علماء نے اسمائے ستہ کے جو اعراب ذکر کیے، ان کا خلاصہ دَس (10) مذاہب ہیں۔ ان میں سے کچھ مرادی ہیں، کچھ غیر مرادی۔ اور ان میں سے دو (2) مذہب زیادہ قوی ہیں۔ ایک مذہبِ سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ، فارسی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور بصریوں کا ہے کہ ان اسماء کے اعراب حرکاتِ مقدرہ (أَب، أَخ) سے آتے ہیں۔ اور دوسرا مذہب یہ ہے کہ ان کے اعراب حروف سے آتے ہیں جیسے: أَبُوْ، أَبَا، أَبِيْ۔ ناظم اس کی تسہیل میں کہتے ہیں کہ پہلا مذہب زیادہ صحیح ہے، اور اس کی شرح میں ہے کہ دوسرا مذہب زیادہ آسان اور تکلف سے دور ہے۔

(تذکرۃ الراشد برد تبصرۃ الناقد، ص290، 291۔ مطبع: انوار محمدی، 1301ھ)

پس اس سے ثابت ہوا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس لغت پر ہے جو زیادہ صحیح ہے اور زیادہ قوی ہے، اگرچہ دوسری لغت زیادہ آسان اور زیادہ فصیح ہے۔ انباری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حارثیوں کی لغت ہے۔ ان کا شاعر کہتا ہے:

إن أباها و أبا أباها

قد بلغا في المجد غايتاها

ترجمہ: بلاشبہ اُس (عورت) کا باپ اور اُس کے باپ کا باپ (دادا)، دونوں بزرگی کی انتہاء کو پہنچ گئے۔

سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایسا قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

آیت 1:۔ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰىنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ○ (طٰہٰ:63)

ترجمہ: لوگوں نے کہا: ’’یہ دونوں تو محض جادوگر ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہاری زمین سے بے دخل کر دیں اور تمہارے مثالی طریقِ زندگی کا خاتمہ کر دیں‘‘۔

تفسیر: هٰذٰىنِ میں مثقلہ مع الالف ہے۔ حسن بن محمد بن حسین عجمی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ اِس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

’’ابوعمرو رحمۃ اللہ علیہ، ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور حفص رحمۃ اللہ علیہ کی قرات میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ بہرحال جس نے اِنَّ کو مشدد اور ’’هٰذٰىنِ‘‘ کو الف کے ساتھ پڑھا، تو اس پر اعتراض وارد ہوا کہ اِنَّ نے تثنیہ میں عمل نہیں کیا۔ تو اس کا جواب دیا گیا کہ یہ بلحرث بن کعب، خثعم اور بعض بنو عذرہ کی لغت پر ہے، اور زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کنانہ کی طرف منسوب کیا، اور ابن جنی رحمۃ اللہ علیہ نے بنو ربیعہ میں سے بعض کی طرف منسوب کیا، اور انہوں نے اسے عَصَا اور سعدیٰ کی طرح تثنیہ بتایا، جس کے آخر میں الف ہے، اور انہوں نے جَر اور نصب کی حالت میں اسے یاء کے ساتھ تبدیلی نہیں کیا۔ اور اعتراض کیا گیا کہ

’’السعۃ‘‘ میں لام الابتداء کی جگہ وہ مبتداء ہے۔ تو جواب دیا گیا کہ قرآن اپنے غیر پر حجت ہے، اور زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں تقدیراً کہا: لَهُمَا سٰحِرٰنِ۔ ملخصاً

(تفسیر ج1 ص118)

زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا:

تَزَوَّدَ مِنَّا بَيْنَ أُذْنَاهُ ضَرْبَةً

دَعَتْهُ إِلَى هَابِي التُّرَابِ عَقِيمُ

جامع المسانید ج1 ص153 سے ماخوذ ہے۔

نوٹ: قراءاتِ عشرہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

"قالوا إن هذان" قرأ ابن كثير بإسكان نون إن وهذان بالألف مع تشديد النون والمد المشبع للساكنين وصلا ووقفا وقرأ أبو عمرو بتشديد نون إن وفتحها وهذين بالياء مع تخفيف النون وحفص بإسكان نون إن وهذان بالألف مع تخفيف النون والباقون بتشديد نون إن وفتحها وهذان بالألف مع تخفيف النون.

(البدور الزاهرة في القراءات العشر المتواترة من طريقي الشاطبية والدُّرة، ص205۔ المؤلف: عبد الفتاح القاضي [ت 1403 ھ]۔ الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت-لبنان۔ الطبعة: الأولى 1401ھ-1981م۔ عدد الصفحات:357)

قراءات کی تفصیل اور اُن کے معانی کے لیے دیکھیے:

وقوله جلَّ وعزَّ: (إِنَّ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ (63)

قرأ ابن كثيرٍ (إِنْ) خفيفة، (هَذَانّ) بالرفع وتشديد النون.

وقرأ حفص (إِنْ هَذَانِ) بالرفع وتخفيف النون:

وقرأ أبو عمرو (إِنَّ) مشددة، (هَذَين) نصبًا باللغة العالية.

وقرأ الباقون (إِنَّ) بالتشديد، (هَذَانِ) بالرفع وتخفيف النون.

قال أبو منصور: أما قراءة أبي عمرو (إِنَّ هَذَين) وهي اللغة العالية التي

يتكلم بها جماهير العرب إلا أنها مخالفة لِلمصحف، وكان أبو عمرو يذهب فى مُخالفته المصحَفَ إلى قول عائشة وعثمان: إنه من غلط الكاتب فيه، وفى حروف أخر.

وأما مَنْ قَرأَ (إنْ هَذَانِ لَسَاحِرَانِ) بتخفيف (إنْ) ، و (هَذَانِ) بالرفع فإنه ذهب إلى أن (إنَّ) إذا خُفِفت رُفع ما بعدها، ولم يُنصَب بها، وتشديد النون من (هذانّ) لغة معروفة، وقُرِئ (فَذَانِّكَ بُرهَانَانِ) على هذه اللغة.

والمعنى فى قراءة (إنْ هَذَانِ لَسَاحِرَانِ) : ما هذان إلا سَاحِرَان، بمعنى النفى، واللام فى (لَسَاحِرَان) بمعنى: إلا وهذا صحيح فى المعنى، وفى كلام العرب۔

وأما قراءة العامّة (إنَّ هَذَانِ لَسَاحِرَانِ) ففى صحته فى العربية وجوه كُلهَا حجة، منها: أن الأخفش الكبير وغيره من قدماء النحويين قالوا: هى لغة لِكِنَانة، يجعلون ألف الاثنين فى الرفع والخفض على لفظ واحد، كقولك:

أتانى الزيدانِ، ورأيت الزيدان، وَمررت بالزيدانِ،

وقد أنشد الفراء بيتًا للمتلمّس حجة لهذه اللغة:

فأَطْرَق إطْراقَ الشُّجاعِ ولو يرى
مَسَاغاً لِناباه الشُّجاعُ لصَمَّما

وقال أبو عبيد: ويروى للكسائى يقول: هى لغة لِبَلْحارِث بن كعب، وأنشد:

تزَوَّدَ منَّا بَيْنَ أذناهُ ضَربةً
دَعَتْهُ إلى هَابِى الترابِ عَقيم

وقال بعض النحويين فى قوله (إنَّ هَذَانِ لَسَاحِرَانِ)

ها هنا هاء مضمرة،

المعنى: إنَّهُ هذَانِ لَسَاحِرَانِ

وقال آخرون: (إنَّ) بمعنى: نَعَمْ هذان لسَاحِرَان، وقال ابن قيس الرقيّات:

ويَقُلْنَ شَيْبٌ قد عَلا
كَ وقد كَبِرْتَ فقلتُ إنَّهْ

وقال أبو إسحاق الزجاج: أجود ما سمعت فى هذا: أن (إن) وقعت موقع (نَعَم)، وأن اللام وقعت موقعها، والمعنى: نعم هذانِ لهُما سَاحِران.

قال: والذى سلى هذا فى الجودة مذهب بنى كِنَانة فى ترك ألف التثنية على هيئة واحد.

قال: وأما قراءة أبى عمرو فإنى لا أجيزُهَا لمخالفتها المصحف،

قال: ولما وجدت سَبيلاً إلى موافقة المصحف لم أَجِز مخالفتَه؛ لأن اتباعه سُنَّة، سِيمَا وأكثر القراء على اتباعه، ولكنى أَستَحْسِنُ (إنْ هَذانِ لَسَاحِرَان) وفيه إمَامَانِ: عاصم، والخليل. وموافقة أُبِيّ رضى الله عنه۔

(معانى القراءات للأزهرى، ج 2 ص 149 - 151۔ المؤلف: محمد بن أحمد بن الأزهرى الهروى، أبو منصور (ت370ھ)۔ الناشر: مركز البحوث فى كلية الآداب- جامعة الملك سعود، المملكة العربية السعودية۔ الطبعة: الأولى، 1412 ھ -1991م۔ عدد الأجزاء:3)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے:

وقولُه تَعَالَى: {إنْ هَذَانِ لِساحِران}.

فيه ستُّ قراءاتٍ:

قرأ أَبُو عمروٍ وحده: "إنَّ هَذَينِ" بالياء، لأنَّ تثنيةَ المنصوبِ، والمجرورِ

بالیاءِ فی لغةِ فُصحاء العربِ، أمَّا مَنْ جعلَ تثنيةَ المَجرورِ والمَنصوبِ بالألفِ فقالُوا: جَلَسْتُ بينَ يَدَاهُ، وأعطيتُ درهمان. فلغةٌ شاذَّةٌ، لا تدخلُ فی القرآن وهی لغةُ بلحرث بْن كَعبٍ.

قَالَ الشَّاعِرُ:

تَزَوَّدَ مِنَّا بَيْنَ أُذْنَاهُ ضَرْبَةً
دَعَتْهُ إلى هَابِي التُّرابِ عَقِيمُ

وقال آخر:

طاروا علاهن فطر علاها
وأشدد بمثنى حَقَبٍ حقوَاهَا
إنَّ أَبَاهَا وأَبَا أَبَاهَا
قَدْ بَلَغَا فی المَجْدِ غَايَتَهَا
نَاجِيَةً وَ نَاجِيًا أَبَاهَا

فلمَّا كانت الكتابةُ فی المُصحف بالألِف إنَّ هذان حمله بعضهم عَلٰى هذه اللغة.

وقال المُبَرِّدُ، وإسماعيل القاضِی: أحسنُ ما قِيلَ فی هذا: أن يجعل إنّ بمعنی: نَعَمْ، والتَّقدير: نعم هذان لساحران. فيكون ابتداءً وخبرًا.

قَالَ الشَّاعِرُ:

بَكَرَ العَوَاذِلُ بالضُّحى
يَلْحَيْنَنِي وَ أَلُومُهُنَّهْ
وَ يَقُلْنَ شَيْبٌ قَدْ عَلَاكَ
وَ قَدْ كَبُرْتَ فَقُلْتُ إنَّهْ

وقرأ "إنْ هَذانِ" عاصمٌ فی رواية أبي بكرٍ، ونافعٍ، وحمزةُ والكِسَائِیُّ، وابنُ عامرٍ اتِّبَاعًا للمُصحف. واحتجُّوا بما قَدَّمْتُ ذكره.

(إعراب القراءات السبع وعللها، ص 261۔ المؤلف: أبو جعفر محمد بن أحمد بن نصر بن خالويه الأصبهانی (ت 603ھ) [كذا بالمطبوع، والصواب أنه لأبي محمد ابن خالويه النحوی (ت 370ھ)]۔ ضبط نصه وعلق عليه: أبو محمد الأسيوطی۔ الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان۔ الطبعة: الأولى، 1427ھ - 2006م۔ عدد الصفحات: 560)

ثانیاً پس حافظ ابن جوزی ؒ فرماتے ہیں:

انه افتراء على ابی حنيفة وانما المنقول بأبي قبيس كذا قاله الثقات من ارباب النقل۔

ترجمہ یہ امام ابوحنیفہ ؒ پر افتراء ہے، اصل میں آپ ؒ سے منقول "بابی قبیس" ہی تھا، ثقہ اربابِ نقل نے ایسا ہی فرمایا۔

یہ بھی جامع المسانید، ج1، ص54 سے منقول ہے۔ ج1، ص118۔ مزید تفسیر قرطبی ج11، ص216 ملاحظہ فرمائیں۔

چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

قال أبو حنيفة: لو ضرب رأس رجل بأبي قبيس فقتله فلا قصاص۔

(بحر المذهب (فی فروع المذهب الشافعی)، ج 2 ص 492۔ المؤلف: الرويانی، أبو المحاسن عبد الواحد بن إسماعيل (ت 502ھ)۔ المحقق: طارق فتحی السيد۔ الناشر: دار الكتب العلمية۔ الطبعة: الأولى، 2009م۔ عدد الأجزاء: 14)

ثالثاً جو شخص نحو واعراب میں امام ابوحنیفہ ؒ کا مقام ومرتبہ دیکھنا چاہتا ہے، تو وہ امام محمد ؒ کی الجامع الکبیر کے مسائلِ ایمان کا مطالعہ کرلے۔ وہاں علمِ اعراب میں امام ؒ کا تبحّر معلوم ہوتا ہے کیونکہ امام محمد ؒ نے اس کتاب کو امام ابوحنیفہ ؒ سے روایت کیا ہے اور سب امام ؒ کے بحرِ علم سے ہی اخذ کیا اور اس سے چلو بھرا ہے۔

ائمہ نحو ابن جنی ؒ، ابوسعید سیرافی ؒ اور ابوعلی فارسی ؒ نے اس کتاب کی شرح لکھی، اور ان سب ائمہ نے صاحبِ کتاب الجامع الکبیر کی علمی گہرائی وگیرائی اور علمِ

لغت ونحو میں امام رحمۃ اللہ علیہ کی بلند درجہ تک رسائی کی شہادت دی ہے، امام ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ شرح الجامع الکبیر میں فرماتے ہیں:

كنت أقرأ بعض مسائل الجامع على بعض المبرزين فی النحو (قيل هو ابو علی الفارسی)،فكان يتعجب من تغلغل واضع هذا الكتاب فی النحو، يعنی محمد بن الحسن، و انما نقلها من علم أبی حنيفة۔

ترجمہ: میں بعض علمائے نحو کے سامنے الجامع الکبیر پڑھتا تھا، ایک قول یہ ہے کہ وہ عالم ابوعلی الفارسی رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے جومصنف کتاب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی علمِ نحو سے گہری وابستگی اور علمی رسوخ پر حیران ہوتے تھے، انہوں نے علمِ نحو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔

اسی طرح جامع المسانید، ج1 ،ص35، 54 میں بھی ہے۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ "الخیرات الحسان" میں فرماتے ہیں:

احذر أن تتوهم أن أبا حنيفة لم يكن له خبرة تامة بغير الفقه حاشا لله الخ۔ (الخیرات الحسان، صفحہ 28)

ترجمہ: خبردار ہرگز وہم وگمان میں نہ پڑنا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سوائے علمِ فقہ کے دوسرے علوم میں کامل آگاہی نہ رکھتے تھے، ایسا ہرگز نہیں، بخدا! آپ رحمۃ اللہ علیہ شرعی علوم: تفسیر، حدیث، ادبی علوم اور حکمی مقاییس میں بحرِ بے کراں تھے اور بلا شبہ ان میں امام تھے۔ جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بعض دشمنوں کے کلام کا منشاء حسد تھا۔ (اور حسد سے نورِ حق بجھ نہیں سکتا کیونکہ) اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا فرمانے والا ہے، اور اس قول کی تکذیب اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسائلِ فقہ کی بنیاد عربی پر رکھی ہے جس نے اس میں غور وفکر کیا، وہ اس پر واقف ہوگیا۔ البتہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس (علمِ فقہ) پر زیادہ قدرت حاصل کی جس سے عقلیں حیراں ہیں۔

(مقدمہ اعلاء السنن: أبوحَنِيفَة وأصحابه المحدِّثون، ص74 تا78۔ المؤلف: مولانا ظفر أحمد العثمانی التهانوی۔ مطبوعة: ادارة القرآن، كراچی۔ 1427ھ)

11 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عربیت پر اعتراض کرنے والے حاسد ہیں

جب نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے صدیوں پہلے کے اکابر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر لگائے جانے والے الزام کو صاف کر چکے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے اور یہ اور اس قسم کے دیگر الزامات کے پیچھے حاسد لوگ ہیں، تو انہیں کم از کم ان کا تو لحاظ کرنا چاہیے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کو جاہل تک کہہ دیا ہے، مگر کیا کریں رگِ غیر مقلدیت جب پھڑکتی ہے تو اندر کا لاوا باہر آ ہی جاتا ہے۔

12 علامہ ابن حجر الہیتمی المکی، الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ ابنِ حجر الہیتمی المکی، الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قول باطل ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے معاندین کے اس اعتراض کا باطل ہونا اس امر سے بخوبی ظاہر ہے کہ بہت سے مسائلِ فقہ ایسے ہیں، جن کا مبنی علمِ عربیت ہے جس پر اگر کوئی ذرا بھی غور کرے گا تو وہ ضرور کہہ اٹھے گا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علمِ عربیت میں ایسا کمال حاصل تھا۔ جس سے عقل ششدر ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ایسے فصیح وبلیغ ہیں جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر حیران ہیں۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس نظم کو علیحدہ جمع کیا ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے"۔ (الخیرات الحسان، ص:65)

الاستاذ سید عفیفی محامی (محرر مجلة المحاماة الشرعية القاهرة) بھی حافظ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بیان سے اتفاق کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تمام علومِ شریعت، عربیت، ادب وحکمت میں ایسا کمال عطا فرمایا تھا کہ انسانی عقل حیران ہے۔

"فاما العلوم الشريعة والعربية والادبية والحكمية فكان فی كل هذا بحرا لا يجاری، واماما لا يماری۔ وله مسائل فقهية بنی فيها أقواله على

علم العربية. ومن تأملها يقضي بتكمنه من هذا العلم بما يبهر العقل وله من الشعر البليغ ما يعجز عنه كثير من نظرائه".

(حیات الامام ابی حنیفۃ، ص:12، طبع:1350ھ، قاہرہ)

13 علامہ تغری بردی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ صفدی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

مشہور حنبلی عالم جمال الدین بن یوسف تغری بردی رحمۃ اللہ علیہ (۸۷۴ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو متعدد علوم میں یگانہ روزگار بتایا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

برع في الفقه والرأي وساد أهل زمانه بلا مدافعة في علوم شتى.

(النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة، ج2 ص13. المؤلف: يوسف بن تغري بردي بن عبد الله الظاهري الحنفي، أبو المحاسن، جمال الدين (ت 874هـ). الناشر: وزارة الثقافة والإرشاد القومي، دار الكتب، مصر. عدد الأجزاء: 16)

علامہ صفدی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی لکھتے ہیں:

وبرع وساد فِي الرَّأْي أهل زَمَانه فِي الْفِقْه والتفريع للمسائل وتصدر للإشغال وتخرج بِهِ الْأَصْحَاب.

(الوافي بالوفيات، ج27 ص89. المؤلف: صلاح الدين خليل بن أيبك بن عبد الله الصفدي (ت 764هـ). المحقق: أحمد الأرناؤوط وتركي مصطفى. الناشر: دار إحياء التراث- بيروت. عام النشر: ۱۴۲۰هـ- ۲۰۰۰م. عدد الأجزاء: 29)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علمِ نحو میں کس اونچے مقام پر تھے۔ اسے بھی دیکھتے جائیں۔ علامہ موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ (568ھ) لکھتے ہیں:

14 امام ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف جامع صغیر میں لکھا ہے کہ میں مدینۃ السلام میں شرح جامع کبیر پڑھا کرتا تھا۔ اس میں مجھے علمِ نحو کے ماہرین کے بعض مسائل پڑھنے تھے۔ میرے استاذ ابوعلی الحسن بن عبد الغفار الفارسی رحمۃ اللہ علیہ تھے، آپ اس کتاب کو

بڑے اچھے طریقے سے پڑھاتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس کتاب کے مصنف نے بہت سے مسائل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل سے نقل کیے ہیں۔ ایسے مسائل وہی شخص کر سکتا ہے جو فنِ نحو میں خلیل رحمۃ اللہ علیہ اور سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہم پلہ ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مذہب کے بیان میں نحوی مسائل کو جس طرح حل کیا ہے، وہ ماہرینِ نحو سے بھی داد وصول کرتے ہیں۔ اس علمِ نحو کی تمام جزئیات آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں تھیں، وہ علم کے امام تھے، علم کے بحرِ عمیق تھے۔

(مناقب امام اعظم (مترجم)، ص:382۔ المؤلف: صدر الائمۃ امام موفق بن احمد مکی۔ الناشر: مکتبہ نبویہ، لاہور)

15 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ میں گفتگو بہت باریک ولطیف ہے

عرب کے معروف فاضل ولید الزبیری نے اپنی ضخیم کتاب "الموسوعة الميسرة في تراجم التفسير والاقراء والنحو واللغة" میں جن علماء کا تذکرہ لکھا ہے، ان میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ بھی ہے۔ آپ علامہ صیمری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یہ بھی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ میں گفتگو بہت باریک اور لطیف ہے۔ اس میں عیب اور کیڑے نکالنے والے جاہل لوگ ہیں۔ (الموسوعۃ ص:۲۶۶۷)

طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ النَّخَعِيُّ، سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ غِيَاثٍ، يَقُولُ: "كَلامُ أَبِي حَنِيفَةَ أَدَقُّ مِنَ الشَّعْرِ لا يَعِيبُهُ إِلا جَاهِلٌ".

(مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، ص32. المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (ت 748هـ). تحقيق وتعليق: محمد زاهد الكوثري [ت 1371 هـ]- أبو الوفاء الأفغاني [ت 1395هـ]. الناشر: لجنة إحياء المعارف النعمانية، حيدر آباد الدكن بالهند. الطبعة: الثالثة، 1408هـ)

آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی امامت اور ان کے فقہی دقائق مسلمہ امر ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں شک نہیں کیا جا سکتا۔ موصوف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت: "الامامة في الفقه ودقائقه مسلمة الى هذا الامام وهذا أمر لا

شك فيه"۔ (الموسوعۃ، ص:2667)

16 علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد کا اقرار واعتراف

غیر مقلدوں کے مخدوم ومقتداء شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس بات کا اقرار کرنا پڑا ہے کہ فقہ اور اس کی باریکیوں میں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی امامت بغیر کسی شک وشبہ کے مسلم ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں اور اس کی تائید کرتے ہیں:

وحسبه ما أعطاه الله من العلم والفهم الدقيق حتى قال الإمام الشافعي: الناس عيال في الفقه على أبي حنيفة، ولذلك ختم الحافظ الذهبي ترجمة الإمام في " سير النبلاء " (5 / 288 / 1) بقوله وبه نختم: قلت: الإمامة في الفقه ودقائقه مسلمة إلى هذا الإمام، وهذا أمر لا شك فيه۔

(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة، ج 1 ص 667۔

المؤلف: محمد ناصر الدين الألباني [ت 1420 هـ]۔ الناشر: مكتبة المعارف، الرياض- المملكة العربية السعودية۔ الطبعة: الأولى للطبعة الجديدة۔ (1412 هـ = 1992 م)- (1424 هـ) عدد الأجزاء: 14)

17 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا علم الصرف میں مقام

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا علم الصرف میں کیا مقام تھا، اسے دیکھیے۔ مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدیر ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک لکھتے ہیں:

فنِ صرف کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے مدونِ اول ابوعثمان بکر المازنی رحمۃ اللہ علیہ (248ھ) ہیں۔ اس سے پہلے یہ فن الگ حیثیت میں مدون نہیں تھا، بلکہ علم النحو ہی میں اس کے مسائل بھی ذکر کر دیئے جاتے تھے۔ تاہم تحقیق یہ ہے کہ فنِ صرف کے مدوّنِ اوّل ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ نہیں، بلکہ ان سے بھی ایک صدی قبل امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

ہیں، جو تدوینِ فقہ کے علاوہ علمِ صرف میں بھی ایک مستقل "رسالۃ المقصود" کے نام سے تصنیف فرما چکے تھے۔ یہ رسالہ علمِ صرف کا نہایت جامع مختصر مگر واضح اور منضبط متن ہے۔ معجم المطبوعات العربیۃ میں اس کا ذکر تین مقامات پر موجود ہے اور تینوں جگہ اس رسالہ کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس رسالہ کی شرح "المطلوب" کے نام سے 952ھ سے بھی پہلے لکھی گئی ہے۔ علامہ نورالدین محمد بن زبیر علی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح "امعان الانظار" کے نام سے لکھی۔ ایک اور شرح استاد عیسیٰ سیروی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی، جو "روح الشروح" کے نام سے ہے۔ جامعہ ازہر مصر کے استاد احمد سعید علی رحمۃ اللہ علیہ نے اصل رسالہ کے ساتھ یہ تینوں شرحیں بھی شائع کی ہیں"۔

(حیرت انگیز واقعات)

18 اہلِ کوفہ کا عربیت میں مقام

امام عفان بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ (220ھ) کی اہلِ کوفہ کی زبان دانی پر شہادت دیکھیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ اور بغداد کے مشہور محدث حافظ، ثقہ، ثبت اور صاحب السنۃ تھے۔ فرماتے ہیں:

وَمَا رَأَيْنَا بِالْكُوفَةِ لَحَّانًا مُجَوِّزًا۔ اھ

(المحدث الفاصل ت أبو زيد (الرامهرمزی) ص 580 رقم 716؛ شرح الفیۃ العراقی، ج: 3، ص: 90، طبع مصر؛ مقدمہ نصب الرایہ، ص: 35؛ البدور المضية في تراجم الحنفية (محمد حفظ الرحمن الكملائی) ج 20 ص 106)

ترجمہ: ہم نے کوفہ میں عربی زبان میں غلطی کرنے والا اور اس کو درست سمجھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (911ھ) لکھتے ہیں:

"قال ابو الطيب اللغوی فی مراتب النحويين: ولا عِلمَ للعرب الا فی هاتين المدينتين الكوفة والبصرة"۔

(المزھر، ج:۲، ص:۲۵۹۔ طبعۃ: مطبعۃ السعادۃ۔ 1325ھ۔ تانیب الخطیب، ص:53)

ترجمہ: شیخ ابوطیب لغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "مراتب النحو" میں لکھا ہے کہ عربیت کا علم صرف ان شہروں: کوفہ اور بصرہ میں ہے۔

19 ابن النجار رحمۃ اللہ علیہ، صفدی رحمۃ اللہ علیہ اور ابنِ خلکان رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات

امام حافظ محبّ الدین ابوعبداللہ محمد بن محمود المعروف بابن النجار رحمۃ اللہ علیہ (634ھ) نے "کتاب الرد علي ابی بکر الخطیب البغدادی" کی ابتداء میں ہی اس اعتراض کو نقل کر کے اس کا تفصیلی اور عالمانہ جواب دے دیا ہے۔ (دیکھیے: کتاب مذکور، ص:5) یہ کتاب دار الکتب العلمیہ بیروت نے محترم مصطفیٰ عبدالقادر عطا کی تحقیق کے ساتھ شائع کی ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی رحمۃ اللہ علیہ (764ھ) نے "کتاب الوافی والوفیات" میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں کوئی ایسی بات نہیں ملتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عیب دار بنائے ہوئے، سوائے ایک کلام کی غلطی کے:

"لم یکن أبی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ ما یعاب بہ غیر اللحن"۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کلام کی نشان دہی کر کے خود ہی اس کا جواب دے کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو صحیح بتایا ہے۔

مؤرخ ابنِ خلکان رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات تسلیم ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر سوائے عربیت کے اور کسی بات پر اعتراض نہیں کیا گیا ہے اور پھر انہوں نے بھی اس اعتراض کو رد کر دیا، کیوں کہ بعض عرب کے قبائل کی لغت میں یہ بات ملتی ہے۔

20 علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

سو جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عربیت کو تنقید کا نشانہ بنایا، شارحِ صحیح بخاری

حافظ ابنِ حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہلِ زبان اس تنقید کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

"ومن ثم لم یقبل جرح الجارحین فی الامام ابی حنیفۃ حیث جرحہ بعضھم بکثرۃ القیاس وبعضھم بقلۃ معرفۃ العربیۃ وبعضھم بقلۃ روایۃ الحدیث فان ھذا کلہ جرح بما لا یجرح بہ الراوی"۔

(تنسیق النظام، ص:8، بحوالہ مقدمہ فتح الباری)

اس سے پتہ چلا کہ جن لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کثرتِ قیاس لغت میں قلتِ معرفت اور روایتِ حدیث کے کم ہونے پر اعتراض کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ انہیں محدثین یکسر مسترد کرتے ہیں۔

21 علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ، خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

"ومن البدیھی انہ لا یمکن لأحد زمن ابی حنیفۃ ان یستتبع الفقھاء فی الفقہ بدون مستبحر فی جمیع نواحی الاجتھاد، فضلا عن اللغۃ العربیۃ، والبیانُ ھو اول ما یحتاج الیہ العالم فی الدعوۃ، بل الامر ھکذا فی جمیع الازمان، فمن السفہ وقلۃ الدین رَمیُ ابی حنیفۃ بالضعف فی العربیۃ من غیر حجۃ غیر الاسطورتین"۔ (تانیب الخطیب، ص:54)

ترجمہ: بدیہی بات ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں کسی کے لیے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ فقہ میں بڑے بڑے فقہاء کو اپنے پیچھے چلائے، جب تک کہ اجتہاد کے تمام اطراف میں اس کا علم وسیع نہ ہو، چہ جائے کہ وہ لغتِ عربیہ میں کم زور ہو۔ اور علمِ بیان تو پہلی چیز ہے، جس کی جانب ایک عالم دعوت دینے میں محتاج ہوتا ہے، بلکہ ہر دور میں معاملہ اسی طرح رہا ہے۔ پس کم عقلی اور کمزور دینی یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عربیت میں

کمزوری کی نسبت کی جائے اوراس کے لیے دوافسانوں کودلیل میں پیش کیاجائے“۔

(تانیب الخطیب،ص:106،مترجم)

اگرفرض کرلیاجائے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب جوروایات منسوب کی گئی ہیں،وہ ثابت ہیں اور یہ بھی فرض کرلیاجائے کہ وہ الفاظ غلط ہیں،توکیاان سے زندگی بھر میں اس کے سوااورکوئی غلطی شمار کی گئی ہے اور باقی اماموں سے چشم پوشی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جوروایت کی گئی ہے،اس کی تشہیر کرنے میں بدترین تعصب کے سوا آخرراز کیاہے؟(تانیب الخطیب ص54 عربی،ص:107 مترجم)

آپ آگے چل کرلکھتے ہیں:

ہم لغت کے لحاظ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقام پرحملہ کرنے والوں کے حملہ کوروکنے کے لیے اسی (مذکورہ چندواقعات وروایات) پراکتفا کرتے ہیں۔اورانہیں وہ باتیں یاددلاناچاہتے ہیں،جودیگر ائمہ کے بارے میں کہی گئی ہیں۔حق بات یہ ہے کہ ائمہ متبوعین عظمت میں اس حد سے بہت بلند ہیں کہ کوئی ان پرلغت میں ضعف کاعیب لگائے۔اس لیے ان میں اجتہاد کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں اوران شرائط میں لغت کو اس طرح جاننا شرط ہے جس طرح جاننے کا حق ہے۔اور بے شک امت کسی اور کی نہیں،بل کہ ان ہی کی اتباع پرمتفق ہے اورزمانہ درزمانہ امتِ محمدیہ کمی بیشی کے ساتھ ان کے حصہ میں آتی رہی ہے اوراگراس میں اللہ کا کوئی رازمخفی نہ ہوتا تو اس طرح زمانہ درزمانہ امت کبھی ان کی پیروی نہ کرتی۔

آپ ایک اورمقام پرلکھتے ہیں:

وَأما قُوّة أبي حنيفة فِي الْعَرَبيّة، فَمَا يدل عَلَيْهَا نشأته فِي مهد الْعُلُوم الْعَرَبيّة، وتفريعاته الدقيقة عَلَى الْقَوَاعِد الْعَرَبيّة، حَتَّى ألف أَبُو عَلّى الْفَارِسِي، والسيرافى، وَابْن جنى كتبا فِي شرح آرائه الدقيقة فِي الْأَيْمَان فِي "الْجَامِع الْكَبِير" إِقْرَارا مِنْهُم بتغلغل صَاحبهَا فِي أسرار الْعَرَبيّة وَفِي هَٰذَا الْقدر كِفَايَة۔

(نصب الراية لأحاديث الهداية مع حاشيته بغية الألمعي في تخريج الزيلعي ج 4 مقدمہ-الناشر: مؤسسة الريان للطباعة والنشر - بيروت -لبنان/ دار القبلة للثقافة الإسلامية-جدة-السعودية؛مقدمہ نصب الرایہ،ج:1،ص:25)

جولوگ پروپیگنڈاکرتے نہیں تھکتے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کونہ قرآن پرعبورحاصل تھااورنہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کوحدیث میں مہارت تھی۔

22 علامہ ابنِ حجرمکی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ ابنِ حجرمکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایسا کہنے والے حسد کی وجہ سے کہتے ہیں،جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ توقرآن وحدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وقل بعض اعدائه فيه خلاف ذلك منشؤه الحسد وحجته الترفع على الاقران ورميهم بالزور والبهتان ويابى الله الا ان يتم نوره“۔

(الخیرات الحسان،ص:64)

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مخالف کا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایسا کہنا (کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عربیت میں کمزور تھے) اس کا منشاء حسد ہے اورمعاصرانہ چشمک ہے اور یہ جھوٹ اوربہتان کی الزام تراشی ہے۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ○

ترجمہ: یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کواپنی پھونکوں سے بجھادیں۔مگراللہ اپنی روشنی کومکمل کیے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

23 شیخ الحدیث مولاناعبدالجباراعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

شیخ الحدیث مولاناعبدالجباراعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مجتہدِ مطلق ہونا مسلم مسئلہ ہے اور علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ، رافعی رحمۃ اللہ علیہ، نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ مجتہد وہ شخص ہے جو قرآن وحدیث، مذاہبِ سلف، لغت، قیاس، ان پانچ چیزوں میں کامل دست گاہ رکھتا ہو۔ اگر ان میں سے کسی میں کمی ہو تو وہ مجتہد نہیں، اسے تقلید کرنی چاہیے۔۔۔ حقیقت تو یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تبحرِ علمی عربی اور کمالِ ملکہ عربیت، قواعدِ عربیت پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تفریعاتِ دقیقہ سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے۔ تعجب ہے کہ جن کی پوری زندگی قرآن وحدیث کی عربی عبارات کی دقیقہ شناسی اور اپنی خداداد قوتِ اجتہاد سے استنباطِ مسائل میں صَرف ہوئی، اس پر قلتِ عربیت کا طعنہ دیا جا رہا ہے اور اپنی ناواقفیت کا بانگِ دہل اعلان کیا جا رہا ہے۔ فیاللعجب! (امدادالباری تقریر صحیح بخاری، ج:1، ص:239)

24 اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب قول کی حقیقت اور اُس کا رد

یہاں اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ایک اور صیغہ ہے جسے امام رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عربی زبان میں کمزوری کی دلیل بنا کر پیش کرتے ہیں، اور یہ اعتراض وہ ہے جسے صاحبِ قاموس مجد الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے مادہ "عقل" میں نقل کیا، چنانچہ کہتے ہیں:

وقولُ الشَّعْبِيِّ: «لا تَعْقِلُ العاقِلَةُ عَمْداً ولا عَبْداً». وليس بحَدِيثٍ كما تَوَهَّمَه الجوهريُّ مَعْناه: أن يَجْنِيَ الحُرُّ على عبدٍ، لا العَبْدُ على حُرٍّ، كما تَوَهَّمَ أبو حَنيفةَ، لأنه لو كان المعنى على ما توهم، لكانَ الكلامُ: «لا تَعْقِلُ العاقِلَةُ عن عَبْدٍ، ولم يكن ولا تَعْقِلُ عبداً». قال الأَصْمَعِيُّ: كلَّمْتُ في ذلك أبا يُوسُفَ بحَضْرَةِ الرَّشيدِ فلم يَفْرُقْ بين عَقَلْتُهُ وعَقَلْتُ عنه حتى فَهَّمْتُه۔

ترجمہ: شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "لا تَعْقِلُ العاقِلَةُ عَمْداً ولا عَبْداً"، اور یہ حدیث نہیں جیسا کہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ کا گمان ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کہ آزاد شخص غلام پر جنایت کر سکتا

ہے، لیکن غلام آزاد پر نہیں کر سکتا، جیسا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے وہم کیا، کیونکہ اگر یہ معنی ہوتا جیسا کہ امام رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا تو کلام اس طرح ہوتا: "لا تَعْقِلُ العاقِلَةُ عن عَبْدٍ، ولم يكن ولا تَعْقِلُ عبداً"، یعنی: عاقلہ غلام کی طرف سے دیت نہ دے گا، اور نہ ایسا ہوا اور نہ غلام کی دیت دینے کا پابند ہوگا۔ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "میں نے خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کلام کیا، تو وہ "عَقَلْتُهُ وعَقَلْتُ عنه" کے درمیان فرق نہ کر سکے، یہاں تک کہ میں نے انہیں اس کا مفہوم سمجھایا۔

پس مجد فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا "كما تَوَهَّمَ أبو حَنيفةَ" کہنا امام اعظم، مجتہد اقدم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں بے ادبی ہے، جیسا کہ علامہ بدر القرافی رحمۃ اللہ علیہ نے "القول المانوس" میں فرمایا:

"وعقلته يستعمل في معنى عقلت عنه"

ترجمہ: "عقلت"، "عقلت عنه" ہی کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

علامہ اکمل بابرتی رحمۃ اللہ علیہ "عنایہ شرح ہدایہ" میں فرماتے ہیں:

وَأُجِيبَ بِأَنَّ عَقَلْته يُسْتَعْمَلُ فِي مَعْنَى عَقَلْت عَنْهُ، وَسِيَاقُ الْحَدِيثِ وَهُوَ قَوْلُهُ صلى الله عليه وسلم: «لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ عَمْدًا»، وَسِيَاقُهُ وَهُوَ قَوْلُهُ: «وَلَا صُلْحًا وَلَا اعْتِرَافًا» يَدُلَّانِ عَلَى ذَلِكَ، لِأَنَّ مَعْنَاهُ: عَنْ عَمْدٍ وَعَنْ صُلْحٍ وَعَنْ اعْتِرَافٍ۔

(العناية شرح الهداية، ج10 ص 407۔ المؤلف: محمد بن محمد بن محمود، أكمل الدين أبو عبد الله ابن الشيخ شمس الدين ابن الشيخ جمال الدين الرومي البابرتي (ت 786ھ)۔ مطبوع بهامش: فتح القدير للكمال ابن الهمام۔ الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصفى البابي الحلبي وأولاده بمصر (وصوّرتها دار الفكر، لبنان)۔ الطبعة: الأولى، 1389ھ=1970م۔ عدد الأجزاء: 10)

ترجمہ: سیاقِ حدیث: «لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ عَمْدًا»، اور سیاقِ حدیث: «وَلَا صُلْحًا وَلَا اعْتِرَافًا»، دونوں اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کا معنی ہے: عاقلہ عمداً قتل کی دیت

دینے یا دیت کی صلاحیت رکھنے والے یا اعتراف کرنے والے کی طرف سے دیت دینے کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

اس کی تائید وہ روایت کرتی ہے جس کو امام ابو یوسف ؒ نے کتاب الآثار میں بروایت امام ابوحنیفہ ؒ عن حماد عن ابراہیم ؒ نقل کیا، اس میں ہے:

قَالَ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ: «لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ الْعَبْدَ إِذَا قُتِلَ خَطأً».

(الآثار لابی یوسف ص 221 رقم 978)

ترجمہ: عاقلہ غلام کی دیت نہ دے گا جب اس سے خطاءً قتل ہوا ہو۔

اس کی مؤید وہ روایت بھی ہے جس کو امام محمد بن حسن ؒ نے مؤطا میں بطریق عبدالرحمٰن بن ابی الزناد عن ابیہ عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود عن ابن عباس ؓ روایت کیا ہے۔ اُس روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ عَمْدًا، وَلَا صُلْحًا، وَلَا اعْتِرَافًا، وَلَا مَا جَنَى الْمَمْلُوكُ». قَالَ مُحَمَّدٌ: «وَبِهٰذَا نَأْخُذُ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا».

(موطأ مالك رواية محمد بن الحسن الشيباني (مالك بن أنس) ص 228 رقم 666)

ترجمہ: امام محمد ؒ فرماتے ہیں: "ہم اس نکتۂ نگاہ کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ ؒ اور ہمارے اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے"۔

"وَلَا مَا جَنَى الْمَمْلُوكُ" اس پر نص ہے کہ ارشادِ مبارک "لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ" کا مفہوم یہ ہے کہ عاقلہ جرم کرنے والے غلام کی دیت کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ البتہ اس میں اُس شخص کا اختلاف ہے، جو کلام گھڑ کے منسوب کرتا ہے۔

امام بیہقی ؒ بطریقِ شعبی ؒ حضرت عمر ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ؓ نے فرمایا:

عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عُمَرَ، رضی الله عنه، قَالَ: «الْعَمْدُ وَالْعَبْدُ وَالصُّلْحُ وَالِاعْتِرَافُ لَا يَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ» كَذَا قَالَ. عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عُمَرَ، وَهُوَ عَنْ عُمَرَ مُنْقَطِعٌ، وَالْمَحْفُوظُ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ مِنْ قَوْلِهِ.

(السنن الكبرى-البيهقي-ط العلمية (أبو بكر البيهقي) ج8 ص181 رقم 16359)

ترجمہ: عمد، عبد، صلح اور اعتراف سے دیت بذمہ عاقلہ نہ ہوگی۔ پھر (امام بیہقی ؒ) نے کہا: "یہ روایت منقطع ہے اور محفوظ یہ ہے کہ یہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نہیں بلکہ) امام شعبی ؒ کا قول ہے"۔

اس کے بعد بیہقی ؒ نے اس روایت کو ذکر کیا ہے:

عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ عَمْدًا وَلَا عَبْدًا وَلَا صُلْحًا وَلَا اعْتِرَافًا. (السنن الكبرى-البيهقي-ط العلمية ج8 ص181 رقم 16360)

امام بیہقی ؒ کے مذکورہ بالا قول پر مجد الدین فیروز آبادی ؒ نے اس روایت کے حدیث نہ ہونے کی بنیاد رکھی، اور اس میں انہوں نے اس طرح خطا کی جس طرح انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے حق میں خطا کی، اور یہ ہے وہ روایت جسے مجد الدین فیروز آبادی ؒ نے اصمعی ؒ سے نقل کر کے روایت کیا اور اس سے مختار الصحاح، مصباح، نہایہ، عباب اور تہذیب میں مذکور ہوئی، لیکن وہ شخص ہماری نظر میں نہیں جس نے امام ؒ تک اس روایت کی سند بیان کی ہو۔

نصب الرایہ میں ہے کہ امام ابوعبید قاسم بن سلام ؒ اپنی کتاب "غریب الحدیث" کے آخر میں فرماتے ہیں:

ورواه أبو الْقَاسِمِ بْنِ سَلَّامٍ فِي آخِرِ كِتَابِهِ «غَرِيبِ الْحَدِيثِ» كَذٰلِكَ مِنْ قَوْلِ الشَّعْبِيِّ، ثُمَّ قَالَ: وَقَدِ اخْتَلَفُوا فِي تَأْوِيلِ الْعَبْدِ، فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ: مَعْنَاهُ أَنْ يَقْتُلَ الْعَبْدُ حُرًّا، فَلَيْسَ عَلَى عَاقِلَةِ مَوْلَاهُ شَيْءٌ مِنْ جِنَايَتِهِ، وَإِنَّمَا هِيَ فِي رَقَبَتِهِ، وَاحْتَجَّ كَذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ

ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ عَمْدًا، وَلَا صُلْحًا، وَلَا اعْتِرَافًا، وَلَا مَا جَنَى الْمَمْلُوكُ". أَلَا تَرَىٰ أَنَّهُ جَعَلَ الْجِنَايَةَ للمملوك، قَالَ: وَهٰذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَ ابْنُ أَبِي لَيْلَىٰ: إِنَّمَا مَعْنَاهُ أَنْ يَكُونَ الْعَبْدُ يُجْنَىٰ عَلَيْهِ يَقْتُلُهُ حُرٌّ، وَيَجْرَحُهُ، فَلَيْسَ عَلَىٰ عَاقِلَةِ الْجَانِي شَيْءٌ. إِنَّمَا ثَمَنُهُ فِي مَالِهِ خَاصَّةً، قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: فَذَاكَرْتُ الْأَصْمَعِيَّ فِيهِ، فَقَالَ: "الْقَوْلُ عندي ما قاله ابْنُ أَبِي لَيْلَىٰ، وَعَلَيْهِ كَلَامُ الْعَرَبِ"، وَلَوْ كَانَ الْمَعْنَىٰ عَلَىٰ مَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَكَانَ لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ عَنْ عَبْدٍ، وَلَمْ يَكُنْ: وَلَا تَعْقِلُ عَبْدًا، انْتَهَىٰ.

(نصب الراية (الزيلعي، جمال الدين) ج 4 ص 379، 380؛ (غريب الحديث لابي عبيد، ج1 ص445،446۔ مطبوعة دائرة المعارف العثمانية، 1384ھ)

ترجمہ "عبد" کی تاویل میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ پس محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ (اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ میں سے ہیں) کہتے ہیں: "اس کا معنی یہ ہے کہ غلام اگر کسی آزاد شخص کو قتل کر دے، تو اس کے مالک کے عاقلہ پر اس کے جرم کی دیت نہیں بلکہ خود اس کی گردن پر ہے"۔ اور محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر یہ روایت بطور دلیل پیش کی کہ مجھے عبدالرحمن بن ابی الزناد رحمۃ اللہ علیہ نے عن ابیہ عن عبید اللہ بن عبداللہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "عمد، صلح اور اعتراف کی صورت میں دیت بذمہ عاقلہ نہ ہوگی، اور نہ اس جرم کی جس کا ارتکاب مملوک کرے گا"۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "یہی قول ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے"۔ اور ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "اس کا مفہوم یہ ہے کہ غلام اگر آزاد شخص کو قتل کر دے یا اسے زخمی کر دے، تو اس کے ذمے لازم ہونے والی دیت عاقلہ پر نہ ہوگی، بلکہ خاص جرم کرنے والے کے مال سے ادا کی جائے گی"۔ ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "میں نے اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ میں مذاکرہ کیا، تو کہنے لگے: "میرا قول وہی ہے جو ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، اور کلامِ عرب اس کی تائید کرتا ہے۔ اور اگر معنی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہو، تو عاقلہ غلام کی طرف سے دیت نہ دے گا اور بذمہ غلام بھی نہ ہوگا۔

ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ نے اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے جو حکایت نقل کی، اس میں ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کی مجرد تائید کے سوا کچھ نہیں، بخلاف اس روایت کے جو صاحبِ قاموس اور اُس کے ساتھیوں نے حکایت کی۔ اس میں جہالت سے مقامِ اجتہاد پر فائز ہونے کی سعی لاحاصل ہے۔

اور ہم نے جو آثار ذکر کیے ہیں، ان سے اس مفہوم کا صحیح او صائب ہونا اچھی طرح ظاہر ہو گیا جو مفہوم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا۔ نیز امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ حجت کا بھی۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو فکر و تدبر سے کام لے۔

اس میں اور لسان العرب میں استعمال ہونے والے لفظ "عقل عنہ" بمعنی "ودیٰ عنہ" (اس کی طرف سے دیت ادا کی) کے درمیان کچھ منافات نہیں، بلکہ اس باب میں عقلہ بمعنی عقل عنہ مطلقاً حذف و ایصال کے ساتھ ہے کیونکہ اصل کلام تو عقل قوائم الجمال (اونٹوں کے پاؤں باندھنا) ہے تاکہ انہیں فلاں کی طرف سے بطور دیت دیا جائے پس یہاں مفعول صریح لانے کی ضرورت نہیں اور عن کو حذف کر کے مدفوع عنہ کی طرف موصول کیا ہے۔

یہ عربی زبان کے وہ اسرار ہیں جن کا سمجھنا ہر اس شخص کے لیے ضروری ہے جو زبان عرب سے ممارست رکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ زبان عرب کی فہم میں لوگوں کے مقامات و مراتب پر حکم لگانے کی قدرت رکھتا ہے۔ (یعنی یہ بتا سکتا ہے کہ عربی زبان دانی میں یہ بتا سکتا ہے کہ عربی زبان دانی میں اس کا کیا مقام ہے)۔ جو آثار حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں۔ ان کا مقصود وہی ہے جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا ہے۔ اور اصمعی رحمۃ اللہ علیہ جیسا شخص امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کم عقلی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا بلکہ وہ تو ان کے ساتھ انتہائی ادب سے پیش آتا تھا۔ "نوادر اصمعی" میں ہے: "میں نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا: "اس وقت دل میں خواہش تڑپ رہی ہے (کہ کچھ پوچھوں)۔ بخدا! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مقامِ رفیع پر فائز کیا، کیا آپ نے کبھی اس سے زیادہ مقام کی تمنا کی؟"۔ فرمایا: "میں نے

خواہش کی کہ مجھے امام ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا حسن، امام مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کا زہد اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ فقاہت مل جائے"۔ چنانچہ میں نے اس کا ذکر امیر المؤمنین (ہارون) رشید رحمۃ اللہ علیہ سے کیا، تو اس نے کہا: "ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت سے بڑھ کر تمنا نہیں کی"۔

فرض کریں اصمعی رحمۃ اللہ علیہ اُن لوگوں میں سے تھا جو مجلسِ امراء میں وہ کچھ کہہ دیتے ہیں جو اپنے دوستوں اور دوستوں کے دوستوں کی مجلس میں نہیں کہہ سکتے، اور وہ سامنے سے خوش ہوں اور پیٹھ پیچھے طعن و تشنیع کا اظہار کریں، تو ایسا کرنا اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بعید نہیں۔ ہم اس جیسے لوگوں کے کلام کو کچھ وزن نہیں دیتے۔ پس اگر تمہیں ضعیف راویوں کے متعلق لکھی گئی کتب میں اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے ابوزید انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول کافی نہ ہو، تو تم ابوالقاسم علی بن حمزہ بصری رحمۃ اللہ علیہ کی غلط روایات کی نشان دہی والی کتاب: "التنبیہات علی أغالیط الرواۃ" کا مطالعہ کرو، تاکہ تم اس تعمق میں پڑنے والے کی اغلاط پر اس کی امانتِ نقل کے متعلق لوگوں کے کلام پر آگاہ رہو۔

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی کلام کے رد میں استطراداً اتنا ہی کافی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لغت میں "اباقبیس" اور "اسطورۃ" جیسے تھے جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تضعیف کے لیے گھڑے گئے، قابلِ تمسک نہیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے "عقلت" اور "عقلت عنہ" کے درمیان فرق نہیں کیا، تو آپ نے اسے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی لغت میں تضعیف پر استدلال کیسے کرلیا؟!!

25 عربیت میں کوفہ اور بصرہ کا مقام

بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ عربی علوم کے مرکز میں ائمہ میں یکتا حیثیت سے رونق آرائے جہاں ہوئے، عربی ماحول میں پروان چڑھے، زبانِ عربی کے اسرار و رموز آپ رحمۃ اللہ علیہ کے رگ و پے میں اترے، یہاں تک کہ ابوسعید سیرافی رحمۃ اللہ علیہ، ابوعلی فارسی رحمۃ اللہ علیہ اور ابنِ جنی رحمۃ اللہ علیہ جیسے ارکانِ عربیت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کلماتِ ایمان

کی شرح میں کتابیں تصنیف کیں اور لغتِ عرب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وسعتِ اطلاع پر حیران ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمام امصار و دیارِ عرب میں اہلِ بصرہ اور اہلِ کوفہ کو فصیح عرب قبائل میں سے مختص کیا، تاکہ زبان کو دوسرے لوگوں تک پہنچائیں، اس کو مدون کریں اور اسے علم و فن کی زبان بنادیں جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی "المزهر في علوم اللغة وأنواعها" میں ہے:

وفيه بيان من يؤخذ منهم اللغة، ومن لا يؤخذ منهم لمجاورتهم أمما غير عربية، ومخالطتهم لصنوف الأعاجم من مصر، والشام، واليمن، والبحرين، وحاضرة الحجاز، والطائف، نقلًا عن كتاب «الألفاظ»، للفارابي، ولا يتسع المقام لنقل نصه۔

(المزهر في علوم اللغة وأنواعها (الجلال السيوطي) ج1 ص128-طبعة: السعادة سنة1325ھ)

ترجمہ: اس میں ان لوگوں (علماء) کا ذکر ہے جن سے عربی زبان حاصل کی جاتی ہے، نیز ان لوگوں کا ذکر ہے جو غیر عربی لوگوں سے میل ملاقات اور مجاورت کے باعث اس قابل نہیں کہ ان سے زبان حاصل کی جائے اور یہ مختلف النوع عجمیوں یعنی اہلِ مصر، اہلِ شام، اہلِ یمن، اہلِ بحرین اور حجاز میں حاضر ہونے والے گروہوں سے مخالطت ہے۔ ابونصر فارابی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 339ھ) کی "کتاب الالفاظ" (کتاب الحروف) سے منقول ہے، لیکن یہاں اُس کی عبارت نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔

حضرت أبو الطیب اللغوی فرماتے ہیں:

قال أبو الطيب اللغوي (ت: 351): "ولا علم للعرب إلَّا في هاتين المدينتين [يعني: البصرة والكوفة]. فأمَّا مدينة الرسول صلى الله عليه وسلم، فلا نعلم بها إماماً في العربية۔ قال الأصمعي: أقمت في المدينة زماناً، ما رأيت بها قصيدة واحدة صحيحة إلَّا مُصحَّفة أو مصنوعة".

(مراتب النحويين ص:155 - 156؛ وينظر: الاقتراح للسيوطي، مع شرحه: الإصباح للدكتور محمود فجال، ص:92؛المزهر في علوم اللغة وأنواعها (الجلال السيوطي) ج2 ص353؛نشأة النحو وتاريخ أشهر النحاة (محمد الطنطاوي) ص53؛ حاشية:التفسير اللغوي للقرآن الكريم (مساعد الطيار) ص177)

ترجمہ

ابوطیب لغوی رحمۃ اللہ علیہ مراتب النحویین میں لکھتے ہیں: "عربوں کا علم ان دونوں شہروں یعنی کوفہ اور بصرہ میں ہے، جہاں تک مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق ہے ہمیں اس میں کسی امامِ عربیت کا علم نہیں"۔ اور اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے: "میں مدینہ منورہ میں ایک عرصہ تک اقامت گزیں رہا، میں نے وہاں کوئی قصیدہ صحیح نہیں دیکھا جس میں تصحیف یا گھڑت نہ ہو"۔

اور یہ بدیہی بات ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں کوئی شخص علم کے بغیر فقہ فقہاء کی پیروی نہیں کرسکتا تھا، جو اجتہاد کے تمام پہلوؤں میں متبحر نہ ہو، چہ جائیکہ وہ لغتِ عربی اور بیان کو جانتا ہو، یہ پہلی چیز ہے جس کی دعوت میں عالم کو ضرورت ہوتی ہے بلکہ ہر زمانے کا یہی معاملہ ہے۔ پھر قلتِ دینی کے باعث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر عربی زبان میں کمزور ہونے کا الزام رکھنا اور وہ بھی دو کہانیوں کو دلیل بنا کر حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے، اور بنوامیہ کے اواخر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حجازِ مقدس میں بکثرت اقامت گزین ہونا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان دانی میں خرابی پیدا نہیں کرسکتا تھا، اگرچہ شیوخِ حرمین میں بہت سے لاحنین (لحن کرنے والے) تھے۔ اس لیے کہ حرمین میں عہدِ تابعین کے اواخر میں عجمیوں کی آمدورفت بہت زیادہ ہوگئی تھی، اور ان میں ایسے ائمۂ زبان نہ تھے جو زبان کی کجی کو درست کرتے۔

دیکھیے، نافع رحمۃ اللہ علیہ (مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ) اور ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں کے کتنے ہی لحون کتابوں میں مدون کیے گئے ہیں، اور لغت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا حال واضح ہونے کے بعد ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ مذہبِ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ترک کر دیا تھا۔ ابن درید رحمۃ اللہ علیہ اور الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے معروف کلمات کی درستگی کی۔ اس سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

کی زبان دانی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح برہان میں قول امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس حقیقت کا علم ہوتا ہے۔

ذرا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی زبان دانی کا حال بھی دیکھیے۔ اس کے لیے مسائل ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ، اسحاق بن منصور الکوسج رحمۃ اللہ علیہ اور عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات پر نگاہ کیجیے، کیا ایک صفحہ بھی لغوی غلطیوں کے بغیر پڑھ سکو گے؟

سوال یہ ہے کہ کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی میں اس کلمہ کے سوا کوئی کلمہ ایسا مروی ہے جسے لحن شمار کیا گیا ہو۔ بشرطیکہ اس کے لحن ہونے کی روایت (سند) ثابت ہو۔ سودیگر ائمہ کے کلمات سے چشم پوشی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی کلام (پر اعتراض اور اس کی) تشہیر میں کیا راز ہے؟ سوائے مذموم تعصب کے۔ بھلا کون ایسا ہے جس کے مخاطبات میں کوئی لحن نہ ہو؟

حکایت ہے کہ ابوعمرو ابن العلاء رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے گھر والوں سے ہم کلام ہوتے، تو اعراب کے لحاظ سے درست کلمات نہ کہتے۔ پھر جب مجمعِ عام میں جاتے، تو چشم پوشی کرتے ہوئے اعراب میں خلط ملط کرتے۔ اس کے باوجود بصرہ کے بازارِ ادب میں اس کے ایک حرف پر بھی گرفت نہ کی جاتی۔ جب اس بارے میں اس سے سوال ہوا، تو انھوں نے جواب دیا: "جب ہم لوگوں کی طبائع کے مطابق کلام نہیں کرتے، تو ان کے نفسوں پر گرانی پیدا کرتے ہیں۔

فراء رحمۃ اللہ علیہ کے بارے حکایت ہے کہ وہ خلیفہ رشید رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں گیا، تو لحن کے ساتھ کلام کیا اور کہا: "امیر المؤمنین! بدوؤں کی طبائع میں اعراب میں صحت کلام کا داعیہ اور التزام ہے، جب کہ اہلِ حضر کی طبائع میں لحن ہے۔ جب میں اس کا لحاظ رکھوں گا، تو میں لحن نہ کروں گا، اور جب میں طبائع کی طرف رجوع کروں گا، تو لحن ہوتا رہے گا"۔ یہ بات سن کر رشید رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو عمدہ قرار دیا۔

مبرد رحمۃ اللہ علیہ کتاب: "اللُّحنة" میں بحوالہ محمد بن القاسم تمائمی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتا ہے کہ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ میں مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا، تو

اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ کسی سے ایسی نہ ہوئی تھی۔ پھر انہوں نے لحن کے ساتھ کلام کیا اور فرمایا:

"مُطِرنا البارحۃ مطرا أیَّ مَطراً"

تو میری نظر میں ان کی شخصیت کی سبکی محسوس ہونے لگی، تو میں نے کہا: "آپ رحمۃ اللہ علیہ علمِ دین میں اس بلند مرتبے کو پہنچے، کچھ زبان کی اصلاح کی طرف بھی توجہ فرما لیتے"۔ تو فرمایا: "اگر تم ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھو تو کیا صورتِ حال ہو؟"۔ ہم ان سے کہتے: "آپ نے صبح کیسے کی؟"۔ تو جواب دیتے: "بَخَیْراً بَخَیْراً"۔ فرمایا: "کیا انہوں نے خود کو لحن کا قدوہ اور نمونہ بنالیا؟"۔

احمد بن فارس رحمۃ اللہ علیہ "الصاحبی" صفحہ 31 پر کہتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر لحن کا عیب لگانے والے قبیح حرکت کرتے ہیں کہ اُن کا عوام کے ساتھ مخاطبت میں لحن ہے یعنی انہوں نے فرمایا:

"مُطِرنا البارحۃ مطرا أیَّ مَطراً"

لوگ تو ہمیشہ لحن و تلاحن سے کام لیتے ہیں تاکہ عام لوگوں کی عادت سے خروج کے الزام سے بچ سکیں۔ پھر جو انصاف پسند ہو، وہ خواص پر اس کا الزام نہ لگائے گا۔ یہ عیب تو اس شخص کا ہے جو لغت کی جہت سے ایسی غلطی کرے جس سے حکمِ شریعت ہی بدل جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی سے درستی احوال کے لیے مدد کی درخواست ہے۔

کیا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین میں کوئی شخص احمد بن فارس رحمۃ اللہ علیہ جتنا سمجھدار نہیں؟ جو اس خوبصورت عذر کی طرح امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اعتذار کرے، چہ جائیکہ تعصب اور شہرت کے بگل میں پھونک مارے۔

فرض کرو کہ ائمہ کی صحتِ زبان و فکر والی عمر دراز میں ایک آدھ بار زبان کا لحن ہوا، (تو کیا اس کی تشہیر کرنا مناسب ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں بلکہ اس پر سکوت لازم ہے) لیکن لوگ طبائع کی کانیں ہیں۔

یہ ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ لغت کے مشہور امام ہیں، جن کے متعلق علامہ میدانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے

کہ انہوں نے کلماتِ امام شافعی کی نوک پلک سنوارنی شروع کی، جب اُن سے پوچھا گیا تو کہا: "خرابی کی اصلاح کر رہا ہوں"۔ تو اس بناء پر اہلِ مذہب کی شدید تنقید کا نشانہ بنے۔ پس انہوں نے شافعی مذہب چھوڑ کر مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اختیار کرلیا۔ کسی نے ان سے پوچھا: "آپ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب کیوں اختیار نہ کیا؟"۔ تو جواب دیا: "اس خوف سے کہ کہیں یہ دنیا یا خواہشِ منصب کی خاطر مذہب بدل لینے کا الزام نہ لگ جائے۔ مسعود بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی "کتاب التعلیم" میں اسی طرح ہے۔ (تانیب الخطیب ص49-56۔ طبع: دار الکتب، پشاور، 1410ھ)

پھر علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جملہ ذکر کیا کہ انہوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی گرفت کی۔ پھر کہا: "حق یہ ہے کہ ائمہ متبوعین کا مقام اس سے کہیں بلند ہے کہ کوئی ان پر زبان کی کمزوری کا الزام لگائے کیونکہ ان میں اجتہاد کی شرائط جمع ہوتی ہیں۔ ان شرائط میں سے ایک شرط زبان کی صحیح معرفت ہے جبکہ ساری امت کا ان کی اتباع و تقلید پر اجماع ہے اور غیر مجتہدین کی تقلید پر اجماع نہیں۔ اور یہ مجتہدین و غیر مجتہدین کی تقسیم امتِ محمدیہ نے ہر زمانے میں برقرار رکھی۔ اگر اس میں رازِ خداوندی پوشیدہ نہ ہوتا، تو امتِ محمدیہ ہر زمانے میں اُن کی تقلید و اتباع نہ کرتی، جبکہ شاذ (قلیل) لوگوں کی کوششیں اس کے برعکس بھی رہیں۔ بات سے بات نکلتی ہے، اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے، اور ان سے بھی مسامحت فرمائے اور قلم جہاں جادۂ اعتدال سے اِدھر اُدھر ہو، وہاں اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں تمام احوال میں معاف فرمائے۔ آمین!

ہمارا مقصد حق کو اس کی اصل کی طرف لوٹانا ہے، اور ملک معظم (ایوبی) کی کتاب میں صفحہ 4 سے صفحہ 43 تک جامع الکبیر وغیرہ سے بہ کثرت نصوص شرح و بسط کے ساتھ تحریر ہیں جس میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عربی زبان میں کمالِ مہارت اور اسرارِ عربیہ میں رسوخ و تغلغل کی دلالت ہے، اور یہ صاف نظر آنے والے محسوس دلائل ہیں جن کا انکار فقط وہی کرسکتا ہے جس کی حِس بیمار اور نفس کمینگی پر اتر آئے۔

(تانیب الخطیب ص58۔ طبع: دار الکتب، پشاور، 1410ھ)

26 امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگردوں کی عربی میں مہارت

امام ابوحنیفہ ؒ کی عربیت اور لغت پر اعتراض کرنے والوں کو کم از کم یہ تو سوچنا چاہیے کہ جب آپ ؒ کے تلامذہ عربیت اور لغت میں کمال کا مقام رکھتے تھے، تو کیا خود آپ ؒ کسی ایسے شخص کے شاگرد بن سکتے تھے جو عربیت اور لغت میں غلطیوں کا ارتکاب کرتا چلا جاتا ہو۔

1 امام قاسم بن معن ؒ (175ھ) کون تھے؟ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑپوتے ---اور امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد---ان کا عربیت اور لغت میں کیا مقام تھا۔ اسے امام وکیع بن الجراح ؒ (197ھ) سے سنیے:

"والقاسم بن معن في معرفته باللغة العربية"۔

(تاریخ بغداد ج:14، ص:250)

ابوبکر محمد بن حسن زبیدی اندلسی ؒ (379ھ) لکھتے ہیں:

فقيه البلد، ثقةٌ جامعًا للعلوم. وكان راويةً للشعر، عالمًا بالغريب والنحو۔

(طبقات النحويين واللغويين، ص133 رقم 61۔ المؤلف: محمد بن الحسن بن عبيد الله بن مذحج الزبيدي الأندلسي الإشبيلي، أبو بكر (ت 379ھ)۔ المحقق: محمد أبو الفضل إبراهيم۔ الطبعة: الثانية۔ الناشر: دار المعارف)

2 حضرت امام محمد بن حسن شیبانی ؒ (189ھ) کون ہیں؟ امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد رشید، ان کا عربیت اور لغت میں کیا مقام تھا، اسے دیکھیے۔ امام احمد بن حنبل ؒ فرماتے ہیں:

"محمد ابصر الناس بالعربية"۔ (کتاب الانساب، ج:3، ص:167)

حافظ ابن تیمیہ ؒ (728ھ) سے بھی پوچھ لیجیے، آپ ؒ فرماتے ہیں:

ومحمد أعلمهم بالعربية والحساب۔

(مجموع الفتاوى، ج20 ص308۔ المؤلف: شيخ الإسلام أحمد بن تيمية۔ الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف - المدينة المنورة - السعودية۔ عام النشر: 1425ھ-2004م)

امام عبدالقادر قرشی ؒ (775ھ) لکھتے ہیں:

كان مقدما في علم العربية والنحو والحساب والفطنة... الخ"۔

(الجواہر المضیہ، ج:2، ص:44)

آپ ؒ کی فصاحت کا عالم امام شافعی ؒ کے بیان کے مطابق یہ تھا:

وَلَوْ أَشَاءُ أَنْ أَقُوْلَ: نَزَلَ الْقُرْآنُ بِلُغَةِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ، لَقُلْتُ؛ لِفَصَاحَتِهِ۔

(سير أعلام النبلاء - ط الحديث (شمس الدين الذهبي) (ج7 ص555 رقم 1358)

ترجمہ: اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ قرآن امام محمد ؒ کی لغت میں اترا ہے، تو ان کی فصاحت کی وجہ سے میں یہ بات کہہ سکتا ہوں۔

آپ ہی سوچیں کہ کیا ایسا شخص جن کی زبان دانی کی ایک دنیا معترف ہو، وہ کسی ایسے شخص کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر سکتا ہے جو عربی زبان اور اس کی فصاحت و بلاغت سے ناواقف ہو؟

3 امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ (م 181ھ) کی ذات محتاجِ تعارف نہیں، آپ ؒ کون ہیں؟ آپ ؒ امامِ اعظم ابوحنیفہ ؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ حافظ ابنِ کثیر ؒ (774ھ) آپ ؒ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

"كان موصوفا بالحفظ والفقه والعربية والزهد والكرم والشجاعة والشعر"۔ (البدایہ، ج:10، ص:77)

خلاصہ: کیا یہ مقامِ حیرت نہیں کہ امام قاسم بن معن ؒ اور امام محمد بن حسن ؒ، امام عبداللہ بن مبارک ؒ لغت اور عربیت میں تو امامت کے درجہ پر فائز ہوں اور انہیں یہ بھی معلوم ہو کہ امام ابوحنیفہ ؒ لغتِ عربیہ میں کمزور ہیں، پھر بھی وہ آپ ؒ سے چمٹے

رہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی سے حدیث اور فقہ پڑھیں اور اس پر مستزاد یہ کہ ایک دنیا کی دنیا پھر بھی ایسے آدمی کو امام الائمہ اور مجتہدِ مطلق ہی سمجھتی ہو

ع

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

ان حقائق کے ہوتے ہوئے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو لغتِ عربیہ میں کمزور کہا جائے، تو اسے تعصب، حسد اور مخالفت برائے مخالفت نہ سمجھیں تو اور کیا کہیں؟!!

حاصلِ کلام یہ کہ ائمہ کرام اور محدثینِ عظام کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مجتہد تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ امامت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو تمام علومِ شریعت میں مہارت عطا فرمائی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات اس کی شاہدِ عدل ہیں۔

اس بحث سے معلوم ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر قلتِ عربیت کا الزام روایۃً ودرایۃً کسی لحاظ سے بھی قابلِ قبول نہیں۔ بھلا آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے فقیہِ اکبر اور مجتہدِ اعظم پر یہ الزام کیسے سچ ثابت ہو سکتا ہے جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تدوینِ فقہ وفہمِ دین کے اہم ترین منصب پر فائز ہوں اور وقت کے بڑے بڑے امام آپ رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ تلمذ پر فخر کرتے ہوں۔

باب 13

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور رائے محمود

1 "رائے" کی اقسام: محمود اور مذموم

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اہلِ رائے میں سے نہیں ہیں، بلکہ اہل رائے کے امام ہیں، اور یہ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت شریفہ ہے، اور اسی سے ہے جس کا جاننا مناسب ہے کہ "رائے" کے بارے مذمت اور مدحت دونوں طرح کے آثار وارد ہوئے ہیں۔ اور مذموم وہ رائے ہے جو خواہشات سے ہو، جبکہ ممدوح وہ رائے ہے کہ فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے طریقے پر نص سے حکم کا استنباط کیا جائے اور اس مثال کو کتاب وسنت کی نظیر پر لوٹایا جائے۔ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب: "الفقیہ والمتفقہ" میں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے "جامع بیان العلم وفضلہ" میں ان آثار میں سے اکثر کو بیان کیا ہے، اور ساتھ ساتھ ان "آثار" کا اصل ماخذ بھی بیان کیا ہے، اور دونوں ائمہ نے مکمل آثار کو پوری طرح نقل کیا ہے اور جو رائے اور قیاس سے متعلق ہیں۔ کیا چیز اس سے لازم ہوتی ہے یا نہیں؟ تو یہ سب بیان کیا ہے جو دیکھنا چاہے ان دونوں کتب کا مطالعہ ضروری ہے، اور اس معاملے میں یقینی قول یہ ہے کہ فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم "رائے" کا قول کرتے آئے ہیں اور رائے سے مراد وہی پہلے والے معنی ہے کہ "کسی

درپیش مسئلہ کا حکم نص سے استنباط کرنا" اور یہ مسائلِ اجماعیہ میں سے ہے جس کے انکار کی طرف کوئی چارہ نہیں ہے۔

☆ امام ابوبکر رازی المعروف جصاص رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الفصول فی الاصول" میں فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے قول بالرائے کے بارے تفصیلی نکتہ نگاہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"إِلَى أَنْ نَشَأَ قَوْمٌ ذُو جَهْلٍ بِالْفِقْهِ وَأُصُولِهِ، لَا مَعْرِفَةَ لَهُمْ بِطَرِيقَةِ السَّلَفِ، وَلَا تَوَقِّيَ لِلْإِقْدَامِ عَلَى الْجَهَالَةِ وَاتِّبَاعِ الْأَهْوَاءِ الْبَشِعَةِ، الَّتِي خَالَفُوا فِيهَا الصَّحَابَةَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَخْلَافِهِمْ".

(الفصول فی الأصول، ج4 ص23۔ المؤلف: أحمد بن علی أبو بکر الرازی الجصاص الحنفی (ت370ھ)۔ الناشر: وزارة الأوقاف الکویتیة۔ الطبعة: الثانیة، 1414ھ-1994م۔ عدد الأجزاء:4)

ترجمہ: یہاں تک فقہ اور اصولِ فقہ سے جاہل لوگ پیدا ہوئے جنہیں سلفِ صالحین کے طریقہ کی کوئی پہچان نہیں تھی، جنہوں نے جہالت اور خواہشاتِ فاسدہ کی اتباع سے بچنے کا اقدام نہیں کیا حالانکہ ان خواہشاتِ فاسدہ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد میں آنے والے تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے مخالفت کی۔

امام ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے "رائے اور قیاس" کے حجیت ہونے پر طویل کلام کیا، اس طرح کہ حجیت قیاس کے خلاف ہنگامہ آرائی کی کوئی گنجائش نہیں رہنے دیتے۔ پس "رائے" اس معنی میں ایک صفتِ مدح ہے اور اس سے ہر فقیہ متصف ہوتا ہے جو فہم کی باریکی اور گہرائی میں جا کر خبر دیتا ہے۔ ابنِ قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھو گے تو وہ کتاب "المعارف" میں فقہاء کا تذکرہ "اصحاب الرائے" کے عنوان سے کرتے ہیں، اور اس کے تحت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اسی طرح حافظ محمد بن حارث خشنی رحمۃ اللہ علیہ کو پاؤ گے کہ وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا قرطبہ کے قاضیوں میں "اصحاب الرائے" کے نام سے ذکر کرتے

ہیں، اور اسی طرح حافظ ابوالولید ابن الفرضی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ علماء الاندلس" میں تذکرہ کرتے ہیں۔

یہاں سے واضح ہوتا ہے کہ اس رائے کی مذمت میں آثار آئے ہیں جو فقہ، فقہاء میں خواہشِ نفس سے پیدا ہوتی ہے، اور فقہاء نوازل (جن کا سلسلہ تاریخِ انسانی کی انتہاء تک ہے) خواہشِ نفس سے کتاب وسنت کے منصوص مسائل کی طرف لوٹاتے ہیں۔ ایسی رائے بھدی و بری ہے جسے ججِ شرع دیوار پر مارتے ہیں۔ اس کے خلاف جو نئے مسائل درپیش ہوتے ہیں جن کی کوئی انتہاء نہیں ہے، جب تک انسان موجود ہے تب تک مسائل درپیش ہوتے رہیں گے تو اس کے متعلق کتاب وسنت کی روشنی میں رائے دینا حجتِ شرعیہ ہے۔ (ابوحنیفۃ النعمان للوہبی غاوجی، ص237۔ مطبوعہ: دار القلم، دمشق)

☆ علامہ سلیمان بن عبد القوی طوفی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ "شرح مختصر الروضہ فی اصول الفقہ" میں کہتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ أَصْحَابَ الرَّأْيِ بِحَسَبِ الْإِضَافَةِ هُمْ كُلُّ مَنْ تَصَرَّفَ فِي الْأَحْكَامِ بِالرَّأْيِ، فَيَتَنَاوَلُ جَمِيعَ عُلَمَاءِ الْإِسْلَامِ، لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُجْتَهِدِينَ لَا يَسْتَغْنِي فِي اجْتِهَادِهِ عَنْ نَظَرٍ وَرَأْيٍ، وَلَوْ بِتَحْقِيقِ الْمَنَاطِ وَتَنْقِيحِهِ الَّذِي لَا نِزَاعَ فِي صِحَّتِهِ. وَأَمَّا بِحَسَبِ الْعَلَمِيَّةِ، فَهُوَ فِي عُرْفِ السَّلَفِ عَلَمٌ عَلَى أَهْلِ الْعِرَاقِ، وَهُمْ أَهْلُ الْكُوفَةِ، أَبُو حَنِيفَةَ وَمَنْ تَابَعَهُ مِنْهُمْ.

(شرح مختصر الروضة، ج3 ص289۔ المؤلف: سلیمان بن عبد القوی بن الکریم الطوفی الصرصری، أبو الربیع، نجم الدین (المتوفی: 716ھ)۔ الناشر: مؤسسة الرسالة۔ الطبعة: الأولى، 1407ھ/1987م۔ عدد الأجزاء: 3؛ مقدمہ عیون المسائل للسمرقندی، ص5۔ مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: تم جان لو! اصحاب الرائے وہ لوگ ہیں جو رائے کے ذریعے احکام میں تصرف کرتے ہیں۔ تو یہ لفظ (اصحاب الرائے) تمام علمائے اسلام کو شامل ہے۔ اس لیے کہ ان میں

سے ہر ایک مجتہدین میں سے ہے جو اپنے اجتہاد میں نظر وفکر اور رائے سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، اگر چہ وہ رائے علت کی تحقیق وتنقیح کے ذریعے ہو۔ جس کے صحیح ہونے میں کوئی نزاع نہیں ہے، اور بہر حال علمیت کے مطابق اس (اصحاب الرائے) سے وہ شخص مراد ہے جو سلف کے عرف میں مسئلۂ خلقِ قرآن کی آزمائش کے بعد راویوں میں اہلِ عراق میں سے مشہور ہیں، اور وہ اہلِ کوفہ ہیں یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کی۔

☆ علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"بہر حال احناف کو اس (اصحاب الرائے) نام کے ساتھ خاص کرنا صرف اس طرح درست ہے کہ استنباطِ احکام میں ان کو مکمل مہارت ہے۔ پس فقہ جہاں بھی ہو، رائے کے ساتھ ہوگی خواہ وہ مدینہ منورہ میں ہو، یا عراق میں ہو۔ اور فقہائے عظام اجتہاد کی شرائط میں اختلاف کرتے ہیں۔ اس دلیل کے مطابق جو ظاہر ہوئے اور فقہاء کتاب وسنت اور اجماع وقیاس سے مسائل کا استنباط کرنے پر متفق ہیں اور کسی ایک پر اقتصار نہیں کرتے۔

☆ علامہ شہاب الدین ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ "الخیرات الحسان" میں کہتے ہیں:

وَقَالَ الشهَاب بن حجر الْمَكِّيّ الشَّافِعِي فِي "خيرات الحسان": ص. 3:

"يتَعَيَّن عَلَيْك أَن لَا تفهم من أَقْوَال الْعلمَاء - أَي الْمُتَأَخِّرين من أهل مذْهبه - عَن أبي حنيفَة، وَأَصْحَابه أَنهم أَصْحَاب الرَّأْي، أَن مُرَادهم بذلك تنقيصهم، وَلَا نسبتهم إِلَى أَنهم يقدمُونَ رَأْيهمْ عَلَى سنة رَسُول الله صلى الله عليه وسلم، وَلَا عَلَى قَول أَصْحَابه، لأَنهم بُرَآء من ذَلِك.

(نصب الراية لأحاديث الهداية مع حاشيته بغية الألمعي في تخريج الزيلعي، جلد 4، مقدمہ۔ المؤلف: جمال الدين أبو محمد عبد الله بن يوسف بن محمد الزيلعي (ت 762ھ)۔ الناشر: مؤسسة الريان للطباعة والنشر - بيروت -لبنان/ دار القبلة

للثقافة الإسلامية- جدة - السعودية۔ الطبعة: الأولى، 1418ھ/1997م۔ عدد الأجزاء: 4؛ الخیرات الحسان لابن حجر مکی، ص 62۔ ملتقطاً، مطبوعہ: دار ارقم، بیروت؛ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (الملا علی القاری) ج 3 ص 847؛ مقدمۃ نصب الرایۃ، ج 1، ص 21، 22۔ مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ؛ حاشیۃ: الكوكب الدري على جامع الترمذي، ج 2 ص 132۔ المؤلف: رشيد أحمد الكنكوهي (ت 1323 ھ)۔ جمعها ورتبها: محمد يحيى بن محمد إسماعيل الكاندهلوي (ت 1334 ھ)۔ المحقق: محمد زكريا بن محمد يحيى الكاندهلوي (ت 1402ھ)۔ الناشر: مطبعة ندوة العلماء الهند۔ عام النشر: 1395ھ۔ عدد الأجزاء: 4)

ترجمہ: تم پر یہ متعین ہو گیا کہ احناف میں سے متاخرین علماء کے اقوال سے مت سمجھنا کہ "اصحابِ رائے ہیں" سے مراد ان کی تنقیص ہے، اور نہ ہی یہ بات سمجھنا کہ ان کی نسبت اس بات کی طرف ہے کہ وہ اپنی رائے کو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر مقدم ٹھہراتے ہیں (ایسا ہرگز نہیں ہے)۔ اس لیے کہ وہ اس سے بری ہیں۔

پھر علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کے منہجِ استنباط پر تفصیلی کلام کیا:

اولاً: کتاب اللہ سے، ثانیاً: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال سے (استنباط کرتے ہیں)، اور جو شخص اس کے خلاف وہم میں مبتلا ہے، اس کا رد کیا ہے۔ اور اس بناء پر پس اہل علم کا وہ کلام جو رائے کی مذمت میں وارد ہوا ہے، اس سے مراد وہ "رائے" ہے جو معتقدات میں سنتِ متواترہ کے خلاف ہو، اس سے خوارج، قدریہ اور مشبہہ وغیرہ مراد لیے جاتے ہیں، اور تمام اہلِ بدعت مراد ہیں، اور اس رائے سے وہ رائے مراد نہیں ہے جو فروعی احکام میں اجتہاد کے معنی میں ہے، اور مذموم رائے کو اس کے خلاف پر محمول کرنا کلام کے مواضع کی تحریف ہے۔

مزید تحقیق کے لیے علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "فقه اهل العراق وحديثهم" کا مطالعہ ضروری ہے جو علامہ ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو

چکی ہے۔

2 کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اہل رائے میں سے ہیں؟

"مِنَنُ الرحمٰن على التابعي الجليل أبي حنيفة النعمان رحمۃ اللہ علیہ: مؤلف: وهبي سليمان غاوجي رحمۃ اللہ علیہ" میں ہے:

شبہ نہم: انہوں نے کہا: "بے شک ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اہل رائے میں سے ہیں؟"۔

جواب: اس کا جواب دیتے ہوئے وہبی سلیمان غاوجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"میں کہتا ہوں: اگر رائے سے "عقلِ کامل" اور "روشن فہم" مراد ہے تو یہ عظیم منقبت ہے کیونکہ جس کی عقل نہیں، اسے کوئی علم نہیں اور منقولات کا علم معقولات کے ساتھ مکمل ہوتا ہے، اور اگر اس "رائے" سے مراد دلائلِ اربعہ میں سے ایک دلیل "قیاس" ہے، تو یہ پہلا شیشہ نہیں جو اسلام میں توڑا گیا (یعنی نئی شرعی حجت متعارف نہیں کرائی گئی) اور نہ ہی ائمۂ اعلام کے نزدیک قیاس کو شرط معتبر ماننے میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تخصیص ہے، بلکہ تمام علماء بہت دشوار اور تنگ احوال میں زندگی بسر کرتے رہے، جب انہیں کتاب یا سنت یا اجماع یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فیصلوں سے نص نہ ملی، تو انہوں نے قیاس سے کام لیا جیسا کہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الکبریٰ" میں تصریح کی ہے۔ اس مسئلہ میں داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے پیروکاروں کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے تو قیاس کا سرے سے ہی انکار کیا"۔

☆ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ "تہذیب الاسماء واللغات" میں "داؤد" کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

وقال إمام الحرمين: الذى ذهب إليه أهل التحقيق أن منكرى القياس لا يعدون من علماء الأمة وحملة الشريعة؛ لأنهم معاندون مباهتون فيما ثبت استفاضة وتواترًا، ولأن معظم الشريعة صادرة عن الاجتهاد، ولا تفي النصوص بعشر معشارها، وهؤلاء ملتحقون بالعوام. (تہذیب الاسماء واللغات للنووی، ج1، ص183۔ مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "محققین علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ منکرینِ قیاس کو علمائے امت اور حاملینِ شریعت میں شمار نہیں کیا جاتا کیونکہ وہ اس کے مخالف ہیں جو مشہور و متواتر ہے۔ اس لیے کہ شریعت کا بڑا حصہ اجتہاد سے صادر ہوا، اور نصوص اس کے عشرِ عشیر کو پورا نہیں کرتیں اور یہ منکرینِ قیاس عام لوگوں میں شمار ہوتے ہیں"۔

☆ فتح المبین صفحہ 30 سے منقول ہے:

ملا معین رحمۃ اللہ علیہ کی "دراسات اللبیب" میں ہے:

"اس بات میں کوئی شک نہیں کہ علمائے امت میں سے ایک گروہ ایسا ہے جس کا حدیث شریف کے ساتھ تعلق ہے، ان کو "ظاہریہ" کہا جاتا ہے اور تحقیق کے انہیں بالخصوص "داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ" کے اصحاب کہا جاتا ہے اور اسی طرح ہر وہ شخص جو محض ظاہریہ پر رہے گا (تو وہ بھی ظاہری ہے جسے علماء مطلقاً جامدہ کہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مطلق قیاس کو نہیں مانتے حتی کہ علتِ منصوصہ جلیّہ میں بھی قیاس کا قول نہیں کرتے بلکہ جو ان کے اقوال کو دیکھتے ہیں تو وہ بالکل استنباط کا قول نہیں کرتے اور وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں حدیث اور فقہ کے ائمہ میں شمار نہیں کیا جاتا، یہاں تک امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء فرماتے ہیں: "بے شک ان کے اختلاف کی وجہ سے اجماع نہیں ٹوٹے گا اور ان کا مذہب کتاب اللہ اور سنت سے مردود ہے وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ کتاب اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استنباط جائز ہے اور غور و فکر بھی جائز ہے"۔

(تذکرۃ الراشد ص268)

3 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور رائے محمود

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے "اعلام الموقعین" میں قیاس کو ثابت کرنے میں تفصیلی کلام کیا ہے اور "رائے" کی دو قسمیں بیان کیں: محمود اور مذموم، اور کہا: "رائے محمود" کی چند اقسام ہیں:

4 رائے محمود اور نوعِ اوّل

النَّوْعُ الْأَوَّلُ: رَأْيُ أَفْقَهِ الْأُمَّةِ، وَأَبَرِّ الْأُمَّةِ قُلُوبًا، وَأَعْمَقِهِمْ عِلْمًا، وَأَقَلِّهِمْ تَكَلُّفًا، وَأَصَحِّهِمْ قُصُودًا، وَأَكْمَلِهِمْ فِطْرَةً، وَأَتَمِّهِمْ إِدْرَاكًا، وَأَصْفَاهُمْ أَذْهَانًا، الَّذِي شَاهَدُوا التَّنْزِيلَ، وَعَرَفُوا التَّأْوِيلَ، وَفَهِمُوا مَقَاصِدَ الرَّسُولِ، فَنِسْبَةُ آرَائِهِمْ وَعُلُومِهِمْ وَقُصُودُهُمْ إِلَى مَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ صلى الله عليه وسلم كَنِسْبَتِهِمْ إِلَى صُحْبَتِهِ، وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَنْ بَعْدَهُمْ فِي ذَٰلِكَ كَالْفَرْقِ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهُمْ فِي الْفَضْلِ، فَنِسْبَةُ رَأْيِ مَنْ بَعْدَهُمْ إِلَى رَأْيِهِمْ كَنِسْبَةِ قَدْرِهِمْ إِلَى قَدْرِهِمْ۔

(إعلام الموقعين عن رب العالمين، ج1 ص 63۔ المؤلف: محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (ت 751ھ)۔ الناشر: دار الكتب العلمية - ييروت۔ الطبعة: الأولى، 1411ھ-1991م۔ عدد الأجزاء: 4)

ترجمہ: نوعِ اول: وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے ہے جو امت میں سب سے زیادہ فہم قرآن رکھنے والے، سب سے زیادہ پاک دل، انتہائی عمیق علم والے، سب سے کم تکلف کرنے والے، صحیح ترین نصب العین کے حاملین، کامل ترین فطرت، بھرپور ادراک اور انتہائی صاف اذہان کے مالک ہیں، جنہوں نے نزولِ قرآن کا مشاہدہ کیا، تفسیر و تاویلِ قرآن کو جانا اور رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقصدِ دین کو سمجھا۔ پس ان کے بعد ان کی طرف رائے کی نسبت ایسی ہے جیسے ان کی قدر و شان کی نسبت ان کے مقام و مرتبہ کی طرف ہے۔

5 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور نوعِ اوّل

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کو سب سے زیادہ لینے والے ہیں، کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور فتاویٰ جات حجت ہیں۔ اسی لیے قیاس کو چھوڑا

جاتا ہے، جیسا کہ مقدمہ اعلاء السنن صفحہ 79 پر تفصیلی کلام موجود ہے۔

6 رائے محمود اور نوعِ ثانی

☆ النَّوْعُ الثَّانِي مِنَ الرَّأْيِ الْمَحْمُودِ: الرَّأْيُ الَّذِي يُفَسِّرُ النُّصُوصَ، وَيُبَيِّنُ وَجْهَ الدَّلَالَةِ مِنْهَا، وَيُقَرِّرُهَا وَيُوَضِّحُ مَحَاسِنَهَا، وَيُسَهِّلُ طَرِيقَ الِاسْتِنْبَاطِ مِنْهَا، كَمَا قَالَ عَبْدَانُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْمُبَارَكِ يَقُولُ: "لِيَكُنِ الَّذِي تَعْتَمِدُ عَلَيْهِ الْأَثَرُ، وَخُذْ مِنَ الرَّأْيِ مَا يُفَسِّرُ لَكَ الْحَدِيثَ"۔ (إعلام الموقعين عن رب العالمين، ج1 ص65)

ترجمہ: نوعِ دوم: اس سے مراد وہ رائے جو نصوص کی تفسیر کرتی ہے، اور ان نصوص میں سے وجۂ دلالت کو خوب بیان کے مقرر رکھتی ہے، اور نصوص کے محاسن واضح کرتی ہے، اور ان سے طریقۂ استنباط آسان بناتی ہے، جیسا کہ حضرت عبدان رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "اثر کا اس محمود رائے پر اعتماد ہونا چاہیے، ایسی رائے کو اختیار کر لے، جو تیرے لیے حدیث کی تشریح و تفسیر کو لے"۔

7 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور نوعِ ثانی

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مقدم ہے جیسا کہ ابنِ مبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "یہ نہ کہو کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بلکہ حدیث کی تفسیر ہے"۔ اس کو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

8 رائے محمود اور نوعِ ثالث

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

النَّوْعُ الثَّالِثُ مِنَ الرَّأْيِ الْمَحْمُودِ: الَّذِي تَوَاطَأَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ، وَتَلَقَّاهُ

خَلْفُهُمْ عَنْ سَلَفِهِمْ، فَإِنَّ مَا تَوَاطَئُوا عَلَيْهِ مِنَ الرَّأْيِ لَا يَكُونُ إِلَّا صَوَابًا، كَمَا تَوَاطَئُوا عَلَيْهِ مِنَ الرِّوَايَةِ وَالرُّؤْيَا، وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِأَصْحَابِهِ وَقَدْ تَعَدَّدَتْ مِنْهُمْ رُؤْيَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ: "أَرَىٰ رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ".
فَاعْتَبَرَ صلى الله عليه وسلم تَوَاطُؤَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِينَ، فَالْأُمَّةُ مَعْصُومَةٌ فِيمَا تَوَاطَأَتْ عَلَيْهِ مِنْ رِوَايَتِهَا وَرُؤْيَاهَا، وَلِهَذَا كَانَ مِنْ سَدَادِ الرَّأْيِ وَإِصَابَتِهِ أَنْ يَكُونَ شُورَىٰ بَيْنَ أَهْلِهِ، وَلَا يَنْفَرِدُ بِهِ وَاحِدٌ، وَقَدْ مَدَحَ اللهُ سُبْحَانَهُ الْمُؤْمِنِينَ بِكَوْنِ أَمْرِهِمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ، وَكَانَتِ النَّازِلَةُ إِذَا نَزَلَتْ بِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنه لَيْسَ عِنْدَهُ فِيهَا نَصٌّ عَنِ اللهِ وَلَا عَنْ رَسُولِهِ جَمَعَ لَهَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ جَعَلَهَا شُورَىٰ بَيْنَهُمْ.

قَالَ الْبُخَارِيُّ: حَدَّثَنَا سُنَيْدٌ ثنا يَزِيدُ عَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنِ الْمُسَيِّبِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ: كَانَ إِذَا جَاءَهُ الشَّيْءُ مِنَ الْقَضَاءِ لَيْسَ فِي الْكِتَابِ وَلَا فِي السُّنَّةِ سَمَّى صَوَافِيَ الْأَمْرِ إِلَيْهِمْ فَجَمَعَ لَهُ أَهْلَ الْعِلْمِ، فَإِذَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ رَأْيُهُمُ الْحَقُّ.

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ: ثنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُونُسَ ثنا عُمَرُ بْنُ أَيُّوبَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ الْمُسَيِّبِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ شُرَيْحٍ الْقَاضِي قَالَ: قَالَ لِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: "أَنِ اقْضِ بِمَا اسْتَبَانَ لَكَ مِنْ قَضَاءِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَإِنْ لَمْ تَعْلَمْ كُلَّ أَقْضِيَةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَاقْضِ بِمَا اسْتَبَانَ لَكَ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُهْتَدِينَ، فَإِنْ لَمْ تَعْلَمْ كُلَّ مَا قَضَتْ بِهِ أَئِمَّةُ الْمُهْتَدِينَ فَاجْتَهِدْ رَأْيَكَ، وَاسْتَشِرْ أَهْلَ الْعِلْمِ وَالصَّلَاحِ".

وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ: ثنا سُفْيَانُ ثنا الشَّيْبَانِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: كَتَبَ عُمَرُ

إِلَى شُرَيْحٍ: "إِذَا حَضَرَكَ أَمْرٌ لَا بُدَّ مِنْهُ فَانْظُرْ مَا فِي كِتَابِ اللهِ فَاقْضِ بِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَفِيمَا قَضَى بِهِ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَفِيمَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ وَأَئِمَّةُ الْعَدْلِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَأَنْتَ بِالْخِيَارِ، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَجْتَهِدَ رَأْيَكَ فَاجْتَهِدْ رَأْيَكَ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تُؤَامِرَنِي، وَلَا أَرَى مُؤَامَرَتَكَ إِيَّايَ إِلَّا خَيْرًا لَكَ، وَالسَّلَامُ".

(إعلام الموقعين عن رب العالمين، ج1 ص66، 67)

ترجمہ: نوع ثالث بھی رائے محمود میں سے ہے، جس پر امت متفق اور سلفِ صالحین رحمۃ اللہ علیہم سے اس کو بعد والوں نے لیا ہے۔ پس امت صرف درست رائے متفق ہوئی کہ وہ (متقدمین ومتاخرین) روایت اور رویاء میں اس پر متفق ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں تمھارے رؤیا کو دیکھتا ہوں۔ تحقیق امت آخری سات میں متفق گئی"۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمنوں کے رؤیا کے اتفاق کا اعتبار فرمایا ہے۔ پس اُمتِ مسلمہ اس میں محفوظ ہے جس میں امت کی روایت اور رؤیت میں اتفاق ہے۔ اسی وجہ سے (غلط) رائے کو بند کرنے اور رائے کی درستگی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اہلِ شوریٰ کے درمیان اور کوئی ایک بھی میں منفرد نہ ہو۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے مؤمنوں کی اس وصف کے ساتھ مدح فرمائی کہ اُن کا معاملہ ان کی شوریٰ کے درمیان ہے، اور کوئی واقعہ پیش آتا تھا اور حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی نصِ قرآنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ نہ ہوتی، آپ رضی اللہ عنہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کرتے۔ پھر ان کو آپس میں شوریٰ بنا دیتے۔ اور حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمیں سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کی، انہوں کہا: ہمیں شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی۔ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (قاضی) شریح رحمۃ اللہ علیہ کی طرف خط لکھا: "جب تمہیں کوئی ضروری مسئلہ درپیش ہو تو جو کتاب اللہ میں ہے اس کو دیکھو، پھر اس کے مطابق فیصلہ کرو۔ پس اگر (کتاب اللہ) میں نہیں ہے تو اس میں دیکھو جس

میں رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا ہو (پھر اس کے مطابق فیصلہ کرو)۔ پس اگر سنت رسول ﷺ میں بھی نہ ہو، تو جو فیصلہ صالحین اور عادل ائمہ نے کیا، اس پر عمل کرو۔ پس اگر یہ بھی نہ ہو، تو تجھے اختیار ہے اگر چاہے تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو، اور اگر چاہے تو مجھ سے مشورہ طلب کرو، اور میں تمہیں صرف بھلائی کا مشورہ دوں گا والسلام"۔

9 امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور نوعِ ثالث

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ بھی اسی طرح شوریٰ کے ذریعے مدون کی گئی اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ جن لوگوں نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کی کتب کو مدون کیا، وہ چالیس اشخاص تھے۔ پس جب نیا مسئلہ درپیش ہوتا، تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان سے مشاورت فرماتے اور ان سے سوالات کرتے اور ان کے پاس جو احادیث و آثار ہوتے، سب سنتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو دلائل ہوتے، تو وہ بیان فرماتے، یہاں تک کہ وہ سب کسی ایک قول پر متفق ہو جاتے۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو ثابت رکھنے کا حکم صادر فرماتے۔ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بھی گزری ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور کوئی مسئلہ پوچھنے لگا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ان حلقہ والوں کی صحبت لازم پکڑ کیونکہ جب انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے، تو لگا تار اس کے حل میں لگے رہتے ہیں حتی کہ اس کا حل تلاش کر لیتے ہیں" یعنی وہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ ہے۔ ایسے ہی ایک روایت میں حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے گزری ہے۔

10 رائے محمود اور نوعِ رابع

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

النَّوْعُ الرَّابِعُ مِنَ الرَّأْيِ الْمَحْمُودِ: أَنْ يَكُونَ بَعْدَ طَلَبِ عِلْمِ الْوَاقِعَةِ مِنَ الْقُرْآنِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْهَا فِي الْقُرْآنِ فَفِي السُّنَّةِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْهَا فِي السُّنَّةِ فَبِمَا قَضَى بِهِ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ أَوِ اثْنَانِ مِنْهُمْ أَوْ وَاحِدٌ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْهُ فَبِمَا

قَالَهُ وَاحِدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ رضی الله عنهم، فَإِنْ لَمْ يَجِدْهُ اجْتَهَدَ رَأْيَهُ وَنَظَرَ إِلَى أَقْرَبِ ذٰلِكَ مِنْ كِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ صلى الله عليه وسلم وَأَقْضِيَةِ أَصْحَابِهِ، فَهٰذَا هُوَ الرَّأْيُ الَّذِي سَوَّغَهُ الصَّحَابَةُ وَاسْتَعْمَلُوهُ، وَأَقَرَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا عَلَيْهِ.

قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَيَّارٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: أَخَذَ عُمَرُ فَرَسًا مِنْ رَجُلٍ عَلَى سَوْمٍ فَحَمَلَ عَلَيْهِ فَعَطَبَ، فَخَاصَمَهُ الرَّجُلُ، فَقَالَ عُمَرُ: "اجْعَلْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ رَجُلًا"۔ فَقَالَ الرَّجُلُ: "إِنِّي أَرْضَى بِشُرَيْحٍ الْعِرَاقِيِّ"۔ فَقَالَ شُرَيْحٌ: "أَخَذْتَهُ صَحِيحًا سَلِيمًا فَأَنْتَ لَهُ ضَامِنٌ حَتّٰى تَرُدَّهُ صَحِيحًا سَلِيمًا"۔ قَالَ: فَكَأَنَّهُ أَعْجَبَهُ فَبَعَثَهُ قَاضِيًا۔ قَالَ: "مَا اسْتَبَانَ لَكَ مِنْ كِتَابِ اللهِ فَلَا تَسْأَلْ عَنْهُ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَبِنْ فِي كِتَابِ اللهِ فَمِنَ السُّنَّةِ، فَإِنْ لَمْ تَجِدْهُ فِي السُّنَّةِ فَاجْتَهِدْ رَأْيَكَ".

وَقَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: ثنا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، وَقَالَ أَبُو نُعَيْمٍ: عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ مَعْمَرٍ الْبَصْرِيِّ عَنْ أَبِي الْعَوَّامِ، وَقَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: ثنا إِدْرِيسُ أَبُو عَبْدِ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: أَتَيْتُ سَعِيدَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ فَسَأَلْتُهُ عَنْ رُسُلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ الَّتِي كَانَ يَكْتُبُ بِهَا إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، وَكَانَ أَبُو مُوسَى قَدْ أَوْصَى إِلَى أَبِي بُرْدَةَ، فَأَخْرَجَ إِلَيْهِ كُتُبًا، فَرَأَيْتُ فِي كِتَابٍ مِنْهَا، رَجَعْنَا إِلَى حَدِيثِ أَبِي الْعَوَّامِ، قَالَ: كَتَبَ عُمَرُ إِلَى أَبِي مُوسَى: "أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ الْقَضَاءَ فَرِيضَةٌ مُحْكَمَةٌ، وَسُنَّةٌ مُتَّبَعَةٌ، فَافْهَمْ إِذَا أُدْلِيَ إِلَيْكَ؛۔۔۔ ثُمَّ الْفَهْمَ الْفَهْمَ فِيمَا أُدْلِيَ إِلَيْكَ مِمَّا وَرَدَ عَلَيْكَ مِمَّا لَيْسَ فِي قُرْآنٍ وَلَا سُنَّةٍ، ثُمَّ قَايِسِ الْأُمُورَ عِنْدَ ذٰلِكَ وَاعْرِفِ الْأَمْثَالَ، ثُمَّ اعْمِدْ فِيمَا تَرَى إِلَى أَحَبِّهَا إِلَى اللهِ وَأَشْبَهِهَا بِالْحَقِّ۔۔۔

وَهٰذَا كِتَابٌ جَلِيلٌ تَلَقَّاهُ الْعُلَمَاءُ بِالْقَبُولِ، وَبَنَوْا عَلَيْهِ أُصُولَ الْحُكْمِ

وَالشَّهَادَةِ، وَالْحَاكِمُ وَالْمُفْتِي أَحْوَجُ شَيْءٍ إِلَيْهِ وَإِلَى تَأَمُّلِهِ وَالتَّفَقُّهِ فِيهِ۔

(إعلام الموقعين عن رب العالمين، ج1ص67، 68)

ترجمہ: نوع چہارم بھی "رائے محمود" میں سے یہ ہے کہ کسی واقعہ کا علم قرآن مجید سے تلاش کیا جائے۔ پس اگر اس میں نہ پائے تو سنت میں سے۔ پس اگر اس کا حل سنتِ رسول ﷺ میں بھی نہ پائے، تو جو فیصلہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم یا ان میں سے ایک یا دو خلفاء نے کیا ہو اس پر فیصلہ کیا جائے۔ پس اگر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے فیصلوں میں نہ پائے، تو کسی ایک صحابی نے اس پر فیصلہ کیا ہو، اس پر عمل لازم ہے۔ پس اگر اس میں کسی صحابی کا عمل نہ ہو، تو اپنی رائے سے اجتہاد کرے۔ اور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زیادہ قریب ہو، اس پر فیصلہ کرے۔ پس یہ وہ رائے ہے جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چلے ہیں۔ اور اسے استعمال بھی کیا اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رائے اپنی رائے کو پیش کیا۔

حضرت علی بن جعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہمیں شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے عَنْ سَيَّارٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ رحمۃ اللہ علیہ سے خبر دیتے ہوئے فرمایا: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے ادھار پر گھوڑا لیا۔ پھر اس پر سامان لادا۔ وہ ہلاک ہو گیا۔ تو وہ گھوڑے کا مالک آپ رضی اللہ عنہ سے جھگڑا کرنے لگا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اپنے اور میرے درمیان ایک بندے کو منصف بنا لے"۔ تو وہ کہنے لگا: "میں قاضی شریح عراقی رحمۃ اللہ علیہ پر راضی ہوں"۔ تو شریح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے صحیح سالم گھوڑا لیا تھا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ اس کے ضامن ہیں کہ اس کو صحیح سالم گھوڑا لوٹا دیں"۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یہ فیصلہ بہت پسند آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن کو قاضی بنا کر بھیج دیا، اور فرمایا: "جو تمہیں کتاب اللہ سے ظاہر ہو، تو اس کے بارے میں سوال نہ کر۔ اور اگر کتاب اللہ میں کوئی ظاہر نہ تو سنت رسول ﷺ سے معلوم کر۔ پس اگر سنت رسول ﷺ میں بھی اس کا حل نہ پائے، تو اپنی رائے سے اجتہاد کر"۔

ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہمیں کثیر بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے جعفر بن برقان عن معمر البصری

عن ابی العوام رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے جعفر بن برقان عن معمر البصری ابی العوام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے فرمایا، اور سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابوعبداللہ ادریس بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں سعد بن ابی بردہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ پس میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خطوط کے متعلق پوچھا، جو وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھے تھے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ابو بردہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ان خطوط کی وصیت کی تھی۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف کتاب منگوائی۔ میں نے اس کتاب میں دیکھا جس ہمیں ابوالعوام رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کی طرف لوٹایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا: "اما بعد! بے شک عدالتی نظام ایک مضبوط فریضہ ہے، اور ایسی سنت ہے جس کی اتباع ہمیشہ کی جائے گی"، یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "پھر سب سے بہترین فہم وہ ہے جو تیرے زیادہ قریب ہو، جو نہ قرآن میں ہے، نہ سنتِ رسول ﷺ میں ہے۔ پھر معاملات کو اس پر قیاس کر، اور امثال کو پہچان۔ پھر اس پر اعتماد کر جو اللہ کی طرف سب سے زیادہ پسندیدہ ہو، اور حق کے سب سے زیادہ مشابہ ہو"۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"یہ عظیم کتاب ہے جس کو علماء نے قبولیت کے ساتھ لیا ہے، اور اس پر گواہی اور قضا کے اصول کی بنیاد رکھی، اور حاکم اور مفتی اس کتاب کے سب سے زیادہ محتاج ہیں، اور اس میں غور و فکر اور بصیرت کی زیادہ ضرورت ہے"۔

☆ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیل کو ثابت کرنے اور نظیر پر قیاس کرنے اور قرآن مجید میں امثال کا اعتبار کرنے کے بعد فرمایا:

"پس اللہ تعالیٰ کی شریعت، اس کی وحی اور اس کی تقدیر اور اس کا ثواب و عقاب دینا سب اس قانون کے ساتھ قائم ہے، اور وہ قانون یہ ہے کہ "ایک نظیر کو دوسری نظیر کے ساتھ لاحق کرنا" اور "ایک مثال کو دوسری مثال کے ساتھ قیاس کرنا" اور اسی وجہ سے

شارع احکام تقدیر یہ اور شرعیہ، جزئیہ میں علتوں اور اوصافِ منزہ اور معانی معتبرہ کو ذکر کرتا ہے تاکہ اس کے ساتھ ان کے حکم پر دلالت ہو کہ یہ حکم کہاں سے پایا؟ اور احکام میں اس کا اقتضاء اور احکام میں عدم تخلف صرف ایک مانع کی وجہ سے ہوتا ہے جو اس کے اقتضاء کے معارض ہے“۔

(اعلام الموقعین، جلد2، ص147۔ مطبوعہ: شرکت دارالارقم، بیروت)

11 حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنی رائے سے اجتہاد کرنے کی اجازت

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ أَقَرَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مُعَاذًا عَلَى اجْتِهَادِ رَأْيِهِ فِيمَا لَمْ يَجِدْ فِيهِ نَصًّا عَنِ اللهِ وَرَسُولِهِ، فَقَالَ شُعْبَةُ: حَدَّثَنِي أَبُو عَوْنٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذٍ، عَنْ مُعَاذٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: "كَيْفَ تَصْنَعُ إِنْ عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ؟". قَالَ: "أَقْضِي بِمَا فِي كِتَابِ اللهِ". قَالَ: "فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ؟". قَالَ: "فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم". قَالَ: "فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم؟". قَالَ: "أَجْتَهِدُ رَأْيِي لَا آلُو". قَالَ: فَضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم صَدْرِي ثُمَّ قَالَ: "الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللهِ لِمَا يُرْضِي رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم". فَهٰذَا حَدِيثٌ وَإِنْ كَانَ عَنْ غَيْرِ مُسَمَّيْنَ فَهُمْ أَصْحَابُ مُعَاذٍ فَلَا يَضُرُّهُ ذٰلِكَ، لِأَنَّهُ يَدُلُّ عَلَى شُهْرَةِ الْحَدِيثِ وَأَنَّ الَّذِي حَدَّثَ بِهِ الْحَارِثُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ جَمَاعَةٍ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذٍ لَا وَاحِدٍ مِنْهُمْ، وَهٰذَا أَبْلَغُ فِي الشُّهْرَةِ مِنْ أَنْ يَكُونَ عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمْ لَوْ سُمِّيَ. كَيْفَ وَشُهْرَةُ أَصْحَابِ مُعَاذٍ بِالْعِلْمِ وَالدِّينِ وَالْفَضْلِ وَالصِّدْقِ بِالْمَحَلِّ الَّذِي لَا يَخْفَى؟ وَلَا يُعْرَفُ فِي أَصْحَابِهِ مُتَّهَمٌ وَلَا كَذَّابٌ وَلَا مَجْرُوحٌ، بَلْ أَصْحَابُهُ مِنْ أَفَاضِلِ الْمُسْلِمِينَ

وَخِيَارِهِمْ، لَا يَشُكُّ أَهْلُ الْعِلْمِ بِالنَّقْلِ فِي ذٰلِكَ. كَيْفَ وَشُعْبَةُ حَامِلُ لِوَاءِ هٰذَا الْحَدِيثِ؟ وَقَدْ قَالَ بَعْضُ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ: إِذَا رَأَيْتَ شُعْبَةَ فِي إِسْنَادِ حَدِيثٍ فَاشْدُدْ يَدَيْكَ بِهِ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ الْخَطِيبُ: وَقَدْ قِيلَ إِنَّ عُبَادَةَ بْنَ نُسَيٍّ رَوَاهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ مُعَاذٍ، وَهٰذَا إِسْنَادٌ مُتَّصِلٌ، وَرِجَالُهُ مَعْرُوفُونَ بِالثِّقَةِ، عَلَى أَنَّ أَهْلَ الْعِلْمِ قَدْ نَقَلُوهُ وَاحْتَجُّوا بِهِ، فَوَقَفْنَا بِذٰلِكَ عَلَى صِحَّتِهِ عِنْدَهُمْ. كَمَا وَقَفْنَا عَلَى صِحَّةِ قَوْلِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ"، وَقَوْلِهِ فِي الْبَحْرِ: "هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ"، وَقَوْلِهِ: "إِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَبَايِعَانِ فِي الثَّمَنِ وَالسِّلْعَةُ قَائِمَةٌ تَحَالَفَا وَتَرَادَّا الْبَيْعَ"، وَقَوْلِهِ: "الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ"، وَإِنْ كَانَتْ هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ لَا تَثْبُتُ مِنْ جِهَةِ الْإِسْنَادِ، وَلٰكِنْ لَمَّا تَلَقَّتْهَا الْكَافَّةُ عَنِ الْكَافَّةِ غَنُوا بِصِحَّتِهَا عِنْدَهُمْ عَنْ طَلَبِ الْإِسْنَادِ لَهَا، فَكَذٰلِكَ حَدِيثُ مُعَاذٍ لَمَّا احْتَجُّوا بِهِ جَمِيعًا غَنُوا عَنْ طَلَبِ الْإِسْنَادِ لَهُ. انْتَهٰى كَلَامُهُ۔

(إعلام الموقعين عن رب العالمين، ج1 ص154، 155)

ترجمہ جن معاملات میں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کوئی نص نہ ملے، تو ان معاملات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنی رائے سے اجتہاد کرنے پر برقرار رکھا۔ پس شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھے ابوعون رحمۃ اللہ علیہ نے حارث بن عمرو عن أناس من اصحاب معاذ عن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا:

”اگر تجھے کوئی مسئلہ درپیش ہو، تو کیسے فیصلہ کرے گا؟“۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے فیصلہ کروں گا“۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”پس اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو؟“۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا“۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اگر سنتِ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ مسئلہ نہ ہوتو ؟"۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوئی کوتاہی نہیں کروں گا"۔ (حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینے پر دستِ مبارک رکھتے ہوئے فرمایا: "تمام تعریفیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد کو اس چیز کی توفیق بخشی جس سے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہوتے ہیں"۔

12 حدیثِ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی صحت کا بیان

پس یہ حدیث شریف اگر چہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے مروی ہے جن کے اسماء معلوم نہیں ہیں۔ تاہم یہ (اسماء کا معلوم نہ ہونا) کوئی نقصان نہیں دیتا کیونکہ یہ حدیث کے مشہور ہونے پر دلالت کرتا ہے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی ایک جماعت سے عمرو بن حارث رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث بیان کی۔ ان میں سے کوئی ایک نہیں ہے اور شہرت میں بہت زیادہ مبالغہ ہے کہ کوئی ایک ان میں سے بیان کرتا، اگر اس کا نام لیا جاتا، تو شہرت کیسے ہوئی؟ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ علم، دین اور فضل و صدق میں مشہور ہیں جو کسی پر مخفی نہیں ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں کوئی متہم، کذاب اور مجروح مشہور نہیں ہے بلکہ سب کے سب مسلمانوں میں افضل اور بہترین مشہور ہیں۔ اس حدیث کے نقل کرنے میں کسی اہلِ علم نے شک نہیں کیا۔ کیسے شک کرتے کیونکہ اس حدیث کے جھنڈے کے حامل شعبہ رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں اور بعض ائمۂ حدیث کہتے ہیں: "جب کسی سند میں شعبہ رحمۃ اللہ علیہ دیکھو تو ہاتھ باندھ لو"۔ یہ قول ابوبکر خطیب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، اور کہا گیا ہے: "بے شک عبادہ بن نسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو عبداللہ بن غنم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا اور وہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، اور یہ سند متصل ہے اور اس کے تمام رجال ثقاہت میں مشہور ہیں کیونکہ اہلِ علم نے اس حدیث کو نقل کیا اور اس سے استدلال بھی کیا، تو ہم ان کے پاس اس حدیث کی صحت پر رک گئے جیسا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان مبارک: "لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ" کی صحت پر رک

گئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سمندر کے متعلق فرمان: "هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ" پر رک گئے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان: "الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ" پر رک گئے، اگر چہ یہ احادیثِ مبارکہ سند کے اعتبار سے ثابت نہیں ہوتیں، لیکن جب ان احادیث کو سب (محدثین) نے دوسرے محدثین کی جماعت سے روایت کیا، اور اس حدیث کی سند طلب کرنے میں صحت پر اعتماد کرتے ہوئے وہ مستغنی ہو گئے، تو اسی طرح حدیثِ معاذ رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے جب سب محدثین نے اس سے استدلال کیا تو اس کی سند میں طلب سے مستغنی ہو گئے"۔

پھر علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے قیاس کو ثابت کرنے میں طویل کلام کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت کیا کہ ان نفوسِ قدسیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اپنی رائے سے اجتہاد کیا۔ اور علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کئی صفحات میں بیان کیا ہے پھر کہا:

فَالصَّحَابَةُ رضی الله عنهم مَثَّلُوا الْوَقَائِعَ بِنَظَائِرِهَا، وَشَبَّهُوهَا بِأَمْثَالِهَا، وَرَدُّوا بَعْضَهَا إِلَى بَعْضٍ فِي أَحْكَامِهَا، وَفَتَحُوا لِلْعُلَمَاءِ بَابَ الِاجْتِهَادِ، وَنَهَجُوا لَهُمْ طَرِيقَهُ، وَبَيَّنُوا لَهُمْ سَبِيلَهُ.

(إعلام الموقعين عن رب العالمين، ج1 ص166)

ترجمہ: پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان واقعات کو ان کے نظائر کے ہم مثل پایا اور ان کے امثال کے ساتھ تشبیہ دی، اور ان احکام میں بعض کو بعض کی طرف لوٹایا اور علماء کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھولا، اور ان کے لیے اجتہاد کا منہج بھی بیان کیا۔

13 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور نوعِ رابع

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مسائلِ اجتہادیہ میں چوتھی نوع کے موافق ہے جس کو ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کیا اور تعریف بھی کی۔ پس صغّانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابنِ معین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے عبیداللہ بن ابی قرہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا، وہ

فرما رہے تھے میں نے یحییٰ بن ضریس ؒ سے سنا، وہ فرما رہے تھے، میں نے سفیان ثوری ؒ سے سنا اس حال میں کہ آپ ؒ کے پاس ایک شخص آیا پھر کہنے لگا: "آپ ؒ امام ابوحنیفہ ؒ پر ملامت کرتے ہیں؟"۔ فرمایا: "اور اس کا سبب کیا ہے؟"۔ اس نے کہا: میں نے سنا وہ یہ کہتے ہیں: "میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے لیتا ہوں۔ اگر میں اس میں نہ پاؤں تو رسول اللہ ﷺ کی سنت سے لیتا ہوں۔ پس اگر اس میں بھی نہ پاؤں، تو اقوالِ صحابہ ؓ میں سے جس صحابی کے قول کو چاہوں لے لیتا ہوں اور صحابہ کرام ؓ کے قول کو چھوڑ کر کسی غیر کے قول کو نہیں لیتا۔ پس بہر حال جب معاملہ ابراہیم ؒ اور ابن سیرین ؒ اور عطاء ؒ تک ختم ہو جائے، تو ان لوگوں نے اجتہاد کیا۔ پس میں بھی اجتہاد کرتا ہوں جیسا کہ انہوں نے اجتہاد کیا"۔

اس کو حافظ ابن حجر ؒ نے "تہذیب التہذیب" ج 10 ص 451 میں ذکر کیا ہے۔

☆ آپ ؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ ؒ فرماتے ہیں: "جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہو تو وہ سر آنکھوں پر ہے، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہمارے لیے جائز نہیں ہے اور جو حکم صحابہ کرام ؓ سے مروی ہو، تو ہم پسند کرتے ہیں اور صحابہ کرام ؓ کے بعد والے لوگوں سے مروی ہو تو وہ بھی مرد ہیں اور ہم بھی مرد ہیں"۔

(اعلاء السنن، جلد 19 ص 55، 56۔ مقدمہ: قواعد فی علوم الحدیث)

☆ ابو مطیع بلخی ؒ فرماتے تھے:

میں ایک دن کوفہ کی جامع مسجد میں امام ابوحنیفہ ؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ تو آپ ؒ کے پاس علمائے کرام تشریف لائے۔ ان میں امام جعفر صادق ؒ، سفیان ثوری ؒ، مقاتل بن حیان ؒ اور حماد بن سلمہ ؒ (سرفہرست) تھے۔ تو انہوں نے امام ابوحنیفہ ؒ سے گفتگو کرنا شروع کی، اور کہا: "ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ آپ ؒ دین میں بہت زیادہ قیاس کرتے ہیں، اور بے شک ہم اس سے آپ ؒ پر خوف کرتے ہیں کیونکہ جس نے سب سے پہلے قیاس کیا، وہ ابلیس ہے"۔ تو امام ابوحنیفہ

ؒ نے ان کے ساتھ جمعہ کے دن کی صبح سے لے کر زوال تک مناظرہ کیا، اور ان پر اپنا مذہب پیش کیا اور فرمایا: "میں کتاب اللہ کو سب سے مقدم کرتا ہوں، پھر سنتِ رسول ؒ (کو ترجیح دیتا ہوں)۔ پھر صحابہ کرام ؓ کے متفقہ فیصلوں کو مختلفہ فیصلوں پر مقدم کرتا ہوں، اور جہاں اختلاف ہوتا ہے وہاں قیاس کرتا ہوں"۔ تو سب علمائے کرام کھڑے ہو گئے اور انہوں نے آپ (امام ابوحنیفہ) ؒ کے ہاتھوں اور گھٹنوں کو بوسہ دیا، اور آپ ؒ سے کہا: "انت سید العلماء": آپ ؒ علماء کے سردار ہیں۔ پس جو بغیر علم کے آپ ؒ کے بارے میں ہمیں پہنچا تو ہمیں معاف فرمائیں"۔ تو آپ ؒ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ سب کی مغفرت فرمائے"۔ آمین۔

(اعلاء السنن، ابوحنیفہ واصحابہ المحدثون، جلد 19 ص 58، 59)

☆ پس اگر انہوں نے یہ مراد لیا کہ امام ابوحنیفہ ؒ اہل رائے میں سے ہیں، اور قیاس کو حدیث شریف پر مقدم کرتے ہیں، تو یہ کھلا جھوٹ ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے جیسا کہ وضاحت کے ساتھ گزر چکا ہے۔

امام ابوجعفر شیزاماری ؒ، امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کی طرف متصل سند سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ؒ فرماتے تھے: "اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم! جھوٹ بولتا ہے اور ہم پر بہتان گھڑتا ہے جو کہتا ہے کہ ہم قیاس کو نص پر ترجیح دیتے ہیں"۔ اور فرمایا: "نص کے بعد بھی کوئی قیاس کا محتاج ہوتا ہے؟" (ہرگز نہیں اور آپ ؒ یہ بھی فرماتے تھے: "ہم صرف شدید ضرورت کے وقت ہی قیاس کرتے ہیں اور یہ بھی اس طرح کہ ہم سب سے پہلے اس در پیش مسئلہ کی دلیل کتاب وسنت اور صحابہ کرام ؓ کے فیصلوں میں دیکھتے ہیں۔ پس اگر کوئی دلیل نہ پائیں، تو پھر ہم مسکوت عنہ کو منطوق بہ پر قیاس کرتے ہیں کہ ان کے مابین اتحاد پایا جاتا ہے"۔

(المیزان الکبریٰ الشعرانیہ، جلد 1 ص 79، 80۔ مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت)

☆ امام سیوطی ؒ "تاریخ بخاری" سے نعیم بن عمر ؒ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: "میں نے ابوحنیفہ ؒ سے سنا، آپ ؒ فرما رہے تھے: "ان لوگوں پر

تعجب ہے جو کہتے ہیں کہ میں (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) رائے پر فتویٰ دیتا ہوں جبکہ میں تو صرف اثر پر فتویٰ دیتا ہوں"۔

(تبییض الصحیفۃ بمناقب ابی حنیفۃ للسیوطی ص113۔مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت)

☆ "مناقب القاری رحمۃ اللہ علیہ" میں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے: جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا، تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے:

"تمھارے پاس کوئی اثر ہے؟"۔ پس اگر ہمارے پاس یا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی اثر ہوتا، تو اس کو لے لیتے اور اگر "آثار" مختلف ہوتے تو جس طرف اکثر آثار ہوتے، تو اسے لے لیتے، ورنہ قیاس کو لے لیتے"۔

(الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ ص590۔مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت)

☆ محمد بن سلام بلخی رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن نُصیر بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں (انہوں نے کہا:) میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: "اس مرد یعنی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ملامت کیوں کرتے ہیں؟"۔ انہوں نے کہا: "رائے کی وجہ سے"۔ میں نے انہیں کہا: "کیا امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ رائے سے کلام نہیں کرتے؟"۔ فرمایا: "ہاں (کرتے ہیں) لیکن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہمیشہ کتب میں ہوتی ہے"۔ پس میں نے کہا: "امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی کتب میں ہوتی ہے"۔ فرمایا: "ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اُن سے زیادہ رائے پر عمل کرتے ہیں"۔ میں نے کہا: "پس آپ اُن میں سے ہر ایک کے حصے کے مطابق کلام کیوں نہیں کرتے؟"۔ تو وہ (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ) خاموش ہو گئے۔

(الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ ج2 ص117، 118۔مطبوعہ مجلس دائرۃ النظامیہ)

☆ "الخیرات الحسان" میں ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہ مذکور ہے جیسا کہ "التعلیق الممجد علی مؤطا امام محمد" کے صفحہ 32 پر مذکور ہے۔

پس اس سے واضح ہوا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق رائے کی وجہ سے کلام کرنا محض زیادتی ہے کیونکہ اس (رائے) سے کوئی بھی مجتہد محفوظ نہیں ہے۔ مثلاً: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (بھی رائے عمل کرتے ہیں) اور جو نص کے معارض رائے ہو، وہ مذموم

ہے، اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس سے بری ہیں۔

☆ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الکبریٰ" میں فرماتے ہیں:

"بہر حال ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو رائے کی مذمت میں منقول ہے، تو ان ائمہ میں سب سے پہلے امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ اس رائے سے بری ہیں جو شریعت کے ظاہر کی مخالفت کرتی ہے۔ اس کے برعکس بعض متعصبین آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مذموم رائے کی نسبت کرتے ہیں۔ ہائے رسوائی! (اس وقت کیا عالم ہوگا) جب قیامت کے دن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ہوں گے۔ پس جس کے دل میں نورِ (ایمان) موجود ہے، تو وہ یہ جراءت نہیں کرتا کہ کسی امام ذکر برے الفاظ سے کرے، اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقام مرتبہ کیا نسبت ہے؟ کیونکہ ائمہ آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں اور ان کے علاوہ جو لوگ ہیں وہ زمین والوں کی طرح ہیں جو ستاروں کو نہیں پہچانتے مگر سطح آپ پر خیالی عکس کی طرح۔

☆ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ "فتوحات مکیہ" میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اپنی سند سے روایت کرتے ہیں: "آپ (امام ابوحنیفہ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: "اللہ تبارک و تعالیٰ کے دین میں رائے سے بچو اور تم پر سنت کی پیروی لازم ہے۔ پس جو سنت سے نکلا وہ گمراہ ہو گیا"۔

☆ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک کوفی آیا، اور اس کے سامنے حدیث شریف پڑھی گئی۔ وہ کہنے لگا:

"ہمیں ان احادیث سے چھوڑ دو"۔ تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بہت سخت زجرو توبیخ کرتے ہوئے فرمایا: "اگر سنت نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی ایک بھی قرآن مجید نہ سمجھتا"۔

☆ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

"تم پر سلف کے آثار کی اتباع لازم ہے اور لوگوں کی رائے پر عمل کرنے سے بچو۔ اگرچہ وہ اپنی بات کو ملمع کر کے پیش کریں، کیوں کہ جب معاملہ کھلے گا تو خود بخود روشن

ہوجائے گا، جب کہ تم تو صراط مستقیم یعنی سیدھے راستے پر ہی ہو"۔

☆ ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کہا گیا:

"لوگوں نے حدیث پر عمل کرنے کو چھوڑ دیا اور حدیث سننے کو قبول کیا"۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ان کا صرف حدیث سننا ہی حدیث شریف پر عمل کرنا ہے"۔

☆ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

"لوگ ہمیشہ درستگی پر رہیں گے جب تک ان میں حدیث کے متلاشی دو شخص بھی رہیں گے۔ پس جب انہوں نے حدیث کے بغیر علم حاصل کیا، تو بگڑ جائیں گے"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

"کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی بات کہے یہاں تک کہ جان لے کہ وہ (بات) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت ہے تو اس کو قبول کرلے"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر مسئلہ میں علمائے کرام (جو اجتہاد کے درجے پر فائز ہوتے تھے) کو جمع کرتے تھے جب وہ اس مسئلہ کو صراحتاً کتاب وسنت میں نہ پاتے، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس پر عمل کرتے جس پر سب متفق ہوتے۔ اسی طرح ہر مسئلہ میں کرتے تھے۔ جب کسی حکم کے متعلق استنباط کرتے تھے، تو جب تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ شوریٰ کے علماء اتفاق نہیں کرتے تھے اس کو نہیں لکھتے تھے۔ پس اگر وہ اس پر راضی ہوجاتے، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کو حکم فرماتے کہ لکھ لیں۔ تو جو سنت کی اتباع میں اس منہج پر ہو تو اس کی طرف رائے پر عمل کرنے کی نسبت کرنا کیسے جائز ہے؟ اللہ تعالیٰ کی پناہ ہے کہ یہ بات کسی عقل مند سے واقع ہو"۔ (المیزان الکبریٰ للشعرانی، جلد 1، ص 70، 71)

☆ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا:

"تحقیق میں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال میں غور وفکر کیا جیسا کہ میں نے "ادلۃ المذاھب" کتاب لکھی، تو میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کے اقوال کو پایا کہ وہ کسی آیت، حدیث یا اثر سے منسوب ہیں یا اس حدیث کے مفہوم یا کسی حدیث ضعیف کی طرف جس کے طرق زیادہ ہیں یا کسی قیاسِ

صحیح کی طرف جو اصل صحیح پر مقیس ہے۔

پس جو شخص مزید تفصیل پڑھنا چاہے تو میری مذکورہ کتاب کا مطالعہ کرے۔

(المیزان الکبریٰ للشعرانی، جلد 1، صفحہ 78)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا:

"پس بے شک میں نے بہت زیادہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں تتبع کیا، تو اس کو حد درجہ احتیاط اور تقویٰ میں پایا۔ اس لیے کہ کلام، متکلم کی صفت ہے اور سلف وخلف نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ متقی اور دین میں بہت زیادہ احتیاط فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا خوف حد درجہ تھا تو آپ سے کوئی بات صادر نہ ہوئی مگر جو عادت کے مطابق ہے۔ (المیزان الکبریٰ للشعرانی، جلد 1، صفحہ 86)

آپ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

"بے شک سب ائمہ اپنے رب کریم کی طرف سے ہدایت پر ہیں، اور کوئی دوسرے کے کسی قول کی وجہ سے طعن کرتا ہے، تو صرف جہالت ہے، یا اس کی دلیل سے جاہل ہے، یا اس حیثیت سے کہ وہ دلیل کی باریکی تک پہنچا ہے، اور طاعن نہیں پاسکا بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر طعن کرنا (بہت بڑی جہالت ہے) کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہ ہستی ہیں جن کے علم کی وسعت اور تقویٰ وزہد کی کثرت اور مدارک واستنباط کی قوت پر سلف وخلف کا اجماع ہے، جیسا کہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے دین میں ایسی رائے دینے سے بری ہیں جس کی گواہی کتاب وسنت کا ظاہر نہ دے، اور جو شخص اس بات کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرے، تو اس کے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان وہ موقف موجود ہے جس میں مولود بوڑھا ہوجاتا ہے"۔ (المیزان الکبریٰ للشعرانی، جلد 1، صفحہ 76)

☆ نصر بن مروزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"میں نے کسی مرد کو نہیں دیکھا جس نے کسی اثر کی وجہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر الزام عائد کیا ہو"۔

(الجواهر المضية في طبقات الحنفية، جلد2، صفحہ 201، مطبوعہ: میر محمد کتب خانہ کراچی)

☆ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"میں معمر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا۔ تو اُن کے پاس عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، تو میں نے معمر رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "میں فقہ میں کسی کو بہترین کلام کرتے ہوئے نہیں جانتا اور اس کا علم اتنا وسیع ہو کہ وہ فقہ میں بھی حدیث کی تشریح کرے، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کسی کو پہچان نہیں ہے، اور جو اپنے آپ پر ڈرتا ہو، اور اللہ تعالیٰ کے دین میں کوئی شک وشبہ داخل کرنے سے بچتا ہو، تو یہ وصف صرف ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں ہے"۔ (اخبار ابی حنیفۃ للصیمری، ص25۔ مطبوعہ: عالم الکتب، بیروت۔ 1405ھ)

☆ سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"میں نے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فقیہ مرد ہیں، فقہ میں معروف ہیں، اور ورع و پرہیز گاری میں مشہور ہیں، رات اور دن میں علم کی تعلیم پر صابر ہیں، رات کو (عبادت کے ذریعے) خوبصورت گزارنے والے ہیں، بہت زیادہ روزہ رکھنے والے ہیں، یہاں تک کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حلال یا حرام کے متعلق کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا ہے، اور جب کوئی مسئلہ درپیش ہو، جس میں صحیح حدیث وارد ہو، تو اس کی اتباع کرتے ہیں، اگرچہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے ہو یعنی موصول یا مرسل روایت ہو۔ (اگر کوئی حدیث نہ ہو) تو قیاس کرتے ہیں۔ پس بہترین قیاس کرتے ہیں۔

(تبييض الصحيفة للسيوطي، ص122، 123۔ مطبوعہ: دار ارقم، بیروت)

☆ خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ "جامع المسانید" میں کہتے ہیں:

"جو خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن و تشنیع کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کو چھوڑ کر رائے پر عمل کرتے ہیں، تو یہ قول اس کا ہے جسے فقہ میں کچھ بھی معرفت نہیں ہے، ورنہ جس نے فقہ کی خوشبو کو سونگھا اور انصاف سے کام لیا، تو اس نے اعتراف کیا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں میں سب سے زیادہ اخبار

(احادیث) کو جاننے والے ہیں اور سب سے زیادہ آثار کی پیروی کرنے والے ہیں"۔

اور جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں انہوں نے کہا، اس کے بطلان پر دلیل یہ ہے کہ وہ تین وجوہ سے باطل ہے: پہلی وجہ یہ ہے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مراسیل کو حجت مانتے ہیں اور قیاس مقدم کرتے ہیں جب کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کے خلاف ہیں"۔

(مرسل حدیث کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: قفو الأثر في صفوة علوم الأثر (ابن الحنبلي، رضي الدين) ص67، 68)

14 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور قیاس کی اقسام

دوسری وجہ یہ ہے کہ قیاس کی چار قسمیں ہیں:

1 قسم اول: "قیاس المؤثر"

یہ ہے کہ اصل اور فرع کے درمیان ایسا معنی ہو، جو علت کی وجہ سے مشترک ہو۔

2 قسم دوم: "قیاس المناسب"

یہ ہے کہ اصل اور فرع کے درمیان کسی وجہ سے کوئی معنی مناسب پایا جائے۔

3 قسم سوم: "قیاس الشبہ"

یہ ہے کہ اصل اور فرع کے درمیان احکامِ شرعیہ میں کوئی مشابہت صورتی پائی جائے۔

4 قسم چہارم: "قیاس الطرد"

یہ ہے کہ اصل اور فرع کے درمیان معنی مطرد ہو۔

☆ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب رحمۃ اللہ علیہم نے کہا کہ "قیاس الشبہ" اور "قیاس المناسب" باطل ہے، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب رحمۃ اللہ علیہم نے "قیاس الطرد" میں اختلاف کیا، تو ان میں سے بعض نے اس انکار کیا، اور ابوزید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "قیاسِ مؤثر" حجت ہے اور باقی حجت نہیں ہیں"۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قیاس کی چاروں اقسام حجت ہیں اور "قیاس الشبہ" بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے"۔

پھر تعجب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قیاس کی ایک یا دو قسموں کو استعمال کرتے ہیں، جب کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ قیاس کی چاروں اقسام کو حجت بھی مانتے ہیں اور استعمال بھی کرتے ہیں۔ خطیب رحمۃ اللہ علیہ و دیگر کہتے ہیں: "ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اخبار کو چھوڑ کر قیاس کو استعمال کرتے ہیں"۔ یہ صرف خواہشات کے غلبہ اور فقہ پر واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے ہے، اور جس نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کا ماخذ پہچان لیا، تو اس نے اپنے دعویٰ (احناف کی طرف قیاس پر زیادہ عمل کرنے کا الزام) کے بطلان کو پہچان لیا، لیکن خطیب رحمۃ اللہ علیہ اور ان جیسے علماء کی رائے ہے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بعض ان احادیث کو چھوڑ دیا ہے جنہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے لیا ہے۔ تو انہوں نے گمان کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قیاس کی وجہ سے ان احادیثِ مبارکہ کو چھوڑا ہے، اور انہوں نے یہ نہیں جانا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری زیادہ صحیح احادیث کی وجہ سے چھوڑا ہے۔

پھر خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ نے اکتیس (31) اختلافی مسائل ذکر کیے جن میں مدِمقابل نے عمومی احادیث کو لیا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری زیادہ صحیح احادیث کے پیشِ نظر ان (عمومی احادیث) کو چھوڑ دیا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مُستدَلّات احادیثِ مبارکہ ان مسائل کے لیے زیادہ صریح اور زیادہ خاص ہیں"۔

(التعریف والاخبار بتخریج احادیث الاختیار، لابن قطلوبغا، ج1، ص51۔ طبع:1410ھ)

پس جو شخص تفصیل سے مطالعہ کرنا چاہے، تو جامع المسانید ج1، ص42 تا 54 ملاحظہ کرے۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اعلاء السنن" اور میری کتاب: "تعلیم السنۃ" (29 جلدیں) اس کی مکمل تفصیل کے لیے تحقیق کی ضامن ہے ان شاء اللہ!

قاضی ابوعبداللہ صیمری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ امیر المؤمنین مامون رشید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ذکر کرتے ہیں کہ اس کے زمانے میں احادیثِ مبارکہ میں ایک کتاب لکھی گئی اور مامون رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھی گئی اور انہوں نے کہا: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب وہ لوگ ہیں جو تیرے نزدیک فلاں، فلاں سے مقدم ہیں وہ طویل زمانے تک

احادیث کو نہیں جانتے تھے، یہاں تک کہ عیسی بن ابان رحمۃ اللہ علیہ نے "الحجة الصغیر" نامی کتاب لکھی اور اس میں اخبار کی وجوہ بیان کیں اور جن کو قبول کرنا لازم ہے اور جنہیں رد کرنا لازم ہے اور جس کی تاویل واجب ہے اور دو متضاد حدیثوں میں کسی پر عمل واجب ہے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل بھی بیان کیے، جب مامون رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو پڑھا، تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے رحمت کی دعا کی۔

(أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ص 148۔ المؤلف: أبو عبد الله، الحسين بن علي الصَّيْمَري الحنفي (ت 436ھ)۔ الناشر: عالم الكتب - بيروت۔ الطبعة: الثانية، 1405ھ - 1985م۔ عدد الصفحات: 173؛ تاج التراجم في طبقات الحنفية (ابن قطلوبغا) ص227)

☆ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کو مثال بنایا:

حسدوا الفتى إذ لم ينالوا سعيه
فالقوم أعداء له و خصوم
كضرائر الحسناء قلن لوجهها
حسدا و بغيا إنه لدميم

ترجمہ: ان لوگوں نے نوجوان سے حسد کیا جب اس کی کوشش تک نہ پہنچ سکے۔ تو قوم اس کے دشمن اور مدمقابل ہیں، خوبصورت عورت کی سوکنوں کی طرح ہیں جو اس کے چہرے کو حسد اور بغض کی وجہ سے کہتی ہیں کہ یہ برا ہے۔

☆ اسی طرح "جامع المسانید" میں ہے۔

☆ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الانساب" میں قاضی کے ذکر کے وقت عیسیٰ بن ابان رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کیا، تو کہا: "آپ (عیسی بن ابان) رحمۃ اللہ علیہ حدیث شریف کو اسماعیل بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ اور ہاشم بن بشر رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین سے مسند بیان کرتے ہیں، اور محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عیسی بن ابان رحمۃ اللہ علیہ خوبصورت چہرے والے تھے، اور ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے، اور میں ان کو محمد

بن حسن ؒ کی طرف بلاتا تھا، تو کہتے: "یہ لوگ حدیث شریف کی مخالفت کرتے ہیں"۔ اور عیسی بن ابان ؒ حدیث شریف کو یاد کرنے میں بہترین حافظے والے تھے۔ پس آپ ؒ نے ایک دن ہمارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، اور اس دن امام محمد بن حسن ؒ کی مجلس تھی۔ پس میں نے آپ (عیسی بن ابان) ؒ کو جدا نہیں ہونے دیا، یہاں تک کہ آپ ؒ مجلس میں بیٹھ گئے، تو جب امام محمد ؒ نے فراغت پائی، تو میں نے کہا: "یہ (عیسی بن ابان ؒ) آپ ؒ کے ابان بن صدقہ ؒ کے بیٹے ہیں اور ان کے پاس قوتِ ذکاوت اور حدیث کی پہچان ہے، اور میں آپ کی طرف بلاتا ہوں، تو یہ انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں: "ہم (یعنی احناف) حدیث شریف کی مخالفت کرتے ہیں"۔ پس امام محمد بن حسن شیبانی ؒ آپ ؒ کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا: "اے میرے بیٹے! ہم میں کون سی چیز آپ نے دیکھی ہے جو حدیث شریف کے مخالف ہے؟"۔ تو عیسی بن ابان ؒ نے پچیس (25) احادیثِ شریفہ کے متعلق سوال کیا۔ تو امام محمد بن حسن شیبانی ؒ ہر سوال کا جواب دیتے، اور حدیث شریف کی وضاحت بھی کرتے، اور اس کی سند میں شیوخ بھی بتلاتے، اور اپنے قول پر شواہد و دلائل بھی لاتے۔ تو عیسی بن ابان ؒ نے کہا: "میرے اور نور کے درمیان ایک پردہ حائل تھا، تو وہ مجھ سے ہٹ گیا۔ میں نے نہیں گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں اس مرد کی مثل کوئی ہے جو لوگوں کے شکوک و شبہات کو رفع کرتا ہے"۔ اور آپ ؒ نے محمد بن حسن ؒ کی صحبت و مجلس کو سختی سے لازم پکڑ لیا حتی کہ فقیہ بن گئے۔

(الأنساب، ج 10 ص 305۔ المؤلف: أبو سعد، عبد الكريم بن محمد بن منصور التميمي السمعاني (ت 562هـ)۔ الناشر: مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد الدكن - الهند۔ عدد الأجزاء: 13 (نُشرت تِباعًا)۔ الطبعة: الأولى، (1382 هـ = 1962 م)-(1402 = 1982 م)؛ تاریخ بغداد - ط العلمیة (الخطیب البغدادی) ج 11 ص 158)

ابوخازم قاضی ؒ (عبد الحمید ؒ اور یہ امام طحاوی ؒ کے شیخ ہیں) نے فرمایا:
"میں نے اہلِ بغداد میں عیسی بن ابان ؒ اور بشر بن ولید ؒ سے زیادہ احادیث بیان کرنے والا نہیں دیکھا"۔

(اخبار ابی حنیفۃ للصیمری، ص 149۔ مطبوعہ عالم الکتب، بیروت، 1405ھ)

☆ الجواہر المضیہ میں عیسی بن ابان ؒ کے تذکرہ میں ہے:

والمشهور أن الحجج من تصنيف عيسى بن أبان، رأيت الجزء الأوّل منه۔

(الجواهر المضية في طبقات الحنفية - ت الحلو (عبد القادر القرشي) ج 1 ص 338)

ترجمہ مشہور یہی ہے کہ "الحجج" آپ ؒ ہی کی کتاب ہے جس کی ایک جلد میں نے دیکھی ہے۔

"تحقیق" میں کہا: "ہمارے اصحاب نے حضرت ابوہریرہ ؓ کی حدیث: "اذا أكل و شرب ناسيا" پر عمل کیا۔
اگرچہ وہ حدیث قیاس کے مخالف ہے، حتی کہ امام اعظم ؒ نے فرمایا: "اگر یہ روایت نہ ہوتی تو میں قیاس پر عمل کرتا جیسا کہ امام مالک ؒ نے قول کیا ہے۔

(الجواهر المضية في طبقات الحنفية - ت الحلو (عبد القادر القرشي) ج 4 ص 539)

پوری حدیث یہ ہے:

"إِذَا صَامَ أَحَدُكُمْ يَوْمًا فَنَسِيَ، فَأَكَلَ وَشَرِبَ، فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ"۔

(مسند احمد رقم 9136؛ بخاری رقم 6669؛ ابن ماجہ رقم 1673؛ ترمذی رقم 722)

ترجمہ جب تم میں سے کوئی ایک کسی دن روزہ رکھے، پھر جب روزہ دار بھول کر کھا پی لے، تو اپنا روزہ مکمل کرے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا پلایا ہے۔

☆ ملا علی قاری ؒ "مناقب" میں کہتے ہیں:
"بے شک وہ مسائل جن میں امام اعظم ابوحنیفہ ؒ نے حدیث کی بہت زیادہ اتباع

کے سبب قیاس سے اثر کی طرف رجوع کیا ہے، وہ بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دیت کو انگلیوں کے منافع پر تقسیم کرتے تھے، اور انگوٹھے میں انگلیوں سے زیادہ دیت کو واجب کرتے تھے۔ تو جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانِ عالی شان پہنچا کہ: "الْأَصَابِعُ كُلُّهَا سَوَاءٌ" (ابن ماجہ رقم 2654؛ ابوداؤد 4556؛ نسائی رقم 4844؛ مسند احمد رقم 19550؛ دارمی 2414) یعنی "تمام انگلیاں برابر ہیں"۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قیاس سے رجوع فرمالیا۔

اسی طرح دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: "حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے"۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پہنچی، یعنی: "الحیض ثلاثة ایام الی العشرة والزائد استحاضة" کہ حیض کی مدت تین دن سے لے کر دس دن تک ہے اور (اس سے) زیادہ استحاضہ ہے، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع فرمالیا۔

تنبیہ: علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "تحقیق" میں کہتے ہیں: حسین بن علوان رحمۃ اللہ علیہ، ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اکثر الحیض عشر واقله ثلاثة ایام" یعنی حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے اور کم سے کم تین دن ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس بارے میں تمام احادیث ضعیفہ ہیں۔ (البنایة شرح الهدایة ج1 ص516۔ مطبوعہ: المکتبة الحقانیہ ملتان، پاکستان)

اسی طرح ان مسائل میں وہ مسئلہ بھی ہے جس کو "خلف الاحمر رحمۃ اللہ علیہ" نے ذکر کیا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ عید سے پہلے اور عید کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ پھر اس نے دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عید کے بعد چار رکعات پڑھتے ہیں۔ تو میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تو فرمایا: "مجھے مولا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے بعد چار رکعات پڑھتے تھے"۔ انتہی۔

شاید کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں نماز پڑھتے تھے، عیدگاہ میں نہیں جیسا کہ امام ابنِ ماجہ

رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے بعد گھر میں دو رکعت پڑھتے تھے۔

(طبقات القاری الأثمار الجنیة فی أسماء الحنفیة - ط دیوان الوقف السنی (الملا علی القاری) ج1 ص171، 172؛ مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة - ط بذیل الجواهر المضیة (الملا علی القاری) ج2 ص474)

عبداللہ بن داؤد خریبی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی گئی کہ بعض لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ مسائل لکھے، پھر بعد میں ملاقات ہوئی، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کافی مسائل سے رجوع فرمالیا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "تمہیں ہرگز کوئی چیز اس سے نہ روکے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فقہ پر مطلع ہیں، اور فقہ میں فقیہ اپنے قول سے رجوع کرتا ہے، کیونکہ اس کا علم کشادہ ہوجاتا ہے"۔ اور ایک روایت میں ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "یہ بات آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم کی وسعت پر دلالت کرتی ہے۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا علم تنگ ہوتا، تو ایک ہی جواب ہوتا، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کا معاملہ بہت وسیع ہے، جیسے چاہتے وسعتِ علمی کے باعث جواب اختیار کرتے ہیں"۔

اسی طرح "الجواہر المضیہ، ج1 ص268، 275 میں ہے اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تذکرۃ الحفاظ، ج1 ص309 میں بھی مختصراً ذکر کیا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پر رحم فرمائے انہوں نے جہاں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر طعن ذکر ہے، وہاں فرمایا:

"بے شک آپ (امام اعظم) رحمۃ اللہ علیہ چند اقوال پر عمل کرتے پھر ان سے رجوع فرما لیتے"۔ (جامع المسانید ج1 ص55)

☆ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم! باطل میں مبتلا رہنے سے حق کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا:

"وَلَا يَمْنَعَنَّكَ قَضَاءٌ قَضَيْتَ فِيهِ الْيَوْمَ فَرَاجَعْتَ فِيهِ رَأْيَكَ فَهُدِيتَ فِيهِ لِرُشْدِكَ أَنْ تُرَاجِعَ فِيهِ الْحَقَّ، فَإِنَّ الْحَقَّ قَدِيمٌ لَا يُبْطِلُهُ شَيْءٌ، وَمُرَاجَعَةُ

الحقِّ خَيْرٌ مِنَ التَّمَادِي فِي الْبَاطِلِ"۔

(إعلام الموقعين عن رب العالمين-ط العلمية (ابن القيم) ج1 ص68)

ترجمہ: اور تمہیں قضا نہ روکے، (مثلاً:) آج کے دن آپ نے فیصلہ کیا، تو اس میں آپ کی رائے تبدیل ہوگئی، تو آپ کے فہم وفراست نے آپ کو راہنمائی دی کہ آپ اس فیصلہ میں حق کی طرف رجوع کریں کیونکہ حق قدیم ہے کوئی چیز اس کو باطل نہیں کرسکتی اور حق کی طرف مراجعت کرنا باطل میں مبتلا رہنے سے بہتر ہے۔

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جب کسی فقیہ کے لیے یہ بات ظاہر ہوجائے کہ جن مسائل میں اس نے فتویٰ دیا ہے وہ مسائلِ قیاسیہ احادیث کی مخالفت کرتے ہیں، یا جن احادیث پر اس نے عمل کیا، وہ اپنے سے زیادہ صحیح احادیث کے مخالف ہیں، یا اسے معلوم ہوا کہ اس کی متدلات احادیث منسوخہ ہیں، یا مؤولہ یا مرجوحہ ہیں، تو ان (مسائل) سے رجوع کرنا واجب ہے، اور باطل پر اصرار کرتے ہوئے اور مرتبہ ومقام پر فخر کرتے ہوئے ان پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔ پس تحقیق خطیب نے یہ ارادہ کیا کہ وہ آپ (امام ابوحنیفہ) کی برائی بیان کرے لیکن آپ کو ورع اور دیانت اور باطل پر اصرار نہ کرنے والی صفات سے متصف قرار دیا۔ اگرچہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض اقوال سے رجوع فرمالیا۔ پس امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے پرانے اقوال سے بار بار رجوع ثابت ہے حتی کہ غالباً کوئی مسئلہ ایسا باقی نہیں رہا جس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول نہ ہوں: ایک قدیم اور دوسرا جدید قول کہلاتا ہے اور اسی طرح دیگر فقہاء نے کیا ہے اور یہ (رجوع کرنا) ان کی دیانت و ورع اور حق کو پسند کرنے پر دلیل ہے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین"۔ (اعلاء السنن، جلد 21، ص25۔ مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آثار کی بہت زیادہ پیروی کرتے تھے یہاں تک کہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے "اعلام الموقعین" میں فرمایا:

وَأَصْحَابُ أَبِي حَنِيفَةَ رحمه الله مُجْمِعُونَ عَلَى أَنَّ مَذْهَبَ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ

ضَعِيفَ الْحَدِيثِ عِنْدَهُ أَوْلَى مِنَ الْقِيَاسِ وَالرَّأْيِ، وَعَلَى ذَلِكَ بَنَى مَذْهَبَهُ، كَمَا قَدَّمَ حَدِيثَ الْقَهْقَهَةِ مَعَ ضَعْفِهِ عَلَى الْقِيَاسِ وَالرَّأْيِ، وَقَدَّمَ حَدِيثَ الْوُضُوءِ بِنَبِيذِ التَّمْرِ فِي السَّفَرِ مَعَ ضَعْفِهِ عَلَى الرَّأْيِ وَالْقِيَاسِ، وَمَنَعَ قَطْعَ السَّارِقِ بِسَرِقَةِ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَالْحَدِيثُ فِيهِ ضَعِيفٌ ... فَتَقْدِيمُ الْحَدِيثِ الضَّعِيفِ وَآثَارِ الصَّحَابَةِ عَلَى الْقِيَاسِ وَالرَّأْيِ قَوْلُهُ وَقَوْلُ الْإِمَامِ أَحْمَدَ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ فِي اصْطِلَاحِ السَّلَفِ هُوَ الضَّعِيفُ فِي اصْطِلَاحِ الْمُتَأَخِّرِينَ، بَلْ مَا يُسَمِّيهِ الْمُتَأَخِّرُونَ حَسَنًا قَدْ يُسَمِّيهِ الْمُتَقَدِّمُونَ ضَعِيفًا كَمَا تَقَدَّمَ بَيَانُهُ.

(إعلام الموقعين عن رب العالمين-ط العلمية (ابن القيم) ج1 ص61)

ترجمہ: "ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس اور رائے سے اولیٰ ہے اور اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مذہبِ (فقہی) کی بنیاد رکھی۔ مثلاً: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے "حدیثِ قہقہہ" کو ضعیف ہونے کے باوجود قیاس اور رائے پر مقدم رکھا۔ اور سفر میں "نبیذِ تمر" سے وضو والی حدیث کو ضعیف ہونے کے باوجود قیاس اور رائے پر مقدم رکھا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دس درہم سے کم چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹنے سے منع فرمایا حالانکہ اس میں حدیث ضعیف ہے"۔ یہاں تک کہ فرمایا: "پس حدیثِ ضعیف کو اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنی رائے اور قیاس پر مقدم کرنا آپ (ابوحنیفہ) رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور سلف کی اصطلاح میں ضعیف سے مراد وہ حدیث نہیں ہے جو متاخرین کے نزدیک بھی ضعیف ہے بلکہ ضعیف حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جس کے طرق زیادہ ہوں اور متاخرین اسے حَسَن کہتے ہیں جبکہ متقدمین اسے ضعیف کہتے ہیں۔

پس میں تمہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم دیتا ہوں! کیا اس امام رحمۃ اللہ علیہ کو مذموم رائے کی طرف نسبت کرنا جائز ہے جو مراسیل اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حجت سمجھتے ہیں اور ضعیف حدیث کو قیاس پر مقدم رکھتے ہیں چہ جائیکہ وہ حدیث صحیح ہو؟ ہرگز نہیں، اللہ

تعالیٰ کی قسم! ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "تہذیب التہذیب" میں ذکر کیا ہے: "یزید بن عبدربہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، وہ یحییٰ بن صالح رحمۃ اللہ علیہ سے فرما رہے تھے: "اے ابوزکریا! رائے سے بچ، کیونکہ میں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا: "مسجد میں پیشاب کرنا بعض قیاسات سے اچھا ہے"۔

(تہذیب التہذیب، ج4 ص364۔ مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

تو یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنے اقوال اس رائے کی مذمت میں ذکر کرتے تھے جس رائے سے استدلال کرنے سے شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے منع فرمایا ہے۔

15 محدثین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مذموم رائے کی نسبت نہیں کرتے

اعتراض: پس اگر تیرا یہ اعتراض ہو کہ محدثین نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رائے کی نسبت کیوں کی ہے؟

جواب: بے شک محدثین اس سے مذموم رائے مراد نہیں لیتے تھے اور نہ ہی اس کو مقام مذمت میں ذکر کرتے تھے، جبکہ ان ائمہ میں سے ہر ایک محدث میں عقل کامل تھی، اور ذکاوت وافر تھی۔ وہ احکام کو بہت زیادہ مستنبط کرنے اور اُن احکامات کی کثیر تعریفات کو رائے کا نام دیتے، اور اس سے ان کی مراد یہ ہوتی کہ آپ (امام ابوحنیفہ) رحمۃ اللہ علیہ صرف احادیثِ مبارکہ کو اسناد کے ساتھ روایت کرنے پر اقتصار نہیں کرتے، بلکہ ان احادیث کو شرح اور تفسیر کے ساتھ روایت کرتے ہوئے اس کے ساتھ قیاس کے ذریعے ان احکام کو بھی بیان کرتے ہیں، جو اُن احادیث کے تحت ہیں، اور اس قیاس کی شریعت نے بھی اجازت دی ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت قاضی شریح

رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: "اجتهد رأيك" یعنی اپنی رائے سے اجتہاد کر۔ اور یہ روایت تفصیلاً پہلے گزر چکی ہے۔ (اعلاء السنن ج21 ص66)

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ محدثین، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی "اہل رائے" کا اطلاق کرتے تھے اور اُن ثقہ، ثابت راویوں پر بھی اطلاق کرتے تھے جن کی حدیث میں امامت پر محدثین کا اجماع ہے، جیسا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں لیکن ان کے بارے میں ہے کہ "آپ رضی اللہ عنہ اہل رائے میں سے تھے" جیسا کہ حاکم نے "المستدرک" میں محمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی تخریج کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو "مُغِيرَةُ الرَّأْيِ" رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ بصیرت والے تھے"۔

ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: " الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ بْنِ أَبِي عَامِرِ بْنِ مَسْعُودِ بْنِ مُعَتِّبِ بْنِ مَالِكِ بْنِ كَعْبِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ عَوْفِ بْنِ ثَقِيفٍ وَاسْمُهُ قُصَيُّ بْنِ مُنَبِّهِ بْنِ بَكْرِ بْنِ هَوَازِنَ بْنِ مَنْصُورِ بْنِ عِكْرِمَةَ بْنِ خَصَفَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ غَيْلَانَ بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارٍ، وَكَانَ يُكَنَّى أَبَا عَبْدِ اللهِ، وَكَانَ يُقَالُ لَهُ مُغِيرَةُ الرَّأْيِ، وَكَانَ دَاهِيَةً لَا يَجِدُ فِي صَدْرِهِ أَمْرَيْنِ إِلَّا وَجَدَ فِي أَحَدِهِمَا مَخْرَجًا. الخ (المستدرك على الصحيحين، ج3 ص506 رقم 5889)

☆ جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا ذکر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "الاصابہ" میں ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے کیا ہے اور طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر دو معاملے مشتبہ نہیں تھے مگر ان میں سے کسی ایک کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ کی "رائے" ظاہر ہو جاتی"۔

(الطبقات الكبرى - ط الخانجي (ابن سعد) ج5 ص173 رقم 842؛ المنتخب من ذيل المذيل (أبو جعفر ابن جرير الطبري) ص18؛ تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري (أبو جعفر ابن جرير الطبري) ج11 ص513؛ معجم الصحابة للبغوي ج5 ص400؛ تاريخ دمشق لابن عساكر ج60 ص15؛ مختصر تاريخ دمشق (ابن منظور) ج25 ص155؛ تهذيب الكمال في أسماء الرجال (المزي، جمال الدين) ج28 ص371؛ تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال (شمس

الدین الذہبی) ج9ص73؛سیر أعلام النبلاء-ط الرسالة (شمس الدين الذهبي) ج3ص22؛الإصابة في تمييز الصحابة (ابن حجر العسقلاني) ج6ص156،158)

اسی طرح امام ربیعہ بن عبدالرحمٰن رائے ؒ ہیں جو امام مالک ؒ کے استاد ہیں، اور آپ ؒ کی روایات محدثین کی ایک جماعت نے نقل کی ہیں، اور آپ ؒ سے روایت کرنے والے آپ ؒ کے ہم پلہ یحییٰ بن سعید انصاری ؒ، امام مالک ؒ، شعبہ ؒ اور سفیان ثوری ؒ، سفیان بن عیینہ ؒ، حماد بن سلمہ ؒ، لیث ؒ اور اوزاعی ؒ اور مخلوق کی ایک تعداد ہے۔

☆ علامہ ذہبی ؒ "تذکرۃ الحفاظ" میں کہتے ہیں:

ربيعة بن أبي عبد الرحمن فروخ الإمام أبو عثمان التيمي المدني الفقيه. ... وكان إماما حافظا فقيها مجتهدا بصيرا بالرأي ولذلك يقال له: ربيعة الراى.... قال الخطيب: "كان فقيها عالما حافظا للفقه والحديث.... وقال بن الماجشون: ما رأيت أحدا أحفظ لسنة من ربيعة. (تذكرة الحفاظ=طبقات الحفاظ للذهبي ج1ص118،119رقم 153)

ترجمہ: آپ ؒ امام تھے، حافظ تھے، فقیہ تھے، مجتہد تھے، "رائے" کی بصیرت رکھتے تھے اور اسی وجہ سے آپ ؒ کو "ربیعۃ الرای" کہا جاتا ہے۔ خطیب ؒ نے کہا: "آپ ؒ فقیہ، عالم اور فقہ وحدیث کے حافظ تھے"۔ اور ابن ماجشون ؒ نے کہا: "میں نے ربیعہ ؒ سے زیادہ سنت کا حافظ کوئی نہیں دیکھا"۔

☆ "تہذیب التہذیب" میں امام احمد ؒ سے روایت کرتے ہوئے ابوزرعہ ؒ کہتے ہیں: "ثقہ ہیں"۔ عجلی ؒ، ابوحاتم ؒ اور نسائی ؒ نے کہا: "ثقہ ہیں"۔ اور یعقوب بن شیبہ ؒ نے کہا: "ثقہ ثبت اور مدینہ شریف کے فقیہوں میں سے ہیں"۔ اور مصعب زبیری ؒ نے کہا: "آپ ؒ نے بعض صحابہ کرام ؓ اور اکابر تابعین ؒ کا زمانہ پایا ہے اور آپ ؒ مدینہ منورہ میں فتویٰ دیتے تھے اور مدینہ منورہ میں لوگوں کے چہرے آپ ؒ کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور آپ ؒ سے امام مالک ؒ نے روایت لی ہے اور معاذ بن معاذ عنبری ؒ، سوار عنبری سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: "میں نے آپ ؒ سے زیادہ کوئی عالم نہیں دیکھا"۔ تو میں نے کہا: "حسن بصری ؒ اور ابن سیرین ؒ بھی نہیں؟"۔ فرمایا: "ہاں! حسن بصری ؒ اور ابن سیرین ؒ بھی نہیں ہیں"۔ اور لیث ؒ نے عبیداللہ بن عمر ؒ سے روایت کرتے ہوئے کہا: "آپ ؒ ہمارے لیے مشکلات کو حل کرنے والے ہیں اور ہم میں سب سے زیادہ جاننے والے اور سب سے زیادہ فضیلت والے ہیں"۔ یحییٰ بن سعید ؒ سے مروی ہے: "میں نے آپ ؒ سے زیادہ سمجھ دار نہیں دیکھا"۔ مطرف ؒ نے کہا: "میں نے امام مالک ؒ سے سنا جب ربیعہ ؒ فوت ہوئے، تو آپ ؒ نے فرمایا: "فقہ کی حلاوت چلی گئی"۔ (تہذیب التہذیب، ج3،ص258 تا259)

حضرت ربیعہ ؒ امام ابوحنیفہ ؒ کے ہم زمانہ تھے اور آپ ؒ سے مناظرہ کرتے تھے، جیسا کہ "مناقب القاری ؒ" ص545 میں ہے۔

☆ اگر محدثین کی طرف سے "اہل رائے" کا اطلاق کرنا جرح اور طعن ہے، تو کیا مغیرہ بن شعبہ ؓ مجروح ہیں؟!! حالانکہ وہ صحابہ کرام ؓ میں سے ہیں جو سب کے سب عادل ہیں۔ اور کیا ربیعہ ؒ بھی مجروح ومطعون ہیں؟ حالانکہ اُن کی احادیث لینے پر شیخین (بخاری ومسلم) بلکہ تمام ائمہ کا اتفاق ہے، ہرگز مجروح ومطعون نہیں ہیں، بلکہ محدثین کی "رائے" سے فقہ، درست سمجھ اور عمدہ رائے مراد ہے۔

☆ علامہ شیخ عبدالفتاح ؒ کہتے ہیں:

"اصحابِ رائے" کا لقب علمائے کوفہ اور فقہائے کوفہ پر حدیث کو روایت کرنے والے علماء کی طرف سے بولا گیا، اور اُن راویانِ حدیث بڑا علم یہی تھا کہ وہ الفاظ حدیث کے ظاہری پہلوؤں کی خدمت کرتے تھے، اور اس سے ہٹ کر سمجھنے کا قصد نہیں کرتے تھے۔ مثلاً: دقیق اور باریک مفاہیم ومعانی کو منصۂ شہود پر لانا اور شاندار استنباط کرنا ان کے پیشِ نظر نہ تھا، اور جو شخص فہمِ نص اور تحقیقِ علت ومناط میں عقلی کاوش کو بروئے

کار لائے، اور ان معانی میں غور وفکر اور بحث کرے، جو حدیث شریف کے ظاہری پہلوؤں سے اربابِ ظاہر کو نظر نہیں آتے، تو ایسے شخص سے راویانِ حدیث کو گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ (استنباط کرنے والا) حق سے ہٹ گیا ہے، اور حدیث کو چھوڑ کر رائے کی طرف نکل گیا ہے۔ ان کے گمان میں وہ اس بحث وتحقیق کے باعث قابلِ مذمت ہے۔ اُس کی روایت اٹھا کر پھینک دی جائے۔ اس لقب (اہل رائے) سے انہوں نے بہت سے اہلِ فقہ ثقہ راویوں کو مجروح قرار دیا ہے جیسا کہ تم "رجالِ حدیث" کے تراجم میں فقہاء کی کثیر تعداد کو دیکھو گے۔ ان میں سے بعض کی مثالیں لیجیے:

(مثلاً:) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی "ھدی الساری" ج2 ص161 میں محمد بن عبداللہ بن مثنی انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں آیا ہے، حالانکہ وہ حافظِ حدیث ہیں، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم شیوخ میں سے ہیں، ثقہ ہیں۔ امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علمائے رجال نے ان کو ثقہ قرار دیا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ علماء حدیث نے ان کو صرف اس بنا پر ضعیف قرار دیا کہ وہ نظر واستدلال سے کام لیتے تھے۔ جہاں تک ان کی سماعتِ حدیث کا تعلق ہے، تو ان کا سماع ثابت ہے"۔

☆ احمد بن عبداللہ بن شبویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"میرے باپ احمد بن شبویہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا، اور وہ امام ہیں، حافظ ہیں، اور پیشوا ہیں، اپنے وقت کے شیخ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔

☆ ان کے حالاتِ زندگی ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی "تذکرۃ الحفاظ" ج1 ص371 اور حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ "تہذیب التہذیب" ج9 ص274-276 میں دیکھیں۔

☆ شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب: "الجرح والتعدیل" ص24 میں لکھتے ہیں:

"اربابِ صحاح اہلِ رائے حضرات سے روایت لینے سے اجتناب کیا ہے۔ تمہیں صحاحِ ستہ، مسانید اور سنن میں امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ جیسے فقیہ

راویوں کا نام نہیں ملے گا۔ علمائے حدیث نے کو "لین" کہا ہے جیسا کہ تمہیں میزان الاعتدال میں نظر آئے گا۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! علمائے حدیث (یعنی محدثین) نے ان دونوں ائمہ سے انصاف کیا، حالانکہ وہ علمِ حدیث کے بحرِ بےکراں تھے۔ ان کے "آثار" ان کی وسعتِ علمی اور تبحر بلکہ بہت سے حفاظِ حدیث سے فوقیت وتقدیم پر گواہ ہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی "کتاب الخراج" اور امام محمد بن حسن شیبانی "کتاب المؤطا" بطور ثبوت تمھارے لیے کافی ہیں۔ میں تو بعض محدثین میں شدید تعصب شمار کرتا ہوں۔ ایک منصف مزاج شخص ان بعض محدثین اہلِ علم وفقہ کو دیکھے گا، تو ان کے عقل وعلم سے سوائے تعصب کچھ حاصل نہ کر پائے گا۔

☆ پھر (عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ نے) ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اقامۃ الدلیل علی ابطال التحلیل ج3 ص227 سے نقل کیا اور یہ کتاب فتاوی الکبریٰ میں شامل ہے:

"حدیث واثر میں "رائے" اور "اہل رائے" کی جو مذمت وارد ہے، وہ دراصل حیلوں کی وجہ سے ہے کہ وہ حیلے "رائے" سے پیدا ہوئے، اور وہ محض رائے ہے۔ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کچھ ماثور نہیں، اور نہ ایسے حیلے کی کوئی نظیر ہے جو کسی اصل سے ثابت ہو، جس پر ان کو قیاس کیا جائے، اور حکم جب کسی اصل سے ثابت نہ ہو، اور نہ اس کی نظیر، تو وہ محض باطل رائے ہے"۔

☆ شیخ ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"اس سے واضح ہوا کہ راوی پر کسی کا جرح کرنا کہ "وہ اہل رائے میں ہے" مقبول نہیں ہے، اور اس (راوی) سے جو اُن (محدثین) کی جرح لائے، تو وہ جرح مردود ہے، کیونکہ اکثر محدثین کی ہمت روایت اور سماع کی طرف متوجہ ہے، اور وہ مآخذ اور مدارک میں نظر وفکر کو رد کر دیتے ہیں"۔ الخ

(الرفع والتکمیل تعلیقاً ص83، 86، 87)

☆ شیخ ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ "الرفع والتکمیل" ص88 پر کہتے ہیں:

مصعب زبیری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "میرا باپ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

اشعار کا مقابلہ کرتے تھے۔ تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ زبانی ہذیل کے اشعار بطور دلیل لاتے اور کہتے: "یہ بات محدثین میں سے کسی کو نہیں بتانا کیونکہ وہ اس کی برداشت نہیں کرتے"۔ بلکہ ان میں سے کچھ محدثین حدیث کو فقہی ابواب پر تصنیف کرنے کا انکار کرتے ہیں جیسا کہ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "حلیۃ الاولیاء" ج 8 ص 125 میں نقل کیا ہے۔

☆ حضرت أحمد بن شبویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

وقال عبد الله بن أحمد بن شبويه: سمعت أبي يقول: من أراد علم القبر فعليه بالأثر ومن أراد علم الخبر فعليه بالرای.

(تذکرۃ الحفاظ = طبقات الحفاظ للذہبی ج 2 ص 39؛ طبقات الحفاظ للسیوطی ص 205 رقم 451)

ترجمہ: جو شخص قبر کے علم کو جاننا چاہتا ہو، تو اس پر اثر لازم ہے، اور جو شخص خبر کو جانا چاہتا ہو، تو اس پر رائے لازم ہے۔

پس میں تم سے پوچھتا ہوں کہ ابن شبویہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس رائے سے کیا مراد ہے؟ کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس رائے کو مراد لیا جس سے شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے روکا ہے؟ ہرگز نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم! کیونکہ اس (منہی عنہ) میں کوئی خیر نہیں ہے بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس "رائے" سے درست سمجھ اور روشن عقل کے ذریعے اصولِ صحیحہ پر قیاسِ صحیح مراد لیا ہے اور یہی ہم کہتے ہیں۔

☆ ذہبی کی کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں "وکیع رحمۃ اللہ علیہ" کے حالات میں ہے کہ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں نے وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ افضل نہیں دیکھا جو رات کو قیام کرتے ہیں اور مسلسل روزے رکھتے ہیں اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں، اور یحییٰ بن قطان رحمۃ اللہ علیہ بھی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے"۔

(تذکرۃ الحفاظ = طبقات الحفاظ للذہبی ج 1 ص 282)

☆ پس ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دینے کو وکیع کے فضائل میں شمار کیا۔ پس اگر ان کے نزدیک ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مذموم رائے والے ہیں تو ان کے قول

پر فتویٰ دینے میں کیا فضیلت ہے؟ اور ابن عمار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "کوفہ میں وکیع رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں تھا، اور نہ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ حدیث شریف کا عالم تھا"۔ (تذکرۃ الحفاظ = طبقات الحفاظ للذہبی ج 1 ص 283)

☆ پس جو ہم کہتے ہیں وہ اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ محدثین فقہی رائے مراد لیتے ہیں نہ کہ اس کے علاوہ نہ مذموم رائے)، اور جس شخص پر فقہ غالب ہو اور فقہی مسائل و استنباط بہت زیادہ ہو تو محدثین اسے "اہل رائے" کا نام دیتے ہیں۔

(منن الرحمن علی التابعی الجلیل أبي حنيفة النعمان، للوہبی غاوجی، ص 72 تا 105، بتصرف)

مزید تفصیل کے لیے امام کوثری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب: **فقه اهل العراق وحديثهم - محمد زاهد الكوثري** رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ فرمائیں جو نصب الرایہ پر مقدمہ کی صورت میں شائع ہوئی ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید علامہ عبد الفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت سے الگ بھی شائع ہوئی ہے۔

16 قیاس کو نص پر مقدم کرنے کے قول کا تحقیقی جائزہ

اعتراض: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ وہ قیاس کو نصوص پر مقدم کرتے ہیں۔

جواب: یہ بات واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ اس کے برعکس امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو بعض اوقات متکلم فیہ حدیث کی وجہ سے بھی قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں، جیسا کہ ''نقض الوضوء بالقهقهة'' کے مسئلہ میں انہوں نے قیاس کو ترک کر دیا، حالانکہ اس باب میں احادیث متکلم فیہ ہیں اور دوسرے ائمہ نے اُن کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کیا ہے۔

اس مسئلہ میں شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو خود شافعی المسلک ہیں، اپنی کتاب ''المیزان الکبریٰ'' میں ایک مستقل فصل قائم کی ہے:

''فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام ابا حنيفة الیٰ انه يقدّم القياس علیٰ حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم''۔

ترجمہ: یہ فصل اُس شخص کے قول کے ضعیف ہونے کے بیان میں ہے، جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس بات کی نسبت کرتا ہے کہ وہ قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں۔

"اعلم! ان هٰذا الكلام صدر من متعصب على الامام متهور فی دينه غير متورع فی مقاله غافلاً عن قولى تعالىٰ "ان السمع و البصر و الفؤاد كل اولٰئك كان عنه مسؤلاً" و عن قوله تعالىٰ "مايلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد" وقد روى الامام جعفر الشيزامارى (نسبة الى قريةمن قرى بلخ) بالسند المتصل الى الامام ابى حنيفة رضى الله عنه": "كذب والله! وافترى علينا من يقول عنا اننا نقدم القياس على النص وهل يحتاج بعد النص الى قياس". وكان رضى الله عنه يقول: "نحن لانقيس الا عند الضرورة الشديدة. وذٰلك اننا ننظر أوّلاً فى دليل تلك المسئلة من الكتاب والسنة وقضية الصحابة فان لم نجد دليلا قسنا حينئذ. وفى رواية اخرى كان يقول: "ماجاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فعلى الرأس والعين بأبى هو وامى وليس لنا مخالفة ولاجاء نا عن اصحابه تخيرنا وماجاء نا عن غيرهم فهم رجال ونحن رجال".

ترجمہ: خوب جان لو، کہ بلاشبہ یہ کلام امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ایسے متعصب سے صادر ہوا، جو اپنے دین سے لاپرواہی کرنے والا اور اپنے کلام میں غیر محتاط ہے اور اللہ رب العزت کے اس فرمان سے غفلت برتنے والا ہے:

"بلاشبہ کان، آنکھ اور دل، ان سب کے متعلق اس سے پوچھا جائے گا"۔

اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی غافل ہے:

"وہ کوئی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان تیار رہتا ہے"۔

تحقیق امام ابوجعفر شیزاماری رحمۃ اللہ علیہ (شیزاماری بلخ کی بستیوں میں سے ایک بستی کی طرف نسبت ہے) نے سندِ متصل سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ روایت کیا:

"خدا کی قسم! یہ ہم پر جھوٹ اور افتراء ہے، جو ہمارے بارے میں یہ کہتا ہے کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم کرتے ہیں، اور کیا نص کے آنے کے بعد قیاس کی احتیاج ہو سکتی ہے؟؟؟ (یعنی ہرگز نہیں ہوسکتی)۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تو یہ کہتے تھے کہ ہم صرف ضرورتِ شدیدہ کے وقت ہی قیاس کرتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ ہم اوّلاً اس مسئلہ کی دلیل کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قضایا میں دیکھتے ہیں، اور اگر ہم اِن تمام میں کوئی دلیل نہیں پاتے، تو پھر اُس وقت ہم قیاس کرتے ہیں۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ امام اعظم فرماتے ہیں کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، وہ تو ہمارے سر آنکھوں پر، ان پر میرے ماں باپ قربان ہوں، اس سے تو کوئی مخالفت نہیں اور جو چیز صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے، اُسے تو ہم اختیار کرتے ہیں، اور جو چیز ان کے علاوہ اور لوگوں سے ثابت ہے، تو وہ تو لوگ ہیں اور پھر ہم بھی تو لوگ ہیں۔

اس کے علاوہ شیخ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"اعلم يا اخى! انى لم اجب على الامام بالصدر واحسان الظن فقط كما يفعل بعض وانما اجبت عنه بعد التتبع والفحص فى كتب الادلة و مذهبه اول المذاهب تدويناً و اٰخرها انقراضاً كما قال بعض اهل الكشف"

ترجمہ: خوب اچھی طرح جان لو! میرے بھائی! میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ہونے والے اعتراض کا جواب فقط اپنے دل سے پوچھ کر یا صرف ان کے ساتھ حسنِ ظن ہی کی وجہ سے نہیں دے دیتا، جیسا کہ بعض حضرات کرتے ہیں، بلکہ میں دلائل کی کُتب کی خوب چھان پھٹک اور تحقیق کے بعد جواب دیتا ہوں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب (مسلک) وہ پہلا مذہب ہے، مدوّن ہونے کے اعتبار سے اور آخری مذہب ہے، مٹ جانے کے اعتبار سے، جیسا کہ بعض اہلِ کشف نے فرمایا۔

باب 14

اسلام میں قیاس کی حیثیت

اسلام میں کسی مسئلے کو ثابت کرنے کے لیے چار اصول مقرر کئے گئے ہیں:

(۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماعِ امت (۴) قیاس شرعی

یہ ادلّہ اربعہ کہلاتے ہیں یعنی جب کسی مسئلہ میں قرآن وحدیث سے کوئی نص نہ ملے یا اجماعِ اُمت سے اس مسئلے کا جواب نہ ملتا ہو، تو اس وقت قیاسِ شرعی سے استدلال کیا جاتا ہے اور پھر وہی شریعت کا حکم سمجھا جاتا ہے۔

1 قیاس کی تعریف

فقہاء قیاس کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

الحاق أصل بفرع في الحكم لاتحادهما في العلة۔ (معجم لغة الفقهاء ص372)

ترجمہ: قیاس حکم میں اصل کو فرع کے ساتھ علت کے اشتراک کی بناء پر لاحق کردینے کو کہتے ہیں۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ لکھتے ہیں:

قیاس کے اصل معنی ایک چیز کو دوسری چیز کے برابر کرنے کے ہیں۔ کسی مسئلہ کے سلسلہ میں قرآن وحدیث کی صراحت موجود نہ ہو، لیکن قرآن وحدیث میں اس سے ملتا جلتا کوئی مسئلہ موجود ہو، اور اس مسئلہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی

جو وجہ ہو سکتی ہو، وہ اس مسئلہ میں بھی موجود ہو، چنانچہ یہاں بھی وہی حکم لگا دیا جائے گا۔ اس کو قیاس کہتے ہیں۔ پس غور کیا جائے تو قیاس قرآن وحدیث کے مقابلہ میں دی جانے والی رائے نہیں ہے بلکہ قیاس کے ذریعہ قرآن وحدیث کے حکم کے دائرے کو وسیع کیا جاتا ہے۔

جن مسائل کی بابت نص موجود نہ ہو، ان میں قیاس پر عمل کیا جائے گا۔ یہ بات تقریباً متفق علیہ ہے۔ شرعی دلیلوں میں قیاس کو چوتھے درجہ پر رکھا گیا ہے، لیکن حدیث اور قیاس یہ دونوں ایسے مصادر ہیں جن سے بیشتر فقہی احکام متعلق ہیں، اور معاملات کے احکام کی بنیاد تو بڑی حد تک قیاس ہی پر ہے۔ اس لحاظ سے یہ نہایت اہم ماخذ ہے۔

(فقہ اسلامی ص49)

2 قیاس کی حقیقت

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ قیاس کی حقیقت اس طرح بیان کرتے ہیں:

فقہ میں قیاس کے معنی یہ ہیں کہ ایک حکم کو منصوص سے غیر منصوص کی طرف باشتراکِ علت متعدی کرنا۔ سو یہ حکم رائے کا نہیں ہے بلکہ نص کا ہے۔ ہاں، اس میں علت کا تلاش کرنا جس کی وجہ سے وہ حکم منصوص ہے غیر منصوص کی طرف متعدی کیا گیا، یہ اجتہاد سے ہوا ہے۔ یہ حقیقت ہے قیاس کی۔ (وعظ-الصالحون ص ۳۰)

فقہاء قیاس کو صرف مظہر کہتے ہیں مثبت نہیں کہتے، یعنی فقہاء کہتے ہیں کہ قیاس اس حکم کو ظاہر کرتا ہے جو چھپا ہوا تھا، اصل حکم نص کا ہے جو مقیس علیہ کے بارے میں ظاہر تھا، کیونکہ نص اس کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے اور مقیس کے بارے میں گو وہ ظاہر نہ تھا مگر درحقیقت ثابت تھا کیونکہ اس میں بھی حکم کی علت موجود تھی۔ اس کو ان کے قیاس نے ظاہر کر دیا تو حکم دراصل نص کا ہے قیاس نے کوئی نیا حکم ایجاد نہیں کیا۔

(وعظ-الصالحون ص30)

اس سے پتہ چلا کہ کسی مسئلہ کے بیان میں قرآن وحدیث کا کوئی حکم واضح نہ ہو، اور نہ

آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہیں اس کی رہنمائی ملتی ہو، تو فقہاء اور ائمہ مجتہدین دوسری احادیث واحکام کو سامنے رکھ کر اس پر غور کرتے ہیں، اس کی نظیر تلاش کرتے ہیں، اور پھر اس پر اپنی ایک رائے قائم کرتے ہیں، اور اگر کبھی اس قیاس اور رائے کے خلاف کوئی صحیح حدیث یا اثر مل جائے تو پھر وہ اپنی رائے اور قیاس ترک کر دیتے ہیں۔

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"جس مسئلے کا حکم کتاب وسنت اور اجماعِ صحابہ میں نہ ملے، کتاب وسنت کے اصولوں میں غور وفکر کر کے اس مسئلے کا حکم دریافت کرنا، یہ اجتہاد ہے۔ مسئلہ پیش آمدہ کی نظیر کتاب وسنت میں مل جائے، تو اس مسئلہ کو اپنی نظیر کی طرف لوٹانا اور اس کا حکم معلوم کرنا، یہ بھی اجتہاد ہے۔ اس رد النظیر الی النظیر کو استنباط بھی کہہ دیتے ہیں۔

(آثار التشریع ج2 ص120)

اجتہاد کی چار معروف راہیں یہ ہیں

قیاس استحسان استصلاح استصواب

ان میں سے مجتہد جس راہ سے مسئلہ پیش آمدہ کا حکم پالے، وہ مسئلہ شریعت ہی کی دریافت سمجھا جائے گا۔ مجتہدین مسائل کے موجد نہیں ہوتے، صرف مظہر (انہیں دریافت کرنے والے) ہوتے ہیں۔ (آثار التشریع ج2 ص122)

3 قرآن مجید سے قیاس کا ثبوت

جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں قیاس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، وہ غلط کہتے ہیں۔ قیاس کا ثبوت قرآنِ کریم میں موجود ہے۔

1 جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن کے بانی حضرت مولانا محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

قیاس کا طریقہ خود قرآن مجید سے مستنبط ہوتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

آیت 1:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ

تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ۝ (البقرۃ:267)

ترجمہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لیے نکالا ہے، اس میں سے بہتر حصہ راہِ خدا میں خرچ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی راہ میں دینے کے لیے بُری سے بُری چیز چھانٹنے کی کوشش کرنے لگو، حالانکہ وہی چیز اگر کوئی تمہیں دے تم ہرگز اسے لینا گوارا نہ کرو گے، مگر یہ کہ اس کو قبول کرنے میں تم اغماض (چشم پوشی) برت جاؤ۔ تمہیں جان لینا چاہیے کہ اللہ بے نیاز ہے اور بہترین صفات سے متصف ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ اپنے پاکیزہ مال کو خرچ کرو کیونکہ جس طرح تم بُری چیز کے لینے کو ناپسند کرتے ہو، دوسرا بھی اس کے لینے کو ناپسند کرے گا۔ دیکھیئے، اس میں مالِ خبیث کے دینے کا قیاس اس کے لینے پر کیا گیا ہے۔ (حقیقت الفقہ ص168)

2 امام الحرمین الشریفین فضیلۃ الشیخ محمد بن عبد اللہ السبیل رحمۃ اللہ علیہ قیاس کے متعلق پوچھے جانے والے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

کتاب اللہ سے قیاس کی دلیل فرمانِ الٰہی ہے:

آیت 2:۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

(الحشر:2)

ترجمہ وہی ہے جس نے اہلِ کتاب کافروں (بنی نضیر) کو پہلے ہی حملے میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تمہیں ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے، اور وہ بھی یہ سمجھ بیٹھے تھے ان کے قلعے ان کو اللہ کی پکڑ سے بچا لیں گے، کہ ان کی گڑھیاں انہیں اللہ سے بچا لیں گی۔ مگر اللہ، ایسے رخ سے ان پر آیا جدھر اُن کا خیال بھی نہ گیا تھا۔ اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا (نتیجہ یہ ہوا) کہ وہ خود، اپنے ہاتھوں سے بھی، اپنے

گھروں کو برباد کر رہے تھے اور مومنوں کے ہاتھوں بھی برباد کروا رہے تھے۔ پس عبرت حاصل کرو! اے دیدۂ بینا رکھنے والو۔

(قیاس کے متعلق) وجۂ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مسلمانوں کو اس عذاب کی خبر جو بنونضیر پر نازل ہوا، تو ان کو حکم دیا کہ وہ عبرت پکڑیں۔ الاعتبار، العبور سے مشتق ہے، العبور کا معنی المجاوزۃ یعنی گزرنا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اپنے نفوس کو ان پر قیاس کرو کیونکہ تم بھی ان جیسے بشر ہو، اگر تم ان جیسے کام کرو گے تو تمہارے اوپر بھی وہی عذاب اتر پڑے گا، جو ان پر اترا۔ پس یہ آیت تمام انواعِ اعتبار کو شامل ہے اور جب قیاس میں فرع واصل کے درمیان موجود علتِ جامعہ کی وجہ سے فرع سے اصل کی طرف مجاوزت ہوتی ہے، تو یہ بھی اس اعتبار کے انواع میں داخل ہوگا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ (ماہنامہ النصیحۃ چارسدہ جون 2001ء، ص5)

3 گوجرانوالہ کے مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن سے قیاس کا ثبوت اس طرح پیش کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

آیت 3:۔ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ (الشوریٰ:17)

ترجمہ وہ اللہ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ یہ کتاب اور میزان نازل کی ہے۔

جس میزان کا تعلق کتاب کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ وہ اتری ہے۔ یہ ترازو وہ نہیں جو مادی اور جسمانی چیزوں میں توازن کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس سے مراد وہی میزان ہے جو کتاب کے فہم اور ادلۂ شرعیہ میں جس سے بصیرت ہوتی ہے جس سے مختلف نظائر کے حکم میں توازن ہوتا ہے۔ اس کا فقہی اور اصطلاحی نام قیاس سمجھ لینا چاہئیے، لیکن حقیقت میں وہ میزان ہے۔ اس لئے نہ قیاس کی ضرورت سے انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اپنے مقام پر اس کی حجیت افادیت کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

(تحریک آزادی فکر ص56)

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں

نظائر اور ملتی جلتی چیزوں کے احکام بھی باہم متشابہ رہنے چاہئے، عقلِ سلیم کا یہی فتویٰ

ہے۔ قرآنِ حکیم نے "اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ" فرما کر قیاس کے اسی پہلو کو واضح فرمایا ہے۔ (تحریکِ آزادئ فکر، ص158)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اہلِ حدیث باصطلاح جدید کے ہاں قیاس کا ثبوت خود قرآنِ کریم ہے۔ گویا نص سے قیاس کا شرعی وجود ثابت ہے۔ اب جو لوگ قیاس کی مخالفت میں پیش پیش رہتے ہیں، انہیں کم از کم اپنے علماء سے ضرور پوچھ لینا چاہیے کیونکہ خود انہوں نے بھی قیاس کو قرآن سے ثابت کیا ہے۔ ہاں، یہ روافض ہیں جو قیاس کو حرام کہتے ہیں۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ ملا ابن مطہر حلی کا یہ قول نقل کیا ہے:

قال الرافضی: ..... وَلَمْ يَلْتَفِتُوا إِلَى الْقَوْلِ بِالرَّأْيِ وَالِاجْتِهَادِ، وَحَرَّمُوا الْأَخْذَ بِالْقِيَاسِ وَالِاسْتِحْسَانِ.

(منهاج السنة النبوية (ابن تيمية)، ج2 ص99، 469)

4 قیاس کا ثبوت حدیث شریف سے

حدیث 1:۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما: أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ، جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ: "إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ، فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟" قَالَ: "نَعَمْ، حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اقْضُوا اللَّهَ، فَاللَّهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ". (بخاری رقم 1852)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قبیلہ جہینہ کی ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا: "میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی اور قبل اس کے کہ وہ اپنی نذر پوری کرے۔ وہ فوت ہو گئی۔ تو کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں، اگر تیری ماں پر کسی کا قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا نہ کرتے؟ (پھر فرمایا:) اللہ کے حق کو ادا کرو، وہ زیادہ مستحق ہے، اس بات کا کہ اس کے حقوق ادا کئے جائیں"۔

جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن کے بانی مولانا محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ صاحب اس پر لکھتے ہیں: دیکھئے آنحضرت ﷺ نے نذر کا قیاس قرض پر فرما کر مجتہدوں کو اجتہاد کا طریقہ بتلا دیا، ورنہ نظیر پیش کرنے اور قیاس کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ "نَعَمْ، حُجِّي عَنْهَا" فرما دینا کافی تھا۔ (حقیقت الفقہ ص169)

حدیث 2:۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي فَزَارَةَ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: "إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ". فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: "هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟". قَالَ: "نَعَمْ". قَالَ: "فَمَا أَلْوَانُهَا؟". قَالَ: "حُمْرٌ". قَالَ: "هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟". قَالَ: "إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا". قَالَ: فَأَنَّى أَتَاهَا ذَلِكَ؟". قَالَ: "عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ". قَالَ: "وَهَذَا عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ".

(مسلم رقم 18-1500، 20-1500؛ بخاری رقم 5305، 6847، 7314)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک اعرابی نے حضور ﷺ سے عرض کیا: "میری عورت نے کالے رنگ کا لڑکا پیدا ہے (جبکہ میرا رنگ سفید ہے، اس لئے میں نے لڑکے کا اپنا کا ہونے سے انکار کر دیا)۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "کیا تمہارے ہاں اونٹ ہیں"۔ اس نے کہا: "ہاں"۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "وہ کس رنگ کے ہیں؟"۔ اس نے کہا: "سرخ رنگ کے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا ان میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے"۔ کہا: "ہاں ہے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "سرخ رنگ والوں میں خاکی رنگ کہاں سے آ گیا؟"۔ اس نے کہا: "شاید اصل میں کوئی اس رنگ والا بھی ہوگا"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے بچے میں بھی یہی بات ہوگی"۔

غرضیکہ یہ قیاس پیش کرکے نفیٔ نسب کی رخصت نہ دی۔

صحیح مسلم کے شارح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۶ھ) اس پر لکھتے ہیں:

وفیہ اثبات القیاس والاعتبار بالاشباہ وضرب الامثال۔

(شرح صحیح مسلم ج2 ص491۔ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)

صحیح بخاری کے شارح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (852ھ) لکھتے ہیں:

وفی الحدیث ضرب المثل وتشبیه المجهول بالمعلوم تقریباً لفهم السائل واستدل به لصحة العمل بالقیاس. قال الخطابی: هو أصل فی قیاس الشبه. وقال ابن العربی: فیه دلیل علی صحة القیاس والاعتبار بالنظیر. (فتح الباری بشرح البخاری-ط السلفیة، ج9 ص444)

ترجمہ: اور اس حدیث میں بیان کرنا مثل کا ہے اور تشبیہ دینی مجہول کے ساتھ معلوم کے واسطے رکھنے سائل کے۔ اور استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس کے واسطے صحت عمل بالقیاس کے۔ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "وہ اصل ہے بیچ قیاسِ شبہ کے"۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "اس میں دلیل ہے اوپر صحیح ہونے قیاس کے اور اعتبار کے ساتھ نظیر کے"۔

حضرت مولانا محمد انوار اللہ فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"دیکھئے، یہاں یہی وہی قیاس ہے کہ اونٹ کے رنگ پر آدمی کے رنگ کو قیاس فرمایا"۔ (حقیقت الفقہ، ص169)

حافظ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 463ھ) نے اپنی مایہ ناز کتاب جامع بیان العلم وفضلہ کے باب: "بَابُ مُخْتَصَرٌ فِي إِثْبَاتِ الْمُقَايَسَةِ فِي الْفِقْهِ" میں حضور ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر فقہاء سے اس کی کئی مثالیں پیش کی ہیں اور لکھا ہے کہ کتاب کے طویل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا، تو میں اس کی مزید مثالیں بھی پیش کرتا۔

وَهَذَا لَوْ تَقَصَّيْنَاهُ لَطَالَ بِهِ الْكِتَابُ. وَاللهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

(جامع بیان العلم وفضلہ (ابن عبدالبر) ج2 ص869 تا 874)

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں کسی بات کو واضح کرنے کے لئے قیاس سے کام لینا ہرگز منع نہیں ہے۔ اگر قیاس کسی صورت جائز نہ ہوتا، تو آنحضرت ﷺ کبھی قیاس نہ فرماتے۔ اور نہ امت کے علماء میں یہ طریقِ عمل لائقِ استناد ہوتا۔

اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ قیاس کا حق صرف پیغمبر کو حاصل ہے کہ وہ معصوم ہیں اور ان کا قیاس کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ غیر نبی کو قیاس کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ تو ہم عرض

کریں گے کہ یہ بات درست نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ان ہدایات کی روشنی میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی قیاس سے کام لیتے رہے، اور کسی نے بھی انہیں قیاس سے نہیں روکا، اور نہ کبھی ان سے کہا کہ غیر نبی کو قیاس کی اجازت نہیں ہے۔ آیئے دیکھیں کہ قیاس کا حق کس کو حاصل ہے؟

حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قیاس کرنے کا مجاز وہی ہے جو آلاتِ قیاس کا مالک ہے، یعنی جو کتاب اللہ سے واقف ہے، فرائض وآدابِ ناسخ ومنسوخ، عام وخاص، نصائح و مستحبات کا عالم ہے، محتمل مسائل میں سنتِ رسول اللہ ﷺ اور اجماعِ امت سے استدلال کر سکے۔ ایسا معاملہ پیش آجائے جس کا حکم کتاب اللہ میں نہیں ہے، تو سنتِ نبوی اور اجماعِ امت پر نظر کرے، یہاں بھی نہ ملے تو پہلے کتاب اللہ پر قیاس کرے، پھر سنتِ رسول ﷺ پر قیاس کرے، پھر سلفِ صالحین کے اس تسلیم شدہ قول پر قیاس کرے جس میں اختلاف نہیں۔

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رحمه الله: "لَا يَقِيسُ إِلَّا مَنْ جَمَعَ آلَاتِ الْقِيَاسِ وَهِيَ الْعِلْمُ بِالْأَحْكَامِ مِنْ كِتَابِ اللهِ، فَرْضِهِ وَأَدَبِهِ، وَنَاسِخِهِ وَمَنْسُوخِهِ، وَعَامِّهِ وَخَاصِّهِ، وَإِرْشَادِهِ وَنَدْبِهِ، وَيَسْتَدِلُّ عَلَى مَا احْتَمَلَ التَّأْوِيلَ مِنْهُ بِسُنَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَبِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ سُنَّةٌ وَلَا إِجْمَاعٌ فَالْقِيَاسُ عَلَى كِتَابِ اللهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَالْقِيَاسُ عَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم. فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَالْقِيَاسُ عَلَى قَوْلِ عَامَّةِ السَّلَفِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُ لَهُمْ مُخَالِفًا وَلَا يَجُوزُ الْقَوْلُ فِي شَيْءٍ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا مِنْ هٰذِهِ الْأَوْجُهِ أَوْ مِنَ الْقِيَاسِ عَلَيْهَا وَلَا يَكُونُ لِأَحَدٍ أَنْ يَقِيسَ حَتّٰى يَكُونَ عَالِمًا بِمَا مَضٰى قَبْلَهُ مِنَ السُّنَنِ، وَأَقَاوِيلِ السَّلَفِ وَإِجْمَاعِ النَّاسِ وَاخْتِلَافِهِمْ وَلِسَانِ الْعَرَبِ، وَيَكُونُ صَحِيحَ الْعَقْلِ حَتّٰى يُفَرِّقَ بَيْنَ الْمُشْتَبِهِ، وَلَا يُعَجِّلَ بِالْقَوْلِ وَلَا يَمْتَنِعَ مِنَ الِاسْتِمَاعِ مِمَّنْ

خَالَفَهُ۔ (جامع بیان العلم وفضلہ (ابن عبد البر)، ج2ص856رقم1623)

کسی کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ ان اصولوں سے ہٹ کر دینِ الٰہی میں کوئی بات کہے۔ قیاس کرنے کا حق اسی کو ہے جو اگلے بزرگوں: سلف کے اقوال، امت کے اجماع واختلاف اور زبانِ عرب سے بخوبی واقف ہو، اور عقلِ سلیم بھی رکھتا ہو، مشتبہ امور میں قوتِ تمیز سے کام لے سکتا ہو، اور رائے قائم کرنے میں جلد باز نہ ہو، اور مخالف کی بات سننے سے انکار نہ کرتا ہو۔ (جامع بیان العلم)

اس سے پتہ چلا کہ کسی حکم کی دریافت میں قرآن وحدیث میں کوئی واضح حکم نہ ملتا ہو، اور نہ ہی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فیصلوں میں کہیں نظر آتا ہو، تو قرآن وحدیث میں غور کرنا اور اس کی نظیر تلاش کر کے اس کا حکم معلوم کرنا شریعت ہی کی دریافت کرنا ہے، اور وہ احادیث جن کا معنیٰ اور مطلب سمجھنے میں دشواری پیش آتی ہے، اسے اس رائے اور قیاس سے ہی حل کیا جائے گا جو نیک نیتی اور دل کی بصیرت کے ساتھ ہو۔

امام الحرمین الشریفین شیخ محمد بن عبد اللہ السبیل رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں حدیث معاذ رضی اللہ عنہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اس حدیث کی بہت سے محققین نے تصحیح کی ہے۔ وجہِ استدلال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فیصلہ کرنے میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے کتاب وسنت سے کی طرف منتقل ہونے کو درست قرار دیا ہے، اور قیاس بھی اجتہاد کے انواع میں سے ایک نوع ہے۔ علاوہ ازیں عمل بالقیاس پر صحابہ کا اجماع ہے اور ہر وہ امر جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو، وہ حق ہے۔ اس کا التزام واجب ہے۔ اس کی مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اپنا مشہور حکم نامہ تحریری طور پر بھیجا کہ اشباہ ونظائر کو پہچاننے اور امور میں اپنی رائے کے ساتھ قیاس کیجئے۔

وَاعْرِفِ الْأَشْبَاهَ وَالْأَمْثَالَ، ثُمَّ قِسِ الْأُمُورَ بَعْضَهَا بِبَعْضٍ وَانْظُرْ أَقْرَبَهَا إِلَى اللهِ، وَأَشْبَهَهَا بِالْحَقِّ فَاتَّبِعْهُ۔

(الفقیه والمتفقه-الخطیب البغدادی، ج1 ص492؛سنن کبریٰ بیہقی رقم 20347؛أخبار القضاۃ (وکیع القاضی) ج1 ص71، 284؛عیون الأخبار (ابن قتیبة) ج1 ص 133؛قواطع الأدلة فی الأصول(أبو المظفر السمعانی) ج2 ص88؛المستصفی(أبو حامد الغزالی) ص287؛الواضح فی أصول الفقه (أبو الوفاء ابن عقیل) ج5 ص 324؛الإحکام فی أصول الأحکام-الآمدی ج3 ص200، ج4 ص43؛نصب الرایة (الزیلعی) ج4 ص63، 81؛مسند الفاروق لابن کثیر ت إمام ج2 ص436)

جانشینِ رسول حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے مانعینِ زکوٰۃ سے جہاد کرنے کے لئے جب زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کیا، اس پر حضرت عمر فاروق ؓ نے یہ تو ضرور عرض کیا: "آپ ؓ کلمہ گو لوگوں کے ساتھ کسی طرح جہاد کریں گے؟"۔مگر حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت علی مرتضی ؓ اور نہ ہی کسی دوسرے صحابی کی طرف سے یہ کہا گیا کہ آپ ؓ زکوٰۃ کو زکوٰۃ اور نماز کو نماز کی جگہ رہنے دیں۔ایک کو دوسرے پر قیاس نہ کریں۔ایسا نہیں ہوا۔اس واقعہ کی تمام روایات ملاحظہ کیجئے۔صاف پتہ چل جائے گا کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے اس قیاس کو تمام صحابہ ؓ نے قبول کرلیا اور آپ کے حکمِ جہاد کو ایک شرعی حیثیت دے کر امت کو بتا دیا اسلام میں قیاسِ مجتہد بھی حجتِ شرعی کا درجہ رکھتی ہے۔

مولانا محمد انوار اللہ فاروقی ؒ (1336ھ) لکھتے ہیں:

"حضرت صدیق اکبر ؓ نے زکوٰۃ کا قیاس نماز پر کر کے حضرت عمر ؓ کو ساکت کر دیا۔اس لئے کہ حضرت عمر ؓ جانتے تھے کہ مجتہد کا قیاس شریعت میں قابلِ وقعت اور واجب التعمیل ہے۔اس لئے عین مناظرہ میں انہوں نے اس کو تسلیم کرلیا اور یہ نہ کہہ سکے کہ حضرت میں ایک صحیح نصِ قطعی پیش کر رہا ہوں، جس کا علم آپ کو بھی ہے اور اس سے ثابت ہے کہ کوئی کلمہ گو زکوٰۃ نہ دینے کے جرم میں قتل نہ کیا جائے اور آپ ایسے نص کے مقابلہ میں اپنا قیاس پیش کرتے ہیں، جو "اول من قاس ابلیس" سے ناجائز ثابت ہوتا ہے۔

اب اس قیاس کے پر زور اثر اور قوی طاقت کو دیکھئے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کا خون اس نے ہدر کر دیا اور کسی صحابی نے چوں و چرا نہ کیا۔جس سے صحابہ ؓ کا اجماع اس بات پر ثابت ہو گیا کہ دین میں قیاس مجتہد بھی گویا ایک مستقل حجت ہے۔اگر قیاسِ مجتہد صحابہ ؓ کی دانست میں قابلِ اعتبار نہ ہوتا، تو اس عروجِ اسلام کے زمانہ میں جس میں حمیتِ اسلامی کا جوش ہر ایک مسلمان کے رگ و پے میں بھرا ہوا اور نمایاں تھا،ممکن نہیں کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس کی ترجیح کو وہ گوارا کرتے،اور نبی کریم ﷺ کے ارشادِ صریح کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر ؓ کی قیاسی بات چل جاتی کیونکہ وہ زمانہ وہ تھا کہ خلافِ شرع کسی کی کوئی بات نہیں چل سکتی تھی۔

(حقیقت الفقہ ص173)

سو بفضلہٖ تعالیٰ یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ مجتہدوں کے قیاس پر اس (اول من قاس ابلیس) کا اطلاق غلطِ محض ہے،وہاں یہ کہنا صادق ہے:

أول من قاس النبی ﷺ وتبعه الصدیق وغیره من الصحابة رضی الله عنهم"۔(حقیقت الفقہ ص174)

حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت عثمان غنی ؓ، حضرت علی مرتضیٰ ؓ کے قیاس سے کام لینے کے بیانات اور واقعات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں اور ہمیں کسی ایک صحابی سے یہ بات نہیں ملی کہ انہوں نے ان حضرات کے قیاس کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہو کہ اسلام کے اصول تو صرف قرآن و حدیث ہیں۔یہ اجتہاد و قیاس کہاں سے آ گیا؟ خلفائے راشدین ؓ اور صحابہ کرام ؓ کا غیر نبی کے قیاس کو تسلیم کرنا اور اس پر فیصلے کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے تمام صحابہ ؓ قیاس کے قائل تھے اور جانتے تھے کہ اسلام میں قیاس مجتہد بھی ایک اصل ہے۔

اگر آپ ہماری بات سے متفق نہیں،تو فیصل آباد کے غیر مقلد عالم مولانا محمد صدیق ؒ سے پوچھ لیجئے،موصوف کہتے ہیں کہ قیاس کو اصول کا درجہ حدیث نے دیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں:

"قیاس کو اصول قرار دینے کا معاملہ حدیثِ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہے: عن معاذ من جبل الخ۔

(کشف الاسرار جواب نعیم الابرار ص118۔ مطبوعہ مکتبہ ثنائیہ، جامع مسجد اہلحدیث سرگودھا)

ہم پچھلے صفحات میں حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر محدثین کے بیانات سے یہ بات بتا آئے ہیں کہ یہ حدیث اجتہاد اور قیاس کی اصل اور بنیاد ہے۔

5 قیاس اصولِ شریعت میں سے ایک اصل

قیاس اصولِ شریعت میں سے ایک اصل ہے، اور کسی بات کو ثابت کرنے کے لئے یا علماء کے درمیان اختلاف کے موقع جس طرح کتاب وسنت اور اجماع سے دلیل لی جاتی ہے۔ اسی طرح قیاس بھی بطور دلیل تسلیم کیا گیا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) لکھتے ہیں

وَالْوَاجِبُ عِنْدَ اخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ طَلَبُ الدَّلِيلِ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ وَالْقِيَاسِ عَلَى الْأُصُولِ عَلَى الصَّوَابِ مِنْهَا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج3 ص902 تحت رقم 1691)

کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ گو کہ بڑے محدثین میں سے ہوئے، لیکن ہیں تو پھر بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد۔ کیا کسی ایسے دوسرے عالم سے بھی یہ بات ملتی ہے۔ جو خود اپنی جگہ مجدد ہو، کسی کا مقلد نہ ہو، تو پیشوائے اہلحدیث جناب نواب صدیق حسن خان بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم کرلیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی قیاس کو اصولِ شریعت میں سے ایک اصل کہتے ہیں۔

وذهب الجمهور من الصحابة والتابعين والفقهاء والمتكلمين الى ان قياس الشرعى أصل اصول الشريعة يستدل به على الاحكام التى يرد بها السمع وليس فيها نص ولا اجماع۔

(اللجنۃ ص12، ماخوذ از الکلام المفید ص113)

جمہور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اور فقہاء اور متکلمین اس طرف گئے ہیں کہ شرعی قیاس اصولِ شریعت میں سے ایک اصل ہے، احکامِ سمعی میں (ان مسائل میں جو روایت سے چلے ہوں) جب ان کے اثبات کے لئے کوئی نص اور اجماع نہ ہو، قیاسِ شرعی سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ ادلہ شرعیہ چار ہیں:

"کتاب وسنت اجماع وقیاس"۔

والغرض منه تحصيل ملكة استنباط الاحكام الشرعية الفرعية من ادلتها الاربعة: من الكتاب والسنة والاجماع والقياس۔

(السحاب المرکوم ص344)

موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

إعلم أن اصول الاجتهاد وأركانه أربعة وربما تعود الى الاثنين. الكتاب والسنة والاجماع والقياس۔

(خبيئة الاكوان فى افتراق الامم. ص136)

غیر مقلد عالم مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1387ھ) سے سن لیجئے۔ آپ بھی اس کا اقرار کرنے پر مجبور ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ائمہٴ اہل سنت کے نزدیک بنیادی اصول چار ہیں، تمام دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے: قرآن، سنت، اجماعِ امت اور قیاس۔ ان میں اصل قرآن و سنت، اور اجماع وقیاس کا ماخذ بھی قرآن وسنت۔ (معیار الحق کا پیش لفظ ص ا)

مولانا سلفی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ تسلیم کرتے ہیں کہ قیاس کا ماخذ بھی قرآن وسنت ہی ہے مگر کیا کیا جائے کہ خود غیر مقلدوں کی صف میں ایسے سلفیوں اور اثریوں کی کمی نہیں، جو اپنے جہلاء کو یہ کہہ کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وحدیث کے احکام کو رد کرنے کے لئے رائے اور قیاس کا سہارا لیا ہے۔ اور بات بات پر وہ قیاس سے ہی کام لیتے رہے ہیں جبکہ اسلام میں قیاس کی کوئی حیثیت

نہیں ہے اور صحابہ ؓ نے قیاس کی مخالفت کی ہے۔ سب سے پہلا قیاس ابلیس نے کیا تھا۔ (استغفر اللہ)۔ غیر مقلدین امام الحرمین الشریفین شیخ محمد بن عبد اللہ السبیل ؒ کو قرآن وحدیث کے بڑا عالم مانتے ہیں۔ لیجئے ان سے ہی پوچھ لیجئے۔

آپ ؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: قیاس فقہ اسلامی کے مآخذ میں سے چوتھا مآخذ ہے اور اس کی حجیت کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ اس پر صحابہ، تابعین اور فقہائے امت نے قرنہا قرن عمل کیا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک قیاس پر عمل کرنا واجب ہے جبکہ داؤد ظاہری ؒ اور ان کے پیروکاروں نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا کہ قیاس حجتِ شرعیہ نہیں ہے۔ ان کے دلائل میں سے ایک دلیل وہی ہے جس کا آپ نے سوال میں ذکر کیا ہے اور علماء نے ان کے دلائل کے جوابات بھی دئے ہیں ہم مختصر طور پر بعض جواب کا ذکر کرتے ہیں۔

آپ ؒ آگے چل کر لکھتے ہیں:

علماء نے قیاس کی حجیت کو کتاب وسنت اور اجماع سے، نیز عقلی دلیل سے ثابت کیا ہے۔ ہم ان میں سے بعض ذکر کرتے ہیں اور اگر مزید دلائل معلوم کرنے کا ارادہ ہو، تو ان کتبِ اصول کی طرف مراجعت کی جائے جن کا میں نے منکرینِ قیاس کے شبہات کے رد میں پہلے ذکر کردیا ہے۔ (ماہنامہ النصیحۃ جون 2001ء ص4،5)

6 صحابہ ؓ اور تابعین ؒ کا قیاس سے کام لینا

شمس الائمہ امام محمد بن احمد سرخسی ؒ (490ھ) لکھتے ہیں:

"صحابہ ؓ، تابعین ؒ اور ائمہ دین ؒ سے قیاس ثابت ہے"۔

مذهب الصحابة ومن بعدهم من التابعين والصالحين والماضين من ائمة الدين رضوان الله عليهم جواز القياس بالرای علی الاصول التی تثبت أحكامها بالنص. (اصول السرخسی ج2 ص119 طبع بیروت)

سو قیاس سے کام لینا صحابہ ؓ اور ان کے بعد تابعین ؒ اور ائمہ دین ؒ کا

مذہب ہے۔ سب سے پہلا شخص جس نے قیاس کے جواز کا انکار کیا ہے وہ ابراہیم نظام ہے۔ بغداد کے کچھ متکلمین نے اس کی پیروی کی ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ ؒ (728ھ) سے بھی سن لیجئے۔ آپ ؒ شیعہ عالم ابن مطہر حلی کے اس چیلنج کا کہ صحابہ ؓ سے ترکِ قیاس پر نص موجود ہے، کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

الجمهور الذين يثبتون القياس، قالوا: "قد ثبت عن الصحابة أنهم قالوا بالرأي والاجتهاد وقاسوا ..... الخ. (منہاج السنۃ ج3 ص412)

ترجمہ: جمہور علماء جو قیاس کے حجت ہونے کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ صحابہ ؓ سے رائے، اجتہاد اور قیاس ثابت ہے۔ انہوں نے قیاس سے کام لیا ہے۔

حافظ ابن قیم حنبلی ؒ (۷۵۱ھ) لکھتے ہیں کہ حضور کے صحابہ ؓ اور تابعین ؒ بھی قیاس کا استعمال کرتے تھے۔

قَالَ الْمُزَنِيُّ: "الْفُقَهَاءُ مِنْ عَصْرِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى يَوْمِنَا، وَهَلُمَّ جَرًّا اسْتَعْمَلُوا الْمَقَايِيسَ فِي الْفِقْهِ فِي جَمِيعِ الْأَحْكَامِ فِي أَمْرِ دِينِهِمْ.

(إعلام الموقعين عن رب العالمين-ط العلمية (ابن القيم) ج1 ص157؛عون المعبود وحاشية ابن القيم (العظيم آبادی، شرف الحق) ج9 ص372؛تحفۃ الاحوذی ج4 ص466؛الفكر السامی فی تاريخ الفقه الإسلامی (الحجوی) ج1 ص432)

ترجمہ: امام مزنی ؒ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دور سے لے کر ہمارے دور (تیسری صدی ہجری) تک فقہائے کرام تمام دینی مسائل میں قیاس کا استعمال کرتے تھے۔

امام مزنی ؒ کا یہ بیان علامہ ابن قیم ؒ (751ھ) سے بہت پہلے علامہ ابن عبدالبر مالکی ؒ (463ھ) اپنی کتاب جامع بیان العلم میں نقل کرچکے ہیں:

وَقَالَ الْمُزَنِيُّ: "الْفُقَهَاءُ مِنْ عَصْرِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى يَوْمِنَا. وَهَلُمَّ جَرًّا اسْتَعْمَلُوا الْمَقَايِيسَ فِي الْفِقْهِ فِي جَمِيعِ الْأَحْكَامِ مِنْ

أَمْرِ دِينِهِمْ ۔(جامع بیان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج2 ص872 رقم 1648)

فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل تحریر آپ اوپر پڑھ آئے ہیں عمل بالقیاس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور ہر وہ امر جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو، وہ حق ہے۔ اس کا التزام واجب ہے۔ (ماہنامہ النصیحۃ جون 2001ء ص6)

آپ قیاس کی حجیت کی عقلی دلیل اس طرح بیان کرتے ہیں:

عقلی دلیل یہ ہے کہ کتاب وسنت کی نصوص محدود اور متناہی ہیں، اور لوگوں کو در پیش مسائل غیر متناہی ہیں، کیونکہ ہر زمان ومکان میں نئے مسائل ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ سو اگر ان کے احکام معلوم کرنے کے لئے کتاب وسنت کی نصوص پر قیاس نہ کریں۔ تو وہ بغیر حکمِ شرعی کے باقی رہ جائیں گے، اور یہ باطل ہے کیونکہ شریعتِ مقدسہ عام ہے، اور تمام نئے پیش آمدہ مسائل کو شامل ہے۔ ہر ہر واقعہ کے لئے شریعت میں حکم موجود ہے، اور مجتہدین پر لازم ہے کہ وہ استنباط کے قواعدِ معروفہ کے موافق استنباط کریں۔

(ماہنامہ النصیحۃ جون 2001ء ص6)

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 792ھ) نے تلویح میں لکھا ہے:

(قوله وعمل الصحابة) إشارة إلى دليل على حجية القياس بوجهين:
أحدهما: أنه ثبت بالتواتر عن جمع كثير من الصحابة العمل بالقياس عند عدم النص، وإن كانت تفاصيل ذلك آحادا، والعادة قاضية بأن مثل ذلك لا يكون إلا عن قاطع على كونه حجة، وإن لم نعلمه بالتعيين،
وثانيهما: أن عملهم بالقياس ومباحثتهم فيه بترجيح البعض على البعض تكرر وشاع من غير نكير، وهذا وفاق، وإجماع على حجية القياس.

ترجمہ: عمل صحابہ رضی اللہ عنہم سے دو (2) وجہیں قیاس کے حجت ہونے پر پائی جاتی ہیں: ایک تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا قیاس پر عمل کرنا جس وقت کے نہ ہونے نص کے بہ تواتر ثابت ہے، اگر چہ تفصیل ان کی آحاد کو پہونچتی ہیں، اور عادت حکم کرتی ہے کہ ایسا نہیں ہوتا، مگر جبکہ

دلیل یقینی قیاس کے حجت ہونے پر پائی جائے گی۔ گو تعیین اس کی ہم کو معلوم نہ ہو۔ دوسری وجہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا قیاس پر عمل کرنا اور مباحثہ کرنا، ترجیح بعض میں بعض پر شائع ہو گیا، بغیر انکار کے اور یہ اتفاق اور اجماع ہے قیاس کے حجت ہونے پر۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (1362ھ) فرماتے ہیں:

”قیاسِ شرعی کو حرام کہنا تمام امت کی تضلیل ہے، کیونکہ تمام ائمہ مجتہدین کے تمام فتاویٰ کو جمع کر کے دیکھئے، اس میں زیادہ حصہ قیاسات واجتہادات ہی کا ہے۔ خود صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھئے، زیادہ تر فتاویٰ قیاس ہی پر مبنی ہیں۔ البتہ وہ قیاس نصوص پر مبنی ہیں“۔

(الافاضات ج2 ص414)

7 قیاس مالکی مذہب میں

قیاس کے بارے میں مالکیہ کا موقف کیا ہے؟ اسے دیکھئے۔ علامہ محمد زاہد بن الحسن الکوثری رحمۃ اللہ علیہ (1371) مالکی مذہب کے علماء کے متعلق لکھتے ہیں:

لو فكّر في مبلغ توسع طائفته في القياس- كما يظهر من كتب الاصول - وفيما يسمونه عمل اهل المدينة، فيتركون له نحو سبعين حديثا مسندا من "الموطا" الذي هو عمدتهم فضلا عن باقي الكتب.

(تانیب الخطیب ص189۔ طبع: دار الکتب، پشاور)

ترجمہ: اس گروہ (یعنی مالکیہ) کی قیاس میں وسعت کی انتہاء پر غور کیا جائے جیسا کہ اصول کی کتب میں ہے اور اس میں جس کو اہلِ مدینہ کے عمل کا نام دیا ہے، تو انہوں نے اس قیاس کی وجہ سے (ہی دیا ہے)۔ صرف المؤطا کی مسند ستر (70) کے قریب احادیث کو ترک کیا ہے، اور یہ وہ کتاب ہے جس پر ان کا دارومدار ہے باقی کتابوں کو چھوڑیئے۔ (تانیب الخطیب ص243 مترجم)

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) لکھتے ہیں:

”تمام علاقوں کے تمام اہل سنت محدثین اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ توحید میں تو قیاس

ثابت نہیں۔ البتہ احکام میں ثابت ہیں:

قَالَ أَبُو عُمَرَ رحمه الله: "لَا خِلَافَ بَيْنَ فُقَهَاءِ الْأَمْصَارِ وَسَائِرِ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَهُمْ أَهْلُ الْفِقْهِ وَالْحَدِيثِ فِي نَفْيِ الْقِيَاسِ فِي التَّوْحِيدِ وَإِثْبَاتِهِ فِي الْأَحْكَامِ"۔ (جامع بیان العلم ج2 ص887)

اس سے بھی یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جس طرح دوسرے ائمہ اور تمام اہلِ سنت علماء وفقہاء نے در بابِ احکام قیاس سے مسائل کا استنباط کیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور مالکیہ کے دیگر ائمہ بھی قیاس سے کام لیتے رہے ہیں

8 امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور قیاس

جولوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کرام پر محض رائے وقیاس سے کام لینے کا الزام دھرتے ہیں، کیا کبھی انہوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں وہ زبان استعمال کی ہے، جو وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کرتے ہیں، حالانکہ قیاس کی سب سے زیادہ حمایت اور اسے زوردار دلائل دینے والے تو خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

محدث خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ (665ھ) اپنی مسند میں قیاس کے انواع بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم العجب أن أبا حنيفة لا يستعمل إلا أنواعا أونوعين من القياس، والشافعي يستعمل الأنواع الأربعة، ويراها حجة. ويقول الخطيب وأمثاله بأن أبا حنيفة كان يستعمل القياس دون الاخبار. وهذا لغلبة الهواء، وقلة الوقوف على الفقه. (ماخوذ از بعض الناس فی دفع الوسواس ص20)

ترجمہ: تعجب کی بات ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قیاس کی ایک یا دو قسمیں ہی استعمال کرتے ہیں، جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ قیاس کی چاروں قسمیں استعمال کرتے ہیں، اور انھیں حجت سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور اس قبیل کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ احادیث کو چھوڑ کر قیاس استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ باتیں

خواہشِ نفسانی سے مغلوب ہو کر کہیں، یا پھر وہ فقہ میں واقفیت کے نہ ہونے کی بنا پر یہ باتیں کر گئے ہیں۔

نوٹ: پیشِ نظر رہے کہ قیاس کی چار قسمیں یہ ہیں: (1) قیاسِ لغوی، (2) قیاسِ شبہی، (3) قیاسِ عقلی، (4) قیاسِ شرعی۔ (مجموعہ مقالات ج1 ص67)

محدث خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ کی بات سے اتفاق نہ ہو، تو خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ہی کیوں نہ پوچھ لیا جائے۔ عالمِ ربانی امام سید عبدالوہاب شعرانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (973ھ) لکھتے ہیں: "امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علمِ اصول کی پابندی کرنا عقلمندوں کا کام ہے، اور یہ مناسب نہیں کہ اصولِ شریعت کے کسی حکم میں چوں وچرا کی جائے۔ لوگوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: "اصول سے کیا مراد ہے؟"۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "قرآن و حدیث اور قیاس جو قرآن وحدیث پر ہو"۔ (میزان کبریٰ ج1 ص163)

شافعی مذہب کے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (606ھ) سے سن لیجئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "تعجب ہے کہ قیاس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اوڑھنا بچھونا تھا اور کثرتِ قیاس کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ مخالفین کا ہدفِ ملامت بنے رہے، لیکن بایں ہمہ آپ رحمۃ اللہ علیہ یا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کسی سے منقول نہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اثباتِ قیاس کے لئے ایک ورق بھی لکھا ہو، یا اپنی تقریر میں کسی شبہ کا ذکر کیا ہو۔ دلائل تو بڑی دور کی بات ہے، نہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انکارِ قیاس کے دلائل کا جواب دیا، بلکہ اس مسئلۂ قیاس میں گفتگو کرنے والی اور دلائل سے قیمت کرنے والی اولین شخصیت حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

(از حیات ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ص191۔ از ابوزہرہ مصری رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں: "امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قیاس واصول سے بہت کام لیا ہے"۔

(رفع الالتباس ص32)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شاگرد امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

1648 - وَقَالَ الْمُزَنِيُّ: "الْفُقَهَاءُ مِنْ عَصْرِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه

وسلم إِلَى يَوْمِنَا وَهَلُمَّ جَرًّا اسْتَعْمَلُوا الْمَقَايِيسَ فِي الْفِقْهِ فِي جَمِيعِ الْأَحْكَامِ مِنْ أَمْرِ دِينِهِمْ". قَالَ: "وَأَجْمَعُوا أَنَّ نَظِيرَ الْحَقِّ حَقٌّ وَنَظِيرَ الْبَاطِلِ بَاطِلٌ، فَلَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ إِنْكَارُ الْقِيَاسِ، لِأَنَّهُ التَّشْبِيهُ بِالْأُمُورِ وَالتَّمْثِيلُ عَلَيْهَا".

(جامع بیان العلم وفضلہ (ابن عبد البر) ج2 ص872 رقم 1648)

ترجمہ "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت سے لے کر آج تک دینی معاملات میں فقہاء قیاس سے برابر کام لیتے رہے ہیں۔ ان کا اس پر اجماع ہے کہ حق کی نظیر حق ہے، اور باطل کی نظیر باطل ہے۔ لہٰذا قیاس کا انکار درست نہیں ہے، کیونکہ وہ مماثل اشیاء مماثل پر احکام کا نام ہے۔

مشہور شافعی عالم علامہ سید عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (973ھ) لکھتے ہیں:

وقد كان الامام الشافعي يقول: "إذا لم نجد في المسئلة دليلا قسناها على غيرها. (میزان کبریٰ ج1 ص69)

ترجمہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "جب ہم کو کسی مسئلہ میں کوئی دلیل نہ ملے گی، تو ہم دوسرے کسی مسئلہ پر اس کو قیاس کریں گے"۔

9 تمام ائمۂ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم قیاس کا استعمال کرتے رہے

جو لوگ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بار بار قیاس سے کام لینے کا طعن کرتے رہتے ہیں، انہیں کھل کر بتانا چاہیے کہ وہ خود قیاس کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر وہ قیاس کے قائل ہی نہیں، تو انہیں ان تمام ائمہ اور فقہاء کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا چاہیئے، جنہوں نے نہ صرف یہ کہ قیاس کو حجت تسلیم کیا ہے، بلکہ وہ عملاً بھی قیاس کرتے رہے ہیں، اور اگر ان (منکرینِ قیاس) کے نزدیک قیاس ثابت ہے اور اسلام میں اس کی حیثیت تسلیم شدہ ہے، تو پھر ان کا نشانہ صرف اور صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کیوں ہوتے رہتے ہیں؟ کیا ان میں اتنی جراءت ہے کہ وہ جس طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جرح

کرتے اور ان کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں، دوسرے ائمۂ کرام اور فقہائے عظام پر بھی اسی لہجے میں بات کریں، اور انہیں بھی اپنے طعن کا نشانہ بنائیں۔ ہمیں یقین ہے کہ منکرینِ قیاس کبھی اس کی جراءت نہیں کر سکتے کیونکہ انہیں یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ تمام ائمۂ کرام اور مجتہدین کے ہاں قیاس مسلم شدہ حقیقت ہے۔ ہاں، جو لوگ داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم نظام رحمۃ اللہ علیہ اور شیعہ کے پیروکار ہیں وہ اہلِ سنت کے اس موقف سے جدا نظریہ رکھتے ہیں اور منکرینِ قیاس درحقیقت انہی کے مقلد ہیں۔

علامہ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) لکھتے ہیں:

"لَا خِلَافَ بَيْنَ فُقَهَاءِ الْأَمْصَارِ وَسَائِرِ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَهُمْ أَهْلُ الْفِقْهِ وَالْحَدِيثِ فِي نَفْيِ الْقِيَاسِ فِي التَّوْحِيدِ وَإِثْبَاتِهِ فِي الْأَحْكَامِ إِلَّا دَاوُدَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ خَلَفٍ الْأَصْفَهَانِيَّ ثُمَّ الْبَغْدَادِيَّ. وَمَنْ قَالَ بِقَوْلِهِمْ. فَإِنَّهُمْ نَفَوْا الْقِيَاسَ فِي التَّوْحِيدِ وَالْأَحْكَامِ جَمِيعًا. (جامع بیان العلم وفضلہ، ج2 ص887)

ترجمہ تمام علاقوں کے فقہاء اور تمام اہلِ سنت اس پر متفق ہیں کہ توحید میں قیاس ثابت نہیں۔ البتہ احکام میں ثابت ہے سوائے داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کے کہ اس نے اور اس کے قول کو اختیار کرنے والوں نے توحید اور احکام دونوں میں قیاس کی نفی کر دی ہے۔

علامہ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) نے کھل کر یہ بات لکھی ہے کہ ایسا قیاس جو اصول پر مبنی ہو، اس کے جواز میں تو سلف میں سے کسی کا اختلاف نہیں ملتا۔

فَهٰذَا مَا لَمْ يُخَالِفْ فِيهِ أَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ. (جامع بیان العلم ج2 ص893)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (241ھ) فرماتے ہیں:

"قیاس سے کوئی بھی مستغنی نہیں رہ سکتا"۔

لا يستغني أحد عن القياس. (الفقیہ والمتفقہ ص501، خطیب بغدادی)

سید عبد الوہاب شعرانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (973ھ) امام ابوجعفر شیزاماری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

ولا خصوصية للإمام أبي حنيفة في القياس بشرطه المذكور، بل

جمیع العلماء یقیسون فی مضایق الأحوال، إذا لم یجدوا فی المسئلة نصا من کتاب ولا سنة ولا إجماع ولا أقضیة الصحابة، وکذلك لم یزل مقلدوهم یقیسون إلی وقتنا هذا فی کل مسئلة لا یجدون فیها نصا من غیر نکیر فیما بینهم بل جعلوا القیاس أحد أدلة الاربعة. فقالوا: الکتاب والسنة والاجماع والقیاس. (میزان الکبریٰ ص66)

ترجمہ: قیاس کے معاملہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اکیلے نہیں، تمام علماء ہی ضرورت اور مشکل کے وقت قیاس سے کام لیتے ہیں اور وہ ضرورت یہ ہوتی ہے کہ جب کسی مسئلہ کے حکم کو قرآن کریم یا حدیث، اجماع یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے فیصلوں میں منصوص نہیں پاتے، تو پھر مجبوراً قیاس کو اختیار کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم تمام ائمہ کے مقلدین کو دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ تک قیاس کرتے چلے آئے ہیں، لیکن اسی ضرورتِ مذکورہ کے وقت۔ اور پھر کسی کو ان میں سے اس قیاس کا انکار کرتے نہیں دیکھا بلکہ انہوں نے قیاس کو ادلۂ اربعہ میں ایک دلیل قرار دیا ہے: (1) قرآن (2) حدیث (3) اجماع امت (4) قیاس۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی لکھتے ہیں:

فمن اعترض علی الامام أبی حنیفة فی عمله بالقیاس لزمه الاعتراض علی الأئمة کلهم لانهم کلهم یشارکونه فی العمل بالقیاس عند فقدهم النصوص والاجماع. فعلم من جمیع ما قررناه أن الامام لا یقیس أبدا مع وجود النص کما یزعمه بعض المتعصبین علیه، وانما یقیس عند فقد النصوص. (میزان کبریٰ ج1 ص66)

ترجمہ: سو اگر کوئی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرے کہ وہ قیاس پر عمل کرتے ہیں، تو یہ اعتراض صرف ان پر نہیں دوسرے اماموں پر بھی لازم آتا ہے، کیونکہ وہ سب کے سب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قیاس پر عمل کرنے میں شریک ہیں، لیکن اسی ضرورتِ مذکورہ کے وقت۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نص کے ہوتے ہوئے کبھی قیاس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، جیسا کہ کچھ تعصب رکھنے والے لوگوں کا خیال ہے (کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نص کے ہوتے ہوئے بھی قیاس کیا کرتے تھے۔ معاذ اللہ)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دربارۂ قیاس بُرا کہتے ہیں، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نشانۂ طعن بناتے ہیں۔ وہ درحقیقت تعصب کے مریض ہیں۔ اگر انہیں نفسِ مسئلہ سے اختلاف ہوتا تو وہ دوسرے ائمۂ عظام کو بھی اسی طرح نشانۂ طعن بناتے۔ ان کا دوسرے ائمہ سے صرفِ نظر کرنا بتلاتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کی اصل وجہ ان کے ساتھ سوائے حسد اور تعصب کے اور کچھ نہیں ہے۔

10 حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور قیاس

یہ صرف ائمۂ مجتہدین کی بات نہیں، محدثین کو بھی رائے وقیاس کی باریک گزرگاہوں سے گزرے بغیر چارہ نہیں تھا۔ مشہور غیر مقلد عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (256ھ) بھی قیاس سے کام لیتے رہے ہیں"۔ موصوف لکھتے ہیں: "جن لوگوں نے صحیح بخاری پڑھی ہے، وہ جان سکتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کس طرح قیاس سے کام لیتے ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج2 ص433)

مولانا عبدالسلام مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد تسلیم کرتے ہیں:

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ استنباطِ مسائل میں ۔۔۔ حمل النظیر علی النظیر اور قیاس سے بھی استنباطِ مسائل کرتے ہیں"۔ (سیرۃ الامام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ص334)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ سرے سے ہی قیاس کے منکر ہیں، ان کے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی قیاس پر عمل کرنے کی وجہ سے قابلِ گردن زدنی ہیں۔ سو اسلام میں قیاس کی اہمیت اس کی حیثیت اور اس کے استعمال پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ، ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ اور محدثین رحمہم اللہ اور غیر مقلدین کے بیانات آپ کے سامنے ہیں جس سے یہ بات بآسانی معلوم ہوجاتی ہے کہ غیر منصوص مسائل میں قیاس سے کام

لینا بات کی تہہ تک پہنچ کر معلوم کرنا شریعت ہی کی دریافت ہے۔ جو لوگ قیاس کے بارے میں غلط افواہیں پھیلاتے ہیں اور خواہ مخواہ بدکتے ہیں، انہیں کم از کم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا طرزِ عمل سامنے رکھنا چاہیئے۔ مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ قیاس کی حقیقت پر چند احادیث نقل کر کے لکھتے ہیں: "یہ تمام حدیثیں نہایت وضاحت سے بتاتی ہیں کہ قیاس حجتِ شرعیہ ہے۔ پس کوئی سمجھ دار شخص قیاس کے حجتِ شرعیہ ہونے کا انکار نہیں کرسکتا۔ ان کے علاوہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقعات بکثرت ہیں جو ناظرِ کتب حدیث پر مخفی نہیں"۔ (الصارم المسلول ص ۷۵)

11 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور قیاس

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں:

1 غلط اور خلافِ شرع قیاس پر طعن و تشنیع کیا گیا ہے۔

اثر1:۔ حدثني أبي، قال: حدثني أبي، قال: و كتب إليَّ إسحاق ابن أحمد بن جعفر القطان، يقول: حدثني أبو سعيد الأشج، قال: سمعت وكيعا، يقول: سمعت أبا حنيفة، يقول: "البول في المسجد أحسن من بعض القياس".

("المسند" لابن ابی العوام رقم 291، 292؛ کشف الآثار للحارثی، رقم 410؛ الموسوعة الحديثية لمرويات الامام ابی حنيفة، ج 5 ص 7 رقم 776 - 778. جمعه واعده وعلق عليه: العلامه المحقق الشيخ لطيف الرحمن البهرائجی القاسمی)

ترجمہ حضرت وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "بعض (غلط) قیاس سے مسجد میں پیشاب کرنا بہتر ہے"۔

2 قیاس کے لیے کچھ مخصوص شرائط ہوتی ہیں، وہ ہر معاملے میں جاری نہیں ہوسکتا۔

اثر2:۔ أخبرنا أحمد بن محمد، قال: حدثنا الفضل بن يوسف، قال: حدثنا مالك بن زياد، قال: حدثنا محمد بن عذافر الصيرفي، يقول: سمعت أبا

حنيفة رضي الله عنه، يقول: "ليس يجري القياس في كل شيء".

(کشف الآثار للحارثی، رقم 485؛ المسند للثعالبی، رقم 18؛ الموسوعة الحديثية لمرويات الامام ابی حنيفة، ج 5 ص 8 رقم 779 - 780. جمعه واعده وعلق عليه: العلامه المحقق الشيخ لطيف الرحمن البهرائجی القاسمی)

ترجمہ حضرت محمد بن عذافر الصیرفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "قیاس ہر ایک امر میں جاری نہیں ہوتا"۔

3 شریعت میں قیاسِ مشروع کا اثبات ہے۔

اثر3:۔ حدثنا عبد الله بن محمد بن النضر الهروي، قال: حدثنا عبد الله بن مالك بن سليمان الهروي، أنبأ أبي، قال: سمعت زهير بن معاوية يقول: كنت عند أبي حنيفة رحمة الله عليه، والأبيض بن الأغر يقايسه في مسألة يديرونها فيما بينهم. فصاح رجل من ناحية المسجد ظننته من أهل المدينة. فقال: "ما هذه المقايسات؟ دعوها، فإن أول من قاس إبليس". فأقبل عليه أبو حنيفة، فقال: "يا هذا! وضعت الكلام في غير موضعه، إبليس رد على الله أمره، قال الله تبارك وتعالى: وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرة: 34). وقال: ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ○ (بنی اسرائيل: 61). فاستكبر ورد على الله تعالى أمره. وكل من رد على الله أمره فهو كافر. وهذا القياس الذي نحن فيه، نطلب فيه اتباع أمر الله تبارك وتعالى؛ لأنا نردّه إلى أصل أصّله الله سبحانه وتعالى في الكتاب، أو إلى سنة سنّها رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم، أو إلى اتفاق الصحابة والتابعين. فنجتهد في ذلك حتى نرده إلى كتاب الله عز وجل، أو إلى سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، أو إلى قول الأئمة من الصحابة والتابعين. فلا نخرج من أمر الله ويكون العمل على الكتاب،

والسنة، والإجماع. واتبعنا أيضاً في ردنا إلى الكتاب والسنّة والإجماع، أمر الله عز وجل. قال الله تعالى: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ○ (النساء: 59). فنحن ندور حول الاتباع، فنعمل بمأمور الله تعالى. وإبليس خالف أمر الله تعالى، ورد عليه، فكيف يستويان؟ فقال الرجل: «غلطتُ، يا أبا حنيفة! وتبت، فنور الله قلبك كما نورت قلبي».

(کشف الآثار للحارثی، رقم 520؛ المسند لابی نعیم، 99؛ الموسوعة الحديثية لمرويات الامام ابی حنيفة، ج 5 ص 13 - 16 رقم 792 - 794. جمعه واعده وعلق عليه: العلامه المحقق الشيخ لطيف الرحمن البهرائجی القاسمی)

ترجمہ: حضرت زہیر بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت ابیض بن الاغر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر ان حضرات کے ایک مسئلہ میں قیاس کر رہے تھے۔ اس دوران مسجد کے ایک کونے سے ایک شخص (میرا خیال ہے کہ وہ اہلِ مدینہ میں سے تھا) چیختا ہوا بولنے لگا۔ اس نے کہا: ”یہ قیاسات کیا ہیں؟ ان کو چھوڑ دو۔ اس لیے کہ ابلیس نے ہی سب سے پہلا قیاس کیا تھا“۔ یہ سن کر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا: ”اے شخص! تُو کلام کو اُس کے موقع سے ہٹا رہا ہے۔ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو رد کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

آیت 1: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ڭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرۃ: 34)

ترجمہ: پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کے آگے جھک جاؤ، تو سب جھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔

آیت 2: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ○ (بنی اسرائیل: 61)

ترجمہ: اور یاد کرو جب کہ ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے نہ کیا۔ اس نے کہا: ”کیا میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے؟“۔

پس اُس نے تکبر کیا، اور اُس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا ردو انکار کیا۔ ہر وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو رد کیا ہے، وہ کافر ہے۔ یہ قیاس جو ہم اس وقت کر رہے ہیں، اس میں ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع کو تلاش کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ ہم اس کو اس اصل کی طرف لوٹا کر حکم معلوم کر رہے ہیں جس کی اصل کو اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ میں بیان کیا ہے، یا اُس سنت کی طرف جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے، یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم نے جس پر اتفاق کیا ہے، یعنی اجماعِ امت کی طرف۔ پس اس میں ہم اجتہاد کرتے ہیں یہاں تک کہ اس کو کتاب اللہ کی طرف، یا سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام رحمۃ اللہ علیہم میں سے ائمۂ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے قول کی طرف لوٹاتے ہیں۔ پس ہم اللہ تعالیٰ کے امر سے باہر نہیں نکلتے، اور عمل تو کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور اجماع پر ہی ہوتا ہے۔ ہم تو کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع کی ہی طرف لوٹا کر پیروی کرتے ہیں، جس کا اللہ تعالیٰ نے ہی حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آیت 3: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ○ (النساء: 59)

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اُن لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔

☆ پس ہم تو اتباع کے گرد ہی گھومتے رہتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہی عمل کرتے ہیں (اپنی

مرضی نہیں کرتے ہیں)۔ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی تھی، اور اس کو رد کر دیا تھا۔ پس یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟"۔ یہ سُن کر وہ شخص کہنے لگا: "اے ابوحنیفہ! میں غلطی پر تھا۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو منور فرمائے جیسے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میرے دل کو روشن کر دیا ہے"۔

4 مذہب تو اتباع ہی کا نام ہے۔

اثر4:۔ قال لمحمد بن علي بن الحسين رضي الله عنهم مجيبا عن هذه التهمة: معاذ الله أن أفعل ذلك. فقال له محمد: بل حولت دين جدي وأحاديثه بالقياس فقام أبو حنيفة بين يديه، ثم قال لأبي جعفر: "اجلس مكانك كما يحق لك حتى أجلس كما يحق لي، فإن لك عندي حرمة كحرمة جدك صلى الله عليه وسلم في حياته على أصحابه، فجلس أبو جعفر، ثم جثا أبو حنيفة بين يديه ثم قال لأبي جعفر: إني أسألك ثلاث كلمات فأجبني.

فقال له أبو حنيفة: "الرجل أضعف أم المرأة؟"۔ قال: "بل المرأة". فقال أبو حنيفة: "كم سهماً الرجل وكم سهماً المرأة؟"۔ فقال أبو جعفر: "للرجل سهمان وللمرأة سهم". فقال أبو حنفية: "هذا قول جدك، ولو حولت دين جدك لكان ينبغي في القياس أن يكون للرجل سهم وللمرأة سهمان، لأن المرأة أضعف من الرجل". ثم قال: "الصلاة أفضل أم الصوم؟"۔ فقال: "الصلاة أفضل". قال: "هذا قول جدك، ولو حولت دين جدك فالقياس أن المرأة إذا طهرت من الحيض أمرتها أن تقضي الصلاة ولا تقضي الصوم". ثم قال: "البول أنجس أم النطفة؟"۔ قال أبو جعفر: "البول أنجس". قال: فلو كنت حولت دين جدك بالقياس، لكنت أمرت أن يغتسل من البول ويتوضأ من النطفة؛ لأن البول أقذر من النطفة. ولكن معاذ الله! أن

أحول دين جدك بالقياس". فقام أبو جعفر فعانقه۔

(مناقب للموفق ج1 ص168؛ مناقب کردری، ج1 ص208؛ أصول الدين عند الإمام أبي حنيفة (محمد بن عبد الرحمن الخميس) ص149،150)

ترجمہ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات (امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے) امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ (114ھ) سے ہوئی۔ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: "کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ وہی ہیں جنہوں نے میرے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو قیاس سے تبدیل کر دیا ہے؟"۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں ایسا کرنے سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں"۔ پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے تشریف فرما ہوئے، اور عرض کیا: "میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تین سوال عرض کرتا ہوں، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے جواب کی درخواست کرتا ہوں"۔

(1) "آپ رحمۃ اللہ علیہ بتائیں کہ مرد کمزور یا عورت ہے؟"۔ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "عورت"۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: "مرد کا کتنا حصہ ہے اور عورت کا کتنا؟"۔ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "مرد کے لئے دو (2) حصے اور عورت کے لئے ایک حصہ ہے"۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: "یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد اور دین ہے۔ اگر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نانا کے دین کو تبدیل کرتا، تو قیاس کی رو سے عورت کے لئے دو حصے اور مرد کے لئے ایک حصہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ عورت ضعیف اور کمزور ہے"۔

(2) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: "آپ رحمۃ اللہ علیہ بتائیں نماز افضل ہے یا روزہ؟"۔ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "نماز افضل ہے"۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: "یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہے۔ اگر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو تبدیل کرتا، تو قیاس کا تقاضا تھا کہ جب عورت اپنی ماہواری سے پاک ہو، تو میں اسے نماز کے قضا کا حکم دیتا، نہ کہ روزہ کے قضاء کا"۔

(3) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: "آپ رحمۃ اللہ علیہ بتائیں کہ پیشاب زیادہ نجس ہے یا نطفہ؟"۔ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "پیشاب زیادہ نجس ہے"۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

"اگر میں قیاس کے ذریعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور احادیث کو بدل رہا ہوتا، تو میں کہتا کہ پیشاب کرنے سے غسل لازم آتا ہے اور نطفہ سے وضو کیا جائے کیونکہ پیشاب نطفہ سے زیادہ نجس ہے، لیکن اللہ کی پناہ! میں کس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نانا کے دین کو قیاس سے بدل سکتا ہوں"۔ یہ سن کر امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے معانقہ کیا۔ لطف واکرام کا معاملہ فرمایا۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ کو بوسہ دیا۔

اثر5:- حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ حَيَّانَ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحُسَيْنِ، ثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْمَدَنِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ سُلَيْطٍ، قَالَ: قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ لِأَبِي حَنِيفَةَ: "يَا نُعْمَانُ! أَيُّهُمَا أَكْبَرُ، الصَّلَاةُ أَمِ الصِّيَامُ؟". قَالَ: "بَلِ الصَّلَاةُ". قَالَ: "فِيمَا كَانَ الْحَائِضُ تَقْضِي مَا أَفْطَرَتْ، وَلَا تَقْضِي مَا تَرَكَتِ الصَّلَاةَ، إِنَّ دِينَ اللهِ لَيْسَ بِالْقِيَاسِ، إِنَّمَا هُوَ الِاتِّبَاعُ".

(مسند أبي حنيفة رواية أبي نعيم ص 66؛ الموسوعة الحديثية لمرويات الامام ابي حنيفة، ج 5 ص 17 رقم 795. جمعه واعده وعلق عليه: العلامه المحقق الشيخ لطيف الرحمن البهرائجي القاسمي)

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: "اے نعمان! نماز یا روزہ، ان دونوں میں کس کا مقام بلند ہے؟"۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "بلکہ نماز کا مقام ہی بڑا ہے"۔ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اسی وجہ سے حائضہ عورت ان دنوں میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا تو کرتی ہے، اور ان دنوں کی چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا نہیں کرتی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا دین قیاس پر مبنی نہیں ہے، یقیناً دین تو اتباع کا نام ہے"۔

5 حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مصادرِ علوم

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (م973ھ) فرماتے ہیں:

اثر6:- ومما كان كتبه الخليفة ابوجعفر المنصور الى ابي حنيفة: بلغني انك تقدم القياس على الحديث. فقال: "ليس الامر كما بلغك ياامير المؤمنين! انما اعمل اوّلا بكتاب الله، ثم بسنة رسوله صلّى الله عليه وسلّم، ثم باقضية ابي بكر و عمر و عثمان و علي رضي الله عنهم، ثم باقضية بقية الصحابة، ثم أقيس بعد ذلك اذا اختلفوا".

(الميزان الكبرى الشعرانية، ج1 ص80)

ترجمہ: خلیفہ ابوجعفر منصور رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: ''اے امیر المؤمنین! آپ تک جو بات پہنچی ہے وہ ٹھیک نہیں ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ کو لیتا ہوں، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو لیتا ہوں، پھر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو لیتا ہوں۔ پھر دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے فیصلوں کو لیتا ہوں۔ اور جب کسی مسئلہ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہو جائے تو پھر (ان میں سے کسی ایک کے قول کو ترجیح دینے کے لیے) قیاس کرتا ہوں''۔

اثر7:- حدثنا جيهان بن أبي الحسن والفضل بن بسّام، قالا: حدثنا محمد بن فضيل البلخي، قال: حدثنا خلف بن أيوب، عن أبي يوسف. قال: دعا أبو جعفر أمير المؤمنين أبا حنيفة. فقال: "يا أبا حنيفة! بلغني أنك تضع كتباً من ذات نفسك". فقال: "نعم! أضعها على قول أبي بكر الصديق، وعمر بن الخطاب، وعثمان بن عفان، وعلي بن أبي طالب، وعبد الله بن مسعود، ومعاذ بن جبل، وزيد بن ثابت، وعبد الله ابن عمر، وعبد الله بن عباس رحمة الله عليهم ورضي الله عنهم أجمعين". قال: فقال أبو جعفر: "لقد أخذت العلم من مظانه فتمسك".

(كشف الآثار للحارثي، رقم 2222، 108، 109، 3321؛ الموسوعة الحديثية لمرويات

الامام ابی حنیفة، ج 5 ص 18 - 20 رقم 800 - 803. جمعه واعده وعلق عليه:
العلامه المحقق الشيخ لطيف الرحمن البهرائجي القاسمي)

ترجمہ: حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امیر المؤمنین خلیفہ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو طلب کیا۔ پھر اُن سے کہنے لگا: "اے ابوحنیفہ! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی طرف سے (یعنی قیاس کرتے ہوئے) مسائل کی کتابیں لکھتے ہیں"۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ہاں! میں مسائل لکھتے ہوئے ان حضرات کے اقوال لیتا ہوں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ"۔ یہ سن کر خلیفہ ابوجعفر منصور رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگا: "آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علم کو اس کے اصل ماخذ سے حاصل کیا ہے۔ پس اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو"۔

7 جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے قیاس کی اہمیت کو پوری طرح تسلیم کیا اور بوقتِ ضرورت قیاس سے کام لیا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی طریق تھا۔ جو لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ غلط فہمی پیدا کرتے ہیں کہ وہ رائے اور قیاس کو قرآن وحدیث پر ترجیح دیتے تھے۔ اور ان کا سارا فقہی ذخیرہ صرف اور صرف رائے اور قیاس پر تیار کیا گیا ہے۔ تو یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر اور فقۂ حنفی پر ایک بے بنیاد الزام ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: "ہمارے بارے میں جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نص پر قیاس کو مقدم کرتے ہیں۔ (بھلا بتاؤ) نص کی موجودگی میں کیا قیاس کی ضرورت ہے؟ یہ ہم پر کھلا جھوٹ اور افتراء ہے۔

من يقول عنا: "انما نقدم القياس على النص، وهل يحتاج بعد النص إلى قياس؟"۔ (میزان کبری ج 1 ص 65؛ دراسات فی السنة النبوية (محمد ضياء الرحمن الأعظمي) ج 23 ص 109)

مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"قیاس سے مراد اگر عللِ مستنبطہ کی روشنی میں اشیائے غیر منصوصہ پر حکم نافذ کرنا ہے، تو یہ قیاسِ مستحسن ہے، مامور بہ ہے۔ کتاب وسنت میں اس کے شواہد موجود ہیں اور اگر قیاس سے مراد ترکِ نصوص ہے، تو پھر یہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تہمت ہے۔

(امام اعظم ابوحنیفہ ص 150)

آیئے ہم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمۂ عظام کی زبانی یہ بات معلوم کریں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کب قیاس سے کام لیتے تھے؟ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قیاس کسی قسم کا تھا؟ اسے حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے سنئے:

ایک مرتبہ شیخ ابو مطیع حکیم بن عبداللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ (199 ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: "اگر آپ کی رائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے سے ٹکرا جائے، تو کیا آپ اپنی رائے ترک کر دیں گے؟"۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ہاں، میں ترک کر دوں گا"۔ انہوں نے پوچھا: "یہی معاملہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے ساتھ پیش آئے؟"۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ان کی رائے کو ترجیح ہوگی"۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں ان کی اور جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے کو ہی ترجیح دوں گا۔ اپنی رائے ترک کر دوں گا"۔

(میزان کبریٰ ج 1 ص 175)

علامہ تقی الدین بن عبدالقادر تمیمی مصری رحمۃ اللہ علیہ (1010 ھ) اس پر لکھتے ہیں:

"اس سے صاف طور پر واضح ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آثار کی موجودگی میں قیاس ترک کر دیتے تھے"۔

فهذا يدل على انه يؤخر القياس عند الآثار۔

(الطبقات السنيه، ج 1 ص 125)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ امام زفر بن ہذیل رحمۃ اللہ علیہ (158 ھ) فرماتے ہیں:

"ہم آثار کے موجود نہ ہونے کی صورت میں رائے اور قیاس سے کام لیتے ہیں اور جب آثار مل جائیں تو پھر ہم اپنی رائے ترک کر دیتے ہیں"۔

إنما نأخذ بالرأى مالم يجئ الاثر، فإذا جاء الاثر تركنا الرأى وأخذنا بالأثر ۔(الفقیہ والمتفقہ ص510)

لوگو! مخالفین کی بات پر ہرگز دھیان نہ دینا۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ قرآن وسنت اور اقوالِ صحیحہ سے ہٹ کر کوئی بات نہ کرتے تھے۔ہاں، ان ذرائع سے مسئلہ حل نہ ہو، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ پھر قیاس کرتے تھے۔(موفق: مناقب: ج1 ص83)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ (182ھ) نے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات نقل کی ہے۔(دیکھیئے: مناقب، ملاعلی القاری رحمۃ اللہ علیہ ص473)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جب قرآن وسنت اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے کسی مسئلہ کا حل نہ ملتا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ قیاس کو کام میں لاتے، اور اس پر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اصرار نہ ہوتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: "اگر کوئی اس سے بہتر قیاس سے وہ مسئلہ حل کرے، تو ہم اسے قبول کرلیں گے"۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علی الاعلان یہ بات کہہ رکھی تھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ (204ھ) کہتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

قال:سمعت الحسن بن زياد اللؤلؤى يقول: سمعت أبا حنيفة يقول: "قولنا هذا رأى وهو أحسن ما قدرنا عليه، فمن جاءنا بأحسن من قولنا فهو أولى بالصواب منا"۔(تاریخ بغداد، ج13 ص351)

ترجمہ اگر کوئی ہماری رائے سے بہتر قیاس کر کے لائے تو ہم اسے تسلیم کریں گے اور اسے مبنی برصواب تصور کریں گے (مگر کوئی ایسا قیاس سامنے تو لائے)۔

(مناقب ج1 ص76 للموفق)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہ (212ھ) کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہم نے جو مسئلہ بیان کیا ہے ہم اس پر کسی کو مجبور نہیں کرتے، اور نہ یہ کہتے ہیں کہ اس کا قبول کرنا اس پر واجب ہے۔ہاں، جس کے پاس اس مسئلہ کے لئے اس سے اچھا کوئی اور حل موجود ہے تو وہ لے کر آئے، ہم خود اسے قبول کریں گے اور عمل پیرا ہوں گے"۔

قال أبو حنيفة: "هذا الذى نحن فيه رأى، لا نجبر عليه أحدا، ولا نقول يجب على أحد قبوله، فمن كان عنده أحسن منه فليأت به نقلده"۔

(حیات الامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ص166، للعفيفي)

عراق کے مشہور محدث اور فقیہ حضرت یحییٰ بن آدم (203ھ) کہتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ احادیث کے مقابلہ میں قیاس کو نہیں لاتے تھے اور جو لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قیاس کے مقابلہ میں احادیث کو ترک کردیتے تھے، یہ سراسر بہتان ہے۔اس لئے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کی تصانیف ان کے مسائل اور فقہی نتائج اس پر شاہد ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کے مقابلے میں بھی قیاس کو اہمیت نہیں دی"۔(مناقب ص104)

علامہ موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ (568ھ) لکھتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہر مسئلہ کو قیاس کی رو سے حل نہیں کرتے تھے۔ہاں، اس ضرورت کے وقت جب قرآن وسنت سے رہنمائی نہ ملتی ہو تو آپ قیاس فرماتے تھے"۔

(مناقب ص115)

علامہ محدث خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ (665ھ) جامع المسانید کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"حدیث کے مقابلہ میں عمل بالرائے کا طعن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وہی دے سکتا ہے جو فقہ سے نابلد ہو، اور جس کو فقہ سے کچھ بھی مناسبت ہوگی، اور ساتھ ہی انصاف کرنا چاہے گا تو اس کو اس بات کے اعتراف سے ہرگز چارہ نہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ احادیث کے عالم اور ان کا اتباع کرنے والے تھے۔۔۔۔امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب پر حدیث کو ترک کر کے عمل بالقیاس والرائے کا الزام سراسر بہتان وافتراء ہے۔یہ حضرات اس الزام سے قطعاً بری ہیں اور یہ حضرات قیاس پر عمل صرف اسی وقت کرتے ہیں جب کسی مسئلہ میں فیصلہ کے لئے حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل موجود نہ ہو"۔

(جامع المسانید ج1 ص14 تا53، ماخوذ از مقدمہ انوار الباری ج1 ص15)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کس طرح قرآن وسنت اور آثار کے سامنے قیاس کا دامن ترک کر دیتے تھے، ملاحظہ فرمائیں:

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (728ھ) لکھتے ہیں:

ومن ظن بأبي حنيفة أو غيره من أئمة المسلمين أنهم يتعمدون مخالفة الحديث الصحيح لقياس أو غيره فقد أخطأ عليهم وتكلم إما بظن وإما بهوى فهذا أبو حنيفة يعمل بحديث التوضى بالنبيذ فى السفر مخالفة للقياس وبحديث القهقهة فى الصلاة مع مخالفته للقياس؛ لاعتقاده صحتهما وإن كان أئمة الحديث لم يصححوهما. وقد بينا هذا فى رسالة "رفع الملام عن الأئمة الأعلام"، وبينا أن أحدا من أئمة الإسلام لا يخالف حديثا صحيحا بغير عذر بل لهم نحو من عشرين عذرا. (مجموع الفتاوی ج20 ص304)

ترجمہ: جو شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا دیگر ائمہ کے بارے میں یہ سمجھتا ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر محض قیاس کی بنا پر حدیثِ صحیح کی مخالفت کی ہے، تو ان لوگوں نے بڑی غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ انہوں نے یہ بات محض اپنے گمانِ فاسد یا خواہشِ نفس کی بنا کی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے جو حدیث۔۔۔۔۔کو صحیح سمجھتے ہیں اور اس کے مقابل قیاس چھوڑ دیتے ہیں، اگرچہ دوسرے ائمۂ حدیث ان روایتوں کو درست نہیں سمجھتے، اور ہم نے اپنے رسالہ "رفع الملام" میں اسے بیان کر دیا ہے۔ اس میں ہم نے بتایا ہے کہ ائمۂ اسلام میں سے کسی ایک نے بھی بغیر کسی سبب کے صحیح حدیث کو ترک نہیں کیا ہے۔ جس نے بھی کسی حدیث کو ترک کیا ہے اس کے پاس اس کے ترک کے کئی عذر موجود تھے۔

آپ "رفع الملام عن الأئمة الأعلام" میں لکھتے ہیں

وَلِيُعْلَمَ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْأَئِمَّةِ -الْمَقْبُولِينَ عِنْدَ الْأُمَّةِ قَبُولًا عَامًّا- يَتَعَمَّدُ مُخَالَفَةَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي شَيْءٍ مِنْ سُنَّتِهِ؛ دَقِيقٍ

وَلَا جَلِيلٍ. فَإِنَّهُمْ مُتَّفِقُونَ اتِّفَاقًا يَقِينِيًّا عَلَى وُجُوبِ اتِّبَاعِ الرَّسُولِ صلى الله عليه وسلم. وَعَلَى أَنَّ كُلَّ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُتْرَكُ، إلَّا رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم. وَلَكِنْ إذَا وُجِدَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمْ قَوْلٌ قَدْ جَاءَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ بِخِلَافِهِ. فَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ عُذْرٍ فِي تَرْكِهِ.

(رفع الملام عن الأئمة الأعلام، ص8،9۔ المؤلف: تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (ت 728هـ)۔ طبع ونشر: الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد، الرياض - المملكة العربية السعودية۔ عام النشر: 1403هـ-1983م)

ترجمہ: خوب سمجھ لو کہ جو ائمہ امت میں قبولِ عام کا درجہ حاصل کر چکے ہیں، ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ سنت سے بھی گریز اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی جرات کرے، کیونکہ ان سب کے نزدیک ہر شخص کا قول متروک و مردود ہو سکتا ہے، بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو وہ پورے وثوق کے ساتھ واجب سمجھتے ہیں۔ بنابریں اگر ان میں سے کسی کا کوئی ایسا قول ملے جو کسی حدیثِ صحیح کے خلاف ہو، تو ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ اس ترکِ حدیث میں ان کا کوئی نہ کوئی عذر ضرور موجود ہوگا۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کے بعد ان تمام دوستوں کو اپنے اس بیان سے رجوع کر لینا چاہیے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی مخالفت کرتے تھے اور ہمیشہ رائے اور قیاس سے ہی کام لیتے تھے۔ حنفی مذہب کا مدار قرآن وحدیث پر نہیں بلکہ رائے و قیاس پر ہے، اور قیاس کرنا ابلیس کا کام ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے ائمۂ مجتہدین کے بارے میں یہ بات کہی، یا تو اس نے ان کے بارے میں نہایت ہی گھٹیا گمان کیا، یا پھر وہ ان کی عداوت میں اس طرح کی بیان بازی کرتے ہیں۔

امام شمس الدین ذہبی ؒ (748ھ) لکھتے ہیں:

"جس نے روزے کی حالت میں بھول کر کھا پی لیا، اگرچہ امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک قیاس کی رو سے اس کا روزہ ٹوٹ گیا، مگر امام ابوحنیفہ ؒ اور امام شافعی ؒ نے حدیث کی روشنی میں یہ فتویٰ دیا کہ اس کا روزہ نہیں ٹوٹا۔ آپ ؒ نے حدیث کے سامنے قیاس کو ترک کر دیا تھا۔ اسی طرح ایک اور مسئلہ میں مرسل روایت کے ہوتے آپ ؒ نے قیاس ترک کر دیا تھا۔

وعمل أبو حنيفة، والشافعي، وغيرهما بحديثه: «أن من أكل ناسيا، فليتم صومه»، مع أن القياس عند أبي حنيفة أنه يفطر، فترك القياس لخبر أبي هريرة....بل قد ترك أبو حنيفة القياس لما هو دون حديث أبي هريرة، في مسألة القهقهة، لذاك الخبر المرسل.

(سير أعلام النبلاء-ط الرسالة، ج2ص620، 621)

علامہ حافظ ابن الہمام ؒ (861ھ) لکھتے ہیں:

إذا تعارض خبر الواحد والقياس بحيث لا جمع، قدم الخبر مطلقاً عند الإكثر منهم أبو حنيفة والشافعي وأحمد. (تيسير التحرير، ج3ص116)

ترجمہ: حدیث اور قیاس میں اگر تعارض ہو جائے، اور کسی طرح بھی دونوں کا باہم جمع کرنا ممکن نہ ہو، تو پھر حدیث کو بلا شرط مقدم کیا جائے گا، اکثر کی رائے یہی ہے۔ ان ہی میں امام ابوحنیفہ ؒ، امام شافعی ؒ اور امام احمد ؒ ہیں۔

جو لوگ حدیثِ نبوی اور فقۂ حنفی کے نام سے رسائل اور کتابیں لکھ کر یہ تاثر دیتے ہیں کہ فقۂ حنفی کی اساس صرف اور صرف رائے وقیاس پر ہے، قرآن وحدیث اور آثار صحابہ ؓ پر نہیں۔ وہ غلط بیانی کے مرتکب ہیں۔ علمائے احناف ہی نہیں، دیگر مذاہب کے جلیل القدر علماء نے بھی اس کی سختی سے تردید کی ہے، اور اعتراف کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک قرآن وسنت پہلے ہے۔ آپ ؒ نے کبھی قیاس کو سنت بلکہ ضعیف حدیث پر بھی مقدم نہیں کیا۔ آپ ؒ نے کسی مسئلے پر قرآن وحدیث اور

آثار صحابہ ؓ کی روشنی میں کوئی رائے قائم کی، تو آپ ؒ کے پاس اس کے مضبوط دلائل موجود تھے۔ حافظ ابن حجر مکی شافعی ؒ نے پوری قوت سے امام ابوحنیفہ ؒ کا دفاع کیا ہے۔ آپ ؒ کی کتاب "الخیرات الحسان" کی ایک فصل (نمبر 37) کا عنوان ملاحظہ کیجئے:

"في الرد على من قدح في أبي حنيفة بتقديمه القياس على السنة"۔

(الخیرات الحسان ص151)

امام بخاری ؒ کے شیخ الشیخ حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ (181ھ) کہتے ہیں:

جب امام ابوحنیفہ ؒ حج کے لئے تشریف لے گئے، تو وہاں آپ ؒ کی ملاقات (امام حسین ؓ کے پوتے) امام محمد باقر ؒ (114ھ) سے ہوئی۔ امام باقر ؒ نے پوچھا: "کیا آپ ؒ وہی ہیں جنہوں نے میرے نانا ﷺ کا دین اور آپ ﷺ کی احادیث کو قیاس سے تبدیل کر دیا ہے؟"۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا: "میں ایسا کرنے سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں"۔ پھر امام ابوحنیفہ ؒ امام باقر ؒ کے سامنے تشریف فرما ہوئے، اور عرض کیا: "میں آپ ؒ کی خدمت میں تین سوال عرض کرتا ہوں، اور آپ ؒ سے اس کے جواب کی درخواست کرتا ہوں"۔

(1) "آپ ؒ بتائیں کہ مرد کمزور یا عورت ہے؟"۔ امام باقر ؒ نے فرمایا: "عورت"۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے عرض کیا: "مرد کا کتنا حصہ ہے اور عورت کا کتنا؟"۔ امام باقر ؒ نے فرمایا: "مرد کے لئے دو (2) حصے اور عورت کے لئے ایک حصہ ہے"۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے عرض کیا: "یہ آپ ؒ کے نانا ﷺ کا ارشاد اور دین ہے۔ اگر میں آپ ؒ کے نانا کے دین کو تبدیل کرتا، تو قیاس کی رو سے عورت کے لئے دو حصے اور مرد کے لئے ایک حصہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ عورت ضعیف اور کمزور ہے"۔

(2) امام ابوحنیفہ ؒ نے عرض کیا: "آپ ؒ بتائیں نماز افضل ہے یا روزہ؟"۔ امام باقر ؒ نے فرمایا: "نماز افضل ہے"۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے عرض کیا: "یہ آپ ؒ کے نانا ﷺ کا دین ہے۔ اگر میں آپ ؒ کے نانا ﷺ کے دین کو تبدیل کرتا، تو قیاس

کا تقاضا تھا کہ جب عورت اپنی ماہواری سے پاک ہو، تو میں اسے نماز کے قضا کا حکم دیتا، نہ کہ روزہ کے قضاء کا"۔

(3) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: "آپ رحمۃ اللہ علیہ بتائیں کہ پیشاب زیادہ نجس ہے یا نطفہ؟"۔ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "پیشاب زیادہ نجس ہے"۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: "اگر میں قیاس کے ذریعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور احادیث کو بدل رہا ہوتا، تو میں کہتا کہ پیشاب کرنے سے غسل لازم آتا ہے اور نطفہ سے وضو کیا جائے کیونکہ پیشاب نطفہ سے زیادہ نجس ہے، لیکن اللہ کی پناہ! میں کس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نانا کے دین کو قیاس سے بدل سکتا ہوں"۔ یہ سن کر امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے معانقہ کیا۔ لطف و اکرام کا معاملہ فرمایا۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ کو بوسہ دیا۔

فقام ابو جعفر، فعانقه، والطفه، واكرمه، وقبّل وجهه.

(مناقب للموفق ج1 ص168؛ مناقبِ کردری، ج1 ص208؛ أصول الدين عند الإمام أبي حنيفة (محمد بن عبد الرحمن الخميس) ص149، 150)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ (114ھ) کے تاثرات دیکھئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَقَالَ لَنَا أَبُو جَعْفَرٍ: "مَا أَحْسَنَ هَدْيَهُ وَسَمْتَهُ وَمَا أَكْثَرَ فِقْهَهُ".

(الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ابن عبد البر)، ص124)

ترجمہ: کیا ہی خوب ان کی رہنمائی ہے، اور کتنا بہترین ان کا طور طریقہ ہے، اور ان کی فقہی بصیرت کتنی زیادہ ہے!۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مخالفتِ حدیث کا دعویٰ اور پراپیگنڈہ کرنے والوں کو کم از کم امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (181ھ) کا یہ ارشاد دیکھنا چاہیئے: "امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی بات قرآن وسنت سے ہٹ کر نہیں کہی ہے"۔

ماتكلم أبو حنيفة بشئ إلا بحجة من كتاب الله أو سنة نبيه صلى الله عليه وسلم.

(عقود الجمان ص175)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وسنت کی دلیل کے بغیر کوئی مسئلہ نہیں بتایا۔

علامہ سید عبدالوہاب شعرانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (973ھ) اس پر لکھتے ہیں:

كان رضى الله عنه يقول: "نحن لا نقيس إلا عند الضرورة الشديدة وذلك إننا ننظر أولا في دليل تلك المسئلة من الكتاب والسنة، أو أقضية الصحابة فان لم نجد دليلا قسنا حينئذ مسكوتا عنه على منطوق به بجامع إتحاد الملة بينهما". (میزان کبریٰ ج1 ص65)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہم تو صرف انتہائی ضرورت کے وقت قیاس سے کام لیتے ہیں اور وہ اس وقت جب ہمیں کتاب وسنت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے فیصلوں میں سے کوئی بات نہ ملتی ہو۔ جب ہمیں کوئی دلیل نہیں ملتی، تو مسکوت عنہ مسئلہ کو منصوص علیہ پر علتِ جامعہ کی بنیاد پر قیاس کرتے ہیں"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں

"امام ابوجعفر شیزاماری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دین میں رائے زنی کرنے سے بریت اس قدر بسیط مضمون میں بیان کی ہے جتنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ نیز انہوں نے اسی میں ان لوگوں کا بھی خوب رد کیا ہے جنھوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ طعنہ زنی کی ہے کہ وہ قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں۔ امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح طور پر یہ روایت موجود ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کو آثار صحابہ رضی اللہ عنہم پر مقدم رکھتے ہیں، اور جب کسی حکم کو آثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی نہیں پاتے، تو پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ قیاس کرتے تھے۔ پس یہ بات مسلم ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت قیاس کرتے ہیں جب کسی حکم کو نہ تو کتاب اللہ میں پاتے، نہ حدیث میں اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے فیصلوں میں۔ سو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طریقۂ استنباط کے متعلق یہ نقل بالکل صحیح ہے۔ اس پر اعتماد رکھو اور اپنی آنکھوں اور کانوں کی حفاظت کرو۔

فهذا النقل الصحيح عن الامام فاعتمده واحم سمعك وبصرك.

(میزان کبریٰ ج1 ص66)

حافظ ابن حجر مکی شافعی ؒ لکھتے ہیں:

"اگر کسی مسئلہ میں صحیح حدیث موجود ہوتی تو آپ ؒ اس کا اتباع کرتے اور اگر صحابہ کرام ؓ اور تابعین عظام ؒ سے اس مسئلہ میں کوئی حکم پاتے، تو آپ ؒ ان کی پیروی کر لیتے، ورنہ قیاس کرتے اور بہت عمدہ قیاس کرتے تھے۔"

(الخیرات الحسان ص70)

شیخ عبدالوہاب شعرانی ؒ کا شمار شافعی مذہب کے بڑے بڑے علماء میں ہوتا ہے۔ آپ ؒ اس الزام کے جواب میں کہ امام ابوحنیفہ ؒ حدیث پر قیاس کو مقدم رکھتے ہیں فرماتے ہیں: "یہ الزام وہی لگا سکتا ہے جس کے دل میں امام صاحب ؒ کے بارے میں تعصب ہے اور وہ اپنی باتوں میں بے باک اور احتیاط کرنے والا نہیں، اور نہ اسے قرآن کریم کی ہدایت یاد رہی ہے۔ آپ ؒ نے میزانِ کبریٰ میں ایک فصل ان لوگوں کے رد میں لکھی ہے۔ آپ ؒ کا بیان ملاحظہ کیجئے:

فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام أبا حنیفة إلى أنه یقدم القیاس علی حدیث رسول الله ﷺ. اعلم ان هذا الكلام صدر من متعصب على الأمام متهور فی دینه غیر متورع فی مقاله غافلا عن قوله تعالیٰ: ان السمع والبصر والفؤاد کل أولئك كان عنه مسئولا ۔ الخ

(میزان کبری ج1 ص65)

ترجمہ: اس فصل میں اس شخص کے قول کا کمزور ہونا بیان کیا جائے گا جو امام ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں یہ الزام لگاتا ہے کہ وہ قیاس کو حدیثِ رسول ﷺ پر مقدم رکھتے تھے۔ جاننا چاہیئے کہ یہ بات ان لوگوں کی ہے جن کے دلوں میں امام ابوحنیفہ ؒ سے تعصب ہے اور وہ اپنے دین میں دلیر ہیں، اور اللہ کے اس فرمان سے بھی غافل ہیں جس میں کہا گیا ہے:

آیت 1:۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ

كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝ (بنی اسرائیل:36)

ترجمہ: کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو، جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔

اور اللہ کے اس فرمان سے بھی وہ غفلت میں ہے جس میں فرمایا گیا ہے:

آیت 2:۔ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝ (ق:18)

ترجمہ: کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔

اور وہ حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد مبارک (اور آپ ﷺ کی بتائی گئی اس وعید سے بھی) غافل ہے جو آپ ؒ نے حضرت معاذ بن جبل ؓ سے فرمایا تھا:

حدیث 1:۔ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ - أَوْ قَالَ: عَلَى مَنَاخِرِهِمْ - إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ؟!

(مسند احمد رقم 22016، 22063، 22068؛ جامع معمر بن راشد رقم 20303؛ تفسیر عبدالرزاق رقم 2302؛ مسند ابی داؤد طیالسی رقم 561؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 26498؛ ابن ماجہ رقم 3973؛ ترمذی رقم 2616؛ مسند بزار رقم 2302، 2643؛ سنن کبریٰ نسائی رقم 11330؛ شعب الایمان رقم 2805)

ترجمہ: لوگ زیادہ تر اپنی زبانوں کی وجہ سے آگ میں ڈالے جائیں گے۔

پھر اس کی تفصیل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فعلم من جمیع ما قررناه أن الامام لا یقیس أبدا مع وجود النص كما یزعمه المتعصبون علیه وإنما یقیس عند فقدا دفقد النص۔

(میزانِ کبریٰ ج1 ص66)

ترجمہ: اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہو چکی ہوگی کہ امام ابوحنیفہ ؒ نص کے ہوتے ہوئے کبھی قیاس نہیں کرتے تھے جیسا کہ تعصب رکھنے والوں کا ان پر یہ الزام ہے۔ البتہ آپ ؒ اس وقت قیاس کو کام میں لاتے جب نص موجود نہ ہوتی تھی۔

آپ ؒ طاعنین اور امام اعظم ؒ کے مخالفین کو اس بات کی نصیحت کرتے ہیں کہ

قیامت واقع ہونے والی ہے وہ غور کریں کہ وہاں وہ اپنے الزام کا جواب کس طرح دے سکیں گے؟

خلاف ما يضيفه إليه بعض المتعصبين، ويا فضيحته يوم القيامة من الامام إذا وقع الوجه في الوجه۔ ۔(میزانِ کبریٰ ص50)

ترجمہ: تعصب رکھنے والے جن لوگوں نے امام صاحب ؒ کی جانب ان باتوں کی نسبت کی ہے کس قدر رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا؟ ایسے متعصبین کو قیامت کے دن جب وہ امام ابوحنیفہ ؒ کے سامنے ہوں گے۔

شیخ الاسلام وبقیۃ الاعلام المحدث امام ابوبکر بن عیاش ؒ (۱۹۳ھ) فرماتے ہیں:

"جو شخص امام ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں یہ پراپیگنڈہ کرتا ہے کہ آپ ؒ احادیث وآثار کو چھوڑ کر محض قیاس سے فتویٰ دیتے تھے، وہ آپ ؒ بہتان اور تہمت لگاتا ہے۔ اس کی بات اس لیے غلط ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ اور آپ ﷺ کے اصحاب کی کتابیں اور مسائل اس سے بھری پڑی ہیں کہ انھوں نے احادیث وآثار کے سامنے قیاس پر عمل کو ترک کر دیا تھا۔

زعم بعض الطاعنين أن أبا حنيفة رحمه الله قال بالقياس وترك الاثر، هذا بهت منه وإفتراء عليه۔ فان كتبه و كتب أصحابه مملوة من المسائل التي تركوا العمل فيها بالقياس۔ وأخذوا بالاثر الوارد فيه۔۔

(مناقب ج1 ص93)

مصر کے الاستاذ محمد محمد ابوزھو ؒ (المتوفی 1403ھ) ہیں:

"جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ تو یہ ایک زعمِ باطل ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ جناب امام ابوحنیفہ ؒ خود اپنے طریقِ استنباط پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: "۔۔۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ حدیث کی عدمِ موجودگی کی صورت میں امام ابوحنیفہ ؒ اقوالِ صحابہ ؓ سے اخذ واحتجاج کرتے، اور ان کو اپنے قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔ پھر

آپ ؒ کی جانب اس بات کو کیسے منسوب کر سکتے ہیں کہ آپ ؒ حدیث کے مقابلے میں اپنے قیاس کو ترجیح دیتے تھے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ ؒ تمسک بالسنۃ کے معاملہ میں بڑے سخت واقع ہوئے تھے حتی آپ ؒ ثقہ راویوں کی مرسل روایات کے ساتھ بھی احتجاج کیا کرتے تھے جو علماء کے درمیان مشہور تھیں"۔

(الحديث والمحدثون - أو: عناية الأمة الإسلامية بالسنة النبوية، ص 285، 286۔ المؤلف: محمد محمد أبو زهو رحمه الله۔ الطبعة: الأولى 1378ھ - 1958م۔ مطبعة مصر شركة مساهمة مصرية۔ عدد الصفحات: 512)

12 حدیث کے سامنے ترکِ قیاس کی چند مثالیں

امام ابوحنیفہ ؒ حدیثِ نبوی کے سامنے کس طرح قیاس ترک کر دیتے تھے۔ اسے دیکھیے: شیخ الاسلام علامہ بدرالدین عینی ؒ (855ھ) ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"وحكى ابن المنذر عن أبي حنيفة: أنه جوزها۔ وقال هي في القياس لا تستقيم، ولكنا نترك القياس في ذلك للآثار والسنة"۔

(عمدۃ القاری ج13 ص56)

ترجمہ: ابن المنذر ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ سے نقل کیا ہے کہ آپ ؒ قرعہ اندازی کو جائز سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ قیاساً تو قرعہ اندازی درست معلوم نہیں ہوتی، مگر ہم سنتِ نبوی اور آثار کے سامنے قیاس کو ترک کر رہے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی مرحوم ؒ (1332ھ) لکھتے ہیں:

"نہایت قوی ذریعہ سے امام ابوحنیفہ ؒ کی تصریحات ثابت ہیں کہ آپ ؒ حدیثِ صحیح کے مقابلہ میں قیاس کا مطلق اعتبار نہیں کرتے تھے۔ امام محمد بن حسن شیبانی ؒ اس بحث کے ذیل میں کہ جو شخص رمضان میں بھول کر کچھ کھا پی لے، تو

روزہ نہیں ٹوٹتا، اور قضا لازم نہیں آتی، حدیث پر استدلال کر کے لکھتے ہیں کہ آثار کے ہوتے ہوئے رائے کچھ چیز نہیں۔ پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا خاص قول نقل کرتے ہیں:

"لولا ماجاء فی ھذا من الآثار لامرت بالقضاء" یعنی اگر اس بارہ میں آثار موجود نہ ہوتے، تو میں قضا کا حکم دیتا"۔ (سیرت النعمان ص 144)

مولانا قاضی ظہور الحسن ناظم صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اہل الرائے حدیث کی جانچ کر لیتے تھے، اور اس حدیث کو ہرگز نہیں چھوڑتے، جو صحیح ثابت ہو جائے۔ حدیثِ صحیح ملنے پر رائے پر عمل نہ ہوتا تھا۔ امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ (189ھ) اس بحث میں کہ نماز میں قہقہہ ناقضِ وضوء ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے استدلال کر کے لکھتے ہیں:

وَقَالَ مُحَمَّد بن الحسن: "لَوْلَا مَا جَاءَ من الْآثَار كَانَ الْقِيَاس على مَا قَالَ اهل الْمَدِينَة، وَلٰكِن لَا قِيَاس مَعَ اثر، وَلَيْسَ يَنْبَغِي الا ان ينقاد للآثار"۔ (الحجة على أهل المدينة (محمد بن الحسن الشيباني) ج1 ص204؛)

ترجمہ: قیاس تو یہی چاہتا ہے جو اہلِ مدینہ کا موقف ہے، مگر حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس کوئی چیز نہیں۔ حدیث کے سامنے سرتسلیم خم کرنا چاہیے۔ (تاریخ الفقہ، ص39)

علامہ موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ (568ھ) نے مناقب میں اس کی اور بھی مثالیں بیان کی ہیں۔ (دیکھئے: موفق: مناقب ج1 ص93)

غیر مقلدین کے مجتہد العصر حافظ عبداللہ روپڑی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان بھی ملاحظہ کیجئے:

"حنفیہ تو ضعیف حدیث کو بھی قیاس پر ترجیح دیتے ہیں، جیسے حنفیہ کے نزدیک قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، حالانکہ قیاس چاہتا ہے کہ وضو نہ ٹوٹے۔ غرض ایسے بہت سے مقامات ہیں جہاں حنفیہ نے ضعیف حدیث کی وجہ سے قیاس ترک کر دیا ہے"۔

(فتاوی اہلحدیث ج1 ص14)

مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ (1396ھ) (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) غیر مقلدوں کی غلط بیانی کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اب تو اقرار ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قیاس کو جب تک کہ حدیث مل جائے، چھوڑ دیتے تھے، قیاس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ پس جو جاہل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ قیاس ورائے پر چلتے تھے، غلط ہے۔ یہی ہمارا بھی اعتقاد ہے اور جہاں کوئی حدیث یا قول صحابی یا قرآن کی آیت نہ ملتی، وہاں اجتہاد فرماتے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بھی یہی رائج تھا۔

(الصارم المسلول في الذب عن الاصول ص28 طبع دہلی 1395ھ)

لیجئے، غیر مقلدوں کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (1320ھ) سے بھی سن لیجیے:

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عمداً کسی حدیث کی مخالفت نہیں کی، اور اگر کسی جگہ خلاف نظر آتا ہے، تو یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے اس کے مقابل کسی دوسری حدیث پر عمل کیا، جو ان کے نزدیک زیادہ صحیح اور رائج ہے۔ (عبقات ج2 ص146۔ بحوالہ معیار الحق)

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (1034ھ) ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سنت کی پیروی میں سب سے آگے ہیں، حتی کہ مرسل حدیث کو مسند حدیث کی طرح متابعت کے لائق جانتے تھے، اور اس کو اپنی رائے پر فوقیت دیتے تھے، اور ایسے ہی صحابہ کے قول کو حضرت خیر البشر علیہ الصلاۃ والسلام کی شرفِ صحبت کے باعث اپنی آراء پر مقدم جانتے تھے۔ دوسرے ائمہ کا یہ حال نہیں ہے، باوجود اس کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین آپ رحمۃ اللہ علیہ کو صاحب الرائے قرار دیتے ہیں، اور ایسے الفاظ بولتے ہیں جن سے بے ادبی کا اظہار ہوتا ہے، حالانکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کمالِ علم اور زہد و تقوی کا سب کو اعتراف ہے۔ حق تعالیٰ ان کو توفیق دے کہ دین کے سردار اور اہلِ اسلام کے رئیس کو بیزار نہ کریں، اور اسلام کے سواد اعظم کو ایذا نہ دیں۔

آیت 1:۔ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ (التوبۃ:32)

ترجمہ: یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر اللہ اپنی روشنی کو مکمل

کیے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

یہ لوگ جو ان ائمہ کرام کو صاحب الرائے کہتے ہیں، اگر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ انہوں نے صرف اپنی رائے سے حکم لگایا تھا، اور کتاب وسنت کی متابعت چھوڑ دی تھی، تو ان کے فاسد خیال کے مطابق اسلام کا ایک سوادِ اعظم گمراہ اور بدعتی بلکہ گروہِ اسلام سے باہر ہے۔ اس قسم کا اعتقاد وہ بے وقوف جاہل کرتا ہے جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے، یا پھر وہ زندیق جس کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کا نصف حصہ باطل ہو جائے۔ ان چند ناقصوں نے چند احادیث رٹ لیں، اور شریعت کو انہیں میں محصور مانتے ہیں، اور اپنے معلومات کے سوا سب کی نفی کر دیتے ہیں، اور جو کچھ ان کے نزدیک ثابت نہیں ہوا، اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

چو آن کرمے کہ در سنگے نہان است
زمین و آسمانِ او ہمان است

یعنی اُن کی مثال پتھر کے کیڑے کی طرح ہے، جو اس میں چھپا بیٹھا ہے، اور وہ پتھر کو ہی اپنی زمین اور آسمان سمجھتا ہے۔ (مکتوبات دفتر دوم ص 197 مکتوب نمبر 55)

افسوس کہ بعض محدثین بجائے اس کے کہ وہ امام صاحب کے صریح بیانات دیکھتے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصولوں پر غور کرتے، اور اس کی تحقیق کرتے، یا کم از کم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کے مذاق پر غور کرتے، وہ جانے انجانے میں یہ بات کہہ گئے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ احادیث پر قیاس کو مقدم کرتے ہیں، حالانکہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں تھی کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ صحیح حدیث تو کجا ضعیف حدیث اور اثر کے سامنے بھی قیاس ترک کر دیتے ہیں؟ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے محدث حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) کے ایک طویل کلام کا خلاصہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

قال أبو عمرو: أفرط أصحاب الحديث في ذم أبي حنيفة وتجاوزوا الحد في ذلك الخ

قَالَ أَبُو عُمَرَ: "وَأَفْرَطَ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ فِي ذَمِّ أَبِي حَنِيفَةَ رحمه الله

وَتَجَاوَزُوا الْحَدَّ فِي ذٰلِكَ"۔۔الخ۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ج 2 ص 1080 تحت رقم 2104)

ترجمہ: محدثین امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برائی کرنے میں حد سے آگے بڑھ گئے ہیں، اور انہوں نے بڑی زیادتی کی، اور کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ رائے اور قیاس کو احادیث پر مقدم رکھتے ہیں، اور اہلِ علم کا مقولہ ہے کہ جب صحیح حدیث موجود ہو، تو رائے اور قیاس باطل ہے، حالانکہ اس قسم کی کوئی حدیث وارد نہیں، سوائے بعض اخبار کے جس میں بھی تاویل کا احتمال ہے۔ پھر قیاسات سے کام لینے میں تو اور بہت سے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے آگے رہے ہیں، اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر قیاسات ایسے ہیں کہ اس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے شہر کے اہلِ علم جیسے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (96ھ) اور اصحابِ ابن مسعود کے تابع ہیں۔ ہاں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ کے اس قسم کے قیاس زیادہ ہیں اور آپ کے سوا اور لوگوں کے بھی ہیں، مگر وہ کم ہیں۔ (الخیرات الحسان ص 151)

آپ رحمۃ اللہ علیہ آگے چل کر لکھتے ہیں:

"آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قیاس کرنا کوئی عیب نہیں، اور مثل مشہور ہے کہ آدمی کے تیز ہونے کی یہ دلیل ہے کہ لوگ اس کے بارے میں متبائن خیال کے ہوں"۔ (الخیرات الحسان ص 154)

13 روافض قیاس کے سب سے بڑے مخالف

قیاس کے متعلق منکرینِ قیاس کا یہ لب ولہجہ کہ اسلام میں قیاس کی کوئی حیثیت نہیں، اہلِ سنت کا نہیں، روافض کا ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (728ھ) نے منہاج السنہ میں روافض کے اشکالات اور اعتراضات کے ضمن میں اسے نقل کر کے اس کا نہایت عمدہ اور دندان شکن جواب دیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ شیعہ عالم ملا ابن مطہر حلی (726ھ) کا قول اس طرح نقل کرتے ہیں کہ شیعہ رائے اور اجتہاد کی طرف ذرا بھی دھیان نہیں دیتے اور وہ قیاس اور استحسان سے کام لینے کو حرام کہتے ہیں۔

وَلَمْ يَلْتَفِتُوا إِلَى الْقَوْلِ بِالرَّأْيِ وَالِاجْتِهَادِ وَحَرَّمُوا الْأَخْذَ بِالْقِيَاسِ

وَالِاسْتِحْسَانِ. (منہاج السنۃ النبویۃ (ابن تیمیۃ)، ج2 ص469)

آپ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں اور ساتھ ہی اس کا جواب بھی دیتے ہیں:

قَوْلُهُ: "الصَّحَابَةُ نَصُّوا عَلَى تَرْكِ الْقِيَاسِ". يُقَالُ لَهُ: الْجُمْهُورُ الَّذِينَ يُثْبِتُونَ الْقِيَاسَ. قَالُوا: قَدْ ثَبَتَ عَنِ الصَّحَابَةِ أَنَّهُمْ قَالُوا بِالرَّأْيِ وَاجْتِهَادِ الرَّأْيِ وَقَاسُوا، كَمَا ثَبَتَ عَنْهُمْ ذَمُّ مَا ذَمُّوهُ مِنَ الْقِيَاسِ. قَالُوا: وَكِلَا الْقَوْلَيْنِ صَحِيحٌ، فَالْمَذْمُومُ الْقِيَاسُ الْمُعَارِضُ لِلنَّصِّ.

(منہاج السنۃ النبویۃ (ابن تیمیۃ)، ج3 ص412، 413)

ترجمہ: رافضی کا کہنا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قیاس چھوڑ دینے کی تاکید کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور قیاس کو ثابت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے قول بالرائے اور ان کا اجتہاد و قیاس کرنا ثابت ہے، جس طرح کہ ان سے قیاس کی مذمت ثابت ہے۔ (یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ) صحابہ رضی اللہ عنہم کے یہ قول درست ہیں۔ ان حضرات سے جس قیاس کی مذمت وارد ہے وہ ایسا قیاس ہے جو نص کا معارض ہے (نہ کہ ایسا اجتہاد و قیاس جو نص کے مطابق اور اس کی تشریح کرنے والا ہو)۔

عرب کے فاضل ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ لکھتے ہیں:

"جس طبقہ نے قیاس کے معاملہ پر سب سے زیادہ مخالفت کی ہے وہ روافض ہیں، کیونکہ وہ قیاس کو حجت نہیں مانتے"۔ (دیکھئے: تاریخ الفقہ الاسلامی ص244)

شمس الائمہ امام محمد بن احمد سرخسی رحمۃ اللہ علیہ (483ھ) لکھتے ہیں:

صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم سے قیاس ثابت ہے۔ اس کا انکار سب سے پہلے غالی معتزلی ابراہیم بن سیار نظام نے کیا، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی جرح کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔ افسوس کہ کچھ لوگ حقیقت سمجھے بغیر ہی اس کے پیچھے چل پڑے، اور اس کی تقلید میں قیاس کی مخالفت کرنے لگے۔ آپ لکھتے ہیں

وَأول من أحدث هٰذَا الْقَوْل إِبْرَاهِيم النظام وَطعن فِي السّلف لاحتجاجهم بِالْقِيَاسِ..... ثمَّ تبعه على هٰذَا الْقَوْل بعض الْمُتَكَلِّمين

بِبَغْدَاد..... ثمَّ نَشأ بعده رجل متجاهل يُقَال لَهُ دَاوُد الْأَصْبَهَانِيّ. فَأبْطل الْعَمَل بِالْقِيَاسِ من غير أَن وقف على مَا هُوَ مُرَاد كل فريق مِمَّن كَانَ قبله... قَالَ: الْقيَاس لَا يكون حجَّة وَلَا يجوز الْعَمَل بِهِ فِي أَحْكَام الشَّرْع. وَتَابعه على ذَلِك أَصْحَاب الظَّوَاهِر الَّذين كَانُوا مثله فِي ترك التَّأَمُّل. وروى بَعضهم هٰذَا الْمَذْهَب عَن قَتَادَة ومسروق وَابْن سِيرِين، وَهُوَ افتراء عَلَيْهِم. فقد كَانُوا أجل من أَن ينْسب إِلَيْهِم الْقَصْد إِلَى مُخَالفَة رَسُول الله صلى الله عليه وسلم وَأَصْحَابه فِيمَا هُوَ طَرِيق أَحْكَام الشَّرْع بعد مَا ثَبت نَقله عَنْهُم.

(أصول السرخسی، ج2 ص118، 119. المؤلف: أبو بكر محمد بن أحمد بن أبي سهل السرخسی (ت 483 ھ). حقق أصوله: أبو الوفا الأفغاني، رئيس اللجنة العلمية لإحياء المعارف النعمانية [ت1395ھ]. الناشر: لجنة إحياء المعارف النعمانية بحيدر آباد بالهند. دار المعرفة-بيروت. عدد الأجزاء: 2)

ترجمہ: سب سے پہلا شخص جس نے قیاس کے جواز کا انکار کیا ہے وہ ابراہیم نظام ہے۔ بغداد کے کچھ متکلمین نے اس کی پیروی کی ہے۔ بعد ازاں ایک سادہ لوح شخص داؤد نامی آیا اور اس نے متقدمین کے اس سے متعلق افکار معلوم کئے بغیر ہی قیاس پر عمل کے ابطال کا اعلان کر دیا، اور لوگوں کو بتایا کہ شریعت میں قیاس حجت نہیں ہے۔ ان کی پیروی میں وہ تمام ظاہر یہ جو غور و فکر کی نعمت سے ان کی طرح محروم ہیں، یہی کچھ کہنے لگے۔ ان میں سے کچھ نے یہ بات قتادہ رحمۃ اللہ علیہ، مسروق رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب کر دی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ان بزرگوں پر بہتان ہے۔ ان کا مقام اس سے کہیں زیادہ بلند ہے کہ وہ اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ بات کہیں۔

علامہ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) بھی لکھتے ہیں:

وَلَمْ يَزَالُوا عَلَى إِجَازَةِ الْقِيَاسِ حَتَّى حَدَّثَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَيَّارٍ النَّظَّامُ وَقَوْمٌ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ سَلَكُوا طَرِيقَهُ فِي نَفْيِ الْقِيَاسِ وَالِاجْتِهَادِ فِي

الْأَحْكَامِ وَخَالَفُوا مَا مَضَى عَلَيْهِ السَّلَفُ۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج2 ص856 تحت رقم 1623)

ترجمہ: جو لوگ قیاس کی مخالفت کرتے ہیں اور اسے ناجائز سمجھتے ہیں، وہ درحقیقت سلفِ صالحین کے مخالف ہیں ان کا سلف سے کیا رشتہ اور تعلق؟

اس سے یہ بات آسانی سے معلوم ہوجاتی ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو عرب ممالک میں بطور سلفی متعارف کرانے میں لگے رہتے ہیں، وہ درحقیقت سلف کے نہیں، ابراہیم بن سیار کے مقلد ہیں، ورنہ جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کو اپنا مقتداء مانتے ہوں ان سے اس بات کی کسی طرح توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ رائے اور قیاسِ شرعی کی مخالفت کریں۔

امام ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ (370ھ) فرماتے ہیں:

ابراہیم بن سیار نظام پہلا شخص ہے جس نے اجتہاد اور قیاس کا انکار کیا اور اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس لئے بھی نشانہ طعن بنایا کہ وہ قیاس سے کام لیتے تھے، اور پھر اس نے ان بزرگوں پر ایسی ایسی باتیں بھی منسوب کیں جن کا ان سے کوئی تعلق نہ تھا۔

قیاس کی مخالفت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو ابراہیم نظام کے پیروکار ہیں اور یہ وہ گروہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم پر طعن کرنے سے بھی باز نہیں آتا اور جو لوگ بھی ان لوگوں کے پیچھے چلے ہیں ان کے پاس کوئی علمی بنیاد نہیں۔ بس ادھر ادھر کی باتیں ہیں اور یہ صرف جہالت تعصب اور ضد ہے جو انہیں قیاس اور اجتہاد کی مخالفت پر لے آئی ہے۔

فَكَانَ أَوَّلُ مَنْ نَفَى الْقِيَاسَ وَالِاجْتِهَادَ فِي أَحْكَامِ الْحَوَادِثِ إِبْرَاهِيمَ النَّظَّامَ، وَطَعَنَ عَلَى الصَّحَابَةِ مِنْ أَجْلِ قَوْلِهِمْ بِالْقِيَاسِ إِلَى مَا لَا يَلِيقُ بِهِمْ، وَإِلَى ضِدِّ مَا وَصَفَهُمُ اللهُ تَعَالَى بِهِ، وَأَثْنَى بِهِ عَلَيْهِمْ، بِتَهْوِيرِهِ وَقِلَّةِ عِلْمِهِ بِهَذَا الشَّأْنِ، ثُمَّ تَبِعَهُ عَلَى هَذَا الْقَوْلِ نَفَرٌ مِنْ مُتَكَلِّمِي الْبَغْدَادِيِّينَ، إِلَّا أَنَّهُمْ لَمْ يَطْعَنُوا عَلَى السَّلَفِ كَطَعْنِهِ، وَلَمْ يَعِيبُوهُمْ

لَكِنَّهُمُ ارْتَكَبُوا مِنَ الْمُكَابَرَةِ، وَجَحْدِ الضَّرُورَةِ أَمْرًا شَنِيعًا، فِرَارًا مِنَ الطَّعْنِ عَلَى السَّلَفِ فِي قَوْلِهِمْ بِالِاجْتِهَادِ وَالْقِيَاسِ....

ثُمَّ تَبِعَهُمْ رَجُلٌ مِنَ الْحَشْوِ مُتَجَاهِلٌ لَمْ يَدْرِ مَا قَالَ هُوَ، وَلَا مَا قَالَ هَؤُلَاءِ، وَأَخَذَ طَرَفًا مِنْ كَلَامِ النَّظَّامِ، وَطَرَفًا مِنْ كَلَامِ بَعْضِ مُتَكَلِّمِي (بَغْدَادَ مِنْ) نُفَاةِ الْقِيَاسِ، فَاحْتَجَّ بِهِ فِي نَفْيِ الْقِيَاسِ وَالِاجْتِهَادِ، مَعَ جَهْلِهِ بِمَا تَكَلَّمَ بِهِ الْفَرِيقَانِ، مِنْ مُثْبِتِي الْقِيَاسِ وَمُبْطِلِيهِ....

(الفصول فی الأصول، ج 4 ص 33، 34-المؤلف: أحمد بن علی أبو بکر الرازی الجصاص الحنفی (ت 370ھ)۔الناشر: وزارة الأوقاف الکویتیة۔ الطبعة: الثانیة 1414ھ-1994 م۔عدد الأجزاء: 4؛ تقدمة علی نصب الرایة (الزیلعی، جمال الدین) ج4؛ فقه أهل العراق وحدیثهم ص19)

امام اسحاق ابراہیم بن علی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ (476ھ) لکھتے ہیں:

وذهب النظام والشيعة وبعض المعتزلة البغداديين إلى أنه ليس بطريق للأحكام الشرعية، ولا يجوز ورود التعبد به من جهة العقل۔

(اللمع فی أصول الفقه، ص 97۔المؤلف: أبو اسحاق إبراهيم بن علی بن یوسف الشیرازی (ت 476ھ)۔الناشر: دار الکتب العلمیة۔الطبعة: الطبعة الثانیة: 2003م-1424ھ۔عدد الصفحات: 134)

ترجمہ: ابراہیم سیار نظام، شیعہ اور بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ شریعت کے احکام ثابت کرنے کے لئے قیاس نہیں کیا جاسکتا، اور کسی عبادت کو ثابت کرنا بطریقِ عقل جائز نہیں ہے۔

افسوس کہ شیخ داوٗد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ فقہائے امت اور علمائے امت کے ساتھ چلتے، مگر انہوں نے اس باب میں روافض اور نظام معتزلی کا پیرو بننا پسند کیا اور قیاس کا انکار کردیا۔

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (1176ھ) فرقہ ظاہریہ کے

تعارف میں لکھتے ہیں:

والظاهری من لَا يَقُول بِالْقِيَاسِ، وَلَا بآثار الصحابة وَالتَّابِعِينَ كداود وَابْن حزم.

(حجة الله البالغة، ج 1 ص 273. المؤلف: أحمد بن عبد الرحيم بن الشهيد وجيه الدين بن معظم بن منصور المعروف بـ "الشاه ولي الله الدهلوي" (ت 1176هـ). المحقق: السيد سابق. الناشر: دار الجيل، بيروت - لبنان. الطبعة: الأولى، سنة الطبع: 1426هـ - 2005م. عدد المجلدات: 2)

ترجمہ ظاہری ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو نہ قیاس کو مانتے ہیں، اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے آثار کو مانتے ہیں جیسے داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ قیاسِ محمود اور قیاسِ مذموم میں فرق بتائے بغیر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر گرجتے برستے ہیں اور اپنے عوام کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بدگمان کرتے ہیں، ان کا اصل مقصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرا کرنا اور سلف صالحین رحمہم اللہ سے بدگمان کرنا ہوتا ہے چونکہ وہ کھلے عام صحابیِ رسول حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اپنے طعن کا نشانہ نہیں بنا سکتے اس لئے وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو نشانہ بنا لیتے ہیں۔

علامہ مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ (1205ھ) کے حوالہ سے ہم پہلے یہ بات بتا آئے ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (1369ھ) فرماتے ہیں:

"جس نے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر (اور ان تمام ائمہ پر جو رائے اور قیاس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہیں) اس جہت سے طعن کیا، درحقیقت اس نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بلکہ خود سرورِ دو عالم حضور اکرم ﷺ پر انگلی اٹھائی ہے (معاذ اللہ)۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهذا الحديث ثابت في الكتب، فمن طعن على الامام أبي حنيفة في إستعماله الرأي والقياس فقد طعن على معاذ بن جبل، بل على النبي ﷺ. فكان ظاهر قوله الرد على أبي حنيفة والمقصود من قال بالرأي

فانظر إلى من جعل أبا حنيفة ذريعة إلى الرد على سائر أئمة الامصار وهم موافقون له في الرأي والقياس. (فتح الملهم ج1 ص73)

غیر مقلد علماء جس شدت کے ساتھ (1) قیاس کی مخالفت (2) اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی حجیت کا انکار کرتے ہیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں فقہائے امصار اور اہلِ سنت کے طریقہ کار کے بجائے داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید زیادہ محبوب و مرغوب ہے۔ چلئے، وہ کسی کے مقلد تو ٹھہرے۔ گو ظاہری اور معتزلی کے ہی سہی۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

ترجمہ پس عبرت حاصل کرو! اے دیدۂ بینا رکھنے والو۔

سو اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فقہی اساس کی بنیاد قرآن و حدیث اور آثار پر ہی رکھی ہے اور جہاں کہیں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رائے اور قیاس کی ضرورت پیش آئی، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قیاس وہی تھا جس کا ذکر حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ہم پیچھے نقل کر آئے ہیں۔ قاضی غسان بن محمد مروزی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عمدہ بات کہی ہے:

وضع القياس أبو حنيفة كله
فأتى بأوضح حجة وقياس
و بنى على الآثار رأس بنائه
فأتت غوامضه على الأساس
و الناس يتبعون فيها قوله
لما استبان ضياؤه للناس

(تاریخ بغداد و ذیولہ، ج13 ص349)

ترجمہ قیاس کی بنیاد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ واضح حجت اور قیاس لے کر آئے، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعمیر کی بنیاد آثار پر ہی رکھی ہے۔ سو قیاس کی باریکیاں نہایت مضبوط بنیاد پر کھڑی ہیں۔ لوگوں نے اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی

اتباع کی ہے، جب ان کی فقہ کی علم کی روشنی لوگوں پر روشن ہوگئی۔

ایک مرتبہ ایک غیر مقلد نے مولانا محمد اقبال رنگونی حفظہ اللہ سے کہا کہ مناقب میں شیخ عبدالعزیز ؒ عن رواد ؒ کہتے ہیں کہ اصحاب الرائے حدیثِ رسول کے دشمن ہیں اور اصحاب الرائے اہل ہوا اور بدعتی ہوتے ہیں۔ سو امام ابوحنیفہ ؒ بدعتی نہیں تو اور کیا ہیں؟

مولانا محمد اقبال رنگونی حفظہ اللہ نے ان سے کہا کہ وہ کتاب دکھائیں جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہ ؒ کو سنتِ رسول ﷺ کا دشمن کہا ہے۔ جب وہ کتاب لے کر آئے تو مولانا رنگونی حفظہ اللہ نے جواب دیا کہ آپ جس بات کا حوالہ دے رہے ہیں اس میں تو ایسی کوئی بات نہیں۔ اس میں حرور یہ اور اہل ہوا کو اعداء السنۃ کہا گیا ہے نہ کہ امام ابوحنیفہ ؒ اور آپ ؒ کے اصحاب کو۔

مولانا رنگونی حفظہ اللہ نے پھر کہا کہ اس سے اگلی عبارت بھی پڑھ لیں، مگر وہ پڑھنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس میں امام ابوحنیفہ ؒ کو اصحاب السنۃ فرمایا گیا ہے۔ یہ بات امام محمد بن محمد بزاز کردری ؒ (827ھ) نے معروف محدث یٰسین بن معاذ الزیات ؒ کے حوالہ سے اپنی کتاب مناقب امام اعظم ؒ میں نقل کی ہے۔

وأما أبو حنيفة وأصحابه فهم قاسوا على السنة۔ (مناقب ج2 ص73)

ترجمہ امام ابوحنیفہ ؒ اور آپ ؒ کے اصحاب سنت کے بتائے طریقے پر قیاس کرتے تھے۔

14 منکرینِ قیاس کا ایک روایت سے استدلال کا جواب

غیر مقلدین قیاس کی مخالفت اور اس کی مذمت میں کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے قیاس کرنے والوں کو امت کا سب سے بڑا فتنہ بتایا ہے۔ یہ لوگ حضرت عوف بن مالک ؓ سے مروی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"تَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلٰى بِضْعٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، أَعْظَمُهَا فِتْنَةً عَلٰى أُمَّتِي قَوْمٌ يَقِيسُونَ الْأُمُورَ بِرَأْيِهِمْ فَيُحِلُّونَ الْحَرَامَ وَيُحَرِّمُونَ الْحَلَالَ"۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج2 ص1038 رقم 1997)

ترجمہ میری امت کے ستر سے کچھ اوپر فرقے ہو جائیں گے وہ فرقہ سب سے بڑا فتنہ گا جو دینِ الٰہی کو اپنی رائے پر قیاس کرے گا اور رائے سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بتایا کرے گا"۔

جواب منکرین قیاس کا مذکورہ روایت سے استدلال ہرگز درست نہیں، اور نہ اس روایت سے قیاس کی مذمت اور اصحابِ قیاس پر طعن کرنا درست ہے، کیونکہ یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور یہ بات خود حافظ ابن عبدالبر مالکی ؒ نے بتا دی ہے۔ آپ ؒ مذکورہ روایت پر لکھتے ہیں:

وَرُوِيَ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ أَنَّهُ قَالَ: حَدِيثُ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الَّذِي يَرْوِيهِ عِيسَى بْنُ يُونُسَ لَيْسَ لَهُ أَصْلٌ، وَنَحْوَهُ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رحمه الله۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج2 ص1038 رقم 1997)

یعنی امام یحییٰ بن معین ؒ اور امام احمد بن حنبل ؒ فرماتے ہیں کہ عوف بن مالک ؓ کی یہ روایت بے اصل ہے۔

آپ ؒ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو عُمَرَ: هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ حَدِيثٌ غَيْرُ صَحِيحٍ، حَمَلُوا فِيهِ عَلٰى نُعَيْمِ بْنِ حَمَّادٍ، وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: حَدِيثُ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ ؓ هٰذَا لَا أَصْلَ لَهُ۔ (جامع بیان العلم وفضلہ، ج2 ص890 رقم 1673)

ترجمہ علامہ ابن عبدالبر ؒ فرماتے ہیں: حدیث کے ماہرین کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ انھوں نے اس حدیث کا گھڑنے والا نعیم بن حماد کو قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل ؒ اور یحییٰ بن معین ؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

15 غیر مقلدین کے ہاں قیاس کا بے دھڑک استعمال

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر انگلی اٹھانے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانے سے پہلے غیر مقلد دوستوں کو چاہیے کہ وہ کم از کم اپنے علماء سے یہ ضرور پوچھیں کہ ان کے نزدیک قیاس جائز ہے یا نہیں؟ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ ایک سائل کو اس طرح جواب دیتے ہیں:

"پہلے تو ہم اس سائل کی غلط فہمی دور کرنا چاہتے ہیں کہ اہلِ حدیث قیاس اور اجماع کے منکر نہیں ہیں"۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج2 ص433)

اب یہ بھی دیکھ لیجئے کہ موصوف کس طرح قیاس کے لئے اختیارِ عام دیتے ہیں:

"نماز کی قضا منصوص نہیں، کوئی روزوں پر قیاس کرے، تو اختیار ہے"۔

(اہلحدیث، 23 مارچ 1928ء)

یہ کیسا انصاف ہے کہ غیر مقلد اگر قیاس سے کام لیں اور اس کا اختیار دیں، تو وہ حدیث کے مطابق کہلائے اور فقہائے امت اجتہاد و قیاس کریں، تو ان پر لعن طعن کے تیر چلائے جائیں، اور کھلے عام انہیں یہ کہتے خوفِ خدا نہ ہو کہ قیاس ابلیس کا کام ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

انصاف ہو کس طرح کہ دل صاف نہیں ہے
دل صاف ہو کس طرح کہ انصاف نہیں ہے

غیر مقلدوں کے ایک اور عالم جناب ابو اشبال شائف کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سانحات ہوں، یا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان تنازعات ہوں، یہ دراصل قیاس کے نتیجے میں پیش آئے ہیں، اور اس کے اصل مجرم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے نصِ صریح کو چھوڑ دیا تھا (معاذ اللہ)۔ موصوف لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو اپنی صواب دید اور

اجتہاد سے امیر جہاد مقرر کیا، تو 31ھ میں محمد ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن ابی حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی مخالفت شروع کر دی، اور اس کا نتیجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور جنگ وجدال کی شکل میں ہمارے سامنے ہے اور یہ نتیجہ ہے نصِ صریح کو چھوڑ کر قیاس واجتہاد پر عمل کرنے کا"۔ (مقالاتِ شاغف، ص282)

کیا غیر مقلدین میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس نے دین کے کسی مسئلے کے بیان میں قیاس کیا ہو، اور اپنے پیروؤں کو اسی قیاس کے مطابق عمل کرنے کی راہ دکھائی ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قیاس پر ابلیس کے قیاس کی پھبتی کسنے والے غیر مقلد علماء کے قیاس میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں کہ ان کا قیاس بقول ان کے ابلیسی قیاس نہ ہو؟

غیر مقلدین وتر کی نماز میں قنوت پڑھتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا یہ بات کسی حدیث سے ثابت ہے، تو جواب ملتا ہے کہ نہیں۔ ہم قیاس سے ایسا کرتے ہیں۔ ان کے شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اگر کوئی شخص قنوتِ وتر کو قنوتِ نازلہ پر قیاس کر کے اور دوسرے آثار کو مدنظر رکھ کر قنوتِ وتر میں دعا کی طرح ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھے، تو یہ بھی جائز ہے"۔

(الحدیث حضرو نمبر 63 ص12)

ان کے معروف عالم مبشر ربانی لکھتے ہیں:

"قنوتِ وتر میں ہاتھوں کا اٹھانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔۔ جو لوگ وتر میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں وہ اسے قنوتِ نازلہ پر قیاس کرتے ہیں۔

(احکام ومسائل ص259)

کیا خوب۔۔۔ غیر مقلد علماء قیاس کریں تو وہ نہ صرف بشارت دینے والا ہو، بلکہ ربانی قیاس ہو جائے، اور احناف کہیں قیاس کا نام لیں، تو وہ شیطانی قیاس بن جائے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ وہ کریں تو سبحان اللہ، ہم کریں تو استغفر اللہ۔ یہ ہے فتویٰ غیر مقلدوں کا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ہمیں خوشی ہے کہ غیر مقلد علماء نے اور بھی بہت سے مسائل میں قیاس سے کام لیا ہے

اور وہ بھی کسی نہ کسی انداز میں اصحاب الرائے والقیاس ہوئے ہیں۔ انہیں بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے بھی جب ایسے مسائل پیش ہوتے جن کے متعلق قرآن وسنت اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی واضح حکم نہ ملتا، تو وہ بھی غور وفکر کے بعد ایک رائے قائم کرتے تھے اور اس کے مطابق پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کر لیتے تھے اور کسی صحابی نے ان کو قرآن وحدیث کا تارک نہیں بتایا تھا اور نہ ان پر مخالفتِ حدیث کا الزام لگایا تھا۔

16 ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم کے قیاس کو ابلیسی قیاس پر قیاس کرنے والے؟

بعض نادان رائے اور قیاس کی مذمت میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کرتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عن الحسن انه تلا هذه الآية: خلقتني من نار و خلقته من طين. قال: "قاس إبليس وهو أول من قاس".

ترجمہ: حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کی آیت پڑھی (جس میں ہے کہ): شیطان نے کہا: مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے۔ تو میں کیوں اسے سجدہ کروں؟ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ابلیس نے قیاس کیا اور پہلا قیاس جس نے کیا وہ ابلیس ہے"۔

جواب: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے مراد اگر مطلق رائے اور قیاس ہے، تو اس کے مجرم اکیلے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہیں ہیں، سب مجتہدین اور فقہاء آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس جرم میں برابر کے شریک ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا امت میں کوئی بھی قائل نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور وہ تمام جنہوں نے کبھی بھی رائے اور قیاس سے کام لیا ہے، وہ سب ابلیس کے پیرو رہے۔ معاذ اللہ! حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جس قیاس کی مذمت کی ہے، وہ وہ ہے جو نصِ صریح کو رد کرنے کے لئے کیا جائے، جیسا کہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ

کے واضح حکم کو نہ ماننے کے لئے یہ قیاس کیا کہ تو نے مجھے آگ سے بنایا جب کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا، اور آگ مٹی سے افضل ہے۔ شیطان کا مقصد اس قیاس سے نہ صرف حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کا انکار تھا، بلکہ اللہ کے صریح حکم کی مخالفت بھی تھی۔ چونکہ یہ قیاس نصِ صریح کے خلاف تھا، اس لئے خود شیطان اور اس کا قیاس دونوں ہی مردود ہوئے۔ علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) لکھتے ہیں:

فَوَضَعَ الْقِيَاسَ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ، فَكَانَ ذٰلِكَ فَاسِدًا، لِمُخَالَفَةِ النَّصِّ وَمُفَارَقَةِ الدَّلَالَةِ... فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مُخَالِفًا لِلنَّصِّ صَحَّ الْقِيَاسُ، مَعَ وُجُودِ النَّصِّ، وَمَعَ عَدَمِهِ۔ (الفقیہ والمتفقہ-الخطیب البغدادی، ج1 ص503)

جن علماء سے قیاس کی مذمت میں کوئی بات بھی ملتی ہے، اس سے مراد وہ قیاس ہے جس سے نصِ صریح اور شریعت کے کسی حکم کو رد کرنا ہے، نہ کہ وہ قیاس جو کسی اصل پر قائم ہوتا ہے۔ اس بات کو سوائے جاہل، متجاہل اور حضراتِ سلف کی مخالفت کرنے والے کے اور کون جھٹلا سکتا ہے۔ علامہ ابوعمر یوسف ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) لکھتے ہیں:

وَقَالُوا فِي هٰذِهِ الْآثَارِ وَمَا كَانَ مِثْلَهَا فِي ذَمِّ الْقِيَاسِ: إِنَّهُ الْقِيَاسُ عَلَى غَيْرِ أَصْلٍ، وَالْقَوْلُ فِي دِينِ اللهِ بِالظَّنِّ. أَلَا تَرَىٰ إِلَىٰ قَوْلِ مَنْ قَالَ مِنْهُمْ: "أَوَّلُ مَنْ قَاسَ إِبْلِيسُ" رَدًّا أَصْلَ الْعِلْمِ بِالرَّأْيِ الْفَاسِدِ...

وَأَمَّا الْقِيَاسُ عَلَى الْأُصُولِ وَالْحُكْمُ لِلشَّيْءِ بِحُكْمِ نَظِيرِهِ فَهٰذَا مَا لَمْ يُخَالِفْ فِيهِ أَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ، بَلْ كُلُّ مَنْ رُوِيَ عَنْهُ ذَمُّ الْقِيَاسِ قَدْ وُجِدَ لَهُ الْقِيَاسُ الصَّحِيحُ مَنْصُوصًا لَا يَدْفَعُ هٰذَا إِلَّا جَاهِلٌ أَوْ مُتَجَاهِلٌ مُخَالِفٌ لِلسَّلَفِ فِي الْأَحْكَامِ۔

(جامع بیان العلم وفضلہ (ابن عبدالبر) ج2 ص894، 895 رقم 1681)

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"جن بزرگوں سے قیاس کی مذمت ملتی ہے یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جنہوں نے احادیث کو رد کرنے کے لئے اپنے قیاس اور آراء سے کام لیا ہے"۔

لِأَنَّهُمْ قَوْمٌ اسْتَعْمَلُوا قِيَاسَهُمْ وَآرَاءَهُمْ فِي رَدِّ الْأَحَادِيثِ۔

(جامع بیان العلم وفضلہ (ابن عبد البر) ج2 ص1052 رقم 2032)

آپؒ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"خود حضرت حسن بصریؒ اور امام ابن سیرینؒ بھی رائے اور قیاس سے فتویٰ دیتے تھے۔ پھر ان کے بارے میں یہ بات کیسے تسلیم کی جاسکتی ہے کہ وہ رائے اور قیاس کے قائل نہیں تھے، اور ان کا یہ بیان ہر قسم کی رائے اور قیاس کے متعلق ہے۔ سو وہ تمام حضرات جن سے قیاس کی مذمت میں کوئی قول ملتا ہے، اس سے ان کی مراد وہ قیاس ہے جس کی اصل قرآن وحدیث پر نہیں ہے۔ آپؒ لکھتے ہیں:

وَمِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ الْحَسَنُ، وَابْنُ سِيرِينَ وَقَدْ جَاءَ عَنْهُمَا، وَعَنِ الشَّعْبِيِّ ذَمُّ الْقِيَاسِ وَمَعْنَاهُ عِنْدَنَا قِيَاسٌ عَلَى غَيْرِ أَصْلٍ لِئَلَّا يَتَنَاقَضَ مَا جَاءَ عَنْهُمْ۔ (جامع بیان العلم وفضلہ (ابن عبد البر) ج2 ص856 رقم 1623)

قَالَ أَبُو عُمَرَ: هٰذَا هُوَ الْقِيَاسُ عَلَى غَيْرِ أَصْلٍ۔

(جامع بیان العلم وفضلہ (ابن عبد البر) ج2 ص1038 رقم 1997)

حضرت امام حسن بصریؒ کے ارشاد کا مقصد ہرگز مطلق رائے اور قیاس کا انکار کرنا نہیں کیونکہ آپؒ سے یہ بات مخفی نہ تھی کہ خود حضور ﷺ نے صحابہ ؓ کو اجتہاد کی اجازت دی ہے اور صحابہ ؓ اور تابعینؒ سے قیاس کرنا ثابت ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صحابہ کرام ؓ قرآن کی اس آیت سے بے خبر تھے؟ اور انہیں معلوم نہ تھا کہ ابلیس نے قیاس کیا تھا؟ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ نے اس اعتراض کا جواب کس طرح سمجھایا تھا اسے ملاحظہ فرمائیے:

علامہ موفق بن احمد مکیؒ (568ھ) لکھتے ہیں:

زہیر بن معاویہؒ (162ھ) کہتے ہیں کہ ایک دن میں امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص باہر کا رہنے والا آیا اور اس نے قیاس کے خلاف تقریر شروع کرتے ہوئے کہا کہ قیاس کی کوئی حقیقت نہیں۔ سب سے پہلے قیاس ابلیس

نے کیا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ نے جب اس کی بات سنی، تو اسے اپنے پاس بلایا اور کہا: "تم نے ایک صحیح بات کو غلط راہ پر لگا دیا۔ ابلیس نے کب قیاس کیا تھا؟ اس نے تو اللہ کے اس صریح حکم کو ٹھکرا دیا تھا، جب اللہ نے اس سے فرمایا:

آیت 1:۔ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوٓا إِلَّآ إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِينَ بَدَلًا ۝ (الکہف: 50)

ترجمہ: یاد کرو، جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو۔ تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ وہ جنوں میں سے تھا۔ اس لیے اپنے رب کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا۔ اب کیا تم مجھے چھوڑ کر اُس (ابلیسِ فاسق) کو اور اس کی ذُریت کو اپنا سرپرست (ولی) بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟ بڑا ہی بُرا بدل ہے جسے ظالم لوگ اختیار کر رہے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: "ہم اس وقت قیاس کرتے ہیں، جب ہمیں واضح احکام نہ ملتے ہوں۔ ہم پہلے قرآن وسنت اور اجماعِ امت کی رو سے مسئلہ کا حل تلاش کرتے ہیں، پھر قیاس کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ہمارا قیاس قرآن وسنت کے قریب تر ہو۔ ہماری اس کوشش اور جدوجہد کو تمہاری غلط بیانی تبدیل نہیں کرسکتی"۔

وہ شخص یہ بات سن کر کھڑا ہو گیا اور کہا: "میں اپنی غلط بیانی سے توبہ کرتا ہوں۔ آپؒ کا دل روشن ہے اور آپؒ نے میرے دل کو بھی روشن کر دیا ہے"۔

علامہ موفق بن احمد مکیؒ اس پر لکھتے ہیں:

ماتكلم بشيء إلا وجة من كتاب الله أو سنة نبيه ﷺ۔

(مناقب ج1 ص81)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ کوئی ایسی بات نہیں کرتے تھے جس کی دلیل قرآن سنت سے نہ ملے۔ (مناقب ج1 ص116)

علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ (973ھ) "الخیرات الحسان" میں لکھتے ہیں:

”ایک شخص نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ پر قیاس کرتے دیکھا، تو وہ کہنے لگا: ”اس کو چھوڑ دو۔ سب سے پہلے قیاس کرنے والا ابلیس ہے“۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”اے شخص! تو نے بے محل کلام کیا۔ ابلیس نے اپنے قیاس کے زور سے صریح امرِ الٰہی کو رد کیا، جس کی خبر قرآن شریف میں موجود ہے۔ اس لئے وہ کافر ہو گیا۔ اور ہمارا قیاس اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ہے کیونکہ ہم اسے قرآن وحدیث اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی طرف پلٹاتے ہیں، تو ہم اتباع کا قصد کرتے ہیں۔ پس ہم اور ابلیس دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟“۔ اس پر وہ شخص بولا: ”میں غلطی پر تھا میں توبہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو روشن کرے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میرا دل روشن کیا“۔

(الخیرات الحسان، ص 71۔ طبع: مدنی کتب خانہ، کراچی؛ الطبقات السنية في تراجم الحنفية، ج1 ص40)

علامہ تقی الدين بن عبد القادر التميمي الداري الغزي المصري الحنفي رحمۃ اللہ علیہ (ت 1010ھ) کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آنے والے یہ حضرات امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہ مناظرہ جمعہ کے دن جامع الکوفۃ میں ہوا تھا۔ جب یہ حضرات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جواب سے مطمئن ہو گئے، اور ان پر حقیقت کھل گئی، تو انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے عفو و درگذر کی درخواست کی اور کہا: ”آپ رحمۃ اللہ علیہ تو علماء کے سرخیل ہیں“۔

عن أبي مُطيع البلخي، أن سفيان الثوري، ومقاتل بن حيان، وحماد بن سلمة، وغيرهم من فقهاء ذلك العصر، اجتمعوا وقالوا: "إن النعمان هذا يدعي الفقه، وما عنده إلا القياس، فتعالوا حتى نناظره في ذلك، فإن قال: إنه قياس. قلنا له: عبدت الشمس بالمقاييس، وأول من قاس إبليس، لعنه الله، حيث قال: خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ".

فناظرهم أبو حنيفة، يوم الجمعة في جامع الكوفة، وعرض عليهم مذهبه كما ذكرنا، فقالوا: "إنك سيد العلماء، فاعف عنا؛ فإننا وقعنا فيك من غير تجربة ولا روية". فقال لهم أبو حنيفة: "غَفر الله لنا ولكم"۔

(الطبقات السنية في تراجم الحنفية، ج1 ص40۔ المؤلف: المولى تقي الدين بن عبد القادر التميمي الداري الغزي المصري الحنفي (ت 1010ھ)۔ المحقق: عبد الفتاح محمد الحلو [ت 1414ھ]۔ الناشر: دار الرفاعي - الرياض، السعودية۔ الطبعة: الطبعة: الأولى، (1403-1410ھ)=(1983-1989م)۔ عدد الأجزاء: 4)

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (1323ھ) ایک بحث میں لکھتے ہیں:

”(ابلیس کا) یہ قیاسِ باطل بمقابلہ نص تھا، اور ایسا قیاس ہر روز قیاسِ شیطانی اور شرک ہوتا ہے، اور ایسے ہی قیاسات کی تقلید شرک ہے، نہ کہ وہ قیاس کہ موافق قواعدِ شرعیہ کے ہو، اور استنباط اس کا نصوص سے کیا جائے۔ تو وہ عین محمود و مامور ہے۔ اس لئے قیاسِ علماء کو قیاسِ شیطانی کے مساوی کرنا خود قیاس ابلیس کا ہے۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ تقلیدِ مفروض کو شرک کہنا قیاسِ ابلیس کی قسم سے ہے، اور یہ قیاس علماء و مجتہدین کا قیاسِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوع میں داخل ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔۔۔۔ کہ دینِ حق تعالیٰ کو دینِ عباد پر قیاس کر کے فہمائش کر دیا، اور قیاس کرنے کا طریق علمائے امت کو تعلیم فرما دیا۔ پس قیاس علماء کا حق اور قیاس ابلیس کا باطل، اور تقلید قیاسِ علماء کی فرض اور تقلیدِ قیاس ابلیس کی شرک ہے۔ پس جو محض قیاسِ علماء کو قیاسِ ابلیس کہے، وہ خود ابلیس ہے۔ اور جو قیاسِ علماء کی تقلید کو حرام کہے، وہ خود مشرک ہے، اور مخالف ہے حکمِ حق تعالیٰ کا“۔ (سبیل الرشاد 20؛ تالیفات رشیدیہ، ص 521)

جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن کے بانی مولانا محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (1336ھ) لکھتے ہیں:

”یہ بات ظاہر ہے کہ ابلیس نے جو قیاس کیا، اس سے مقصود اس کا یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے اسے سجدہ کا جو حکم فرمایا تھا، وہ باطل کر

دے اور اپنی فضیلت ثابت کرے۔ اس غرض سے اس نے یہ قیاس پیش کیا کہ جس طرح نار (آگ) خاک سے افضل ہے، میں بھی آدم علیہ السلام سے افضل ہوں۔ اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جو بات قرآن وحدیث سے صراحتاً ثابت ہو، اس کے ابطال کی غرض سے قیاس پیش کیا جائے، تو وہ پیروی ابلیس کی ہوگی۔ سلفِ صالح نے جس قیاس کی مذمت کی ہے وہ یہی قیاس ہے۔۔۔۔۔۔ اس لئے کہ جب احکامِ شرعیہ کے مقابلہ میں اپنی عقل سے کام لیا جائے، تو وہی دین بن جائے گا، جو تراشیدۂ عقل ہے، اور خدا کا مقرر کیا ہوا دین باقی نہ رہے گا۔ پھر اس تراشیدہ دین سے دینِ اسلام کو تعلق ہی کیا؟ اور جب دین کو اسلام سے تعلق نہ ہو، تو اس دین کو تراشنے والے اور عمل کرنے کو کیا تعلق؟ غرضیکہ جو کوئی ابلیسانہ قیاس کر کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنادے۔ اس کو مسلمان نہیں کہہ سکتے چہ جائے کہ سید الفقہاء وغیرہ القاب جو محدثین نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت استعمال کئے ہیں۔

اب اور سنئے، بجائے اس کے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قیاسات سے حرام حلال اور حلال حرام ہونے کا خیال کیا جائے۔ اکابر محدثین کی تصریح سے ثابت ہے کہ اگر ان کے اقوال کو کوئی نہ دیکھے، تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنادے گا۔ اور انہی قیاسات اور تفقہ پر وہ حضرات اعتراف کر رہے ہیں کہ ہم عطار اور آپ رحمۃ اللہ علیہ طبیب ہیں

(حقیقت الفقہ ص 127)

مولانا قاضی ظہور الحسن ناظم بجنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"یہاں وہ رائے اور قیاس مراد ہے جو نصِ قطعی کے مقابلہ میں ہو، یعنی حکم نص کے مقابلہ میں اپنی رائے سے اس کے خلاف حکم لگایا جائے، اور اپنے قیاس کو معارض ومقابل حکمِ شریعت کا بنایا جائے، جیسے ابلیس کا قیاس یا جس طرح جہم وغیرہ اہل مذاہبِ باطلہ قیاس کر کے حدیثوں کو رد کیا کرتے تھے۔ (دیکھئے جامع بیان العلم لابن عبد البر)۔ وہ رائے وقیاس جو کسی دلیلِ شرعی سے مستند نہ ہو، بلکہ محض تخمینِ عقلی سے ہو، مردود ہے۔ مجتہد ایسے اٹکل داؤ نہیں لگاتا، بلکہ جب وہ کسی طرح علتِ نص کو دریافت کر لیتا ہے،

خواہ اشارۃ النص سے یا عبارت النص سے یا دلالت النص سے یا اس استنباطِ ذہنی سے جو فحوائے کلیاتِ شرع سے معلوم ہو۔ تو بہ سبب اس علت کے مرتفع ہونے کے نص پر عمل نہیں کرتا۔ ظاہر بین کو ایسے موقع پر خیال ہوتا ہے کہ مجتہد نے اپنی رائے پر عمل کیا اور نص کو چھوڑا۔ وہ اس کو قیاس بمقابلہ نص سمجھتا ہے۔ یہ خیال نہیں کرتا کہ نص کا ترک دوسری نصوصِ کلیہ کے حکم سے واقع ہوا ہے، نہ کہ قیاسِ فاسد سے۔ لہٰذا یہ عمل بالنص ہے، نہ کہ ترکِ نص۔

(تاریخ الفقہ ص ۷۳۔ بتصحیح مولانا عبد الصمد صارم الازہری طبع لاہور 1978ء)

اس تفصیل سے پتہ چلا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب پر دینی معاملات میں محض اور محض قیاس ورائے سے کام لینے کا الزام سوائے الزام کے اور کچھ نہیں۔ سچ یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مسائل کے لئے سب سے پہلے بالترتیب: قرآن، سنت اور صحابہ کو سامنے رکھتے اگر وہاں سے کوئی صریح بات نہ ملتی، تو پھر آپ رائے وقیاس سے کام لیتے اور نہایت دیانتداری سے اس پر غور کرتے اور مشورہ کے بعد مسئلہ حل فرماتے تھے، اور اس پر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اصرار نہ تھا۔ پھر اس باب میں صرف آپ رحمۃ اللہ علیہ اکیلے نہیں ہیں، دیگر بہت سے ائمہ اور فقہاء بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عمل اگر جرم ہے، تو دیگر ائمہ ہی نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس جرم میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ غیر مقلدین اس باب میں جو فتویٰ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر لگاتے ہیں اور جو زبان استعمال کرتے ہیں یاد رکھیں کہ اس فتویٰ اور زبان کی زد میں دیگر ائمہ بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آجاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ رویہ اہل سنت کا نہیں ہوسکتا ہے۔ یہ روافض ہیں جو تضلیلِ امت کا عقیدہ رکھتے ہیں، اور کھل کر انہیں اسلام سے باہر دکھانے میں لگے رہتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (1362ھ) فرماتے ہیں:

"قیاسِ شرعی کو حرام کہنا تمام امت کی تضلیل ہے، کیونکہ تمام ائمۂ مجتہدین کے تمام فتاویٰ کو جمع کر کے دیکھئے، اس میں زیادہ حصہ قیاسات واجتہادات ہی کا ہے۔ خود

صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھئے، زیادہ تر فتاویٰ قیاس ہی پر مبنی ہیں۔ البتہ وہ قیاس نصوص پر مبنی ہیں"۔ (الافاضات ج2 ص413)

علامہ، الحافظ قاسم بن قطلوبغا المصری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (ت 879 ھ) کے دو شعروں پر ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں:

كذب الذي سب المآثم للذي
قاس المسائل بالكتاب وبالأثر
إن الكتاب وسنة المختار قد
دلا عليه فدع مقالة من فشر

(التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری (ابن قطلوبغا)، ص 49 مقدمہ؛ الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستۃ (ابن قطلوبغا) ص1، مقدمہ؛ الضوء اللامع لأهل القرن التاسع (السخاوی) ج6 ص189؛ البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع (الشوکانی) ج 3 ص 47؛ البدور المضیة فی تراجم الحنفیة (محمد حفظ الرحمن الکملائی) ج8 ص29)

ترجمہ: وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو گناہ کی نسبت ان لوگوں کی جانب کرتا ہے جو حضرات کتاب وسنت کے مطابق مسائل قیاس کرتے تھے بیشک اللہ کی کتاب اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور دونوں اس پر دلالت کرتی ہیں۔ سو تو ایسے لوگوں کو چھوڑ دے جو بے ہودہ بکا کرتے ہیں۔

آیئے ہم معاندین اور حاسدین کے ان چند دیگر الزامات پر بھی ایک سرسری نظر ڈالیں، جو انہوں نے نادانی یا عناد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ پر لگائے، اور پھر علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے امت نے ان کے جوابات دے کر الزام لگانے والوں کے منہ بند کر دیئے اور بتایا کہ جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اس قسم کے الزامات لگا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مطعون کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ سب بے بنیاد ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حسد کے مرض میں مبتلا ہیں، اور چاہتے ہیں کہ امتِ مسلمہ کے ایک جلیل القدر

ائمہ میں سے ایک امام کی عزت کو داغدار کیا جائے۔ صد افسوس! مگر کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ جس سے محبت کرتے ہیں اس سے ساری کائنات محبت کرتی ہے۔ اس کے نام کو باقی رکھا جاتا ہے۔ اہلِ ایمان کے دلوں میں اس کی محبت اور عزت اتاردی جاتی ہے اس کو امت کی رہنمائی کا شرف ملتا ہے، اور پھر وہ اللہ اور اس کے رسولِ خاتم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات وہدایات کا پرچم پوری دنیا پر لہرا دیتا ہے۔

مگر افسوس کہ بغض وعناد اور حسد وحقد کے مارے کچھ لوگ ان کی عزت سے کھیلنے کی کوشش کرتے ہیں، اور پھر وہ منہ کی کھاتے ہیں۔ پہاڑ سے سر ٹکرانے والا اپنا ہی سر زخمی کرتا ہے پہاڑ نہیں۔ اور چاند پر گندگی پھینکنے والا اپنے آپ کو ہی گندا کرتا ہے، چاند کو نہیں۔ سو نورِ خدا کو اپنے حسد سے بجھانے والے تاریخ سے سبق لیں اور جان لیں کہ ان کی سازشیں اور کوششیں کبھی کامیاب نہیں ہوں گی۔

نورِ خدا ہے حاسدوں کی حرکتوں پہ خندہ زن
حسد و عناد سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(مولانا ظفر علی خاں)

باب 15

کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مستدلات ضعیف ہیں؟

1 ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ

ہمارے زمانے کے اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فقہِ حنفی کسی ایک شخص کے اخذ کردہ مسائل کا نام ہے، جب کہ اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ فقہِ حنفی، فقہائے احناف کے قرآن وحدیث سے اخذ کردہ اُن مسائل کا نام ہے جو مفتیٰ بہ ہیں (یعنی جن مسائل پر فتویٰ دیا گیا ہے) اور فقہائے احناف کے درخشندہ ستاروں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ، امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اب جب فقہِ حنفی کسی ایک شخصیت کا نام نہیں، تو کسی ایک حنفی کی بات کو پوری فقہِ حنفی کی طرف منسوب کر دینا جہالت کے سوا کچھ نہیں ہوگا، لیکن اس کے باوجود لوگ تواتر کیساتھ اس قسم کے لغو اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا بات اگر اچھی طرح ذہن نشین کر لی جائے، تو بہت سے مسائل پیدا ہی نہیں ہوسکیں گے۔

سوال: حضرت مجھے یہ بتائیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جو فقہ و مسائل ہیں وہ کب مرتب ہوئے؟ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جو حنفی مسائل ہیں وہ بعد کے لوگوں نے لکھا ہے، یہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہیں لکھے ہیں۔ اگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کوئی حدیث ضعیف

ہوگی تو اسے ان کے مسائل میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ تو ٹھیک ہے، لیکن کیا یہ امام صاحب کے زمانہ میں مرتب ہوئی؟ کسی مسائل کی دلیل میں جب کوئی حدیث پیش کی جاتی ہے وہ تو بخاری یا مسلم یا پھر کوئی حدیث کی کتاب کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ تو بعد میں لکھی گئی۔ کیا پتہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث سے مسائل لئے ہیں یا نہیں؟ کیا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہی دلیل اور حجت ہے؟

جواب نمبر: 8811

فتوی: 2203=1733 / ھ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خود اعلیٰ درجہ کے مجتہد، محدث، ثقہ، صدوق، زاہد، عارف، خاشع بلکہ امام الائمہ سراج الامۃ سید الفقہاء والمجتہدین تھے، جیسا کہ بے شمار تصانیف معتبرہ اس پر شاہدِ عدل ہیں، اس کے باوجود تدوینِ فقہ پر کام انجام دینے کی خاطر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہزارہا ممتاز وفائق شاگردوں میں سے تقریباً چالیس ماہرین قرآن وحدیث کو چھانٹ کر ایک مجلس تشکیل فرمائی تھی، وہ حضرات تمام دلائل کو سامنے رکھ کر استنباطِ مسائل کی خدمت انجام دیتے تھے، وہ حضرات ذخیرۂ احادیثِ مبارکہ کو سامنے رکھ کر حدیث کے صحت وضعف، تواتر وشہرت وغیرہ کے علاوہ اس پر بھی خاص نظر رکھتے تھے کہ مسائل میں آخری عمل حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا رہا تھا؟ نیز اس مجلس میں احادیث، آثار، اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم وقیاسِ صحیح کی روشنی میں آزادی کے ساتھ پوری بحث ہوتی تھی۔ المضیئة، أماني الاحبار وغیرہ کتبِ معتبرہ میں اس کی پوری تفصیل ہے، فتاویٰ رحیمیہ جلد چہارم میں بھی قدرے مدلل تفصیل سے مذکور ہے۔ ان کتابوں کو بغور ملاحظہ کریں، اس کے بعد آپ کو جو اشکال رہے لکھیں، عام لوگوں کا کچھ زبان کھولنا تو ان جیسے امور میں لائقِ توجہ نہیں ہوتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء،

دارالعلوم دیوبند

2 کیا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مستدلات ضعیف ہیں؟

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اُن کے مستدلات علمِ حدیث کی رُو سے ضعیف ہوتے ہیں۔

جواب: اس کا تفصیلی جواب تو ہر ایسے مسئلہ کے ذیل میں ہی دینا مناسب ہے، جس مسئلہ کے متدل کو لوگوں نے ضعیف کہا ہے۔ البتہ ان کا مجموعی جواب شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ادلّہ پر خوب غور کیا، اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل یا تو قرآنِ کریم سے ماخوذ ہیں یا احادیثِ صحیحہ سے یا احادیثِ حسنہ سے، یا ایسی ضعیف احادیث سے جو تعددِ طُرق کی وجہ سے حَسَن کے درجہ میں آگئی ہیں، اس سے نیچے کوئی دلیل نہیں“۔

3 ضعیف حدیث سے استدلال کا رد

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جن احادیث سے استدلال کرتے ہیں وہ اکثر ضعیف ہیں۔ اس اعتراض کا جواب حضرت مولانا تقی عثمانی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ”تقلید کی شرعی حیثیت“ میں مفصل تحریر فرمایا ہے جس کو مختصراً نقل کیا جارہا ہے تاکہ لوگوں کو حقیقت کا اندازہ ہوسکے۔

1 حنفیہ کی کتابوں کا مطالعہ

ضعیف حدیث سے استدلال کا اصل جواب تو یہ ہے کہ احکام کے سلسلہ کی آیتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے اور پھر حنفیہ کی کتابوں کو انصاف اور حقیقت پسندی سے پڑھا جائے، توحقیقتِ حال واضح ہوجائے گی، خاص طور سے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ اس سلسلہ میں نہایت مفید ہوگا:

(1) شرح معانی الآثار للطحاوی رحمۃ اللہ علیہ (2) فتح القدیر، لابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ (3) نصب الرایہ، للزیلعی رحمۃ اللہ علیہ (4) الجوہر النقی، لابن ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ (5) عمدۃ القاری، للعینی رحمۃ اللہ علیہ (6) فتح الملہم، لمولانا العثمانی رحمۃ اللہ علیہ (7) بذل المجہود، لمولانا السہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (8) اعلاء السنن، لمولانا احمد العثمانی رحمۃ اللہ علیہ (9) معارف السنن، لمولانا البنوری رحمۃ اللہ علیہ (10) فیض الباری شرح صحیح البخاری، لمولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔

ان کتابوں میں قرآن وسنت سے حنفی مسلک کے دلائل شرح وبسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

2 صحیح احادیث صرف بخاری ومسلم میں منحصر نہیں

دوسری بات یہ ہے کہ صحیح احادیث صرف بخاری ومسلم ہی میں منحصر نہیں ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ سینکڑوں ائمۂ حدیث نے احادیث کے مجموعے مرتب فرمائے ہیں۔ دوسری کتابوں کی احادیث بھی بسا اوقات صحیحین کے معیار کی ہو سکتی ہیں۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی حدیث سنداً صحیحین سے بھی اعلیٰ معیار کی ہوسکتی ہو۔ مثلاً ابن ماجہ صحاح ستہ میں چھٹے نمبر کی کتاب ہے لیکن اس میں بعض احادیث جس اعلیٰ سند کے ساتھ آئی ہیں صحیحین میں اتنی اعلیٰ سند کے ساتھ نہیں۔

(ملاحظہ ہو: ماتمس الیہ الحاجۃ،)

لہٰذا محض یہ دیکھ کر کسی حدیث کو ضعیف کہہ دینا کسی طرح درست نہیں کہ وہ صحیحین یا صحاحِ ستہ میں موجود نہیں بلکہ اصل دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اصولِ حدیث کے لحاظ سے اس کا کیا مقام ہے؟ اگر یہ بات ذہن میں رہے تو حنفیہ کے مسلک پر بہت سے وہ اعتراضات خود بخود دور ہوجاتے جو بعض سطح بین حضرات وارد کیا کرتے ہیں۔

3 مجتہدین کا طرزِ استدلال جداگانہ

تیسری بات یہ ہے کہ ائمۂ مجتہدین کے درمیان سینکڑوں فقہی مسائل میں جو اختلافات

واقع ہوئے ہیں، اس کا بنیادی سبب ہی یہ ہے کہ مجتہد کا طرزِ استدلال اور طریقِ استنباط جدا جدا ہوتا ہے۔ مثلاً: بعض مجتہدین کا طرز یہ ہے کہ اگر ایک مسئلے میں احادیث بظاہر متعارض ہوں، تو وہ اس روایت کو لے لیتے ہیں جن کی سند سب سے زیادہ صحیح ہو، خواہ دوسری احادیث بھی سنداً درست ہوں۔ اس کے برخلاف بعض حضرات ان روایات کی ایسی تشریح کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسری سے ہم آہنگ ہو جائیں اور تعارض باقی نہ رہے، خواہ کم درجہ کی صحیح یا حسن حدیث کو اصل قرار دے کر اصل حدیث کی خلافِ ظاہر توجیہ کرنی پڑے اور بعض مجتہدین کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس حدیث کو اختیار کر لیتے ہیں جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا عمل رہا ہو، اور دوسری احادیث میں تاویل کرتے ہیں۔

غرض ہر مجتہد کا اندازِ نظر جداگانہ ہے اور ان میں سے کسی کو یہ الزام نہیں دیا جا سکتا کہ اس نے صحیح احادیث کو ترک کر دیا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عموماً احادیث میں تطبیق کی کوشش فرماتے ہیں اور حتی الامکان ہر حدیث پر عمل کی کوشش کرتے ہیں خواہ سنداً مرجوح ہی کیوں نہ ہو، بلکہ اگر ضعیف حدیث کا کوئی معارض موجود نہ ہو، تو اس پر بھی عمل کرتے ہیں، خواہ وہ قیاس کے خلاف ہو، مثلاً: نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹ جانے، شہد پر زکوٰۃ واجب ہے وغیرہ کے متعدد مسائل میں انہوں نے ضعیف احادیث کی بناء پر قیاس کو ترک کر دیا ہے۔

4 احادیث کی تصحیح وتضعیف ایک اجتہادی مسئلہ

احادیث کی تصحیح وتضعیف بھی ایک اجتہادی معاملہ ہے، یہی وجہ ہے کہ علمائے جرح وتعدیل کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ ایک حدیث ایک امام کے نزدیک صحیح یا حسن ہوتی ہے اور دوسرا اسے ضعیف قرار دیتا ہے۔ چنانچہ حدیث کی کتابوں کو دیکھنے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا بعض اوقات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اجتہاد سے کسی حدیث کو قابلِ عمل قرار دیتے ہیں اور دوسرے

مجتہدین اسے ضعیف سمجھ کر ترک کر دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ چونکہ خود مجتہد ہیں، اس لئے دوسرے مجتہدین کے اقوال ان پر حجت نہیں ہیں۔

5 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کا راوی ضعیف

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو صحیح سند کے ساتھ پہنچی جس پر انہوں نے عمل کیا، لیکن ان کے بعد کے راویوں میں سے کوئی راوی ضعیف آ گیا، اس لئے بعد کے ائمہ نے اسے چھوڑ دیا۔ لہٰذا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔

6 ایک حدیث دو سندوں کے ساتھ

اگر کوئی محدث کسی حدیث کو ضعیف قرار دیتا ہے، تو بعض اوقات اس کے پیشِ نظر اس حدیث کا کوئی خاص طریق ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ عین ممکن ہے کہ کسی دوسرے طریق میں وہی حدیث صحیح سند کے ساتھ آئی ہو۔ مثلاً: من کان له امام فقراءة الامام له قراءة کی حدیث بعض محدثین نے کسی خاص طریق کی بناء پر ضعیف کہا ہے لیکن مسندِ احمد اور کتاب الآثار وغیرہ میں یہی حدیث بالکل صحیح سند کے ساتھ آئی ہے۔ اور بسا اوقات ایک حدیث سنداً ضعیف ہوتی ہے لیکن چونکہ وہ متعدد طرق اور اسانید سے مروی ہوتی ہے اور اسے مختلف اطراف سے متعدد راوی روایت کرتے ہیں، اس لئے اسے قبول کر لیا جاتا ہے اور محدثین اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ ایسی حدیث پر عمل کرنے والے کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہے۔

7 صحیح حدیث ضعیف راوی

بعض اوقات ایک حدیث ضعیف ہوتی ہے اور حدیث کے ضعیف ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند میں کوئی راوی ضعیف آ گیا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر

ضعیف راوی ہمیشہ غلط ہی روایت کرے۔ لہٰذا اگر دوسرے قوی قرائن اس کی صحت پر دلالت کرتے ہوں، تو اسے قبول کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً: اگر حدیث ضعیف ہو لیکن تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اس پر عمل کرتے چلے آ رہے ہوں، تو یہ اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ یہاں ضعیف راوی نے صحیح روایت نقل کی ہے۔ چنانچہ حدیث ''لاوصية لوارث'' کو اسی بناء پر تمام ائمۂ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم نے معمول بہ قرار دیا ہے۔ بلکہ بعض اوقات اس بناء پر ضعیف روایت کو صحیح سند والی روایت پر ترجیح بھی دے دی جاتی ہے۔ مثلاً: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے کہ وہ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، وہ شروع میں کافر تھے، بعد میں مسلمان ہوئے۔ اب اس میں روایات کا اختلاف ہے کہ ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سابق نکاح برقرار رکھا تھا یا نیا نکاح کرایا تھا؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نکاح کرایا تھا اور مہر بھی نیا مقرر ہوا تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سابق نکاح باقی رکھا تھا، نیا نکاح نہیں کرایا تھا۔ ان دونوں روایتوں میں سے پہلی روایت ضعیف ہے اور دوسری صحیح ہے لیکن امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسے محدث نے تعاملِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے پہلی روایت کو اس کے ضعف کے باوجود ترجیح دی ہے اگرچہ حنفیہ کا موقف قدرے مختلف ہے۔

(جامع ترمذی کتاب النکاح: بَابُ مَا جَاءَ فِي الزَّوْجَيْنِ الْمُشْرِكَيْنِ يُسْلِمُ أَحَدُهُمَا رقم 1142)

اسی طرح بعض مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس قسم کے قوی قرائن کی بناء پر کسی ضعیف حدیث پر عمل فرما لیتے ہیں۔ لہٰذا ان کے خلاف بطورِ الزام پیش نہیں کیا جا سکتا۔

8 حنفی مسلک کی غلط ترجمانی

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو صحیح سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اس بناء پر اسے حدیث کے خلاف سمجھ لیا جاتا ہے حالانکہ وہ حدیث کے

عین مطابق ہوتا ہے۔ اس قسم کی غلطیوں میں بعض مشہور اہلِ علم بھی مبتلا ہو گئے ہیں۔ مثلاً: مشہور اہلِ حدیث عالم حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے تعدیلِ ارکان کے مسئلہ میں حنفیہ کے موقف پر اعتراض لکھا ہے: ''حدیث شریف میں ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نماز پڑھی، اس نے رکوع و سجود اطمینان سے نہیں کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تین دفعہ فرمایا: صلِ فانك لم تصل (تم نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی) یعنی شرعاً تمہاری نماز کا کوئی وجود نہیں۔ اسی حدیث کی بناء پر اہلِ حدیث اور شوافع وغیرہ کا بھی یہی خیال ہے کہ اگر رکوع و سجود میں اطمینان نہ ہو، تو نماز نہیں ہو گی۔ احناف فرماتے ہیں: ''رکوع و سجود کے معانی معلوم ہو جانے کے بعد ہم حدیث کی تشریح اور نماز کی نفی قبول نہیں کرتے''۔ (تحریکِ آزادیِ فکر ص 32)

حالانکہ یہ حنفیہ کے مسلک کی غلط ترجمانی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حنفیہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ رکوع اور سجدہ تعدیل کے ساتھ نہ کیا جائے، تو نماز واجب الاعادہ ہو گی۔ لہٰذا وہ ''صل فانك لم تصل'' پر پوری طرح عمل پیرا ہیں۔ البتہ حقیقت صرف اتنی ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ''فرض'' اور ''واجب'' میں فرق ہے جب کہ دوسرے ائمۂ مجتہدین ان دونوں اصطلاحوں میں فرق نہیں کرتے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ نماز کے فرائض وہ ہیں جو قرآنِ کریم یا متواتر احادیث سے قطعی طریقہ پر ثابت ہوں، جیسے رکوع و سجدہ وغیرہ۔ اور واجبات وہ ہیں جو اخبارِ احادیث سے ثابت ہوں، عملی طور پر اس لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں کہ جس طرح فرض کو چھوڑنے سے نماز دوہرائی جائے گی، اسی طرح واجب کو چھوڑنے سے بھی دوہرائی جائے گی۔ لیکن دونوں میں یہ نظری فرق ہے کہ فرض کو چھوڑنے سے آدمی تارکِ نماز کہلائے گا اور اس پر تارکِ نماز کے احکام جاری ہوں گے اور واجب کو چھوڑنے سے تارکِ نماز نہیں کہلائے گا۔ بلکہ نماز کے ایک واجب کا تارک کہلائے گا۔ بالفاظِ دیگر فرض نماز تو ادا ہو جائے گی، لیکن اس پر واجب ہو گا کہ وہ نماز کو لوٹائے اور یہ بات حدیث کے مفہوم کے خلاف نہیں، بلکہ اس بات کی تصریح خود اسی حدیث کے آخر میں

موجود ہے۔ جامع ترمذی میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صاحب سے یہ فرمایا: ''فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ'' (ترمذی رقم 302)

ترجمہ نماز پڑھو، کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔

تو یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی معلوم ہوئی کہ نماز میں تخفیف کرنے والوں کو تارکِ نماز قرار دیا جائے، لیکن تھوڑی دیر بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صاحب کو نماز کا صحیح طریقہ بتاتے ہوئے تعدیلِ ارکان کی تاکید فرمائی، تو ارشاد فرمایا:

فَإِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ، وَإِنِ انْتَقَصْتَ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَصْتَ مِنْ صَلَاتِكَ. (ترمذی رقم 302)

ترجمہ جب تم یہ کام کرو گے تو تمہاری نماز پوری ہوگی اور اگر اس میں تم نے کمی کی، تو تمہاری نماز میں کمی واقع ہوجائے گی۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں:

قَالَ: "وَكَانَ هٰذَا أَهْوَنَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْأُولَى، أَنَّهُ مَنِ انْتَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا انْتَقَصَ مِنْ صَلَاتِهِ، وَلَمْ تَذْهَبْ كُلُّهَا". (جامع ترمذی 302)

ترجمہ اور یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہلی بات سے زیادہ آسان معلوم ہوئی کہ ان چیزوں میں کمی کرنے سے نماز میں کمی تو واقع ہوگی، لیکن پوری نماز کالعدم نہیں ہوگی۔

حدیث کا یہ جملہ صراحتاً وہی تفصیل بتا رہا ہے جس پر حنفیہ کا عمل ہے۔ حنفیہ حدیث کے ابتدائی حصہ پر عمل کرتے ہوئے اس بات کے بھی قائل ہیں کہ تعدیلِ ارکان چھوڑنے سے نماز کو دہرانا پڑے گا اور آخری حصہ پر عمل کرتے ہوئے اس کے بھی قائل ہیں کہ اس کو چھوڑنے سے آدمی کو تارکِ نماز نہیں کہیں گے بلکہ نماز میں کمی اور کوتاہی کرنے والا کہیں گے۔

اس تشریح کے بعد غور فرمایئے کہ حنفیہ کے موقف کی یہ ترجمانی کہ وہ ''حدیث کی تشریح قبول نہیں کرتے'' ان کے مسلک کی کتنی غلط اور الٹی تعبیر ہے۔ بہر حال مقصد یہ تھا کہ بعض اوقات حنفی کے کسی مسلک پر اعتراض کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ مسلک کی قرار واقعی

تحقیق نہیں کی جاتی۔

یہ چند اصولی باتیں ذہن میں رکھ کر حنفیہ کے دلائل پر غور کیا جائے گا، تو ان شاء اللہ یہ غلط فہمی دور ہو جائے گی، کہ حنفیہ کے استدلال ضعیف ہیں یا وہ قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک مجتہد کو یہ تو حق ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کسی استدلال سے اختلاف کرے، یا ان کے کسی قول سے متفق نہ ہو، لیکن ان کے مذہب پر علی الاطلاق ضعف کا حکم لگا دینا یا کہنا کہ وہ قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں ظلمِ عظیم سے کم نہیں۔

4 امام عبدالوہاب شعرانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اقوال

یوں تو بے شمار محقق علماء نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مدارکِ اجتہاد کی تعریف کی ہے لیکن یہاں ہم ایک شافعی عالم کے چند اقوال نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو قرآن و حدیث اور فقہ و تصوف کے امام سمجھے جاتے ہیں، یعنی شیخ عبدالوہاب شعرانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، یہ بذاتِ خود حنفی نہیں ہیں، لیکن انہوں نے ایسے لوگوں کی سخت تردید کی ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا ان کے فقہی مذہب پر مذکورہ اعتراضات کرتے ہیں بلکہ انہوں نے اپنی کتاب ''المیزان الکبری'' میں کئی فصلیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع ہی کے لئے قائم فرمائی ہیں وہ فرماتے ہیں:

''یاد رکھئے ان فصلوں میں (جو میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع کے لئے قائم کی ہیں) میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کوئی جواب محض قلبی عقیدت یا حسنِ ظن کی بناء پر نہیں دیا، جیسا کہ بعض لوگوں کا دستور ہے، بلکہ میں نے یہ جوابات دلائل کی کتابوں کی پوری چھان بین کے بعد دیئے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب تمام مجتہدین کے مذاہب میں سب سے پہلے مدون ہونے والا مذہب ہے اور اہل اللہ کے قول کے مطابق سب سے آخر میں ختم ہوگا۔

جب میں نے فقہی مذہب کے دلائل پر کتاب لکھی تو اس وقت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان

کے اصحاب کے اقوال کا تتبع کیا، مجھے ان کے یا ان کے متبعین کا کوئی قول ایسا نہیں ملا جو مندرجہ ذیل شرعی حجتوں میں سے کسی پر مبنی نہ ہو، یا تو اس کی بنیاد کوئی قرآن کی آیت ہوتی ہے یا کوئی حدیث، یا صحابی کا اثر یا ان سے مستنبط ہونے والا کوئی مفہوم یا کوئی ایسی ضعیف حدیث جو بہت سی اسانید اور طرق سے مروی ہو، یا کوئی ایسا صحیح قیاس جو کسی صحیح اصل پر متفرع ہو، جو شخص اس کی تفصیلات جاننا چاہتا ہے وہ میری اس کتاب کا مطالعہ کرلے"۔

آگے انہوں نے لوگوں کی تردید میں ایک پوری فصل قائم کی ہے، جو یہ ہے کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قیاس کو حدیث پر مقدم رکھا۔ اس الزام کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

"یاد رکھئے کہ ایسی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تعصب رکھتے ہیں اور اپنے دین کے معاملہ میں جری اور اپنی باتوں میں غیر محتاط ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے غافل ہیں کہ:

''بلاشبہ کان، آنکھ اور دل میں سے ہر ایک کے بارے میں (محشر میں) سوال ہوگا"۔

آگے انہوں نے یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ، حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور ان سے اس پروپیگنڈے کی حقیقت معلوم کی کہ وہ قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں۔ اس کے جواب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:" میں تو قیاس کو قرآن وحدیث ہی نہیں، آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بھی بعد استعمال کرتا ہوں"۔ اور صبح سے زوال تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات کو اپنا موقف سمجھاتے رہے۔ آخر میں یہ چاروں حضرات یہ کہہ کر تشریف لے گئے:

" آپ تو علماء کے سردار ہیں۔ لہٰذا ہم نے ماضی میں آپ کے بارے میں صحیح علم کے بغیر جو بدگمانیاں کی ہیں ان پر آپ ہمیں معاف فرمائیے''۔

اس کے بعد امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور فصل ان لوگوں کی تردید میں قائم کی ہے جو

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر دلائل پر ضعیف ہونے کا الزام لگاتے ہیں اور مبسوط بحث کے ذریعہ اس بے بنیاد الزام کی حقیقت واضح کی ہے۔ پھر ایک اور فصل انہوں نے یہ ثابت کرنے کے لئے قائم کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک دینی اعتبار سے محتاط ترین مذہب ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:" بحمد اللہ! میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کا تتبع کیا ہے اور اس کو احتیاط وتقویٰ کے انتہائی مقام پر پایا ہے"۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ چند اقوال محض نمونے کے لیے پیش کر دیئے گئے ہیں ورنہ ان کی یہ پوری بحث قابلِ مطالعہ ہے۔ (ملاحظہ ہو المیزان الکبریٰ)

تکملہ حدیثِ ضعیف سے استدلال

ائمۂ فقہ اور محدثین کا مختلف مسائل پر حدیث ضعیف سے استدلال کتبِ فقہ اور کتبِ حدیث سے ثابت ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے چند مثالیں درج کی جارہی ہیں:

1 ائمۂ فقہ کا حدیثِ ضعیف سے استدلال

چاروں ائمۂ فقہ کے ہاں حدیثِ ضعیف کا کیا مقام تھا اور وہ کس طرح اس سے استدلال کرتے رہے ہیں؟ ذیل میں اس کی چند امثال درج کی جارہی ہیں:

1 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیثِ ضعیف سے کس طرح استدلال کیا، اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(1) اگر کوئی شخص حالتِ نماز میں اُونچی آواز سے ہنس پڑے، تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے نہ صرف نماز ٹوٹتی ہے بلکہ وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اِس مسئلہ پر بطورِ دلیل کوئی صحیح یا حسن حدیث نہیں ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اِس مسئلہ کا حدیثِ ضعیف سے استدلال کیا ہے اور امت چودہ سو سال سے اس پر عامل ہے۔ تمام فقہاء اور محدثینِ احناف کا اس پر عمل ہے۔

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت کیا، اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اجماع ہے۔

(2) کھجور کے جوس نبیذُ التمر کے ساتھ وضو کرنے کے مسئلہ پر امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جو حکم عائد کیا، اس کی دلیل بھی حدیثِ ضعیف سے پیش کی۔ اکثر اصحاب الحدیث کے ہاں وہ حدیث ضعیف ہے، مگر اس کے ضعیف ہونے کے باوجود اِس پر امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حکم عائد کیا ہے۔

(3) حق مہر کی کم سے کم حد عشرۃ دراھم (دس درہم) ہے۔ حدیثِ مبارک ہے:

لا مَهرَ أقلَّ من عشرةِ دراهم.

ترجمہ: دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔

ائمۂ حدیث کا اجماع ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ یہ حدیث حسن یا صحیح طریق سے نہیں آئی مگر مہر کی اس کم سے کم مقدار پر احناف کا اجماع ہے۔ گویا اِس حدیثِ ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔

(4) چوری کی حد کے حوالے سے مسئلہ یہ ہے کہ دس درہم سے کم مالیت کی چوری ہو، تو ہاتھ نہیں کاٹا جاتا، اس سے زائد مالیت کی چوری ہو تو قطع ید ہے۔ تیرہ سو سال سے ائمہ، محدثین اور فقہائے احناف کا اس پر عمل ہے، حالانکہ یہ مقدار جس حدیث میں بیان کی گئی ہے وہ حدیث ضعیف ہے اور کسی حسن یا صحیح طریق سے نہیں آئی مگر امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اِس بناء پر حکم ثابت کیا ہے۔

2 امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

حدیث ضعیف سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح استدلال کیا، اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

(1) عیدین کی نماز میں نہ اذان ہوگی اور نہ اقامت ہوگی۔ یہ حدیث صحیحین میں مرفوعاً آئی ہے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بہت بعد کا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں عیدین کی نماز میں اذان اور اقامت کا نہ ہونا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں تھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حدیثِ ضعیف سے دلیل لیتے ہوئے اس مسئلہ پر عمل کیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں یہ حدیث مرسل تھی اور مرسل ضعیف ہے۔ امام امالک رحمۃ اللہ علیہ نے جب فتویٰ دیا تو حدیثِ مرسل کی بنیاد پر دیا۔ بعد میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسنادِ صحیح کے ساتھ تخریج کی اور یہ حدیث بعد کے زمانوں کے لیے متفق علیہ ہوگئی۔ مگر جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اِس پر عمل کا حکم دے رہے تھے، اُس وقت انہوں نے حدیثِ مرسل (ضعیف) پر یہ فیصلہ دیا تھا۔

(2) اِسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مسح علی الخفین (موزوں پر مسح کرنا) کا فیصلہ بھی حدیثِ ضعیف پر دیا تھا۔ بعد ازاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کو صحیح اسانید کے ساتھ احادیث ملیں تو اس پر عمل واجب ہوگیا۔ مگر اُن سے قبل جس امام نے فتویٰ دیا، ان کے پاس صحیح یا حسن سند کے ساتھ حدیث نہ تھی، اُنہوں نے ضعیف یا مرسل کو قبول کیا اور یہ اُن کا مذہب تھا۔

3 امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیثِ ضعیف سے جس طرح استدلال کیا۔ اس کی امثال درج ذیل ہیں:

(1) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حرمِ کعبہ میں ممنوع وقت میں بھی نماز پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ وقت ہمارے اوقاتِ مکروہ میں شامل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حرمِ کعبہ میں چوبیس گھنٹے نماز پڑھی جا رہی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے منع کے وقت میں حرمِ کعبہ میں نماز کے جواز کے حکم کی بنیاد جس حدیث پر رکھی، وہ ضعیف ہے۔ یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مذہب میں حدیثِ ضعیف پر حکم جاری کیا۔

(2) اِسی طرح اگر کوئی منہ بھر کے قے کر دے تو وضو دوبارہ کرے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس مسئلہ کی دلیل بھی حدیثِ ضعیف ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف حدیث پر یہ

فیصلہ دیا۔

4 امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

حدیثِ ضعیف سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح استدلال کیا، اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

(1) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اکفاء (کفو) کی حدیث ضعیف ہے مگر اس کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُس پر فیصلہ دیا ہے۔

(2) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **فيمن تُحِلُّ له الصدقة.** صدقہ سے متعلق یہ حدیث ضعیف ہے، مگر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اُس پر فیصلہ دیا ہے۔

(3) حدیثِ مبارک ہے: **لا صلاة لجار المسجد إلا في المسجد.**

ترجمہ: مسجد کے پڑوس میں رہنے والے کی نماز مسجد کے بغیر گھر میں نہیں ہوتی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حکم حدیثِ ضعیف کی بنیاد پر قائم ہے اور یہ حدیث اس قدر ضعیف ہے کہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ موضوع ہے اور انہوں نے اسے اپنی کتاب ''الموضوعات'' میں بھی درج کیا ہے مگر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ضعیف حدیث قبول کی۔

یہ چند مثالیں بطور نمونہ ہیں وگرنہ اس طرح کی بیسیوں امثال ہیں جو ائمہ کرام کی کتبِ فقہ میں موجود ہیں کہ جب اُن کے پاس حدیث صحیح یا حسن نہ تھی تو انہوں حدیث ضعیف پر حکم قائم کیا ہے۔

2 حدیث ضعیف سے محدثین کا استدلال

ائمۂ فقہ کی طرح کبار محدثین نے بھی حدیثِ ضعیف سے جابجا استدلال کیا ہے۔ ذیل میں صحاحِ ستہ میں شامل کتبِ سنن سے اس حوالے سے چند امثال درج کی جارہی ہیں:

1 امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا اخذِ حدیث میں معیار

جامع ترمذی میں تقریباً چودہ احادیث ایسی ہیں کہ جنہیں روایت کرنے کے بعد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر ضعیف کا حکم لگایا ہے یا کوئی وجۂ ضعف بیان کی ہے۔ ان احادیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ائمہ، علماء اور امت کا عمل اسی حدیثِ ضعیف پر ہے۔ جامع الترمذی میں احادیثِ ضعیفہ کی چند امثال ذیل میں درج کی جارہی ہیں:

(1) جامع ترمذی میں باب ما جاء في الجمع بين الصلاتين في الحضر میں حدیث ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من جمع بين الصلاتين من غير عذر فقد أتى باباً من أبواب الكبائر.

ترجمہ: جس نے بغیر عذر کے دو نمازیں جمع کیں، اُس نے کبیرہ گناہ کیا۔

(ترمذی، السنن، ابواب الصلاۃ، 1:356، الرقم:188)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث روایت کرنے کے بعد اس کے ضعف کو بیان کیا اور پھر فرمایا:

والعمل على هذا عند أهل العلم.

ترجمہ: اہلِ علم کا عمل اِسی پر ہے۔

(2) جامع ترمذی میں باب ما جاء في التسبيح في الركوع والسجود میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ مبارک درج ہے:

إذا ركع أحدكم، فقال في ركوعه: سبحان ربي العظيم.

ترجمہ: جب تم میں کوئی رکوع کرے تو رکوع میں کہے: سبحان ربی العظیم۔

(ترمذی، السنن، ابواب الصلاۃ، 2:46-47، رقم:261)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور پھر فرمایا:

والعمل علی هذا عند أهل العلم.

ترجمہ: اہلِ علم کا عمل اِسی پر ہے۔

(3) باب ما جاء فی استقبال الإمام إذا خطب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث روایت کی کہ خطبہ کے دوران سب لوگ امام کی طرف چہرہ کر کے بیٹھیں۔ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ ضعیف ہے اور پھر فرمایا:

والعمل هذا الحدیث عند أهل العلم.

ترجمہ: اہلِ علم کا عمل اسی پر ہے۔

(4) باب ما جاء فی زکاة الخضروات میں حدیث معاذ بن جبل ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

والعمل علی هذا عند أهل العلم. (ترمذی، السنن، ابواب الزکوة، 3:30، الرقم:638)

ترجمہ: اہلِ علم کا عمل اسی پر ہے۔

(5) عورتوں کا بال منڈوانا مکروہ ہے اور اس کراہت کا ذکر حدیث میں ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو حلق کروانے سے منع فرمایا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا اور پھر فرمایا:

والعمل علی هذا عند أهل العلم.

(ترمذی، السنن، ابواب الزکوة، 3:257، الرقم:914-915)

ترجمہ: اہلِ علم کا عمل اسی پر ہے۔

(6) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع ترمذی میں ایک حدیث بیان کی کہ جس طرح آزاد خاتون کے لیے تین طلاقیں مغلظہ ہوتی ہیں تو باندی کے لیے دو طلاقیں مغلظہ ہوں گی۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا اور فرمایا:

والعمل علی هذا الحدیث عند أهل العلم.

ترجمہ: اہلِ علم کا عمل اسی پر ہے۔ (ترمذی، السنن، ابواب الطلاق، 3:488، الرقم:1182)

(7) اسی طرح جامع الترمذی میں قطاع، باپ بیٹے کے قتل کے مسئلہ، اخلاقی مسائل کی

سزاؤں، حدود، ذبح اور میراث کے مسائل میں کئی ایسی احادیث ہیں جو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیں اور فرمایا کہ یہ ضعیف ہیں اور ہر ایک پر حکم لگانے کے بعد کہا:

والعمل علی هذا الحدیث عند أهل العلم.

ترجمہ: اہلِ علم کا عمل اسی پر ہے۔

مذکورہ بالا تمام امثال سے معلوم ہوا کہ کسی حدیث کے حدیث ضعیف ہونے کے باوجود اُس پر شرعی حکم قائم کرنا اور اُس پر عمل کرنا محدثین کا وتیرہ رہا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امامِ فقہ تو نہیں ہیں بلکہ امامِ حدیث ہیں اور جب وہ عند أہل العلم کہتے ہیں تو اِس کا مطلب ہے کل اہلِ علم، ائمہ، محدثین اور فقہاء جو اس زمانے میں موجود تھے، سب کا عمل اِس پر تھا۔

2 اخذِ حدیث میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کے اندراج کے وقت درجِ ذیل چار درجات کی احادیث اپنی سنن میں بیان کی ہیں:

1 مقطوع بصحته

وہ احادیث جن کی صحت قطعی طور پر ثابت ہے۔ جیسے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اِن احادیث کو بھی سنن میں روایت کیا ہے۔

2 صحیح علی شرط أبی داؤد والنسائی

وہ احادیث جو امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر صحیح ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں بھی سنن میں شامل کیا ہے۔

3 وهو أبان عن علته

احادیثِ ضعیفہ کو بیان کرنے کے بعد ان کی علت، ضعف اور سبب بھی بیان کر دیا کہ اس حدیث کو کیوں بیان کیا ہے۔

4 ما أخرجت فی کتابی هذا الا حدیثا عمل به بعض الفقهاء.

(الذھبی: تذکرۃ الحفاظ،2:635)

اگر کوئی حدیث ضعیف ہے، تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس وجہ سے اسے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے کہ ائمۂ فقہ نے اُسے قبول کیا ہے اور اُس پر عمل کیا ہے۔

3 کسی حدیثِ ضعیف پر فقہاء کا عمل اس حدیث کو صحیح کا درجہ عطا کر دیتا ہے

یاد رکھیں! اگر کوئی حدیثِ ضعیف ہو مگر اسے ائمۂ امت قبول کر لیں تو وہ حدیث، ضعیف نہیں رہتی بلکہ صحیح ہو جاتی ہے، یعنی اہلِ علم کے عمل سے وہ حدیث درجۂ ضعیف سے نکل کر درجۂ صحیح میں چلی جاتی ہے۔

ان احادیث ضعیفہ کو قبول کرنے کی دو وجوہات ہیں:

1 اسناداً وہ حدیث ضعیف تھی مگر متناً وہ حدیث صحیح تھی، اِس لیے فقہاء اور اہلِ علم نے اسے قبول کیا۔

2 دوسرا سبب یہ تھا کہ حدیث اسناداً ضعیف تھی اور اُس باب میں اُس سے اقویٰ صحت کے ساتھ حدیث صحیح یا حسن دستیاب نہیں۔ تو اب کسی مسئلۂ شریعت کا حل دینے کے لیے اسے قبول کیا جائے گا۔ اس لیے کہ اگر کسی مسئلہ پر حدیث حسن یا حدیث صحیح میسر نہیں تو عمل کیسے ہوگا؟ لہٰذا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں حدیث ضعیف کو لے لیں اور اس کی سند یہ ہے کہ جب فقہاء نے اس حدیث کو قبول کر لیا تو اب وہ حدیث صحیح ہو گئی۔

علوم الحدیث اور مصطلحات پر گہری نظر نہ رکھنے والا شخص اگر یہ کہے کہ حدیث تو اسناداً ضعیف تھی، فقہاء کے اس پر عمل کرنے سے وہ صحیح کیسے بن گئی؟ اس سوال کے جواب کے لیے اس امر پر غور کریں کہ اُس حدیث کو ضعیف کس نے کہا تھا؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ ضعیف ہے؟ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے روایت

کرتے ہوئے بتایا تھا کہ یہ ضعیف ہے؟

لازمی بات ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے تو یہ احادیث بیان کر دیں، انہوں نے اس پر صحیح، حسن یا ضعیف کا حکم تو نہیں لگایا۔ ان پر یہ حکم لگانے والے جرح و تعدیل کے امام تھے اور اُنہوں نے جرح و تعدیل کی اور کسی راوی میں حفظ، اتقان یا کوئی اور نقص دیکھا تو سند پر ضعف کا حکم لگایا۔

علماء یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ ان ائمہ کا کسی حدیث پر ضعیف ہونے کا حکم لگانا، حکمِ اجتہادی ہے۔ حدیث کا عالم اپنے اجتہاد، محنت، مطالعہ اور اسماء الرجال اور احوالِ رواۃ کی تحقیق کر کے حکم لگاتا ہے کہ اِس کے اندر یہ ضعف اور کمزوری ہے۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ جب ضعیف ہونے کا حکم علماء نے لگایا تھا تو اب اِسے قبول کر کے صحیح بنانے کا حکم بھی تو فقہاء نے لگایا ہے۔ جس دلیل سے ضعف کا حکم تھا، اب اُس درجہ یا اُس سے زیادہ قوی درجہ کی دلیل سے اِس حدیث کی قبولیت اور صحت کا حکم آ گیا۔ پس جب فقہاء اور ائمہ کسی حدیثِ ضعیف کو قبول کر لیں تو یہ ایک ایسا تلقی بالقبول اور عند العلماء ایسا عمل ہے کہ اصولاً وہ حدیث ارتقاء اور ترقی کر کے درجۂ حسن اور صحیح میں چلی جاتی ہے۔

باب 16

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مخالفت وگستاخی کا انجام

1 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین وحاسدین محروم التوفیق ہیں

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پچھلے ابواب میں ذکر کردہ بیانات اور تحسین آمیز کلمات ان بزرگوں کے ہیں جو خود اپنی جگہ علم وفضل کے پہاڑ تھے، اور جن کی پوری زندگی قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گزری ہے۔ ان حضرات کا اوڑھنا بچھونا قرآن وسنت تھا۔ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرآن وحدیث کے علم سے کورے ہوتے، تو آپ ہی بتائیں وقت کے جلیل القدر ائمہ اور محدثین کیا کبھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عظمت بھرے لفظوں میں یاد کرتے؟!!

سو ان شہادتوں کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر طعن وتشنیع کرتا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ پر تہمتیں اور الزامات لگاتا ہے، تو یہ اس کے بغض وعناد کی علامت نہیں، تو اور کیا ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی توفیق وعنایت سے محروم ہیں۔ اگر غلط فہمی ہو تو وہ دور ہوسکتی ہے، لیکن اگر کوئی حسد وعناد کا ہی مارا ہوا ہو، تو اس کا کیا علاج ہوسکتا ہے؟ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے فضائل کے بعد فضائل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھے گا، اور اس کا اہتمام رکھے گا اور ان کے اچھے طریقے، ستھری خصلتوں پر واقف ہوگا، تو اس کے لئے یہ ایک ستھرا عمل سمجھا

جائے گا۔ اللہ ہم کو ان سب لوگوں کی محبت سے نفع بخشے۔

اور جو شخص ان کے متعلق اچھی باتوں کو یاد نہ رکھے، اور ان باتوں کو یاد رکھے جن کو ان کے حاسدوں نے حسد، بے ہودگی اور غصہ کے طور پر کہے ہیں، تو ایسا شخص خیر کی توفیق سے محروم رہا، اور غیبت کرنے والا بنا، اور ٹیڑھی راہ پر جانکلا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان لوگوں میں سے بنائے جو بات کو سنتے ہیں پھر اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔

آیت 1: ۔الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (الزمر:18)

ترجمہ میرے ان بندوں کو جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی دانش مند ہیں۔

آمین!

(الخیرات الحسان، ص40۔ طبع: مدنی کتب خانہ، کراچی)

2 حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے معاندین پر کلمۂ لعنت وغضب ثابت ہو چکا ہے

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان تمام ائمۂ کرام کی طرح ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد صادق آتا ہے:

آیت 2: ۔اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ○ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (یونس:62-64)

ترجمہ سنو! جو اللہ کے دوست ہیں، جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا، ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لیے بشارت ہی بشارت ہے۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ یہی بڑی کامیابی

ہے۔

اور اس مصداق کی وجہ یہ ہے کہ ان تمام ائمۂ مجتہدین اور علمائے عاملین سے ایسے کمالات باہرہ اور کرامات ظاہرہ بروایتِ صحیحہ ثابت ہوئے ہیں جس کا انکار سوائے بڑے جاہل اور معاند کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اور یہی لوگ حقیقت میں اللہ والے ہیں۔ یہی لوگ جامعِ شریعت وحقیقت ہیں

جب یہ معلوم ہو گیا تو پھر جو شخص ان میں سے کسی ایک کی شان میں تنقیص کرتا ہے، وہ ان لوگوں میں سے ہے جن پر کلمہ طرد وغضب ثابت ہو چکا ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس نے اپنے آپ کو ایسے امر میں ڈالا ہے جس کی اسے طاقت نہیں یعنی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑائی کرنا۔ اور جو خدا سے لڑائی کرے گا وہ ضرور ہمیشہ کے لئے ہلاک ہو گا۔ **نعوذ باللہ من ذلك۔** (الخیرات الحسان، ص37۔ طبع: مدنی کتب خانہ، کراچی)

3 اولیاء اللہ کے معاندین سے دور رہو

جو لوگ اللہ والوں سے کینہ وبغض رکھتے ہیں اور ان کے متعلق توہین آمیز کلمات کہنے اور ان پر تہمتیں لگانے سے نہیں چوکتے، وہ بڑے خسارے میں ہیں۔ اللہ والوں کی عداوت یقیناً شقاوت ہے۔ ایسے لوگوں سے اجتناب کرنا چاہیئے جن کی زبانیں ائمۂ ہدیٰ کے خلاف بے دریغ چلتی ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خبردار! بچو، اس بات سے کہ تو بھی ان لوگوں کے ساتھ پھسل جائے جن کا قدم پھسل چکا ہے، اور تیری سمجھ بھٹک جائے، جیسے ان لوگوں کی عقل بھٹک چکی ہے۔ اگر ایسا ہوا تو سب خاسرین کے ساتھ تیرے اعمال بھی خسارے میں پڑیں گے، اور برائی اور رسوائی کے ساتھ ان لوگوں کے ساتھ تو بھی یاد کیا جائے گا، جو برائی اور رسوائی کے ساتھ یاد کئے گئے ہیں، اور تو ایسے امر کے لئے پیش کیا جائے گا جس کے نقصان کو تو برداشت نہ کر سکے گا، اور تجھے ایسے خالی اور ویران جگہ میں پہنچایا جائے گا، جس سے نجات کی تجھے طاقت نہ ہوگی۔ تجھے چاہیے کہ جہاں تک جلدی ہو سکے جلد اس سے

سلامتی کی طرف سبقت کر، اور ان لوگوں سے ہو جا، جو نجات کے راستے پر چلے ہیں، اور دوسروں کو صبح وشام اس کی طرف بلایا کر، اور اپنے ظاہر وباطن کو اس بات سے محفوظ رکھ کہ کسی ایک مسلمان کے بارے میں ذرا بھی برائی آئے کیونکہ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ تجھے سخت شرمندہ کرے گا، اور بہت ہی رسوا بنائے گا۔ یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کا ان بندوں میں رہا، جو پہلے گزرے، اور اللہ کے طریقہ میں ردوبدل نہیں ہوتا، اور بیشک جنہوں نے اپنے آپ کو تیر کے نشانہ کیلئے پیش کیا، اور جو صفاتِ قبیحہ سے موصوف ہوئے، انہوں نے اس بات کی کوشش کی کہ اس حبرِ مقدم امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کے بلند رتبہ سے گرا دیں، اور ان کے ہم عصروں اور بعد میں آنے والوں کے دلوں کو ان کی محبت اور ان کی تقلید اور ان کی اتباع اور ان کی عظمت وامامت کے اعتقاد کو نکال دیں، مگر وہ اس پر قادر نہ ہو سکے، اور اس بارے میں ان کی باتیں کسی مسلک میں بھی مفید نہیں ہوئیں، اور اس کا سوائے اس کے اور کوئی سبب نہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معاملہ آسمانی امر ہے جس کے اٹھانے میں کسی کا حیلہ کارگر نہیں ہو سکتا، اور جس کو خدا بلند کرے اور جسے اپنے وسیع خزانے سے عطا فرمائے، اس کے روکنے اور پست کرنے پر کوئی قادر نہ ہوگا۔

(الخیرات الحسان ص168، 169۔ مدنی کتب خانہ، کراچی)

علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (973ھ) ایسے لوگوں سے ملنا بھی پسند نہیں کرتے تھے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو درکنار آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کے بارے میں زبان درازی کرتے تھے۔ آپ خود لکھتے ہیں:

"بعض شافعی مذہب کے طالب علم میرے پاس آیا کرتے تھے، ان میں سے ایک طالب علم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر نکیر کرتا تھا، اور کہتا تھا کہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا کلام سننا نہیں چاہتا۔ میں نے اسے کئی مرتبہ سمجھایا اور ان باتوں سے روکا مگر وہ باز نہ آیا۔ چنانچہ میں نے اسے اپنے سے جدا کر لیا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک اونچی عمارت کی سیڑھی سے گرا، اور اس کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ سخت تکلیف میں مبتلا رہا

اور بری حالت میں مرگیا۔ اس نے اپنی تکلیف کے دوران اس بات کی خواہش کی کہ میں اس کی عیادت کو جاؤں، لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کے ادب واحترام کی بناء پر میں نے اس سے ملنے سے انکار کردیا۔ اس واقعہ کو سمجھ لو اور جان لو کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب صراطِ مستقیم پر تھے۔ والحمدللہ۔ (میزان کبریٰ ج 1 ص 65)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جولوگ اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرنے اور ان کی توہین وگستاخی کرنے کی جسارت کرتے ہیں، وہ ہمیشہ خوفناک انجام سے دوچار ہوئے ہیں۔ حکیم الامت حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (1176ھ) "البدور البازغہ" میں لکھتے ہیں۔

"میں پچاس سال سے یہ دیکھتا چلا آرہا ہوں کہ جس نے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا ہے، انجام کار وہ ایمان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔

جربت خمسين سنة من تكلم في أبي حنيفة مات على حالة الكفر

(البدور البازغہ)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معروف غیر مقلد عالم مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہا کہ وہ کہا کرتے تھے: "جو شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، وہ آخر کار ضرور مرتد ہوجاتا ہے، ارتداد سے خالی نہیں رہتا"۔

(القول العزیز ج ا ص ۲۸)

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (1375ھ) لکھتے ہیں:

مولانا عبدالمنان وزیرآبادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

"جو شخص ائمۂ دین خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے ادبی کرتا ہے، اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا"۔ (اہلحدیث ص ۷ ۴۳)

علامہ سید عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (973ھ) لکھتے ہیں:

"جب تم اس بات کو خوب سمجھ چکے، تو یاد رکھو کہ پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے کسی

آدمی سے ہرگز تعصب نہ کرو، اور اپنے آپ کو ایسے لوگوں کے پیچھے لگنے سے محفوظ رکھو جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تقویٰ اور دینی احتیاط سے ناواقف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ادلہ ضعیف ہیں۔ تم ان کی تقلید سے اس قول میں ان کے شریک نہ ہوجانا، ورنہ تمہارا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جو خسارے میں رہیں گے"۔

(میزان کبریٰ ج 1 ص 186)

4 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے علمی دولت سے خالی ہیں

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اقوال پر نکتہ چینی کرنے والے وہ لوگ ہیں جو یقیناً امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علمیت میں بے حد کمزور ہیں۔ (میزان ص ۱۷۳)

یعنی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض اس لئے نہیں کہ ان کی باتوں میں کوئی وزن ہے بلکہ اس کی وجہ ان کی علمی کمزوری ہے، جس کی بنا پر یہ لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو پوری طرح سمجھ نہ پائے، اور اعتراض کر بیٹھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ یہ بھی لکھتے ہیں:

ان هذا قول متعصب على الامام رضى الله عنه، وليس عنده صاحب ذوق في العلم۔ (میزان ج 1 ص 71)

ترجمہ: یہ ان لوگوں کی باتیں ہیں جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تعصب رکھتے ہیں اور ذوقِ علم سے بے بہرہ ہیں۔ (میزان ج 1 ص 187)

یعنی اعتراض کی وجہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تعصب ہے۔ اگر تعصب نہیں تو اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ایسے لوگ علم سے بہت دور ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان بھی دیکھئے:

بعض اہل تعصب کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ نکتہ چینی کرنا اور ان کو اہل الرائے میں شمار کرنا ہرگز قابل اعتماد نہیں ہے، بلکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تمام نکتہ چیں اور معترضین کے اقوال محققین کے نزدیک زٹلیات اور لغویات کی طرح ہیں۔

(مترجم میزان ج 1 ص 193)

آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"معترضین کی ان باتوں پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ عام آدمی کو چاہیئے کہ وہ اس قسم کے اعتراضات اور اشکالات پر دھیان ہی نہ دیں کیونکہ ان کی بنیاد علمی نہیں، علمی کمزوری ہے"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فلا إلتفات إلى قول غيرهم فى حقه وحق أتباعه ۔ (میزان ج1 ص64)

ترجمہ ان لوگوں کے اقوال کی طرف جو امام صاحب یا ان کے متبعین کے بارے میں منقول ہیں ہرگز توجہ نہ کرنی چاہیئے۔ (میزان ج1 ص172)

5 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے قلبی بصیرت سے محروم ہیں

جن لوگوں کے دلوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حد درجہ کا بغض اور تعصب ہے اور وہ عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اپنے آپ کو اسلاف سے منسوب کرتے ہیں اور ان کے نام پر باقاعدہ گروہ بنا کر رات دن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ان سے فاصلہ پر رکھیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دماغ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمانی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، اور جن کے دل تاریک ہیں، امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کی اس طرح نشاندہی فرمائی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اگر اس پر بھی کوئی اعتراض کرے، تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس کا سبب سوائے اس کے کہ وہ اپنی بصیرتِ قلبی سے محروم ہے اور کچھ نہیں ہے"۔

(میزان 1 ص73)

6 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین سے دور رہنے کی نصیحت

قرآن وسنت کی دنیا بڑی نورانی ہے، اس کے نور سے صرف دنیا نہیں، آخرت بھی روشن ہو جاتی ہے۔ اب جو لوگ ائمہ عظام اور بزرگانِ دین پر ہمہ وقت اعتراض میں

ہی لگے رہتے ہیں، اور یہ کہہ کر عام مسلمانوں کو ان سے بدگمان کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کا چہرہ تبدیل کر دیا تھا، اور یہ لوگ قرآن وحدیث کے مخالف تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا بڑا اختلاف ہے۔ ان لوگوں کا دینِ محمدی سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ آپ ہی بتائیں ایسے لوگوں کا دل کس طرح روشن ہو سکتا ہے؟ بصیرتِ قلبی سے محروم لوگوں کا گلے پھاڑ پھاڑ کر یہ کہنا کہ ہم ہی صرف قرآن وحدیث کے وارث ہیں، باقی سب اپنے اپنے اماموں کے ساتھ قیامت کے دن کھڑے ہوں گے۔ تو وہ غلط کہتے ہیں، ایسے لوگوں سے دور رہنے میں ہی عافیت ہے۔

ظالموں کی مجلس سے دور رہنے کی تعلیم قرآنِ کریم میں بھی ہے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"یاد رکھو، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے کسی صاحب سے ہرگز تعصب نہ رکھو، اور اپنے آپ کو ان لوگوں کی تقلید سے محفوظ رکھو، جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور ان کے تقویٰ اور دینی احتیاط سے بے خبر ہیں، جو یہ کہتے رہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل ضعیف ہیں۔ تم ان کی تقلید سے اس قول میں ان کے ساتھ نہ ہو، ورنہ تمہارا انجام بھی خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا"۔ (میزان ج1 ص186)

اس سے پتہ چلا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی بنا ہی ضعیف روایتوں پر ہے، وہ خسارہ میں آئے ہوئے لوگ ہیں۔ یہ لوگ دوسروں کو تو ائمہ مجتہدین کی تقلید سے روکتے اور اسے حرام کہتے ہیں مگر ان کی خواہش ہی نہیں، اصرار بھی ہے کہ عام مسلمان امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف کہنے میں ان کی تقلید کریں۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت یہ ہے کہ جو لوگ اس طرح کا پراپیگنڈہ کرتے ہیں۔ تم کبھی ان کی بات نہ سننا۔ وہ دھوکہ باز ہیں۔

یہاں خسارہ پانے سے مراد آخرت کا خسارہ ہے۔ آپ ان لوگوں کو جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے ادبی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گستاخی و توہین کا کھیل بڑی بے حیائی سے کھیل رہے ہیں۔ عبرتناک انجام سے خبردار کر رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جو شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں بے ادبی سے پیش آتا ہے، اس کی (آخرت

میں) جیسی درگت بنے گی وہ خود جان لے گا۔ (میزان ج1 ص 187)

ہاں، جولوگ باوجودیکہ وہ امام ابوحنیفہ ؒ کی تقلید نہیں کرتے، اپنے اپنے ائمہ (امام مالک ؒ، امام شافعی ؒ اور امام احمد ؒ) کے اجتہادات پر عمل کرتے ہیں، لیکن وہ تمام ائمہ کرام کا ادب واحترام کرتے ہیں، اور ان کے خلاف نہ کوئی لفظ کہتے ہیں، اور نہ سننا گوارا کرتے۔ امام شعرانی ؒ کے دل میں ان لوگوں کے لئے بڑی قدر ہے۔ آپ ؒ ان کے لئے دعا گو ہیں۔ آپ ؒ نے اپنے میزانِ کبریٰ اور دیگر تالیفات میں یہ بات واضح کی ہے کہ امام شافعی ؒ کس طرح امام ابوحنیفہ ؒ کا ادب واحترام کرتے تھے۔ آپ ؒ اللہ کے حضور اس طرح دعا گو ہیں:

اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ ؒ سے اور ان کے مقلدین سے اور ہر اس شخص سے جو آپ ؒ کے آداب کو ملحوظ رکھے، راضی رہے۔ (میزان ص ۱۷۰)

7 امام ابوحنیفہ ؒ کو برائی سے یاد کرنے والے پر بددعا

امام شعرانی ؒ کے دل میں ان لوگوں کے لئے ذرا بھی نرم گوشہ نہیں، جو ائمہ مجتہدین اور بزرگانِ دین کا ادب نہیں کرتے، آپ ؒ کہتے ہیں کہ میرے شیخ حضرت علی الخواص ؒ نے ایک مرتبہ اس شخص کے لئے بددعاء کی تھی جس نے ان کے سامنے امام ابوحنیفہ ؒ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا تھا۔ آپ ؒ لکھتے ہیں:

"میں نے اپنے شیخ علی خواص ؒ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر مقلد پر تمام ائمہ مذاہب کا ادب لازمی ہے، اور ایک مرتبہ شیخ موصوف ؒ نے کسی شافعی کو یہ کہتے سنا کہ اس حدیث میں امام ابوحنیفہ ؒ کا رد ہے۔ تو آپ ؒ نے اس وقت فرمایا کہ خدا تعالیٰ تیری زبان کو کاٹے۔ تجھ جیسا آدمی اور ان کی شان میں ایسا لفظ بولتا ہے"۔

(میزان الکبریٰ للشعرانی، ج ا ص ۱۶۹)

اس سے زیادہ جہالت کی بات اور کیا ہوگی کہ چھوٹتے ہی امام ابوحنیفہ ؒ کے کسی بیان کو حدیث کے خلاف کہہ دیا جائے، اور آپ ؒ کے بارے میں یہ تاثر عام کیا

جائے کہ آپ ؒ نے قرآن وحدیث سے الگ کوئی نئی راہ بنالی تھی۔ اب جولوگ بھی ان کے پیچھے چلیں گے وہ شریعتِ محمدیہ کی مخالف راہ چلیں گے۔ حیرت کی بات یہ ہے۔ یہ سارا نزلہ اور ملبہ بلکہ غصہ صرف احناف پر ہی گرایا جاتا ہے۔ امام شافعی ؒ، امام مالک ؒ اور امام احمد ؒ کے مقلدین اور ان کے متبعین پر نہیں۔ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

8 امام ابوحنیفہ ؒ کی بے ادبی کا انجام

ائمہ ٔ ہدیٰ اور بزرگانِ دین کا ادب احترام بڑی سعادت اور نیکی ہے۔ ان کے ساتھ برائی سے پیش آنا، اور ان کے بے ادبی کرنا شقاوت کی علامت اور بدی ہے۔ خدا کے دوستوں کو برائی سے یاد کرنے والا دنیا میں سرخرو ہوتا ہے نہ آخرت میں سرخرو ہوگا۔ بے ادب ہمیشہ خدا کے فضل واحسان سے محروم ہوتا ہے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے ولیوں سے دور شیطان اور اس دوستوں سے قریب ہوجاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ وہ اس نچلی سطح پر آجاتا ہے، جہاں اس کی زبان ائمہ ہدیٰ اور صالحین کے بارے میں بے دریغ چلتی ہے، اور نتیجہ کے طور پر وہ خدا کی گرفت میں آکر رہتا ہے۔ امام شعرانی ؒ کا اپنا ایک مشاہدہ خود آپ ؒ کی زبانی سنیئے:

شافعی مذہب کا ایک طالب علم جو مجھ سے پڑھنے کے لئے آیا کرتا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ ؒ کی برائی شروع کردی، اور حد سے آگے بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ وہ کہنے لگا کہ میں ان کا اور ان کے تلاندہ کا کوئی کلام سننا گوارا نہیں کرتا۔ میں نے جب اس کی یہ بات سنی تو بہت ڈانٹا، مگر وہ باز نہ آیا۔ چنانچہ میں نے اسے فوراً نکال دیا، اور اپنے سے علیحدہ کردیا۔ خدا کی شان کہ ایک دن وہ ایک مکان کی سیڑھی سے اس طرح زمین پر گرا کہ اس کے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی، اور یہ ہمیشہ کے لئے ٹوٹی ہی رہی، یہاں تک کہ وہ بری موت مرا۔ اسی بیماری کے دوران اس نے مجھے عیادت کے لئے بھی بلایا، مگر میں نے جانے سے انکار کردیا، امام ابوحنیفہ ؒ اور ان کے تلامذہ

کے ادب واحترام کی وجہ سے۔ پس یہ بات اچھی طرح سمجھ لو اور تمام ائمہ اور ان کے متبعین کے بارے میں اپنی زبان کو روکے رکھو۔ (میزان ج ا ص ۱۷۴)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس چشم دید بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ائمہ ہدیٰ کی بے ادبی اور ان کی شان میں گستاخی کی سزا اس دنیا میں بھی مل کر رہتی ہے، اور وہ خاتمہ بالخیر کی دولت سے بھی محروم رہتا ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ کے ایک ولی سے دشمنی رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے بدخواہوں کو ایک نہ ایک دن اپنی پکڑ میں لے ہی لیتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

9 مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کا چشم دید واقعہ

یہ صرف امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی بات نہیں کہ ائمہ کرام کے گستاخ خاتمہ بالخیر کی دولت سے محروم ہوتے ہیں، غیر مقلد بزرگ بھی اپنے مریدوں کو یہ نصیحت کرتے آئے ہیں۔ مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۳۴ھ) فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمۂ دین خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے ادبی کرتا ہے، اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔ (تاریخ اہل حدیث ص 437)

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا چشم دید واقعہ بھی دیکھتے جائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تردید میں کچھ لکھنا چاہا، اور اس کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مواد کی تلاش شروع کر دی، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف لکھی جانے والی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ پھر کیا ہوا؟ اسے خود مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے۔ آپ لکھتے ہیں:

جب میں نے اس کے لئے کتبِ متعلقہ المماری سے نکالیں اور حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحقیقات شروع کیں، تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آ گیا، جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا، یکا یک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا۔ گویا وہ

ظلمات بعضها فوق بعض

کا نظارہ ہو گیا۔ معاً خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بدظنی کا نتیجہ ہے۔ اس سے استغفار کرو۔ میں نے کلماتِ استغفار دہرانے شروع کئے۔ وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے، اور ان کی بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حسنِ عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی، اور میں ان شخصوں سے جن کو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حسنِ عقیدت نہیں ہے، کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثال اس آیت کی طرح ہے کہ حق تعالیٰ منکرین معراجِ قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتا ہے:

أَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ○ (النجم:12)

ترجمہ: کیا تم اس سے اس بات میں جھگڑتے ہو جسے وہ سامنے دیکھ رہا ہے۔

میں نے جو کچھ عالمِ بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑا کرتا بے سود ہے۔ (تاریخ اہلحدیث ص 72)

مولانا سیالکوٹی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین اور معتقدین کو چاہیے کہ وہ اس چشم دید واقعہ کی روشنی میں اپنے طرزِ عمل میں تبدیلی لائیں، اور ان لوگوں کے مقابل ڈٹ جائیں، جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے ادبی کرنے کو حدیث اور اہلحدیث کی خدمت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ امام الجرح والتعدیل امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ (233ھ) نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ثقہ کہا ہے۔ (مناقب للذہبی رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۵)

لیکن یہ ان لوگوں کا بغض وکینہ ہے جو انہیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ وہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کسی درجے میں بھی ثقہ نہ ہوتے، یا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا علم وعمل اور فقہ وفیصلہ قرآن وسنت کے خلاف ہوتا، تو اللہ جل شانہ امتِ محمدیہ کے ایک عظیم حصہ کو جس میں مفسرین، محدثین، فقہاء، متکلمین، مناظرین، صوفیہ وغیرہ کی ایک بڑی تعداد ہے، کبھی اس امامِ جلیل کی پیروی میں کھڑا نہ کرتا۔ وہ امت کیسے خیرِ امت ہو سکتی ہے جس کی اتنی بڑی اکثریت ایک ضعیف، بے علم اور قرآن وحدیث

سے بے خبر امام کی تقلید پر جمع ہو جائے، اور یہ بھی کوئی دس، بیس سال، پچاس، سو سال کی بات نہیں، چودہ سو سال گزرنے پر بھی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین موجود ہیں، اور بھاری اکثریت میں پائے جاتے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا علم و عمل بقول مولانا سیالکوٹی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسا نور ہے کہ جس کے سامنے دوپہر کے چمکتے سورج کی روشنی بھی ماند پڑ جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ آج ایک قلیل گروہ اپنی آنکھ بند کئے یہ ہی شور کر رہا ہے کہ ہمیں سورج کی کوئی روشنی دکھائی نہیں دیتی۔ اگر چمگاڈر کو دن میں سورج کی روشنی نہ دکھائی دے، تو آپ ہی بتائیں اس میں سورج کا کیا قصور ہے۔ یہ چمگاڈر کی بدنصیبی ہے کہ اسے چمکتا سورج بھی دکھائی نہیں دیتا۔

مولانا محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ ایک واقعہ ملاحظہ کریں:

ہمارے مدرسہ کا حال سنئے۔ ایک روز حضرت والد بزرگوار مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ بخاری میں ایک طالبِ علم نے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو پندرہ حدیثیں یاد تھیں، مجھے ان سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔ والد صاحب کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا، اس کو حلقہ درس سے نکال دیا، اور مدرسہ سے بھی خارج کر دیا، اور بفحوائے حدیث: (اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله) فرمایا کہ اس شخص کا خاتمہ دینِ حق پر نہیں ہوگا۔ ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ معلوم ہوا کہ وہ طالبِ علم مرتد ہو گیا ہے۔ أعاذنا الله من سوء الخاتمة۔ (مقالات ص ۶۲)

ہم نے دو (2) اہلِ حدیث بزرگوں کے واقعات امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کی تائید میں ضمناً نقل کئے ہیں جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جو لوگ ائمہ ہدیٰ کی گستاخی کرتے ذرا حیاء نہیں کرتے، انہیں ان کے اپنے ہی دو بزرگوں کے بیانات اور واقعات سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ ہماری اس کتاب کا موضوع صرف وہ حقائق ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت اور تسلسلِ امت کی روشنی میں محدث شہیر وفقیہ جلیل حضرت امام سید عبدالوہاب الشعرانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ پر منکشف فرمائے اور جسے انہوں نے اپنی تالیف میزانِ کبریٰ کے مختلف حصوں میں بیان کئے۔ ہم نے ان بھرے موتیوں کو ایک ایک

کر کے چنا اور ایک لڑی میں پرو کر اہلِ سنت والجماعت مسلمانوں کی خدمت میں پیش کر دیا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ صرف صاحب قال نہ تھے، صاحبِ حال بھی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ قرآن وسنت کی روشنی میں لکھا اور اپنے اکابرین سے جو کچھ سنا، اسے اپنی آنکھوں دیکھا بھی۔ یہ خدا کا فضل تھا جو اس نے اپنے ایک مقبول بندہ کو عطا فرمایا اور ان کو کھلی آنکھوں امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عزت وعظمت اور عنداللہ مقبولیت دکھا دی۔ فرحمه الله تعالى رحمة واسعة۔

10 حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی سرمایۂ سعادت اور موجبِ نجات ہے

مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا روزنامہ "امروز" کے نام مکتوب

ایڈیٹر صاحب امروز۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روزنامہ امروز کے "حرف وحکایت" کے کالم میں "بزازی کی دکان" کے سلسلہ میں میرا اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اس طرح آپ نے کیا ہے کہ اس میں میری طرف سے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں سوءِ ادب کا پہلو نکلتا ہے، اور یہ مسئلہ میرے ایمان کا ہے، اس لیے اس پر خاموش نہیں رہ سکتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق میرا ایمان ہے کہ ان کا مقام نہ صرف زہد وتقوی بلکہ علم و فضل اور تفقہ فی الدین میں اتنا بلند ہے کہ امتِ محمدیہ کے کبار اور اہلِ علم رجال میں سے بہت کم لوگوں کو وہ مقام حاصل ہوا۔ اس کا میرے پاس ثبوت یہ ہے کہ عالمِ اسلام کے اکثر بلاد وامصار بلکہ مشرق ومغرب میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جو قبولیت دی ہے وہ قطعی طور پر حدیث: يوضع له القبول في الارض (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بندے کے لیے زمین پر قبولیت کی منادی کر دی جاتی ہے) کے مصداق ہیں۔ اور وہ صحیح طور پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے لقب کے مستحق ہیں۔ جس عظیم المرتبت ہستی کے حلقۂ عقیدت وارادت میں بڑے بڑے ائمۂ مجتہدین، فقہاء، محدثین اور مفسرین ہوں، اس میں مجھ سے ادنیٰ انسان کو اگر ایک خادم بلکہ خادمِ خدام کی جگہ بھی میسر ہو

جائے، تو اسے میں دنیا و آخرت میں اپنے لئے سرمایۂ سعادت اور موجبِ نجات سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں ان کے اور تمام صلحائے وقت کے زمرے میں اٹھائے۔

تَوَفَّنِىْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِىْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○

داؤد غزنوی (رحمۃ اللہ علیہ)

(ایڈیٹر کی ڈاک روزنامہ امروز، 22 ستمبر 1949ء)

نوٹ: اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی اس دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وقت کے ولیِ کامل اور معروف حنفی مسلک عالم حضرت مولانا شیخ عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت فرمائی۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔ آمین!

(امام اعظم ابوحنیفہ حضرت نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ ج2 ص557۔ المؤلف: مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی حفظہ اللہ۔ ناشر: ادارۂ اشاعت الاسلام، مانچسٹر، انگلینڈ۔ اپریل، 2016ء)

11 تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تم ایسے لوگوں سے وابستہ رہو، جو ائمۂ کرام سے محبت رکھتے ہیں۔ ان کے بارے میں سوائے خیر کے اور کوئی کلمہ اپنی زبان پر نہیں لاتے، اور اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے ہمیشہ دور رکھو، جن کی زبانیں ائمہ کے خلاف بڑی تیز ہیں، اور انہیں ائمہ کی گستاخی کرتے ذرا بھی خیال نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی توہین کو برداشت نہیں کرتے، اور ایسے لوگ بالآخر عبرتناک انجام سے دوچار ہو کر رہتے ہیں"۔

(الخیرات الحسان، ص169۔ طبع: مدنی کتب خانہ، کراچی)

12 دعائے حسنِ خاتمہ

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے جس نام اور دعا پر اپنی کتاب کا اختتام کیا ہے، ہم بھی اس پیغام اور دعا پر اپنی گذارشات ختم کرتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ان لوگوں میں سے بنائے جو ائمہ کرام کے حقوق کا خیال کرتے ہیں، اور ان کے دل عقوق (نافرمانیوں اور گستاخیوں) کے ساتھ میلے نہیں ہوتے، اور وہ لوگ صاحب حق کے حق کو پہچانتے ہیں، اور جس طرح ان کے حقوق واجب ہیں، وہ اسی طرح ادا کرتے ہیں، اور اللہ کی ان کو عنایت ان کے شامل حال ہے، اور اندھیروں کے چراغوں اور آسمان کے ستاروں (یعنی علماء وائمۂ دین) کے مقابل آنے والے کسی ملامت گر اور محروم التوفیق کی ملامت سے نہیں ڈرتے، اور نہ ان لوگوں کی بکواس کی پروا کرتے ہیں جن کو ان کے تعصب نے دور دراز جگہ پھینک دیا، اور نہ ہی اس بے وقوف کے غصہ سے جس کو اس کی کمزور رائے نے راہِ راست سے ہٹا دیا ہے، یہاں تک کہ وہ انصاف اور شرافت کے مرتبہ سے بھی گر گیا۔

اے اللہ! ہم تیرے حضور عاجزی اور تضرع کے ساتھ یہ دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنادے جو اپنی دینی آباء خصوصاً اکابر سلف کے حقوق کا لحاظ کرتے ہیں، جن کے بارے میں صادق، مصدوق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی ہے کہ وہ لوگ بہترین زمانہ سے ہیں، جو ہر عیب اور برائی سے بچے ہیں، برخلاف ان حاسدوں کے جو ان اکابر کو ان عیوب کے ساتھ متہم کرتے ہیں، جن سے وہ بری ہیں۔ اور ہمیں ان لوگوں میں سے بنادے جن کی آپ نے اپنی کتاب میں تعریف فرمائی ہے۔

آیت 1:۔ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (الحشر:10)

ترجمہ (اور وہ ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو ان اگلوں کے بعد آئے ہیں جو کہتے ہیں کہ

اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے اُن سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی بُغض نہ رکھ، اے ہمارے رب تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔

اے اللہ! تو ہمارا حشر ان نیک لوگوں کے ساتھ فرما اس لئے کہ جو جوجس سے محبت کرتے ہیں، انہی کے ساتھ ان کا حشر کیا جائے گا اور ہمیں ان گروہ میں شامل فرما، بلکہ ان کے خادموں میں سے ہمیں بنادے، اور ہم پر ان کے اچھے معاملات، کھلے کھلے حالات اور ان کی کرامات کا اعادہ فرما، تاکہ ہم بھی ان کے پیچھے چلنے والے بن جائیں۔

اے ہمارے پروردگار! تمام تعریفوں کا سزاوار تو ہی ہے، جیسا کہ تیری شایانِ شان ہے اور تیری عظیم عظمت والی سلطنت کے لائق ہے، اور تیرے لئے ہی شکر کامل ہے کہ تو نے ہمیں اس بات کا اہل بنادیا کہ ہم تیرے دوستوں کے پیچھے چلیں اور تو نے ہمیں ان میں سے بنایا جو تجھے ٹوٹ کر چاہتے ہیں۔

(الخیرات الحسان، ص169، 170۔ طبع: مدنی کتب خانہ، کراچی)

وصلّ اللّٰھم وسلم وبارك أفضل صلوة وأفضل سلام وأفضل بركة على أفضل الخلق سيدنا محمد وعلى آله وصحبه عدد معلوماتك أبدا، ومداد كلماتك سرمدا، كلما ذكرك ذكره الذاكرون وغفل عن ذكرك وذكره الغافلون۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اے اللہ! سب سے افضل ترین درود وسلام اور سب سے عمدہ ترین برکت نازل فرما اس ذات پاک پر جو تمام مخلوقات میں سب سے افضل ترین ذات حضرت محمد ﷺ ہیں اور ان کی آل اور ان کے اصحاب پر۔

آمین! یارب العالمین! برحمتك یاارحم الراحمین!

تمت

ہم اس کتاب کے قارئین سے بجاطور پر توقع رکھتے ہیں کہ وہ اسے زیادہ سے زیادہ ان احباب تک پہنچائیں گے جنہیں بعض جاہلوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمان کر رکھا ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کی اصلاح کا ذریعہ بنادیں، اور وہ پھر سے راہِ راست پر آجائیں، اور ان کی زبان اور دل اللہ والوں اور ائمہ ہدیٰ کے بغض وکینہ سے آلودہ ہونے سے بچ جائے۔

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ محنت محض تیری رضا پانے اور پوری امت کے ماضی کو روشن اور تابناک بتانے کیلئے کی ہے اے اللہ تو اسے اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت نصیب فرما اور اسے پوری امت میں قبولیت عطا فرما۔

والیك الملجأ والمنتھٰی۔ وللہ الآخرۃ والأولٰی۔ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ○

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وعلىٰ آله واصحابه اجمعين۔ وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (البقرۃ:127)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے، تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اعجاز احمد اشرفی عفی عنہ

بدھ 13/ربیع الاوّل 1446ھ 18/ستمبر 2024ء

حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی حفظہ اللہ کی 76 کتابوں کی فہرست

1 صفاتِ باری تعالیٰ اور عقائد کے بارے میں مفید کتابیں

1 اِيْضَاحُ الدَّلِيْلِ فِيْ بَيَانِ صِفَاتِ الرَّبِّ الْجَلِيْلِ
(صفاتِ باری تعالیٰ اور مسلکِ اہلِ السنت والجماعت)

2 صفاتِ باری تعالیٰ اور اکابر علمائے اُمت کے عقائد

3 أَلتَّنْزِيْهُ فِي الرَّدِّ عَلٰى أَهْلِ التَّشْبِيْهِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالىٰ: أَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ''استواء علی العرش''

4 أَحْسَنُ الْبَيَانِ فِيْ تَنْزِيْهِ اللهِ عَنِ الْجِهَةِ وَالْمَكَانِ
''اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں''

5 أَلتَّنْزِيْهُ فِي الرَّدِّ عَلٰى عَقَائِدِ أَهْلِ التَّجْسِيْمِ وَالتَّشْبِيْهِ
(صفاتِ متشابہات اور صحیح اسلامی عقیدہ)

6 روشن حقائق اردو ترجمہ: أَلْحَقَائِقُ الْجَلِيَّةُ فِي الرَّدِّ عَلَى ابْنِ تَيْمِيَّةَ فِيْ مَا أَوْرَدَهٗ فِي الْفَتْوٰى الْحَمَوِيَّةِ (مصنف علامہ ابن جہبل رحمۃ اللہ علیہ)

7 عِقْدُ الْجِيْدِ فِيْ عَقِيْدَةِ التَّوْحِيْدِ (''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ'' کا مفہوم و مطلب)

8 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِيْ تَوْضِيْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائدِ اہلِ السنت والجماعت (1): توحید و صفاتِ باری تعالیٰ

9 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِيْ تَوْضِيْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائدِ اہلِ السنت والجماعت (2): رسالت

10 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِيْ تَوْضِيْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائدِ اہلِ السنت والجماعت (3): علاماتِ قیامت

11 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِيْ تَوْضِيْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائدِ اہلِ السنت والجماعت (4): عالمِ برزخ

12 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِيْ تَوْضِيْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائدِ اہلِ السنت والجماعت (5): قیامت

13 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِيْ تَوْضِيْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائدِ اہلِ السنت والجماعت (6): مسئلہ تقدیر

2 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کے بارے میں مفید کتابیں

1 شانِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

2 فضائلِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

3 فضائلِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

4 فضائلِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم حصہ اول: اہلِ بیت اور ان کی محبت و عظمت

5 فضائلِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم، حصہ دوم: فضائلِ اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن

6 فضائلِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم، حصہ سوم: فضائلِ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

7 فضائلِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم، حصہ چہارم: فضائلِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

8 فضائلِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم، حصہ پنجم: فضائلِ ذریت طاہرہ نبویہ رضی اللہ عنہم

9 فضائلِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم، حصہ ششم: فضائلِ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

10 فضائلِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم، حصہ ہفتم: فضائلِ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

11 فضائلِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم، حصہ ہشتم: فضائلِ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما

3 نماز کے بارے میں چند مفید کتابیں

1 اِيْضَاحُ الْمَرَامِ فِيْ تَرْكِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ (ترکِ قراءتِ مقتدی)

2 رَاحَةُ الْعَيْنَيْنِ فِيْ تَرْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ (ترکِ رفع یدین)

3 اَلدُّرُّ الثَّمِيْنُ فِي الْإِخْفَاءِ بِآمِيْنَ (اخفاء آمین)

4 خواتین کا مسنون طریقہ نماز

5 أَلسُّنَّةُ الْغُرَّةُ فِيْ وَضْعِ الْيَدَيْنِ تَحْتَ السُّرَّةِ
(نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ)

6 أَلْحَبْلُ الْمَتِيْنُ فِيْ صِفَةِ صَلٰوةِ رَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِيْنَ

(رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقۂ نماز)

7 أَنْوَارُ الْمَصَابِيْحِ فِيْ صَلٰوةِ التَّرَاوِيْحِ (نماز تراویح)

4 سلسلۂ تَعْلِيْمُ السُّنَّةِ

حصہ 1 عقائد

1 ایمان وعقائد: توحید وعقائد اہل السنت والجماعت

حصہ 2 عبادات

2 عبادات (1): طہارت کے احکام

3 عبادات (2): مسنون طریقۂ نماز

4 عبادات (3): جنازہ کے احکام

5 عبادات (4): زکوٰۃ کے احکام

6 عبادات (5): روزہ کے احکام

7 عبادات (6): حج کے احکام

حصہ 3 معاشرت

8 معاشرت (1): نکاح کے احکام

9 معاشرت (2): طلاق کے احکام

10 معاشرت (3): وراثت کے احکام

حصہ 4 معاملات

11 معاملات (1): اسلامی تجارت کے احکام

12 معاملات (2): حکمرانی اور عدلیہ کے احکام

13 معاملات (3): جہاد کے احکام

حصہ 5 حقوق

14 حقوق (1): حقوق رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

15 حقوق (2): حقوق العباد

حصہ 6 آداب

16 حقوق وآداب (1): آداب معاشرت

17 حقوق وآداب (2): کھانے پینے کے احکام وآداب

18 حقوق وآداب (3): لباس کے احکام وآداب

حصہ 7 تصوف وسلوک

19 تصوف وسلوک (1): تزکیہ واحسان

20 تصوف وسلوک (2): تہذیب اخلاق وتزکیۂ نفس

21 تصوف وسلوک (3): تصوف

22 تصوف وسلوک (4): روحِ تصوف

23 تصوف وسلوک (5): وحدت الوجود اور وحدت الشہود

24 تصوف وسلوک (6): مسئلہ وحدت الوجود

25 تصوف وسلوک (7): تصوف پر اشکالات کے جوابات

26 تصوف وسلوک (8): اصطلاحاتِ تصوف

27 تصوف وسلوک (9): شطحیاتِ صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم

28 تصوف وسلوک (10): مقبول مسنون دعائیں

29 تصوف وسلوک (11): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحتیں اور وصیتیں

5 امام الائمہ، سراج الامۃ، تابعی جلیل، امام المحدثین والفقہاء امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

1 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (1): حیات وخدمات

2 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (2): شرفِ تابعیت اور وحدانی روایات

3 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (3): حدیث میں مقام ومرتبہ

4 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (4): مرویاتِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

5 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (5): فقہ میں مقام ومرتبہ

6 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (6):فقہِ اکبر اور وصایا

7 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (7): فضائل ومناقب

8 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (8): ناقدین کے موقف کا تحقیقی جائزہ

9 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (9):اعتراضات کا علمی جائزہ

10 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (10):امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ

11 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (11):امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

12 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (12):کے تلمیذِ خاص: امام قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ

13 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (13):کے تلمیذِ خاص: امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ

14 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (14):تقلید

6 متفرقات

1 حدیث کے درجہ کی پہچان

2 مختصر مقبول مسنون دعائیں